تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ سی و نہم (۳۹)

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

۲

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ سی ونہم (۳۹)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۷۴
سال اشاعت	۲۰۱۴ء
زیر اہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست عناوین

انه من سليما ن و انه بسم الله الرحمن الر حيم

مشمولات کتاب کا تعارف

زیرنظر جلد کا آغاز منشی واحد علی (یا واحد بخش) ملتانی کے صحیفة الو لا ء سے ہو رہا ہے جو انہوں نے ۱۹۰۲ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے رسالے دافع البلاء کے جواب میں لکھا تھا۔ منشی صاحب نے اپنے صحیفة الولاء میں جہاں مرزا صاحب کے دافع البلاء سے مختصر اقتباسات دیئے تھے وہاں تفصیل کر دی گئی ہے اور جہاں انہوں نے موضوع یا ضعیف احادیث سے استناد کیا تھا، وہاں ایسی باتوں کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ نیز آیت تطہیر وغیرہ پر مولانا محمد جونا گڈھی اور مولانا حافظ صلاح الدین یوسف کے ترجمہ قرآن سے وضاحتی نوٹ بھی لگا دیئے ہیں۔ نیز اس صحیفے پر قادیانی اخبار میں شائع ہونے والے تبصرے کو بھی مختصراً نقل کر کیا گیا ہے۔

مرزا غلام احمد کے دافع البلا ء کے جواب میں شیعہ حضرات نے وسیلة المبتلاء شائع کیا تھا۔ سید علی حائری کے اس رسالے کو اختصار کے ساتھ چھتیسویں جلد میں نقل کیا جا چکا ہے، اب چونکہ اس پر قادیانی حضرات کا تبصرہ بھی مجھے مل گیا ہے لہذا اسے بھی جلد ہذا میں شامل کر دیا گیا ہے۔

بعد ازاں جناب منشی اللہ دتا صاحب جھنگوی کے رسالے : حالات قادیانی خلاف آیات آسمانی، کو اڈیٹ کر کے نقل کیا گیا ہے۔ عنوانات کے الفاظ میں ردو بدل کر کے بعض عبارات کو لباس جدید پہنایا گیا ہے، بعض عبارات حذف کر دی گئی ہیں۔ منشی اللہ دتا صاحب نے اپنے رسالے میں شامل آیات کے تحت اللفظ ترجمے کئے تھے ، میں نے بعض مقامات پر ایسے تراجم ترک کر کے مذکورہ بالا ترجمہ قرآن مجید سے بامحاورہ تراجم نقل کر دیئے اور ساتھ ہی اس ترجمہ قرآن سے متعلقہ ضروری حواشی کو بھی نقل کر دیا ہے۔ نیز آیات کی تخریج بھی کر دی گئی ہے۔ یہ کتاب دافع البلاء کے معاً بعد کی ہے اس لئے اسے ۱۹۰۲ء کی تصنیف سمجھا جانا چاہیے۔

اس کے بعد حکیم نور الدین بھیروی قادیانی ، ان کے طلب علم کا حال ،ان کے اساتذہ کا تعارف، ان کے ابتدائی عقائد و نظریات ،قادیانیت میں شامل ہونے

کے بعد ان کا مقام و مرتبہ، مسلمان علماء سے ان کے تعلقات و روابط، نیز ان کے دور خلافت میں قادیانیوں کے باہمی اختلافات کی چند جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔

اسکے بعد مرزا غلام احمد کے ۱۹۰۵ء میں کئے گئے الہامی دعوی لا نبقی لك من المخزیات ذکرا کا ابطال کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے تھے کہ انہیں الہاماً بتایا گیا ہے کہ کوئی چیز ایسی باقی نہیں رکھی جائے گی جس سے ان کی ہتک اور بے عزتی ہوتی ہو۔ ادھر جن باتوں سے مرزا صاحب کی بے عزتی ہوتی تھی ان میں ان کا یہ دعوی بھی تھا کہ نعمت اللہ شاہ ولی نے اپنے فارسی قصیدہ میں ان کے حق میں پیش گوئی کی ہے ۔اس دعوی کا جواب تو منشی محمد جعفر تھانیسری نے تائید آسمانی کے نام سے فوراً دے دیا تھا، لیکن مرزا صاحب اور مرزائی اپنی غلطی پر اصرار کئے جاتے تھے جیسا کہ ۱۹۱۲ء کے بدر قادیان کی اس تحریر سے ظاہر ہوگا جسے میں نے حسب موقع نقل کیا ہے۔

اپنی غلطی پر قادیانیوں کے اصرار کا نتیجہ یہ ہوا کہ قدرت نے ایک یورپی محقق کو مرزا قادیانی کی تکذیب کے لئے کھڑا کر دیا۔ یعنی پروفیسر ایڈورڈ براؤن نے نعمت اللہ شاہ ولی کی خانقاہ واقع ایران کا دورہ کر کے نعمت اللہ اور اس کے قصیدہ کے متعلق اپنی تحقیق

A History of Persian Literature Under Tartar Dominion (A.D. 1265-1502)

(فارسی ادب درعہد تاتاریاں) میں شامل کر دی۔ ایک غیر جانبدار، غیر مسلم محقق کی تحریر سے نہ صرف یہ ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی نے تحریف شدہ قصیدہ کی بنیاد پر اپنے دعوی کی عمارت کھڑی کر رکھی ہے بلکہ وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ نعمت اللہ ہندوستانی ہے یا ایرانی۔ پرشین لٹریچر میں موجود پروفیسر براؤن کی یہ تحریر مرزا صاحب کے دعوی لا نبقی لك من المخزیات ذکرا کا ابطال صریح ہے۔ یہ کتاب ۱۹۲۰ء میں انگریزی میں شائع ہوئی تھی اور اب ایک ویب سائیٹ پر موجود ہے جہاں سے میں نے ڈاؤن لوڈ کر کے متعلقہ حصوں کو اس جلد کا حصہ بناتے ہوئے لا نبقی لك من المخزیات ذکرا کا لا اڑا دیا ہے۔ پروفیسر براؤن کی تحقیقات نقل کرنے کے بعد میں نے مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے ایک فاضل کی مرتب کردہ شاہ نعمت اللہ ولی کی سوانح بھی نقل کر دی ہے تاکہ یہ بات بخوبی واضح ہو جائے کہ مرزا اور انکے الہام کنندہ کا علم کس قدر ناقص تھا۔

والسلام فقیر بارگاہ صمدی **محمد بهاء الدین**

صحیفة الولاء النظر الی دافع البلاء

میر واحد علی سکرٹری انجمن اسلامیہ ملتان

تمہید

میرے ایک دیرینہ کرم فرمانے، جو مرزائی ہو گئے ہیں، رسالہ دافع البلاء میرے پاس بھیجا جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے طاعون کے متعلق لکھا ہے، اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

میں (مرزا) مسیح موعود ہوں،

ابن مریم سے بدرجہا بہتر ہوں۔

میں نبی ہوں، خاتم الانبیاء وخاتم الاولیاء ہوں،

اور محمد سول اللہ خاتم النبیین کے برابر ہوں، کیونکہ میں سچا شفیع ہوں،

اور ہر ایک زمانہ میں قیامت تک نجات دلانے والا ہوں۔

اہل بیت رسول اللہ علیہ السلام سے بڑھ کر ہوں،

میں ابن اللہ ہوں۔

اور جس طرح میں اللہ سے بطور اولاد ہوں، اسی طرح اللہ مجھ سے بطور میری اولاد کے ہے یعنی ابو اللہ بھی ہوں۔

میرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔

مجھ سے بیعت کرنا خدا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کے برابر ہے۔

مجھے اس طرح نہ ماننے کی وجہ سے اور مجھے برا کہنے کی وجہ سے خدا نے بطور سزا کے اس ملک میں طاعون بھیجا ہے۔

اور اس کا علاج جسمانی اور روحانی جو آج تک دنیا نے سوچا اور اختیار کیا ہے کوئی ٹھیک نہیں۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سر جھکانا اور یہ دعا مانگنا کہ ہمیں اس بلا سے محفوظ رکھ، یہ بھی ضلالت ہے۔

علاج صحیح یہ ہے کہ مجھ پر ان فضائل واوصاف کے ساتھ ایمان لاؤ۔
جو اس طرح مجھ پر ایمان نہ لائے گا مبتلائے طاعون ہو کر مر جائے گا۔

اور اپنے ان کل فضائل اور دعاوی کے صحیح اور برحق ہونے کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ تمام پنجاب میں طاعون پھیل گیا ہے۔قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہے،مگر خاص قادیان اس سے پاک ہے اور ہمیشہ اس سے پاک رہے گا بلکہ جو طاعون زدہ قادیان میں آیا اچھا ہو گیا،جو آئے گا اچھا ہو جائے گا۔

میں نے مرزا قادیانی کے ان دعاوی اور استدلال کو پڑھا اور جو میری رائے اس پر ہوئی میں نے نہایت نیک نیتی سے بذریعہ ایک خط اپنے اس عنایت فرما دوست پر ظاہر کرنی چاہی۔انہیں جب علم ہوا کہ میری رائے مرزائی معتقدات اور تفہیمات کے خلاف ہے،تو انہوں نے مجھے بہت کچھ ڈرایا اور دھمکایا کہ میں اپنی رائے ظاہر نہ کروں،مگر میرے دیگر ہم خیال احباب نے اس بات پر زور دیا کہ

لا تلبسوا الحقّ با لبا طل و لا تکتموا الحقّ و انتم تعلمو ن

میرے مرزائی دوست فرماتے ہیں:

آپ کو مناسب نہیں ہے کہ آپ مرزا صاحب یا مرزا صاحب کے خدام کا مقابلہ کریں۔جس وقت آپ مقابلہ میں پھنس جائیں گے،اس وقت آپ کے تماشائی یار سب چلتے بنیں گے کیونکہ یہ راستہ بڑا سخت راستہ ہے اور یہ (مرزا صاحب) وہ شخص ہے جو کہتا ہے کر دکھاتا ہے۔میں آپ کو مکرر لکھتا ہوں کہ اوپن لیٹر کو بند رکھیں اور اس راہ میں قدم مارنے کی جرأت نہ کریں۔

میں اپنے محترم دوست سے اور کل ایسے احباب کی خدمت میں جو مرزائی ہو گئے ہیں اور مجھے ان سے شرف نیاز مندی حاصل ہے،عرض کرتا ہوں کہ اس رسالہ دافع البلاء پر اوپن لیٹر لکھنے سے میرا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ مرزا صاحب یا ان کے خدام سے مقابلہ کروں۔میں نے جو کچھ اس خط میں عرض کیا ہے اس رسالہ کے مضمون یا اس تعلیم پر عرض کیا ہے جو اس رسالہ میں ہے۔مثلاً

یہ رسالہ سکھاتا ہے کہ انسان کے بیٹے کو ابن اللہ کہو۔میں کہتا ہوں کہ اسلام اس کے برخلاف یہ سکھاتا ہے کہ اللہ کا کوئی بیٹا نہیں۔

یہ رسالہ بتلاتا ہے کہ تم اللہ کو ایسا جانو جیسے تمہاری اولاد۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید، اس کو کفر کہتا ہے۔

یہ رسالہ سکھاتا ہے کہ ایک معمولی انسان کو نبی مانو، میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید اس کے برعکس محمد ﷺ کو خاتم النبیین کہتا ہے اور خود وہ سچا رسول ﷺ فرماتا ہے لا نبی بعدی۔ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

یہ رسالہ سکھاتا ہے کہ ایک کلمہ گو امتی کو اہل بیت رسول کریم ﷺ سے بدرجہا بہتر مانو۔ میں کہتا ہوں کہ جس اہل بیت کے واسطے قرآن مجید میں آیت تطہیر موجود ہے، جن کی عزت نبی نے کلام اللہ کے برابر فرمائی ہے، جن کے مخالف کو جہنمی قرار دیا ہے، جس کو نبی نے کل جنتیوں کا سردار فرمایا ہے، وہ اپنے ایک ادنی امتی سے تقرب الی اللہ اور علو مدارج میں کس طرح کم ہو سکتے ہیں۔

میں نے اپنے ہر ایک قول کی تائید میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی پیش کر دی ہیں۔ پس اگر مقابلہ ہے تو اس رسالہ (دافع البلاء) کا قرآن کریم اور حدیث نبوی سے مقابلہ ہے، نہ کہ مجھ ناچیز کا مرزا صاحب قادیانی یا ان کے خدام سے۔

ایک اور مرزائی دوست فرماتے ہیں کہ

اگر تم اس خط کو شائع کرو گے، تو تمہاری جان جوکھوں میں پڑ جائے گی۔،

اگر ان نیک صلاح دینے والے مرزائی احباب کا یہ مطلب ہے کہ اس خط کی وجہ سے مجھ پر لائبل کی نالش ہوگی، تو یہ ان کا خیال غلط ہے کیونکہ مجھے مرزا قادیانی کی ذات سے کوئی بحث نہیں۔ میں نے ایک لفظ بھی ان کی شان میں برا یا بھلا نہیں لکھا اور نہ میں نے ان کو کہیں مخاطب کیا ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے، مرزا قادیانی کی تعلیم پر لکھا ہے اور وہ بھی صرف وہیں تک جو اس رسالہ سے مجھے معلوم ہوئی ہیں۔

اگر ان دوستوں کا یہ خیال ہے کہ میرے واسطے مرزا صاحب قادیانی کوئی بد دعا کریں گے اور اس سے مجھے کچھ نقصان پہنچے گا، تو میں ان کے اس خیال پر افسوس کرتا ہوں۔ خدا جانے وہ کیوں غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ مہربانی کر کے بنظر انصاف میرے اس خط کو پڑھیں تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ جس شخص کے یہ باطل دعاوی ہیں، جو قرآن مجید اور حدیث پاک کی رو سے کفر تک پہنچ گئے ہیں، وہ مستجاب الدعوات کس

طرح ہوسکتا ہے۔

اگر ان دوستوں کا یہ خیال ہے کہ مرزا صاحب قادیانی یا ان کے حواری اپنے کسی خادم کو میری جان لینے کے واسطے تعینات کر دیں گے، تو میں عرض کرتا ہوں کہ ان کا یہ خیال بھی غلط ہے۔ مرزا صاحب قادیانی اس کیریکٹر کے آدمی نہ ہوں گے۔

شاید میرے ان دوستوں کا یہ خیال ان روایات پر مبنی ہو جو عیسائیوں نے یا آریہ لوگوں نے مرزا صاحب کی نسبت شائع کی ہیں کہ مرزا قادیانی نے مسٹر عبداللہ آتھم کے مروا ڈالنے میں طرح طرح کی سعی کی تھی، یا پنڈت لیکھ رام کے مارے جانے میں کچھ مرزا قادیانی کا دخل تھا۔ مگر یہ سب مرزا قادیانی پر بہتان ہے۔ وہ اس قسم کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔ اور اگر بالفرض محال ایسا ہو بھی، تو میرے ان نصیحت کرنے والے احباب کو خوش ہونا چاہیے، کیونکہ اگر میں کلمہ حق کہنے کے واسطے مارا بھی جاؤں گا، تو میراث جدی پاؤں گا۔

یا شائد یہ دھمکی مرزا صاحب قادیانی کی تقلید میں ہو، کیونکہ مرزا صاحب بھی اس قسم کی دھمکیاں اپنے مخالفین کو دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی رسالہ کے صفحہ ۱۷ (خزائن ج ۱۸ص ۲۴۷) میں مرزا صاحب نے مولوی احمد حسین امروہی کو اسی طرح دھمکایا ہے:

> لیکن امروہہ بھی مسیح موعود کے محیط ہمت سے دور نہیں ہے۔ اس لئے اس مسیح کا کافر کش دم ضرور امروہہ تک بھی پہنچے گا۔

لیکن حضرات! کوئی معقول آدمی اس دم میں نہیں آئیگا۔ یہ خالی خولی دم جھانسہ ہے۔ اس دم میں جس کا نام اس دم خم کے ساتھ کافر کش رکھا گیا ہے، کوئی دم نہیں۔

بہر حال میں نہیں جانتا کہ ان کا مجھے ڈرانا اور دھمکانا کیا معنے رکھتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ یوں تو شائد میں اس خط کو شائع نہ بھی کرتا، مگر ان کے اس دھمکانے اور ڈرانے نے مجھے شائع کرنے پر مجبور کر دیا کہ میں اس کو ضرور شائع کروں اور دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ میرا ضمیر کہتا ہے کہ اگر میں کلمہ حق کو اس خوف سے چھپاتا ہوں کہ اس کے اظہار سے مجھے کوئی ذاتی نقصان پہنچے گا تو میرا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ میرا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا، تو گناہ گار ہے۔ لیکن اگر اس کو کوئی ڈراوے کہ اگر تو نماز پڑھے گا، تو تجھ کو یہ نقصان ہوگا اور اس ڈر سے وہ

تارک الصلوۃ ہو جائے، تو وہ کافر ہے۔

اسی طرح جو چند تفہیمات مرزائیہ جو مجھے اس رسالہ دافع البلاء سے خلاف اسلام معلوم ہوئیں اور میں نے ان کو بموجب حکم خدا و رسول کفر و شرک سمجھا، مگر علانیہ ان کا اظہار نہ کیا، تو میں ایک حد تک گنہگار تھا۔ لیکن جب مجھے یہ دھمکی دے کر ڈرایا گیا کہ اگر میں کلمۃ الحق کا اعلان کرونگا تو مجھ کو نقصان پہنچے گا، تو اب میرا دھمکی کی وجہ سے اعلان قال اللہ و قال الرسول سے باز رہنا اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے جس کو کفر کہتے ہیں۔

پس اے میرے مرزائی دوستو! آپ مجھے معاف فرمائیں کہ میں اس خط کو شائع کرتا ہوں، اورصرف اس نیت سے کہ اپنے اللہ اور اپنے نبی رسول اللہ ﷺ کے سامنے منکر قرار نہ دیا جاؤں۔ نہ اس غرض سے کہ آپ کے نبی اور آپ کے نبی اور آپ کے ابن اللہ وغیرہ کو نیچا دکھاؤں اور اس طرح سے ناموری حاصل کروں و اللہ یعلم ما فی الصّدور و انّما الا عمال بالنّیّات

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے کل دعاوی کی تصدیق اس رسالہ میں اس بات پر رکھی ہے کہ قادیان میں کبھی طاعون نہ آئے گا، اور جو میرا معتقد ہوگا وہ کبھی اس مرض سے نہ مرے گا۔،

مگر چونکہ اب قادیان میں طاعون آ گیا ہے اور خاص قادیان اور دیگر مقامات میں بہتیرے مرزائی طاعون سے مر چکے جن کی فہرست اس خط کے ساتھ شامل ہے، تو میرزائی دوست خود فیصلہ کرلیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کہاں تک سچے رہے۔ اور جو سچا نہیں ہے کاذب ہے، اس کی نسبت قرآن کریم کیا کہتا ہے۔

اے میرے مرزائی دوستو! ممکن ہے کہ آپ کا مجھے ڈرانا اور دھمکانا حق دوستی ادا کرنے کے ارادہ سے ہو، کیونکہ تم خود کسی دھوکہ میں آ کر ڈر گئے ہو، اور اسی طرح مجھے بھی ڈراتے ہو۔ تو میں بھی حق دوستی ادا کرنے کی نیت سے اور آپ کو صراط مستقیم پر لانے کی غرض سے، اور اس جھوٹے ڈر سے نکالنے کے واسطے خالصۃً للہ عرض کرتا ہوں کہ اے میرے مکرم دوستو! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریرات اور خصوصاً یہ رسالہ (دافع البلاء) جو میں نے غور سے پڑھا ہے، بتلاتا ہے کہ وہ نفس امارہ کے مطیع ہو کر

اپنی بڑائی اور خودستائی کی دھن میں اس درجہ محو ہیں کہ ابی و استکبر کی حد تک پہنچ گئے ہیں۔ آپ ان کی تحریرات کو کوئی وقعت نہ دیں، چہ جائے کہ ان کو معتقدات میں شامل کرلیں۔

اے میرے مرزائی دوستو! میں نے اس خیال سے کہ العاقل تکفیه الاشارۃ دو چار موٹی موٹی باتیں اس رسالہ (دافع البلاء) میں سے مخلصانہ طریق پر آپ کے گوش گذار کردی ہیں۔ ورنہ اگر آپ اس رسالہ کو بہ نظر انصاف ملاحظہ فرمائیں گے، تو یقین مانئے مرزا غلام احمد صاحب کا ایک قول بھی اس قابل نہ پائیں گے کہ کوئی سلیم العقل اس کو تسلیم کرے۔

کوئی سلیم العقل انسان، جس مذہب میں ہو، اس کو اس طرح خراب نہیں کرتا جس طرح قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ ﷺ کو یعنی اسلام کو مرزا صاحب قادیانی نے اس رسالہ میں خراب کیا ہے۔ اور اب تو جو معیار انہوں نے اپنی سچائی پرکھنے کا اس رسالہ میں خود قرار دیا تھا اس کے بموجب وہ کاذب ثابت ہو گئے ہیں۔ اب تو آپ مرزائی معتقدات سے اب تو باز آئیں۔ اور

اول: اللہ تعالیٰ کو انہیں صفات کیساتھ وحدہ لاشریک مانیں جو قرآن مجید سکھاتا ہے۔

دوم: قرآن مجید کو کلام اللہ مان کر اس امر کا یقین اپنے دل میں بطور ایمان رکھیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

سوم: چونکہ وہ نبی پاک دین کی کوئی بات اپنی طرف سے گھڑ کے نہ کہتا تھا بلکہ ان هو الا وحی یوحی (النجم:٤)۔ (بلکہ وہ وحی ہے جو ان پر نازل ہوتی ہے) پس یہ بھی ایمان لائیں کہ اس نبی کا یہ فرمانا لانبی بعدی برحق ہے۔

چہارم: تصدیق قلب کے ساتھ کیونکہ کہ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں ابن اللہ ہوں، تو وہ کفر کہتا ہے۔

پنجم: اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں تو سچے دل سے پکار کے کہدو کہ ایسا دعوی کرنے والا کاذب ہے، کیونکہ خاتم النبیین کے اس قول کے بعد کہ لا نبیّ بعدی، کسی کا دعوی نبوت کرنا قرآن مجید اور نبی کریم کو جھٹلانا ہے۔

ششم: جو شخص اہل بیت نبی کی برابری کا دعوی کرتا ہے وہ ضلالت میں ہے۔

ہفتم: اگر یہ دعوی برابری اور برتری کسی بغض اورنفسا نیت کی وجہ سے ہے، تو وہ شخص جہنمی ہے۔ میرے اس قول کی تائید میں آپ کو آیات قرآنی اوراحادیث نبوی میرے اس خط میں مل جائیں گی جو ایک مسلمان کے اطمینان قلب کے واسطے کافی اور وافی ہیں

اے میرے پیارے دوستو! للہ مجھ سے ناراض نہ ہونا اور یہ نہ سمجھنا کہ میں آپ کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو خدانخواستہ برا کہتا ہوں۔ میرا یہ ارادہ مطلق نہیں۔ میں تو صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ رسالہ دافع البلاء جو تعلیم دیتا ہے وہ ضلالت ہے۔ جو شخص یہ تعلیم دیتا ہے وہ مسلمان نہیں۔اور اگر مسلمانی کا دعوی کرتا ہے تو سلیم العقل معلوم نہیں ہوتا اور جو شخص اس تعلیم کو اپنے معتقدات میں داخل کرے گا خسر الدّنیا و الآ خرۃ ہوگا؛

کلام لغو میگوید و ہم میخواند الہامش
ہم ابن اللہ شد است و ہم رہ حق مے نہد نامش
خودش گمرہ شد است و خلق را ہم میکند گمراہ
کسے کو پیروش باشد نہ بینم نیک انجامش

و السّلا م علی من اتّبع الھدی ۔خاکسار :واحدعلی۔ملتان ۲۵ جولائی۱۹۰۲ء

بسم اللّٰہ الر حمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسو لہ الکر یم ۔ اما بعد

مخدوم ومکرم بندہ (چونکہ یہ دوست نہیں چاہتے کہ ان کا نام ظاہر کیا جائے اس لئے نام نہیں لکھا جارہا)۔السّلام علیکم و ر حمۃ اللّٰہ و بر کا تہ ،

گرامی نامہ مع ایک رسالہ موسومہ دا فع البلاء و معیار اھل ا لا صطفا طبع زاد جناب مرزا غلام احمد قادیانی شرف صدور لا کر موجب افتخار ہوا۔اس یاد آوری کا شکر یہ ادا کرتا ہوں اور خاص کر اس رسالہ کے بھیجنے کا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ میرے سچے دوست ہیں ۔ کیونکہ سچا دوست وہی ہے جو دکھ اور مصیبت کے وقت اپنے دوست کے کام آئے ۔آج کل جو مصیبت طاعون کی پنجاب میں آئی ہوئی ہے فی الواقع بڑی مصیبت ہے آپ کو جو تدبیر اس مصیبت سے بچنے کی ہاتھ آئی ،اس سے آپ نے مجھے

بھی مطلع فرمایا اور حق دوستی ادا کیا۔ اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

چونکہ آپ نے ایماء فرمایا ہے کہ میں اپنی رائے اس علاج کی نسبت جو مرزا غلام احمد قادیانی نے تجویز فرمایا ہے ظاہر کروں، میں یہ عریضہ اس رسالہ کے متعلق لکھتا ہوں۔ لیکن پیش ازاں کہ میں ایک حرف بھی حوالہ قلم کروں، یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر اس خط میں کوئی بات جناب کی رائے کے برخلاف ہو، تو وہ میرے اور آپ کے ذاتی تعلقات میں کسی ادنی حد تک بھی فرق ڈالنے کا موجب قرار نہ دی جائے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ مرزا غلام احمد قادیانی کے معتقدین میں سے ہیں۔ گو یہ معلوم نہیں کہ کس درجہ کے، مگر ہیں ضرور۔

پس اگر کوئی بات مرزا قادیانی کے خیالات یا منقولات کے برخلاف ہو تو خدا را مجھے معاف کرنا میں آپ کا دیرینہ خادم ہوں۔ میں آپ کی عنایات کا بہت ہی ممنون ہوں اور مرہون ہوں اور آپ کی توجہات کی بہت ہی قدر کرتا ہوں۔ مرزا غلام احمد قادیانی ایک بزرگ آدمی ہیں۔ نہ میری یہ مجال ہے کہ ان کے کہے پر کوئی اعتراض کروں، نہ میرا یہ مدعا ہے کہ اس رسالہ پر نکتہ چینی کر کے مرزا قادیانی سے، یا ان کے کسی حواری سے، یا آپ سے، یا آپ کے کسی ہم خیال صاحب سے کوئی مناظرہ قائم کروں۔ پس مہربانی فرما کر میرے اس خط کو ان تحریرات میں سے قرار نہ دیجئے گا جو مرزا غلام احمد قادیانی کے برخلاف لکھی جاتی ہیں۔

میں بلا لحاظ ذاتیات اپنی رائے اس رسالہ کی نسبت اور اس علاج کی نسبت، جو اس میں بتایا گیا ہے، عرض کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ میری تحریر مخلصانہ اور بے ریا سمجھی جائے گی۔ بلکہ اس تحریر کی ضرورت بھی نہ ہوتی مگر چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی قرآن کو منزل من اللہ اور حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر برحق مانتے ہیں اور میں بھی مسلمان ہوں، ہمدردی اور دفع المغالطہ کے طور پر اس کا لکھنا ضروری سمجھا۔ اگر کوئی غیر شخص، یعنی جو قائل قرآن نہ ہو، یا پیغمبر ﷺ کا ماننے والا نہ ہو، وہ ایسی بات کہے تو اس کی کوئی شکایت نہیں۔ ایک غلام احمد سے ایسی باتیں سن کر صبر نہیں رہتا۔ خاص کر اس حالت میں جب کہ آپ کی طرف سے بھی اظہار رائے کی اجازت ہو چکی ہے۔

قادیانی کے مجوزہ علاج طاعون پر ایک مختصر رائے

صاحب! میں نے اس رسالہ کو پڑھا اور جو علاج کہ طاعون سے بچنے کا اس میں لکھا ہے، وہ بعینہ ایسا معلوم ہوا جیسے

کسی شخص کو، جو دھوپ میں کھڑا ہے، یہ کہا جائے کہ جناب تنور میں تشریف لے جایئے۔ دھوپ سے بچ جاؤ گے اور گرمی سے نجات پاؤ گے۔

اور یہ رائے میں نے وجوہات ذیل سے قائم کی ہے:

اول: یہ کہ میں اس بات کا قائل نہیں کہ طاعون کی وبا اس ملک میں ہماری بداعمالیوں کی سزا کے طور پر آئی ہے کیونکہ ہمارے نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اس رحمت للعالمین کے ظہور کی برکت سے ایسی سب سزائیں بنی آدم پر اس دنیا میں آنی بند کر دی گئی ہیں اور انسان کی بداعمالیوں کی سزا یوم الآخر پر موقوف رکھی گئی ہے کما قال اللہ تعالی فی کتاب الکریم:

و ماکان اللّٰه لیعذّبهم و انت فیهم (الانفال:۳۳)

(اور اے پیغمبر خدا تعالی ایسا (بے مروت) نہیں ہے کہ تم ان لوگوں میں موجود رہو اور وہ (تمہارے رہتے) ان کو عذاب دے)۔

ہیضہ، طاعون، یا آفات سماوی، حسب اقتضائے قانون طبعی جس کو شرعی اصطلاح میں عادت اللہ کہتے ہیں، دنیا میں آتی رہتی ہیں اور اسی قانون قدرت کے موافق ان کا مداوا بھی ہوتا رہتا ہے۔

دوم: اگر ان آفات کا آنا ہماری بداعمالیوں ہی کی سزا ہے، تو بھی اس کا علاج وہی معقول معلوم ہوتا ہے جو غریب انجمن حمایت اسلام لاہور نے اور کل اہل اسلام نے تجویز کیا ہے کہ ہم نہایت عجز و شرمساری کے ساتھ اس رب العزت کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کریں، اور سچے دل سے توبہ کریں اور معافی مانگیں۔ نہ یہ کہ توحید ہی سے انکار کریں، رسالت کے منکر ہو جائیں اور بزرگان دین کی تحقیر اور توہین کریں جو یہ رسالہ بتاتا ہے۔

صاحب! آپ جانتے ہیں کہ میں موحد ہوں، یعنی سیدھا سادھا مسلمان۔

میرے معتقدات میں شرک فی الوحدت اور شرک فی النبوت یکساں ہیں ۔یعنی جس طرح میں اللہ کی ذات میں، اس کی صفات میں، اور اس کی عبادات میں، کسی کو شریک کرنا کفر سمجھتا ہوں، اسی طرح اپنے پیارے نبیﷺ کے برابر کسی کو سمجھنا کفر جانتا ہوں اور کلمہ توحید کے منافی سمجھتا ہوں۔

بھائی جان! برا نہ ماننا، فرط اعتقاد انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے۔آپ نے تو غالباً مرزا غلام احمد قادیانی کی کل تصانیف پڑھی ہوں گی، میں نے اس سے پہلے مرزا قادیانی کی چند تصانیف پڑھی ہیں ۔ان میں جو کچھ مجھ کو خلاف اسلام یا خلاف معقول معلوم ہوا ہے اس کا کیا ذکر کرنا، اسی رسالہ (دافع البلاء) سے جو آپ نے عنایت فرمایا ہے مجھے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا شرک فی الوحدت اور شرک فی النبوت بلکہ اشتراک فی النبوت میں مبتلا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پس میرے خیال میں جو شخص بموجب معتقدات اسلام خود کفر اور شرک کے درجہ تک پہنچ چکا ہو، اس پر ایمان لانا طاعون سے بچنے کا ذریعہ ہونے کی بجائے سیدھا دوزخ میں جانے کا باعث ہے۔اور اسی واسطے میں نے عرض کیا ہے کہ جو علاج اس رسالہ (دافع البلاء) میں بتلایا گیا ہے، وہ اس قسم کا ہے کہ دھوپ سے بچنے کے واسطے تنور میں پناہ لی جائے۔

قادیانی کا شرک فی الوحدت میں مبتلا ہونا

دیکھئے مرزا غلام احمد قادیانی کے الہام کے الفاظ یہ ہیں:

انت منّی بمنزلة او لا دی انت منّی و انا منك ۔(دافع البلاء ص ۶۔۷ قادیانی خزائن۔ ج ۱۸۔ص ۲۲۷)

اس سے اگر مرزا قادیانی کی مراد یہ ہے کہ ہر ایک چیز خدا کی بنائی ہوئی ہے اور اسی کی ہے کما قال اللہ تعالی فی کتابہ:

و للّٰه ما فی السّماوات و ما فی الارض (النساء:۱۳۱)

(اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین پر ہے سب اللہ تعالی کا ہے)۔

یا یہ کہ تمام مخلوق اس کی ذات کا اور اس کی ہستی کا ثبوت ہے، کما قال اللہ تعالی:

انّ فی ذ لك لآ یات لّقو م یتفکّرو ن (النحل :٦٩)

(بے شک غور کرنے والوں کے لئے اس میں عین (قدرت خدا کی بڑی) نشانی ہے)

تو اس میں ادنی سے ادنی مخلوق بھی شامل ہے۔مرزا قادیانی کی کوئی تخصیص نہیں۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

مگر نہیں، مطلب سعدی دیگراست، مرزا غلام احمد قادیانی:

انت منّی بمنز لة او لادی (دافع البلاء۔ص٦)

سے ابن اللہ بننا چاہتے ہیں۔بننا کیا چاہتے ہیں، بن چکے ہیں اب تو منوانا چاہتے ہیں۔اور بایں ادعا کہ ان کے اس قول پر ایمان لانے کا خدا نے حکم دیا ہے۔پھر تماشہ یہ ہے کہ ابن اللہ بھی بن کر صبر نہیں آیا، آگے فرمایا ہے

انت منّی و انا منك۔(دافع البلاء۔ص٧)۔

(تو مجھ میں سے، اور میں تجھ میں سے)

مرزا غلام احمد قادیانی خدا سے، یا انہی کے الفاظ میں، خدا میں سے ہو سکتے ہیں۔لیکن خدا تعالی مرزا قادیانی میں سے کیوں کر ہوسکتا ہے؟

جب ان کا خدا میں سے ہونا بقول ان کے بمنزلة او لادی یعنی ابن اللہ ہوا تو لامحالہ انا منك کے معنی ہوں گے ابو اللہ جو صریحاً لم یلد و لم یو لد کے منافی ہے۔اور یہ بات ان کو بھی کھٹکی ہے چنانچہ اس کفر صریح سے بچنے کے واسطے دافع البلاء صفحہ ٦ کے حاشیہ میں انہوں نے بمصداق

الغر یق یتثبت بالحشیش (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا)

بہت کچھ ہاتھ پیر مارے ہیں، کبھی اسکا نام مجاز رکھا اور کبھی استعارہ، کبھی متشابہات، مگر.. اپنے خیال کو چھپا نہیں سکے اور فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ خدا تعالی بیٹوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔لیکن یہ فقرہ (انت منی بمنز لة او لادی انت منی و انا منك) قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔خدا تعالی نے قرآن شریف میں آنحضرت کو اپنا

ہاتھ قرار دیا اور فرمایا یدُ اللہ فوق اید یھم ایسا ہی بجائے قل یا عباد اللہ کے قل یا عبادی کہا اور یہ بھی فرمایا فا ذکروا اللہ کذ کر کم آباء کم ۔ پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ اس کی کیفیت میں دخل نہ دو اور حقیقت حوالہ بخدا کرو اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہو جاؤ ۔(دافع البلاء۔ص ٦۔قادیانی خزائن ج ١٨ص ٢٢٧)

اول تو دیکھئے یہ کیسی ظلم کی بات ہے کہ اپنے کلام کو خدا تعالی کا کلام کہنا، پھر نعوذ باللہ من ھذہ الکلمات و الاعتقادات ابن اللہ وابواللہ ہونے کا دعوی کرنا ۔ پھر اس سے شرمانا، اور پھر اس شرم سے ہٹی ہوتی دیکھ کر اس پر صرف ایمان لانے کی تاکید کرنا اور اس کی کیفیت اور حقیقت کو حوالہ بخدا کرنا۔

آہو ز تو آموخت بہ ہنگام دویدن
رم کردن و استادن و ودیدن

معتقدات اسلام میں اگر کسی بات کی حقیقت اور کیفیت میں بحث اور غور کرنے کی ممانعت ہے،تو وہ صرف ایک ذات باری ہے۔کیونکہ ذات باری کی کیفیت اور حقیقت کو سمجھنا حواس انسانی کے ادراک سے باہر ہے۔ اللہ تعالی جل شانہ کی ہستی پر ایمان لانا کہ وہ ہے، اور ایک ہے،مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے۔ ماہیت ذات باری معلوم کرنے کی اور اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں کہ میرے ابن اللہ اور ابو اللہ ہونے پر ایمان لاؤ اور یہ ایمان لانا ہی نجات کے لئے کافی ہے۔ اس کی کیفیت اور حقیقت مت پوچھو، اور اس پر غور نہ کرو۔

گویا ذات باری تعالی کی حقیقت اور مرزا غلام احمد قادیانی کی ابنیت اور ابویت باللہ ایک رتبہ رکھتی ہیں، ان میں غور وفکر کرنا ممنوع ہے، اور اس کا ادراک قوائے بشری سے باہر ہے۔

اگر آپ فرمائیں کہ نہیں انت منی کے معنی ایسی اولاد نہیں جیسے ہماری

تمہاری ہے، مجازاً مراد ہے بمنز لة او لادی ،یوں ہی سہی پر انا منك کے کیا معنی ہوں؟ بمنز لة او لا د ك ؟

تو مطلب یہ ہوا کہ جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی خدا تعالی کے مجازی بیٹے ہیں اسی طرح نعوذ باللہ خداوند عالم وعالمیان مرزا قادیانی کا مجازی بیٹا ہے۔

سب سے اچھی اور بچاؤ کی تاویل اس الہام کی یہ ہوسکتی ہے کہ مرزا قادیانی کا اس سے مطلب یہ ہے کہ:

خودکوزہ و خود کوزہ گر وخود گل کوزہ

مگر اس سے بھی انت منّی بمنز لة او لا دی تو شاید ثابت ہو جائے گا مگر انا منك بمنز لة او لا د ك ثابت کیونکر ہوسکتا ہے؟ کیونکہ خدا تعالی خالق کل ہونے کی وجہ سے مجازاً باپ کہا جا سکتا ہے اور کل مخلوق عیال اللہ ہے، مگر وہ جو اس کل مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے، اپنی مخلوق کا بیٹا کیوں کر ہوسکتا ہے۔

یا یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مطلب اس سے ہمہ اوست ہو۔ مگر اس خیال کو تو بھنگڑ خانوں کے بیٹھنے والے جہلاء زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا کرتے ہیں:

ایک کہتا ہے:

ہے محمد حق سے آگے اور میں اس سے پرے
ہاتھ لا استاد! کیوں کیسی کہی

دوسرا ہانک لگاتا ہے:

محمد کی گر بادشاہی نہ ہوتی
جہاں میں خدا کی خدائی نہ ہوتی

تیسرا کہتا ہے:

میاں جی کی تو تو میں میں کو چھوڑو
جدھر دیکھتا ہوں اودھر تو ہی تو ہے

ایک کہتا ہے:

یہ طوطی و مینا کی اچھی سنائی
جدھر دیکھتا ہوں ادھر میں ہی میں ہوں

پھر ان میں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے الہام میں کیا فرق ہوا؟ اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ ان بھنگڑ خانوں کے جہلاء کی کوئی بات نہیں سنتا، اور مرزا غلام احمد کے فرمان کو ماوشما حرف شناس واجب الاذعان سمجھ کر ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔

ان تاویلوں کو چھوڑ چھاڑ کر میں تو صریح الفاظ کے صاف معنی لیتا ہوں

انت منّی بمنز لة او لادی۔ تو مجھ سے ہے یعنی جیسا باپ میں سے بیٹا ہوا کرتا ہے

انت منّی تو مجھ سے ہے ، و انا منك اور میں تجھ سے ہوں۔

بالفاظ دیگر تو میرا بیٹا اور میں تیرا بیٹا۔ میں تیرا باپ اور تو میرا باپ۔

اور یہ آیات قرآن مجید یعنی

لم یلد و لم یولد (نہ اس سے کوئی پیدا ہوا، اور نہ کسی سے پیدا ہوا)۔،

ما اتّخذ صا حبة و لا ولدا

(اس نے نہ تو کسی کو اپنی جورو بنایا اور کسی کو بیٹا بیٹی)۔(سورہ جن: ۳۰)

کے برخلاف ہے۔

بھائی جان! مثل مشہور ہے کہ

پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند

حضرت عیسیٰؑ بن مریم کو تو ان کے حواریوں نے فرط محبت یا عقیدت میں ابن اللہ کہا تھا اور رفتہ رفتہ بنا ہی لیا۔ خود حضرت عیسیٰؑ نے جیسا کہ

ء أنت قلت للنّاس (المائدۃ:۱۱۶)

سے ثابت ہے، کبھی ابن الله یا اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی ما شاء اللہ اپنے منہ سے ابن الله بلکہ خا لق الله یا ابو الله ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس پر صرف ایمان لاؤ، میرے ابن الله اور ابو الله ہونے کی حقیقت کی تحقیق نہ کرو۔

بھائی صاحب! میں تو یہ ایمان کبھی نہیں لا سکتا اور نہ صرف اس ایمان کی حقیقت کو حوالہ بخدا کرتا ہوں، جیسا کہ مرزا قادیانی نے فرمایا ہے، بلکہ خود مرزا قادیانی کو بنفس نفیس حوالہ بخدا کرتا ہوں و من یّضلل الله فلا ھا دی له ، (جس کو خدا گمراہ کرے تو پھر کوئی بھی اس کا راہ دکھانے والا نہیں)۔ اور دعا کرتا ہوں کہ

ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وھب لنا من لّدنك رحمة انّك انت الوھاب (آل عمران: ۷)۔ (اے ہمارے پروردگار! ہم کو راہ راست پر لانے کے بعد ہمارے دلوں کو ڈانواں ڈول نہ کر، اور اپنی سرکار سے ہم کو رحمت (کا خلعت) عطا فرما کچھ شک نہیں کہ تو بڑا دینے والا ہے)۔

انت منّی و انامنك کا خیال مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو غالباً اس حدیث شریف سے پیدا ہوا ہے:

علیّ منّی و انا منه (یہ حدیث موضوع ہے۔ بہاء)۔

یعنی رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ علی مجھ میں سے ہے اور میں اس میں سے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ باعتبار شرافت ونجابت جو انسان کا جوہر ذاتی ہے، علی اور میں ایک ہیں۔ انا و علیّ من نور واحد جو میرا جسم و جان گوشت و پوست ہے وہی علی کا ہے (یہ حضرت رسول پاک کا فرمان نہیں ہے بلکہ موضوع حدیث ہے۔ بہاء) لحمك لحمی و دمك دمی (یہ بھی حضرت رسول پاک کا فرمان نہیں ہے بلکہ موضوع حدیث ہے۔ بہاء)۔ ایک دادا کے دونوں پوتے چچیرے بھائی ایک نہ ہوں تو دو کس طرح ہو سکتے ہیں؟ تو کیا مرزا قادیانی کا گوشت و پوست اور جسم و جان بھی ایسی ہے جیسے خدا کی؟ یانعوذ باللہ مرزا قادیانی اللہ کو اپنی طرح مضغہ گوشت موجود فی الخارج جانتے ہیں اور خداوند عالم کے چچیرے بھائی ہیں۔ یہ کیا خرافات ہے؟

پھر ابن اللہ و ابو اللہ کی تاویل کرتے کرتے دیکھئے جناب کہاں سے کہاں جا پڑے ہیں ملاحظہ فرمائیں کہ:

میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے قل انّما بشر مثلکم یوحی الیّ انّما الھکم اله احد و الخیر کلّه فی القرآن (دافع البلاء۔ ص ۷)،

اس عبارت میں و الخیر کلّه فی القرآن مرزا غلام احمد قادیانی کے الفاظ میں، باقی آخیر حصہ ہے سورہ کہف کا اور اس کے معنی ہیں:

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میں بھی تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں (مجھ میں تم میں صرف اتنا فرق ہے کہ) میرے پاس (خدا کی طرف سے) وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (وہی اکیلا) ایک

معبود ہے۔

کجا بودم کب کجا تاختم

قطع نظر اس بے ربطی سے مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک قرآن مجید کیا ہے؟ میاں نظیر اکبرآبادی کا کوڑی نامہ ہے کہ لونڈوں نے اپنی ضرورت کے موافق جس طرح چاہا، ادل بدل کر کے بیت بازی کر لی۔

بچپنے میں ایک کہانی سنی تھی کہ کسی بستی میں ایک ملا تھا، اور تین اس بستی کے نمبر دار تھے۔ ایک کا نام ابراہیم تھا، دوسرے کا موسی اور تیسرے کا عیسی۔ ایک دن نماز فجر میں اس ملا نے سورہ ا لا علی پڑھی اور جیسا کہ اس سورۃ کے اخیر میں ہے:

ان هذا لفی الصّحف ا لا و لی۔ صحف ابرا هیم و موسی (الاعلی :۱۸۔۱۹) یہی بات تو اگلے صحیفوں (یعنی) ابراہیم اور موسی کے صحیفوں میں (بھی) ہے۔

پر قرأت کو ختم کیا۔

اتفاق سے میاں عیسی بھی اس دن نماز میں شامل تھے۔ ابراہیم اور موسی کے ساتھ اپنا نام نہ سن کر بہت بھنائے۔ جوں توں بقیہ نماز بھگتا کچھ بڑ بڑاتے ہوئے مکان پر آئے۔ فوراً ملا جی کو طلب کیا اور فرمایا: کیوں ملا جی! آپ کی کچھ شامتیں تو نہیں آئی ہیں؟ ملا گھبرایا کہ یہ بات ہی کیا ہے؟ پوچھا تو نمبر دار صاحب نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ٹکڑے لگے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ میں اس گاؤں میں ایک ثلث کا مالک ہوں۔ تم نے آج صبح کی نماز میں دو نمبر داروں کا تو نام لیا اور میرا نام نہیں لیا۔ اگر روٹیاں کھانی منظور ہیں تو ہمارا نام بھی ان دونوں کے نام کے ساتھ لیا کرو، نہیں تو بوریا بدھنا باندھو اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔ ملا نے کہا جناب سہو ہو گیا۔ معاف فرمائیے اور مغرب کے وقت ضرور تشریف لائیے۔ مغرب کی نماز میں ملا جی نے پھر وہی صورت پڑھی اور ابراہیم و موسی کے آگے عیسی کا نام بڑھا کر قرآن کو اس طرح ختم کیا: ان هذا لفی الصّحف ا لا و لی۔ صحف ابراهیم و موسی و عیسی۔

یہ کہانی سن کر بھائی جان یقین ماننا بڑا ہی استعجاب ہوتا تھا کہ یہ ملا نے بڑے بے ڈھب ہوتے ہیں کہ روٹیوں کی خاطر قرآن مجید میں تصرف کر لیتے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ غریب ملاں ہی نہیں، بڑے بڑے عالم فاضل جاگیر دار بھی خود کو چرخ چہارم پر چڑھانے کے واسطے ایسا کرتے ہیں۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے الہاموں کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو ان کا روزمرہ کا۔ قرآن مجید میں تحریف اور تصریف کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جتنے الہام اس رسالہ میں لکھے ہیں سب اسی قسم کے ہیں۔ بخوف طوالت صرف دو چار عرض کرتا ہوں

۱۔ انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقو م حتّی یغیّروا ما با نفسھم انه آوی القریة ۔ (دافع البلاء ص ۵)۔

(جو نعمت کسی قسم کی خدا کی طرف سے حاصل ہو جب تک وہ قوم اپنی صلاحیت کو نہ بدلے خدا اس نعمت میں کسی طرح کا تغیر و تبدل نہیں کرتا) (الرعد:۱۱)

۲۔ ما کان اللّٰہ لیعذّبھم و انت فیھم انّه آوی القریة (دافع البلاء۔ص ۶)۔

اور (اے پیغمبر) خدا ایسا (بے مروت) نہیں ہے کہ تم ان لوگوں میں موجود رہو اور وہ (تمہارے رہتے) ان کو عذاب دے (سورہ الانفال:۳۳)

۳۔ عیسی ان یّبعثك ر بّك مقاما محمو داً (دافع البلاء۔ص ۷)

(عجب نہیں کہ (اس نماز تہجد کی برکت سے جس کا ذکر اس آیت میں ہے) تمہارا پروردگار (قیامت کے دن) تم کو مقام محمود پر پہنچائے) (سورہ بنی اسرائیل)

۴۔ قل انّما انا بشر مّثلکم یو حی الیّ انّما الھکم الٰه وا حد و الخیر کله فی القر آ ن (دافع البلاء۔ص ۷)

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ میں (بھی) تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں (مجھ میں تم میں صرف اتنا فرق ہے کہ) میرے پاس (خدا کی طرف سے) یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (وہی اکیلا) ایک معبود ہے۔ (سورہ الکھف:۱۱۰)

بھائی جان! سوائے ان عربی الفاظ کے جو باریک خط میں نقل کئے گئے ہیں، باقی سب آیات قرآنی ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے وہ باریک خط میں منقولہ الفاظ، اپنی طرف سے زائد کر کے ان کل آیات کو نیا وحی قرار دیا ہے۔ یہ قرآن مجید میں

تحریف اور تصریف نہیں تو اور کیا ہے؟

و قد کان فر یق منهم یسمعو ن کلا م الله ثم یحرّ فو نه من بعد ما عقلو ہ و هم یعلمو ن (ان میں کچھ لوگ ایسے بھی گزرے ہیں کہ کلام خدا سنتے تھے اور اس کے سمجھے پیچھے دیدہ دانستہ اس کو کچھ کا کچھ کر دیتے تھے)۔(سورہ البقرۃ:۷۵)

فو یل للذین یکتبو ن الکتاب بایدیهم ثم یقو لو ن هذا من عند الله لیشتروا به ثمناً قلیلاً فو یل لهم ما کتبت اید یهم و ویل لهم مما یکسبو ن ۔(پس افسوس ہے ان لوگوں پر جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھیں (پھر لوگوں سے) یوں کہیں کہ خدا کے ہاں سے (اتری) ہے، تا کہ اس کے ذریعہ سے تھوڑے سے دام (یعنی دنیاوی فائدے) حاصل کریں۔ پس افسوس ہے ان پر کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں لکھا اور (پھر) افسوس ہے ان پر کہ انہوں نے ایسی کمائی کی۔ (سورہ البقرۃ:۷۹)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس جسارت کے ساتھ تصرف کرنا جیسا کہ ان الہاموں سے ظاہر ہے جو اس رسالہ میں درج ہیں اور آیات قرآنی میں ایک آدھ لفظ گھٹا بڑھا کر نئی وحی قرار دینا اور یہ کہنا کہ مجھ پر نازل ہوئی ہے۔خود لکھنا اور اس کو اللہ کا کلام بتلانا لم یلد و لم یو لد کے برخلاف ابن الله و ابو الله بن جانا، بھائی جان! خدا جانے آپ اس کو کیا خیال فرماتے ہیں۔ میں اس کو صریح شرک فی الوحدیت اور کفر جانتا ہوں نعو ذ با لله من شرور انفسنا و من سیئآ ت اعما لنا

قادیانی کا شرک فی النبوت میں مبتلا ہونا

مرزا غلام احمد قادیانی کا شرک فی التوحید میں مبتلا ہونا تو میں عرض کر چکا، ان کا شرک فی النبوت میں مبتلا ہونا مجھے ان کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے:

حقیقی منجی ہمیشہ اور قیامت تک نجات کا پھل کھلانے والا وہ ہے جو زمین حجاز میں[1] پیدا ہوا تھا اور تمام دنیا اور تمام زمانوں کی نجات کے لئے آیا تھا اور اب بھی آیا مگر بروز کے طور پر۔ (دافع البلاء۔ص۱)

یہ شفیع آنحضرت ﷺ سے جدا نہیں بلکہ اس کی شفاعت آنحضرت ﷺ کی شفاعت ہے۔ (دافع البلاء۔ص۱۳)

سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اس کا ظل جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہیں کیا۔ (ایضاً)

میں خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء ہوں۔ (دافع البلاء ص ۲۱)

اول تو نبوت کا دعویٰ کرنا، پھر آنحضرت ﷺ کا نام مبارک لے کر یہ کہنا کہ وہ اب پھر آیا۔ پھر یہ کہنا کہ سچا شفیع میں ہوں بروز کے طور پر آیا ہوں، اس کا سایہ ہوں، اس کا ظل ہوں، اس کی شفاعت اور میری شفاعت ایک ہی ہیں، میں خاتم الانبیاء ہوں اور خاتم الاولیاء ہوں، اس زمانہ کے اندھوں نے مجھے قبول نہیں کیا، صاف ضلالت ہے اور شرک فی النبوت۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

ما کان محمّد ابا احد من رجالکم و لکن رسول الله وخاتم النبيين (الاحزاب:۴۰)۔ یعنی حضرت محمد رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں

اور ان کے بعد میں کسی کو رسول یا نبی کر کے دنیا میں نہیں بھیجوں گا۔

اور خود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ:

لا نبیّ بعدی یعنی میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

مرزا قادیانی نے اسی رسالہ میں اس کے برخلاف بیسیوں جگہ فرمایا ہے کہ میں نبی ہوں، رسول ہوں، فرستادہ ہوں، خاتم الانبیاء ہوں، اور خاتم الاولیاء ہوں۔

بھائی جان! آپ کو یاد ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی پہلے پہلے ابن مریم کے مثیل بنے تھے اور اپنا نام مثیل مسیح رکھا تھا، اب اس رسالہ میں پکار پکار کر فرماتے ہیں کہ میں مسیح ابن مریم سے تقرب الی اللہ میں اعلیٰ اور ارفع ہوں۔ اس وقت تک جیسا کہ اس رسالہ کے (دافع البلاء۔ ص ۱۳) میں درج ہے مرزا قادیانی اپنے آپ کو غلام احمد کہتے ہیں، اور اس کا ظل اور بروز اور سایہ بنتے ہیں۔ لیکن اگر علو مدارج کی یہی رفتار ہے، تو آپ کوئی دن میں دیکھ لیں گے کہ احمد کی غلامی سے بھی آزاد ہو جائیں گے اور اس کے سایہ سے بھاگیں گے اس وقت یہ الہام ہوگا

ما کان محمّد ابا احد من رجالکم و لکن رسول الله و خاتم النبيين کمثلك ۔

اور اس وقت صاف الفاظ میں یہ نہیں کیا گیا:

کہ محمد جز ایں نیست کہ یکے ہم چو من است

مگر خود کو رسول کہہ کر اور نبی ہونے کا دعوی کر کے خدا تعالی کے اس قول کو کہ،

و لکن رسو ل اللّٰہ و خا تم النّبیین ،

اور رسول کریم کے اس فرمان کو کہ

لا نبیّ بعدی

تو نعوذ باللہ غلط بنا دیا۔

وہ کون مسلمان ہے جو یہ نہیں ما نتا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فہ انا م کے لئے پیغمبر تھے، نہ صرف عرب کے لئے اور نہ کسی خاص قوم کے لئے و لا شك انه مبعو ث الی ا لا بیض و الا سود و ا لا حمر .. یعنی الی کافة الناس الی یو م الدین اور آپ ﷺ نے مشیت ایز دی یا منشا ئے ر بی کو اور اس تعلق کو جو کا فہ انام کا اپنے خالق کے ساتھ ہونا چاہیے نہایت اکمل اور اعلی درجہ تک پورا کر دیا

الیو م اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و ر ضیت لکم ا لاسلا م دینا ۔(المائدۃ:۴) (اب ہم تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر چکے اور ہم نے تم کو اپنا احسان پورا کر دیا اور تمہارے لئے (اسی) دین اسلام کو پسند کیا)

پس وہ کون سی کمی ہے جس کے پورا کرنے کے واسطے اب کسی نبی کی ضرورت ہے۔ اور چونکہ کوئی ضرورت باقی نہیں رہی تھی، اسی واسطے اس نبی حجازی کو خاتم النبیین کا خطاب دیا گیا۔ ان صریح شہادتوں کے ہوتے ہوئے اب کسی شخص کا دعوی نبوت صاف کذب نہیں تو اور کیا ہے؟

اب بھائی جان! آپ کو اختیار ہے، چاہے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانو یا و لکن رسو ل اللہ و خا تم النّبیین کو صحیح مانو۔ میں تو نص صریح کے برخلاف ایمان نہیں لا سکتا

انی تبر أت من ھذہ الاعتقا د و ماتو فیقی ا لا با للہ

آج حضرت عیسی بن مریم کو اس دلیل سے ہیچ اور پوچ کہا جاتا ہے کہ شریعت موسی کے تابع تھے (دافع البلاء۔ص ٹائٹل۔ قادیانی خزائن ج ۱۸ص ۲۱۹ حاشیہ) امید ہے کہ کل اس نبی حجازی کو جسکا آج بروز اور ظل اور سایہ ہونے کا دعوی ہے اس دلیل پر

کہ وہ ملت ابراہیم کا پیرو تھا، یہ خطاب اور انعام دیا جائے گا۔

آج بڑی مہربانی ہے جو یہ کہا گیا ہے کہ،

قیامت تک نجات کا پھل کھلانے والا وہ ہے جو زمین حجاز میں پیدا ہوا تھا اور تمام دنیا اور تمام زمانوں کی نجات کیلئے آیا تھا۔ (دافع البلاء۔ ص ٹائٹل)

کل آپ دیکھ لیں گے اس سے صاف گریز ہوگا کیونکہ یہ محض تمہید ہے اظہار مطلب کی۔اصل مطلب یہ ہے جو حضور عالی نے ،آیا تھا، سے آگے ظاہر فرمایا ہے اور وہ یہ ہے:

اور اب بھی آیا مگر بروز کے طور پر۔

بالفاظ دیگر اس نبی حجازی کو تمام دنیا اور تمام زمانوں کے واسطے نجات کا پھل کھلانے والا صرف اس غرض سے کہا گیا ہے کہ وہ میں ہوں اور یہ اسی رسالہ (دافع البلاء) میں بتغیر الفاظ بیسیوں جگہ کہا گیا ہے۔

پس حضرت! یقین مانئے کہ مثیل، ظل، اور بروز سب لفاظیاں ہیں۔مرزا غلام احمد قادیانی کا مطلب یہ ہے کہ میں بعض نبیوں سے اچھا ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے برابر ہوں ۔ جو میری دانست میں صریح شرک فی النبوت ہے، بلکہ صرف وحی آنے کا ادعا ، ولکن رسول الله و خاتم النّبیین کو غلط کہنا جو شرک فی النبوت اور کفر ہے۔

قادیانی، بزرگان دین کی تحقیر کرتا ہے

بموجب فرمان واجب الاذعان حضرت رسول کریم ﷺ خدا و رسول سے اتر کر جن چیزوں کی سب سے زیادہ تعظیم وتکریم ہم اہل اسلام پر فرض ہے وہ دو ہیں: ایک قرآن مجید دوسرا اہل بیت رسول اللہ ﷺ۔ سومرزا غلام احمد قادیانی نے کتاب اللہ کے ساتھ تو جو کچھ سلوک کیا ہے اسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے اب دیکھئے آل رسول اللہ ﷺ کی شان میں کیا کیا درافشانیاں فرمائی ہیں۔

مگر پہلے یہ سنئے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

انّما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرّجس اھل البیت و یطھّرکم تطھیرا (الاحزاب:۳۳) (اے پیغمبر کے) گھروالو! خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے

(ہرطرح کی) گندگی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک صاف بنائے جیسا کہ پاک صاف بنانے کا حق ہے۔)

(میر واحد علی صاحب نے یہاں آیت کا ایک ٹکڑا نقل کیا ہے، جب کہ پوری آیت مع سابقہ تین آیات اور ان کا ترجمہ یوں ہے:

یا نساء النّبی من یأت منکنّ بفا حشةٍ مبینةٍ یضاعف له العذا ب ضعفین و کان ذ لك علی اللّه یسیراً ۔

و من یّقنت منکنّ للّه و رسو له و تعمل صا لحاً نؤتها ا جر ها مرّتین و اعتدنا لها رز قاً کر یما ۔

یا نساء النّبیّ لستنّ کا حدٍ من النّسا ء ان اتّقیتنّ فلا تخضعن با لقو ل فیطمع الّذی فی قلبه مر ض و قلن قو لًا معرو فاً۔

و قرن فی بیو تکنّ و لا تبرّ جن تبرّج الجا هلیّة ا لاو لی و اقمن الصّلوة و آتین الزّ کوة و اطعن اللّه و رسو له انّما یر ید اللّه لیذ هب عنکم الرّ جس اهل البیت و یطهّرکم تطهیرا۔

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی، اسے دوہرا دوہرا عذاب دیا جائے گا، اور اللہ تعالی کے نزدیک یہ بہت ہی سہل (سی بات) ہے۔

اور تم میں سے جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمان برداری کرے گی اور نیک کام کرے گی ہم اسے اجر (بھی) دوہرا دیں گے۔ اور اس کے لئے ہم نے بہترین روزی تیار کر رکھی ہے۔

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو، تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے، اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔

اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو اور نماز ادا کرتی رہو، اور زکوۃ دیتی رہو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گذاری کرو۔ اللہ تعالی یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔)

ان آیات کے ترجمہ کے بعد حافظ صلاح الدین یوسف حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اہل بیت سے کون مراد ہیں؟ اس کی تعیین میں کچھ اختلاف ہے۔بعض نے ازواج مطھرات کو مراد لیا ہے، جیسا کہ یہاں قرآن کریم کے سیاق سے واضح ہے۔قرآن نے یہاں ازواج مطہرات ہی کو اھل البیت کہا ہے۔قرآن کے دوسرے مقامات پر بھی بیوی کو اہل بیت کہا گیا ہے مثلاً سورہ ہود آیت ۷۳ میں۔

اسلئے ازواج مطہرات کا اہل بیت ہونا نص قرآنی سے واضح ہے۔بعض حضرات،بعض روایات کی رو سے اہل بیت کا مصداق صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن وحسین رضی الله عنهم کو مانتے ہیں اور ازواج مطہرات کو اس سے خارج سمجھتے ہیں۔جب کہ اول الذکر، ان اصحاب اربعہ کو اس سے خارج سمجھتے ہیں۔

تاہم اعتدال کی راہ اور نقطہ متوسطہ یہ ہے کہ دونوں ہی اہل بیت ہیں۔ازواج مطہرات تو اس نص قرآنی کی وجہ سے، اور داماد، و اولاد ان روایات کی رو سے جو صحیح سند سے ثابت ہیں جن میں نبی ﷺ نے ان کو اپنی چادر میں لے کر فرمایا کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

جس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ بھی میرے اہل بیت سے ہیں۔

یا یہ دعا ہے کہ یااللہ !ان کو بھی ازواج مطہرات کی طرح، میرے اہل بیت میں شامل فرما دے ۔اس طرح تمام دلائل میں تطبیق ہو جاتی ہے مزید تفصیل کے لئے دیکھئے فتح القدیر للشوکانی)

اور رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں؛

۱۔ انّی تارك فیكم الثّقلین كتاب اللّه و عترتی

۲۔ مثل اهل بیتی كمثل سفینة نو ح من ر كبها نجی و من خلف عنها غر ق

۳۔ علیّ منّی و انا منه

٤: انا مد ینة العلم و علیّ با بها

٥:لحمك لحمی و دمك د می

٦:من كنت مو لاه فعلیّ مو لاه

٧:النّاس من شجر شتّی انا و علی من شجر واحد

٨:الفا طمة سیّدة النّساء اهل الجنّة

٩:الفا طمة بضعة مّنی

۱۰:الحسن و الحسین سیّدا شبا ب اھل الجنّة

۱۱:علیّ مع القر آن و القر آن مع علیّ

۱۲:انا و علیّ من نور وا حد

(مولانا محمد داؤد ارشد نے بتایا ہے کہ میر واحد علی صاحب کی پیش کردہ حدیث نمبر ایک، حسن ہے، اور نمبر۲ ،اور نمبر۳ مو ضوع ہیں۔ نمبر۴ حدیث حسن ہے،اور نمبر۵ نمبر۷، نمبر۱۱ ،نمبر۱۲ بھی موضوع ہے۔ بہاء)

فضائل اہل بیت کوئی لکھنا چاہے اور ہزار ہا صفحے لکھے ممکن نہیں ہے کہ یکے از ہزار بھی لکھ سکے اور جو کچھ اس طرح لکھا بھی جائے گا ،وہ شمع پیش آ فتاب سے بڑ ھ کرنہیں ہوگا جنکے واسطے قرآن مجید میں آیت تطہیر موجود ہے جن کو اللہ تعالی نے پاک فرمایا جن کو نبی ﷺ نے کلام اللہ کے برابر کہا اور فرمایا کہ

میں اپنے بعد اس دنیا میں تمہارے واسطے دو چیزیں چھوڑے جا تا ہوں: ایک کلام اللہ، دوسرے اپنے اہل بیت۔

پھر ایک دفعہ فرمایا کہ

میرے اہل بیت کی مثال ایسی ہے جیسی کشتی نوح۔ جو میرے اہل بیت کا ہوگا وہ نجات پائے گا اور جو ان کے برخلاف ہوگا وہ غرق ہو جائیگا۔

پھر فرماتے ہیں کہ

علی اور میں ایک ہیں ۔جو میرا تابعدار ہے میں اس کا مولا ہوں۔جس میں میں مولا ہوں،علی اس کا مولا ہے۔

میں معرفت الٰہی کا منبع ہوں اورعلی معرفت الٰہی میں آنیکا راستہ یا ذریعہ ہے

علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ۔

حضرت علی کو مخاطب کرکے آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

میں اور تو ایک ہیں ۔ یہاں تک کہ تیری میری ساخت بھی ایک ہی ہے۔ جو خون تیری رگوں میں ہے، وہی میری رگوں میں ہے۔

جس درخت کا ثمر علی ہے اسی کا میں ہوں۔

جس نور سے میں ہوں ،اسی سے علی ہے۔

فاطمہ مجھ سے ہے،یعنی میرا لخت جگر ہے۔

اور سیّدۃ النّساء اھل الجنّۃ اور ان کی اولاد حسنین اچھے سے اچھے جنتیوں کے سردار ہیں۔

جن اہل بیت کی اللہ تعالیٰ نے اور اس کے نبی ﷺ نے یہ تعریف کی ہے اور جن کی اس حد تک عزت کرنے کا حکم ہے جیسا کلام اللہ کی، جن کو نبی نے اپنے برابر اور کل اہل جنت کا سردار فرمایا، ان کی نسبت مرزا غلام احمد قادیانی استہزاء یا تحقیراً فرماتے ہیں کہ

کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جس کے دروازے پر یہ شعر چسپاں نہ ہو

لی خمسة اطفی بھا حر الوباء الحاطمة

المصطفی والمر تضی و بنا ھما و الفاطمة

پھر تو یا حسین کے نعرے کم ہو گئے۔ (دافع البلاء ص ۳۔۴)

پھر اس استہزاء اور تحقیر کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

اس بات پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے جو اس حسین سے بڑھ کر ہے۔ (دافع البلاء۔ص ۱۳)

ایک ادنی سا مسلمان بھی جسے کچھ بھی اسلامی روایات و تواریخ سے آگاہی ہے، اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ کیا بلحاظ قرابت کے، کیا بلحاظ فضیلت کے، کیا بلحاظ لیاقت کے، کیا بلحاظ ہمت و شجاعت کے، کیا بلحاظ شرافت و نجابت کے، جس پہلو سے دیکھو حضرت علی کے اعلی اور ارفع ہونے میں کچھ کلام نہیں۔

جناب علی: ولد فی بیت اللہ و فتح با به فی بیت اللہ و استشهد فی بیت اللہ و ھو باب مدینة علم رسول اللہ

بعد جناب حضرت علیؓ کے ان کے صاحبزادے جناب امام حسن اور امام حسین ہیں ارد یگر آئمہ معصومین و اہل بیت رسول کریم ہیں۔ اگر حضرت علیؓ یا ان کے صاحبزادوں کو، یا آئمہ معصومین کو منجی قرار دینا کسی کا دل گوارہ نہیں کرتا، تو جائے جہنم میں اور اس کا جہنم میں جانا یقینی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

مثل اھل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبھا نجی ومن خلف عنھا غرق

مجھے اس سے کچھ تعرض نہیں۔ (اس فقرے کو آنحضرت ﷺ کا فرمان ثابت کئے بغیر اتنی بڑی بات

کہہ دنیا میر واحد علی صاحب کے لئے مناسب نہ تھا۔ بہاء) ایسا فرمان مگر ایسا دل کا اندھا کون مسلمان ہوگا جو پنجگانہ نماز میں ۱۸ بار اللّھم صلّ علی محمّد کے ساتھ علی آل محمد پڑھتا ہو اور پھر برابری کا دعوی کرے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے تو نہ صرف ان کی برابری کا دعوی کیا ہے بلکہ ان سے بہتر ہونے کا دعوی فرمایا ہے: چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

بزرگش نخوانند اہل خرد
کہ نام بزرگاں بزشتی برد

چنانچہ کل ادب ولحاظ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صاف صاف کہا ہے کہ:

اس بات پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے، کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے جو اس حسین سے بڑھ کر ہے۔ سچا شفیع میں ہوں اور اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور ظل جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہیں۔ (دافع البلاء۔ ص۱۳) (اس مقام کی پوری عبارت یہاں نقل کی جا رہی ہے کیونکہ اس کا حوالہ اشارۃً اس سے پہلے بھی دیا گیا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

(اے عیسائیو!) تم یقیناً سمجھو کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں باستثناء آنحضرت ﷺ اور یہ شفیع آنحضرت ﷺ سے جدا نہیں ہے بلکہ اس کی شفاعت درحقیقت آنحضرت ﷺ کی ہی شفاعت ہے۔

اے عیسائی مشنریو! اب ربنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔

اور اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔

اور اگر میں اپنی طرف سے یہ باتیں کہتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں۔ لیکن اگر میں ساتھ اس کے خدا کی گواہی رکھتا ہوں تو تم خدا سے مقابلہ مت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس سے لڑنے والے ٹھہرو۔ اب میری طرف دوڑو کہ وقت ہے جو شخص اس وقت میری طرف دوڑتا ہے میں اس کو اس سے تشبیہ دیتا ہوں کہ جو عین طوفان کے وقت جہاز پر بیٹھ گیا لیکن جو شخص مجھے نہیں مانتا میں دیکھ رہا کہ وہ طوفان میں اپنے تئیں ڈال رہا ہے اور کوئی بچنے کا سامان اس کے پاس نہیں۔

سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اس کا ظل ہوں جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہ کیا اور اس کی بہت تحقیر کی یعنی حضرت محمد ﷺ۔

اس لئے خدا نے اس وقت اس گناہ کا ایک ہی لفظ کے ساتھ پادریوں سے بدلہ لے لیا کیونکہ عیسائی مشنریوں نے عیسیٰ بن مریم کو خدا بنایا اور ہمارے سید و مولا حقیقی شفیع کو گالیاں دیں اور بدزبانی کی کتابوں سے زمین کو نجس کر دیا اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا، تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنی غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے)

جس بزرگ شفیع کی امت میں آکر اور جس کا غلام بن کر جناب کو اس مرتبت کا دعوی ہے کہ میں خود شفیع ہوں، تو وہ اہل بیت جن کی نسبت خود خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ پاک ہیں اور نیز اس بزرگ شفیع نے فرمایا ہے کہ

نجات چاہتے ہو تو ان کی طرف رجوع کرو، ان کا رتبہ کلام اللہ کے برابر ہے، میرا اور ان کا رگ و پوست ایک ہے، جو میرے ہیں وہ ان کے ہیں، جو ان کا نہیں وہ دوزخ کا ہے،

وہ اہل بیت اپنے ایک ادنی امتی سے سے کس طرح کم ہو سکتے ہیں؟

برادر نبی اور جگر گوشہ نبی سے امتی کا مقابلہ؟ اخی احمد سے اور نور چشم احمد سے ایک غلام احمد برابری کرے؟ نوکر آقا کے مقابلہ میں خود کو بڑا کہے؟ کیسا ظلم ہے۔ اس سمجھ کو کیا کہا جائے

ختم اللّٰہ علی قلو بھم و علی سمعھم و علی ابصا ر ھم غشا وۃ و لھم عذا ب عظیم (البقرۃ: ۷)۔(ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور انکی آنکھوں پر پردہ ہے اور (آخرت میں) ان کو بڑا عذاب ہونے والا ہے)

بھائی جان! آپ مرزا قادیانی کے معتقدین میں سے ہیں، سچ فرمانا کہ مرزا قادیانی نماز میں درود شریف بھی پڑھنا بتلاتے ہیں یا نہیں۔ ان کے عقیدہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد نہیں پڑھتے ہوں

گے کیونکہ جب وہ حضرت علیؓ کو خاتون جنت حضرت فاطمہؓ کو ان کے صاحبزادوں جناب حضرت امام حسنؓ اور جناب امام حسینؓ کونعوذ باللہ اپنے سے کم جانتے ہیں ،تو نماز میں ان کا نام لینا اور وسیلہ گردانا کیا معنی ؟ وہ غالبًا یہ درود پڑھتے اور مریدوں سے پڑھواتے ہوں گے اللھم صل علی محمد و علی غلام احمد۔

واللہ! ایسا کورنمک غلام بھی کوئی نہ ہو۔

جب حضرت علی اور اہل بیت نبی کریم ﷺ کی مرزائی معتقدات میں یہ تعظیم و تکریم ہے تو میں حیران ہوں کہ دیگر اصحاب کبار رضوا ن اللہ علیھم اجمعین کی وقعت اور عظمت کیا ہو گی ۔ وہ تو کسی شمار و قطار ہی میں نہ ہوں گے ۔اور جس قصر اسلام کے یہ چار رکن نہ ہوں گے، کیا وہ زمین کے برابر نہ ہو جائے گا ۔اور جو انسان ایسے اسلام میں ہوں گے وہ خسر الد نیا و الآ خرۃ نہ ہوں گے فا عتبروا یا او لی ا لا بصار

خلاصہ تحریر بالا کا یہ ہے کہ مجھے اس رسالہ دافع البلاء سے ثابت ہوتا ہے کہ

ا ۔ مرزا غلام احمد قا دیانی، اللہ تعالیٰ کو ان صفات کے ساتھ اللہ نہیں مانتے جن صفات سے قرآن مجید سکھا تا ہے

۲۔ نہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اس شان کا نبی جانتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم بتلا تا ہے۔

۳۔ نہ کسی اور نبی کی ان کے دل میں کوئی وقعت ہے۔

۴۔ نہ اہل بیت رسول کی ان کے دل میں وہ عظمت ہے جو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

۵ ۔ وہ ابن اللہ اور ابو اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

٦ ۔قرآن مجید میں تصرف کرتے ہیں اور اپنی کلام کو کلام اللہ بتلا تے ہیں۔

بھائی جان! خدا جانے آپ ان معتقدا ت کے انسان کو کیا کہیں ، میں تو ان معتقدات کے انسان کو مسلمان نہیں جانتا ۔اور میرے خیال میں بجائے اس کے کہ وہ شخص کسی تکلیف سے بچاؤ کا موجب ہو،سیدھا دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ ہے ۔

اللھم نسئلك العا فیة فی الد نیا و ا لآ خرۃ اللھم لاتقتلنا و لاتھلکنا بعذا بك و عا فنا قبل ذلك

پس اے لوگو! جن کی آنکھیں ہیں اس واقعہ سے عبرت پکڑو کہ دنیا میں ایسے

بھی انسان ہیں جوخودکومسلمان کہتے ہیں اور اہل بیت نبی خصوصاً حسنین سے برتری کا دعوی کرتے ہیں۔

نعوذ باالله من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا

طاعون، قادیانی کو برا کہنے کی وجہ سےنہیں آیا

ان دعاوی کے بعدجن کا کذب ہونا میں اوپر عرض کر چکا ہوں، مرزا غلام احمدقادیانی فرماتے ہیں کہ:

مجھ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے اور مجھے برا کہنے کی وجہ سے طاعون کی بیماری آئی ہے۔ (دافع البلاء۔ص ۵)

اس مرض کے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ زیرمشق ہندوستان میں دوشہر رہے ہیں، ایک بمبئ اور دوسرا کراچی جہاں ہزارہا آدمی اس مرض کا شکار ہوچکے ہیں، اوران میں سے ایک فی ہزاربھی مرزا قادیانی کے نام سے واقف نہیں، مخالفت کرنا اور برا بھلا کہنا تو درکنار۔ اگراس مرض کے آنے میں کچھ مرزا غلام احمدقادیانی کا دخل ہوتا تو چاہیے تھا کہ سب سے پہلے بٹالہ، لدھیانہ، لاہور، امرتسر، دہلی میں جہاں مرزا غلام احمدقادیانی کو ہزاروں برا کہنے والے رہتے ہیں، آئی ہوتی۔ بمبئ اور کراچی میں حضور کو جانتا کون ہے؟

پس بھائی جان! مرزا غلام احمدقادیانی کا یہ کہنا کہ میری مخالفت کی وجہ سے اور مجھے برا بھلا کہنے کی وجہ سے یہ بیماری ہندوستان میں آئی ہے، غلط ہے۔

پھر ایک اور پہلو سے مرزا قادیانی کے اس دعوی کو دیکھئے کہ میری مخالفت اور مجھے برا کہنا اس بیماری کے آنے کا موجب ہے، کہاں تک صحیح ہے۔

سب سے زیادہ مخالفت اور سب سے زیادہ مرزا قادیانی کو برا بھلا کہنے والے عیسائی ہیں۔ مرزا قادیانی ان کے معبود (حضرت مسیح) کو ہیچ پوچ اور لچر کہتے ہیں اورطرح طرح کے الزام لگاتے ہیں (دافع البلاء ص۱۳)۔ اور خودکوعیسی سے بدرجہا اعلی و افضل بتاتے ہیں۔ عیسائی اس کے جواب میں مرزا قادیانی کو بے نقط سناتے ہیں۔

عیسائیوں سے اتر کرمرزا غلام احمدقادیانی کو برا کہنے والے ہندوآریا ہیں

جن سے ان کی ہمیشہ چکری لگی رہتی ہے۔

تیسرے اور آخری درجہ پر اہل اسلام ہیں۔

پس اگر مرزا قادیانی کی مخالفت یا ان کو برا کہنا اس مرض کے آنے کا موجب ہوتا، تو ضرور تھا کہ سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اس مرض میں مبتلا ہونے والے عیسائی ہوتے، ان سے اتر کر ہندو، اور ان سے کم اہل اسلام۔

مگر واقعات اس کے بالکل برعکس ہیں۔ کیونکہ عیسائی بالکل کم مرے ہیں۔ انگریزوں یا عیسائیوں کی تعداد سب سے زیادہ بمبئی اور کراچی میں ہے، اور انہی شہروں میں سب سے زیادہ انسان اس موت سے مرے بھی ہیں، مگر انگریز کوئی بھی نہیں مرا۔ الا ما شاء اللہ۔ سب سے زیادہ چوڑھے، چمار، کمہار وغیرہ اور ان سے اتر کر ہندو مسلمان مرے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ مرض نے ہر ایک جگہ طبعی طور پر عادت اللہ کے موافق نمو پایا ہے اور ہر ایک قوم اور ملت کا آدمی باقتضائے اپنی صحت اور طریق تمدن کے اس میں مبتلا ہوا ہے، اور مرا، یا جیا ہے۔ نہ یہ کہ مرزا قادیانی کو برا کہنے والے ہی طاعون میں مبتلا ہوئے ہیں۔

مشفق من! آپ نے سنا ہوگا کہ حال ہی میں سینٹ ونسنٹ میں ایک کوہ آتش فشاں پھوٹا ہے جس کے صدمہ سے چالیس ہزار آدمی ۱۵ منٹ کے اندر مر گئے ہیں اور ہزاروں بے گھر اور بے در ہو گئے ہیں۔ یہ صدمہ تو بنی آدم کے واسطے، جو اس ملک میں رہتے ہیں، شائد طاعون سے بھی زیادہ مہلک اور مضر ہوا ہے۔ اس میں مرزا غلام احمد قادیانی نے کوئی ٹانگ نہیں اڑائی۔ یہ کس کافر کش کے دم کا نتیجہ ہے؟

(الحکم قادیان میں یہ واقعہ بالفاظ ذیل رپورٹ ہوا ہے۔ بہاء

لکھا ہے: چشم زدن میں ہزار ہا مخلوق کا فنا ہو جانا سخت ہولناک واقعہ ہے جس کی خیال میں تصویر کھینچنا مشکل ہے.... جزائر غرب الہند جہاں آٹھ ماہ حال کو قیامت بپا ہوئی امریکہ کے قریب بحر اوقیانوس میں ایک مجمع الجزائر ہے مارٹینگ اور سینٹ پیری اہل فرانس کی نوآبادیاں ہیں .. جزیرہ سینٹ ونسنٹ میں انگریزی عمل داری ہے اس کا طول ۱۹ میل اور عرض ۱۱ میں اور رقبہ ۱۳۴ میل مربع ہے۔ ان تمام جزیروں میں ایک پہاڑ کا سلسلہ جس کی بلندی کسی جگہ ۵ ہزار فٹ تک ہے گذرتا ہے جس کی آتش فشانی کے نشان گندھک کے نکلنے اور گرم چشموں کے جاری رہنے اور ایک گرم پانی کی جھیل کے موجود ہونے سے مخفی نہیں تھے تاہم یہ کسی کو گمان

نہیں تھا کہ وہ دفعتاً ایسی آفت ڈھائے گا۔ قدرت کی مخفی طاقتوں اور آسمانی انتظام سے کون واقف ہے کہ دم بھر میں کیا ہونے والا ہے۔ مارٹنک اور سنٹ و نسنٹ میں مخلوق کی مصیبتوں اور بربادیوں کا حال بیان نہیں ہوسکتا تمام سطح زمین پر انقلاب کا عمل ہو رہا ہے۔ بعض دریا خشک ہو رہے ہیں اور بعض طغیانی پر آرہے ہیں۔ جو موت سے بچے وہ فاقہ کا شکار ہو رہے ہیں۔ تنہا مارٹنگ میں ۵۰ ہزار آدمیوں کی یہ حالت ہے کہ کہیں بیٹھنے کو ٹھکانہ نہیں ہے۔ سینٹ ونسنٹ کی شمالی سمت سے شعلے اٹھ رہے ہیں اور وہاں کسی کے جانے کی ہمت نہیں ہے۔ نقشوں کے دارکٹری معانیہ سے سے معلوم ہوا کہ مارٹینگ کے لوگ پہاڑ کے خروج سے زہریلی گیسوں کے نکلنے سے ایک آن کی آن میں دم گھٹ کر مر گئے۔ گذشتہ اتوار کو گردونواح کے جزیروں کے حکام سینٹ پیری کے کھنڈرات دیکھنے گئے وہ بیان کرتے ہیں کہ جزیرہ پر دھند اور غبار چھایا ہوا تھا۔ رقیق مادہ جو کہ کوہ آتش فشاں سے بہہ کر نکلا بندرگاہ کے گھاٹوں پر پڑا ہوا تھا اور بے شمار نعشیں ادھر اودھر سمندر میں تیرتی پھرتی ہیں جن کو دریائی جانور چٹ کر رہے تھے۔ کبھی ایسی گرم ہوا آتی گویا دوزخ کا دروازہ کھل گیا اور کبھی یخ جیسی سرد ہوا کے جھونکے بارش کے ساتھ۔ وہ کہتے ہیں کہ شہر اب تک جل رہا ہے اندر داخل ہونا مشکل ہے۔ بازاروں کی شکل اس قدر بدل گئی ہے کہ پہچان نہیں سکتے کہ یہ کون سا بازار ہے۔ مردہ نعشوں کے ڈھر کے ڈھیر جابجا سرنگوں پڑے ہیں۔ سینٹ پیری کے بعض مکانات صحیح و سالم تھے لیکن انکے رہنے والے مرے پڑے ہیں۔ سینٹ پیری کی بیس پچیس ہزار آبادی میں سے صرف ۳۰ آدمی بچے لیکن ان میں سے بھی ۱۸ جہاز پر مر گئے باقی شفاخانہ میں زیر علاج ہیں جن میں سے صرف چار کے جانبر ہوجانے کی امید ہے۔ مارٹینک کی آبادی ۲ لاکھ ۱۰ ہزار تھی جس میں سے چالیس پچاس ہزار کا صفایا ہوگیا.... اگرچہ لاوا کا خروج ۵ ماہ حال کو شروع ہوا تھا اور گورنر نے ایک کمشن مقرر کی جس نے ۷ تاریخ کو رپورٹ پیش کی کیہ کچھ اندیشہ کا مقام نہیں مگر دوسرے ہی روز آفت نازل ہوگئی۔ (الحکم قادیان ۳۱ مئی ۱۹۰۲ء ص ۱۱-۱۲)

ایک اور بات سب سے زیادہ قابل غور اس ضمن میں یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی کس قدر مخالفت ہوئی۔ اس رحمت الٰہی کو کس قدر جسمانی تکالیف دی گئیں۔ ان کو یاد کر کے ہر ایک انسان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان سلوکوں کے مقابلہ میں تو مرزا قادیانی کو کسی نے الف کے نام ب بھی نہیں کہا، اور جسمانی تکلیف تو برائے نام بھی مرزا قادیانی کو کسی نے نہیں دی۔ قریش اور اہل عرب پر طاعون یا کوئی اور وبا اسی قسم کی کیوں نازل نہیں ہوئی؟ کیا اللہ تعالیٰ کی جناب میں مرزا قادیانی کی عزت اور وقعت رسول عربی ﷺ کی عزت اور عظمت سے زیادہ ہے کہ اس نبی پاک کی

تکلیفوں کو دیکھ کر تو رب العزت کو غصہ نہ آئے، اور مرزا قادیانی کے ان لچر اور پوچ دعاوی کی مخالفت کرنے پر اللہ میاں ایسے ناراض ہوئے کہ طاعون بھیج دیا۔

بھائی جان! انہی دو چار باتوں پر غور کرنے سے ہر ایک سمجھ دار آدمی قیاس کر سکتا ہے کہ وبائے طاعون کا آنا طبعی اسباب پر منحصر ہے، جیسا کہ امراض آیا کرتے ہیں۔ اس میں مرزا غلام احمد قادیانی کے تولا و تبرا کو کچھ دخل نہیں ہے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ میری مخالفت کی وجہ سے اور مجھے برا کہنے کی وجہ سے طاعون ہندوستان میں آیا ہے، دھوکہ دینا ہے۔ طاعون کیا آیا، مرزا قادیانی کی اچھی چڑھ بنائی۔

طاعون سے بچنے کے ذرائع اور عبادت کی لم

اب ان ذرائع پر غور فرمایئے جو اس مرض سے بچنے کے واسطے دنیا نے نکالے ہیں۔ گورنمنٹ کو، ڈاکٹروں کو، حکماء کو، جو کچھ بہتر نظر آیا، کیا اور کر رہے ہیں۔ ان پر کچھ لکھنا اس خط کے موضوع سے خارج ہے۔ میں نے اس بات کو دیکھنا ہے کہ دین دار آدمیوں نے جو اپنی طبیعت اور نیک عادت کے اقتضاء سے اپنے معبود کی طرف توجہ کی ہے، کہاں تک صحیح ہے۔ اور آیا یہ علاج صحیح ہے یا مرزا قادیانی کا بتلا ہوا علاج صحیح ہے۔

توجہ الی اللہ اس منبع رحمت کی طرف اور اس خلوص کے ساتھ جو ایک سچے خدا پرست کا ایمان ہے وہ تو صرف اہل اسلام کا حصہ ہے، اور اہل اسلام میں سے بھی انہی موحدین کا جنہوں نے حقیقت اسلام کو سمجھا ہے۔

ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک ترک

بھائی جان! افسوس ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی، جیسا کہ اس رسالہ سے معلوم ہوتا ہے، اس کوچہ سے بالکل نابلد ہیں کیونکہ تکبر اور اباء عبادت کے دشمن ہیں، اور یہ دونوں صفات جیسا کہ اس رسالہ سے معلوم ہوتا ہے، مرزا قادیانی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں۔ انہیں جو الہام ہوتا ہے وہ انہی کی بڑائی کے متعلق ہوتا ہے، جو وحی آتی ہے، وہ انہی کے گیت گاتی ہے۔

غرضیکہ توجہ الی خالصتاً اللہ والوں ہی کا حصہ ہے۔ لیکن چونکہ تخلیق بشر میں یہ مادہ ودیعت ہے کہ وہ اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو، ہر ایک انسان میں خواہ وہ کسی ملک

کا رہنے والا ہو، خواہ وہ کسی قوم کا ہو، خواہ کسی مذہب اور ملت کا پیرو ہو، یہ مادہ عبدیت ایک نہ ایک وقت اس کے دل میں موجزن ہوتا ہے۔ اور اس کے اظہار کا اصلی وقت وہ ہے جب انسان کے دل میں جلب منفعت یا دفع مضرت کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ جب تکلیف سے بچنے کا اور آرام پانے کا خیال انسان کے دل میں طبعی اسباب سے پیدا ہوتا ہے، اس کو اپنے سے ایک بڑی ہستی کی تلاش ہوتی ہے، اور وہ خود بخود اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس سے ڈرتا ہے کہ مجھے تکلیف نہ دے، اس کے آگے روتا اور گڑگڑاتا ہے کہ مجھے تکلیف سے بچالے اور آرام دے۔ اس کی ناراضی سے بچنے کے لئے اور اس کو خوش کرنے کے وسائل تلاش کرتا ہے، اور ان کو عمل میں لاتا ہے۔ یہی عبادت کا موضوع ہے اور یہ ہر ایک انسان کے دل میں ایک نہ ایک وقت خود بخود طبعی اسباب سے پیدا ہوتا ہے۔

لیکن چونکہ انسان کی عقل کامل نہیں ہے، وہ بسا اوقات اس بڑی ہستی کے قرار دینے میں جو فی الواقع دفع مضرت یا منفعت پہنچانے کی قدرت رکھتی ہے، غلطی کرتا ہے اور بہت تھوڑے ایسے ہیں جو خود بخود پکار اٹھتے ہیں

انّی و جّهت و جهی للّذی فطرالسّما وا ت و الارض حنیفا و ما انا من المشر کین (الانعام:۷۹) (میں نے تو ایک ہی کا ہوکر اپنا رخ اسی ذات پاک کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمان اور زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں)۔

اس واسطے اس منبع رحمت کو اپنے مرسلین بھیجنے کی ضرورت ہوئی کہ انسان کو اس غلطی سے بچالیں اور اس سچے اور حقیقی معبود کی طرف جھکادیں جو دراصل اس عزت کا مستحق ہے۔ غرض کہ ایسے وقت میں اس بڑی ہستی کی طرف متوجہ ہونا فطرت انسانی کے بالکل موافق ہے اور اسی خیال نے ہر ایک انسان کو معبود کی طرف توجہ دلائی ہے۔

کسی نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو خدا مان لینے میں اور ان کے کفارہ پر ایمان لانے میں نجات سمجھی ہے۔ کسی نے گئو ماتا کی رکھیا کو ذریعہ نجات جانا ہے۔ کسی نے وید و دیا ہی کو بچاؤ سمجھا۔ کسی نے خدائے وحدہ لاشریک لہ کے آگے سر جھکانا دفع مضرت و جلب منفعت کے واسطے ضروری سمجھا۔ مگر تعجب ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے سرے سے اس خیال ہی کی مخالفت کی ہے جو کہ قانون قدرت کی مخالف ہے اور سب کو ایک

ہی لاٹھی ہانکا ہے۔ بلکہ اوروں کا تو صرف ذکر ہی کر کے چھوڑ دیا ہے جنھوں نے یہ کہا تھا کہ اے مسلمانو ! اپنے خدائے واحد لاشریک لہ کی طرف متوجہ ہو۔ اس کے رو برو اپنے گناہوں کا اقرار کرو نہایت شرمساری کے ساتھ توبہ کرو اور معافی مانگو اور اس بلا کے دفع ہونے کے واسطے دعا کرو ان کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ

وما دعاء الكافرين الا فى ضلال (دافع البلاء۔ص ۱۱)

گویا مرزا قادیانی کے خیال میں خدائے واحد لاشریک لہ کے آگے سجدہ کرنے والے اور بغیر سجدہ کرنے والے سب برابر ہیں اور کافر ہیں۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ مسلمانوں کا ایسے وقت میں اپنے خدا کی طرف توجہ کرنا اور اياك نعبد و اياك نستعين کہنا صحیح ہے، یا توجہ لغیر اللہ جو مرزا قادیانی بتلاتے ہیں۔

قادیانی کا بتلایا ہوا علاج طاعون

اہل اسلام کی توجہ الی اللہ کو کفر اور ضلالت قرار دے کر مرزا قادیانی نے طاعون سے بچنے کا جو علاج تجویز کیا ہے وہ یہ ہے کہ ان باتوں پر ایمان لاؤ

۱: میں تمام دنیا کا تمام زمانوں میں نجات دینے والا ہوں (دافع البلاء۔ص ۱)

۲: مجھے سچے دل سے مسیح موعود مانو (دافع البلاء۔ص ۶)

۳: مجھے اہل بیت رسول سے افضل مانو (دافع البلاء۔ص ۶)

۴: میرے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ مانو اور میری بیعت کرو (دافع البلاء۔ص ۶ حاشیہ)

۵: مجھے ابن الله اور ابو الله مانو اور مجھے برامت کہو (دافع البلاء۔ص ۷ حاشیہ)

ان پانچ ارکان ایمان پر جو مرزا قادیانی نے اسلام کے پانچ ارکان کے مقابلہ میں قائم کئے ہیں بہت کچھ لکھا اور کہا جا سکتا ہے، مگر مجھے بحث سے مطلب نہیں کیونکہ جس قدر لچر پوچ اور خلاف اسلام یہ ہیں، ظاہر ہے۔ جناب سے صرف اس قدر استدعا کرتا ہوں کہ آپ ہی بنظر انصاف دیکھیں کہ:

خدائے واحد لاشریک لہ پر ایمان لانا اور اس پر ایمان لانے کو ہر ایک بیماری اور آخرت کی تکلیف سے بچاؤ قرار دینا درست علاج ہے، یا ایسے شخص کو جو خود صریح کفر و ضلالت میں گرفتار ہے، ان پانچ شرطوں کے ساتھ قبول کرنا۔

مرزا قادیانی کے زعم میں دنیا بھر میں کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں جب تک وہ مرزا قادیانی پر ان پانچ ارکان کے ساتھ، جوانہوں نے قرار دیئے ہیں، ایمان نہ لائے۔ حالانکہ ہر ایک سمجھ دار انسان ان کو دیکھتے ہی فوراً کہہ دے گا کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں منافی اسلام ہے۔ برعکس نہند نام زنگی کافور

پھر دیکھئے کہ جو لوگ

۱۔ ابن مریم کو ابن اللہ یا اللہ مانتے ہیں۔

۲۔ یا گائے کی حفاظت میں نجات سمجھتے ہیں۔

۳۔ یا مرزا قادیانی کو ابن اللہ یا ابو اللہ مانتے ہیں

ان میں فرق ہی کیا ہے۔ جس طرح پہلا عقیدہ کفر اور ضلالت ہے، اسی طرح دوسرا اور تیسرا۔ ہر ایک سمجھ دار یہی کہے گا کہ خدائے وحدہ لاشریک لہ کے آگے سر جھکانا اور اس سے استمداد کرنا، جیسا کہ اسلام نے قرار دیا ہے، صحیح اور درست علاج ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے کس دلیری سے اس سچے علاج کی نسبت فرمایا ہے کہ و ما دعا الکا فرین ا لا فی ضلال حالانکہ خود ہی کفر اور شرک کی ضلالت میں مبتلا ہیں اور اپنے ساتھ اوروں کو بھی ڈبونا چاہتے ہیں و ما یضل بہ الا الفا سقین گستاخی معاف

گر مسلمانی ہمیں است کہ مرزا گوئد
وائے گر در پس امروز فردائے

قادیانی الہام کہ قادیان میں طاعون کبھی نہیں آئیگا

اس زہریلے اور جہنم میں لے جانے والے علاج پر بھروسہ کر کے مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

> قادیان میری تخت گاہ ہونے کی وجہ سے آج تک طاعون سے محفوظ رہا اور آئندہ وہ بھی ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ (دافع البلاء۔ ص ۶)

اول تو یہ کہ قادیان میں آج تک طاعون نہ آنے پر اپنی عظمت کا استدلال لیا بودا اور لچر ہے۔ گویا ہندوستان یا پنجاب میں کوئی بستی بھی طاعون سے خالی نہیں رہی صرف ایک قادیان ہی ایسی بستی ہے جہاں طاعون نہیں آیا۔ یا مرزا غلام احمد قادیانی

کے وحی لانے والے کو دنیا کی کچھ خبر نہیں۔ مگر صاحب! آپ تو جانتے ہوں گے کہ ابھی ہزاروں اور لاکھوں بستیاں ایسی موجود ہیں جہاں طاعون نہیں آیا۔ پس اگر کسی بستی میں طاعون کا نہ آنا، اس بستی میں اللہ کے پیغمبر یا نبی کے موجود ہونے کی دلیل ہے، تو ہندوستان میں مرزا قادیانی جیسے ہزاروں اور لاکھوں نبی، رسول، ابن اللہ، ابو اللہ، (نعوذ باللہ) موجود ہیں۔ وہ اپنے منہ میاں مٹھو کیوں بنتے ہیں اس میں ان کی کرامت کو خاک دخل ہوا۔

بھائی جان! مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی ہے کہ اگر ۷۰ برس بھی طاعون ہندوستان میں رہے، تو بھی قادیان میں نہیں آئے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر سات سو برس بھی طاعون ہندوستان میں رہے، تو بھی سات ہزار بستیاں ایسی دکھاؤں گا جہاں طاعون مطلق نہیں آیا ہوگا۔ مرزا قادیانی خواہ مخواہ خدائی کوتوال بن کر تمام زمانے کے منہ آتے ہیں کہ عیسائی کلکتہ کو بچالیں، ہندو بنارس کو بچالیں، اور وہ صاحب اس شہر کو بچالیں، اور وہ صاحب اس شہر کو بچالیں۔

یہ کیا بچوں کی سی باتیں ہیں۔ ہر ایک مرض کا پھیلنا اسباب طبعی پر منحصر ہے اس میں کسی کی کرامت کو کیا دخل ہے۔ آپ قادیان کے وسطے ۷۰ برس کی گارنٹی کرتے ہیں اور اس پیشینگوئی پر اپنے کل دعوی کی بنیاد رکھتے ہیں، مگر بھائی جان سنئے!

> میں مرزا قادیانی کی طرح دعوی نبوت کرنا کفر جانتا ہوں۔ یہ کہنا کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے یہ بھی کفر ہے جنہیں الہام ہوتا ہے وہ کوئی اور ہی بزرگ ہوں گے۔ میں تو ایک گنہ گار مسلمان ہوں۔ صرف اللہ کی رحمت پر اور محمد ﷺ کی شفاعت پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ لیکن یہ میں ایسے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں جیسا کہ مجھ کو اس وقت آسمان پر سورج دکھائی دیتا ہے کہ مرزا قادیانی کی یہ وحی انه آوی القریة لو لا الاکرام لهلك المقام (دافع البلاء۔ص۶) بالکل کذب ہے۔
>
> قادیان میں طاعون آئے گا، اور ضرور آئے گا۔ اور مرزا قادیانی کے حواری اور معتقد اس کا شکار ہوں گے اور ضرور ہوں انشاء اللہ تعالی۔ و انّ اللّٰه قوی عزیز (واضح ہو کہ اس تحریر کے بعد قادیان میں طاعون پہنچ گیا اور پیروان مذہب

مرزائیہ خاص قادیان میں اور دیگر مقامات میں طاعون کا شکار ہو گئے مفصل فہرست اس خط کے اخیر میں درج ہے۔ واحد علی)

قادیانی کے سب الہام کذب ہوتے ہیں

اور یہ بات میں اس دلیل سے کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا کوئی بھی الہام سچا نہیں ہوتا تفصیل دیکھنی ہو تو عصائے موسیٰ مصنفہ منشی الٰہی بخش لاہوری میں دیکھ لیجئے۔ میں نے ان کے آج تک صرف دو الہاموں کو غور سے دیکھا ہے۔ ایک مسٹر عبداللہ آتھم کے متعلق اور دوسرا یہ قادیان کے متعلق۔

مسٹر عبداللہ آتھم کے متعلق جو الہام مرزا قادیانی نے فرمایا تھا وہ جیسا کچھ لچر اور کذب ثابت ہوا، تمام دنیا جانتی ہے۔ اور جو ذلت کہ مرزا قادیانی کی اس وقت ہوئی ان کا دل ہی جانتا ہوگا۔

اب یہ قادیان کی نسبت جو الہام ہوا ہے کہ میری تخت گاہ ہونے کی وجہ سے طاعون سے محفوظ رہے گا، آپ دیکھ لیں گے کہ یہ بھی کذب ثابت ہوگا۔ اس وقت مرزا قادیانی پھر کوئی الہام گھڑ لیں گے جیسا کہ عبداللہ آتھم کے متعلق ان کے وقت مقررہ پر نہ مرنے کی نسبت گھڑا تھا۔ وحی گھڑ لینا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کام ہے لیکن یہ یاد رہے کہ یہ ذلت اس سے بھی بڑی ہوگی۔ مگر ذلت تو اس شخص کے واسطے ہے جو اس کو محسوس کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے دماغ میں ذلت کی حس باقی نہیں رہی اور عجب نہیں کہ حضرت کے حواس اس وقت تک صحیح نہ ہوں جب تک کہ خدا ان کو زمین سے اٹھا نہ لے۔

مشفق من! آپ نے یہ بھی دیکھا کہ جتنے الہام اس رسالہ میں طاعون کے متعلق ہیں، ایک خاص پہلو لئے ہوئے ہیں۔ کہیں تو یہ ارشاد ہے کہ مجھے برا کہنے کی وجہ سے طاعون آیا ہے۔ کہیں یہ ارشاد ہے کہ مجھ پر ایمان لانا اس کا علاج ہے۔ کہیں یہ فرمایا ہے کہ میری تخت گاہ یعنی قادیان اس سے محفوظ رہے گا۔

اور یہ سب کذب ہے جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں۔

پھر یہ دیکھئے کہ اس کے بعد اپنے مخالفین کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تم بھی سچے ہو، تو

اپنے اپنے شہر کو بچا لو۔ یہ نہیں فرمایا کہ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی، مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی احمد حسن امروہی، پیر مہر علی صاحب گولڑوی، مولوی عبد الجبار غزنوی، منشی الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ، چونکہ مجھے ابن اللہ اور ابو اللہ نہیں مانتے، مجھ پر ایمان لائیں اور خود کو بچائیں، ورنہ یہ سب اس اس تاریخ کو مبتلائے طاعون ہو کر مر جائیں گے۔

چاہیے تو یہی تھا کہ یہ الہام ایسا ہی صریح ہوتا مگر وحی کے اس فارم میں جو حکمت ہے وہ انہی کو خوب معلوم ہے جنہوں نے اس مقدمہ کی روداد دیکھی ہے جو مرزا غلام احمد کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ گورداسپور میں ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسی وحی کا آنا بحکم جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور بند ہو چکا ہے۔

واہ! مرزا قادیانی کے پاس وحی لانے والے کیا دلیر ہیں کہ ایک دنیاوی حاکم کے حکم سے تا قیامت رکے رہیں گے۔ اور اگر تشریف لائیں گے تو صرف ایسی صورت میں وحی پہنچائیں گے جس میں کوئی قانونی گرفت نہ ہو۔

اسی واسطے ان قانون دان وحی لانے والوں کی ہدایت سے یہ کہا گیا ہے کہ وہ صاحب اس شہر کو بچا لیں، اور وہ صاحب اس شہر کو۔ کسی مخالف کا نام نہیں لیا کہ وہ مر جائے گا۔

مگر بھائی جان! آپ دیکھیں گے کہ پیروان مذہب مرزائیہ اور مرزا قادیانی کی تخت گاہ بھی جن کی حفاظت کی مرزا قادیانی گارنٹی فرماتے ہیں اور جن کے محفوظ رہنے پر اپنی صداقت کا مدار رکھتے ہیں، وہ بھی طاعون سے مامون نہیں رہیں گے اور اللہ تعالیٰ مرزا قادیانی کا یہ کذب بھی الم نشرح کر دے گا اور جلد کر دے گا۔ اس وقت جو الہام گھڑے جائیں گے بڑے مزیدار ہوں گے۔ مگر افسوس مجھے ان کی خبر کیوں کر ہوگی۔ آپ ہی کی توجہ سے عبد اللہ آتھم والا مباحثہ دیکھا تھا اور آپ ہی کی عنایت سے یہ رسالہ بھی دیکھا۔ اب بھی اگر آپ توجہ فرمائیں گے تو وہ الہامات بھی دیکھنے میں آئیں گے۔

مگر کیا آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ آج تک مرزا قادیانی کے مریدوں میں سے کوئی مبتلائے طاعون نہیں ہوا؟ اگر نہیں تو بے شک تعجب کی بات ہے، اور جو فی الواقع قادیان میں طاعون نہ پہنچا، جیسا کہ مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا ہے، تو گویا وہ

ہو گا تو اسباب طبعی سے، مگر ان کا دعوی سے کہہ دینا کئی ایک مذبذبین کو ٹھوکر کھلائے گا۔ مگر نہیں، مجھے یقین ہے کہ قادیان میں طاعون آئے گا، اور ان کا یہ خدائی دعوی ان کی تازہ ذلت کا موجب ہو گا (لیکن اب تو قادیان میں طاعون آ گیا اور معتقدان مرزا غلام احمد قادیانی خاص دار الامان میں اور دیگر مقامات میں اس مرض سے مر چکے ہیں۔ اب مرزا قادیانی کا دعوی کذب ہونے میں کسے شک ہو گا؟ مگر یہ معلوم نہیں کہ مرزا کو بھی اس سے کچھ ذلت محسوس ہوئی یا نہیں۔ واحد علی) صاحب! دل نہیں گوارہ کرتا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے عالم و فاضل کی، جو میرے کئی دوستوں کے پیر و مرشد اور قبلہ و کعبہ ہیں اور میرے محترم بزرگ سرسید احمد خان صاحب کے خوشہ چین ہیں، اس سے زیادہ ذلت ہو۔ مگر میں کیا کروں، یہ قانون طبعی ہے

ہر کہ گردن بدعوی افرا زد
خویشتن را بگردن اندازد

خداوند عالم و عالمیان کو تکبر کسی کا بھی پسند نہیں۔

آخیر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ مجھے مرزا قادیانی سے کوئی بغض نہیں ہے، نہ مجھے ان کے معتقدات سے اور ان کے تخیلات سے کوئی تعرض ہے۔ نہ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنے کی مجال رکھتا ہوں کہ آپ ان معتقدات کو چھوڑ دیں۔ مرزا قادیانی کا جو جی چاہے بن جائیں، اور جو آپ کا جی چاہے آپ انہیں مانیں، مجھے اس سے کچھ بحث نہیں۔ مجھے آپ نے مہربانی فرما کر ایک نسخہ دافع البلاء کا عنایت فرمایا تھا میں نے اسے دیکھا، پڑھا، اور جانچا۔ اس کے بعد آپ کے ارشاد کی تعمیل میں جو کچھ اس کی نسبت میری رائے ہوئی ہے، میں نے اسے سیدھے سادے طور پر، نہ کسی مخالفانہ اور مخاصمانہ طور سے، ظاہر کر دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: لا اعبد ماتعبدو ن و لا انتم عا بدو ن ما اعبد (الکافرون:۲۔۳) نہ تو اس وقت میں تمہارے ان معبودوں کی پرستش کرتا ہوں جن کی تم پرستش کرتے ہو اور جس خدا کی میں پرستش کرتا ہوں تم بھی اس وقت اس کی پرستش نہیں کرتے۔

بلکہ آئندہ بھی و لا انا عا بد ما عبدتم نہ تو میں تمہارے ان معبودوں کی پرستش کروں گا جن کی تم پرستش کرتے ہو،

مگر یہ عرض نہیں کر سکتا کہ و لا انتم عابدو ن ما اعبد۔ (اور نہ تم ہی سے

توقع ہے کہ اس خدا کی پرستش کرو گے جس کی میں پرستش کرتا ہوں)۔
کیونکہ آپ ماشاءاللہ بڑے سمجھ دار آدمی ہیں اور مجھے امید ہے کہ جو سمجھ دار آدمی اس بھول بھلیاں میں پڑ گئے ہیں جلدی نکل آئیں گے

و اللّٰہ یھدی من یّشاء الی صراط مستقیم و ما توفیقی الا باللّٰہ علیه توکّلت و ھو ربّ العرش العظیم اللھم وفقنا لما تحبّ و ترضی واجعل آخرتنا خیر من الاولی۔

رقیمہ نیاز: خاکسار واحد علی از ملتان مورخہ یکم جون ۱۹۰۲ء

تتمہ: جب میں نے یہ خط لکھا تھا میرا ارادہ اس کو شائع کرنے کا نہیں تھا، اور نہ اپنے ان دوست کی خدمت میں، جن کو یہ خط لکھا گیا تھا صاف الفاظ میں یہ عرض مدعا کرنا تھا کہ وہ مرزائی معتقدات سے باز آئیں۔ میں نے جو عرض کرنا کر دیا، ماننا نہ ماننا ان کے ضمیر پر چھوڑ دیا تھا۔ لیکن جب انہوں نے مجھے ڈرایا اور خوف دلا کر کلمہ حق کہنے سے باز رکھنا چاہا، تو میں نے اس خط کو شائع کر دیا، اور جو عرض کرنا ضروری تھا تمہید میں لکھ دیا ہے۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ میرے مرزائی احباب میں کلمۃ الحق تسلیم کرنے کی صلاحیت کہاں تک باقی ہے اور وہ کس درجہ تک شریفانہ اخلاق و برتاؤ کے پابند ہیں یعنی آیا وہ قال اللہ و قال الرسول کو تسلیم کرتے ہیں یا قال مرزا و قال خدام مرزا قادیانی کو۔ مجھ سے ان کا برتاؤ وہی مخلصانہ رہتا ہے یا اس میں کچھ تغیر ہوتا ہے۔ کیونکہ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ مرزا قادیانی کی تعلیم لاتفرقوا کے برخلاف یہ ہے کہ بھائی بھائی سے، اور خویش یگانوں سے جدا ہو جاتے ہیں۔ تا بہ احباب چہ رسد، اس ضمن میں سورہ آل عمران کی چار آیتیں پیش کرتا ہوں میرے مرزائی احباب ان کو غور سے پڑھیں اور ان پر توجہ فرمائیں

یا ایھا الذین آمنوا اتّقوا اللہ حقّ تقاته و لا تموتنّ الا و انتم مسلمون ۔و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا و اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا ۔ وکنتم علی شفا حفرة من النّار فانقذکم منھا کذلك یبین اللہ لکم آیاته لعلکم تھتدون ۔ و لتکن منکم

امة یّد عو ن الی ا لخیر و یأمرو ن بالمعرو ف و ینھون عن المنکر و او لئك ھم المفلحو ن۔ و لا تکو نوا کا لذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جا ھم البیّنات و او لئك لھم عذا ب الیم

(آل عمران: ۱۰۲۔۱۰۵) (مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرتے دم تک اسی دین اسلام پر ثابت قدم رہنا اور سب مل کر خوب مضبوطی سے اللہ کا ذریعہ پکڑے رہو (یعنی اسلام کو) اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے (یعنی دوزخ) کے کنارے آ لگے تھے پھر اس نے تم کو اس سے بچا لیا اسی طرح اللہ اپنے احکام تم کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم راہ راست پر آ جاؤ اور تم میں سے ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیے جو نیک کاموں کی طرف بلائیں اور اچھے کام (کرنے) کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور (آخرت میں) ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہنچیں گے اور ان جیسے نہ بنو جو (ایک دوسرے سے) بچھڑ گئے اور کھلے کھلے احکام آنے کے بعد آپس میں اختلاف کرنے لگے اور یہی ہیں جنکو (آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا)۔

اے میرے دوستو! ان آیات پر غور کرو دیکھو ان میں کیا اچھا فیصلہ ہے اس قضیہ کا جو میرے اور آپ کے درمیان ہے ان میں ہم تم اپنی اپنی پوزیشن کا سچا فوٹو پائیں گے اور ساتھ ہی اس کے بحال رکھنے کا احسن طریقہ جو تعلیم اس کے برخلاف ہے ظاہر ہے کہ وہ نہ صرف مخرب دین ہی ہے بلکہ ہماری سوشل لائف کو بھی خراب کرنے والی ہے خدا اس سے بچائے

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن
آئین ما ست سینہ چو آئینہ داشتن

خادم احباب: خاکسار واحد بخش۔ ملتان ۱۵ جولائی ۱۹۰۲ء

طاعونی اموات کی فہرست

یہ فہرست ان اموات کی ہے جو مرض طاعون سے موضع قادیان ضلع گورداسپور میں واقع ہوئیں۔ نیز ان پیروان مذہب مرزائیہ کی جو قادیان سے باہر

طاعون کا شکار ہوئے۔

یاد رہے کہ میں نے مرزا صاحب کے رسالہ کے متعلق اپنے مرزائی دوست کو جو کچھ لکھنا تھا، لکھ چکا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ قادیان میں طاعون آ گیا ہے۔اس پر میں نے اپنے دو چار احباب سے دریافت کیا کہ یہ خبر کہاں تک صحیح ہے۔ان خطوں کے جواب میں ان دوستوں نے بہت سے خط اور اخبارات بھیجے جن میں اس خبر کی تصدیق تھی اور ان اموات کی فہرستیں تھیں جو خاص قادیان میں اور قادیان سے باہر پیروان مرزا صاحب میں واقع ہوئی تھیں۔

یہ فہرستیں طویل تھیں۔تاہم میں نے ذیل کی فہرست میں وہی نام لکھے ہیں جن کی مکرر سہ کرر تصدیق ان کا غذات سے ہوتی ہے۔ میں نے اخبارات میں یہ بھی پڑھا ہے کہ قادیانی اخبارات الحکم ان خبروں کے جواب میں لکھتا ہے کہ یہ اموات بخار وغیرہ سے ہوئی ہیں، طاعون سے نہیں ہوئیں۔

چونکہ سرما میں طاعون ترقی پر ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ آئندہ سرما میں قادیان میں اس مرض کا زور ہو، بہتر ہوگا کہ ان دنوں میں حامیان مذہب مرزائیہ کوئی یورپیئن میڈیکل افسر بلالیں جو اس امر کی تصدیق کر دے کہ یہ اموات معمولی بخار سے ہوئیں یا طاعونی بخار سے۔ پھر کسی کو مغالطہ نہیں ہوگا۔

میرا یقین تو یہ ہے کہ ۷۰ کیا اگر سات سو سال بھی طاعون قادیان میں نہ آئے، تو اس میں مرزا قادیانی کا کوئی کمال نہیں۔ میں اس وقت بھی سات سو بستیاں طاعون سے مامون دکھا دوں گا۔

مگر خیر ان اخبارات کا منہ تو بند ہو جائے گا کیونکہ اس حالت میں جہاں یہ ممکن ہے کہ یہ اخبارات یا اور خبر دینے والے مرزا قادیانی کی مخالفت کی وجہ سے معمولی اموات کو طاعونی کہتے ہوں وہاں یہ بھی ممکن ہے کہ اخبار الحکم مرزا قادیانی کا ہونے کی وجہ سے اموات طاعون کو معمولی امراض سے بتاتا ہو۔بغیر تصدیق میڈیکل آفیسر اس کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔

فہرست حسب ذیل ہے:

ا۔مولا چوکیدار، ولد امامی، بافندہ ساکن قادیان

۲۔نتھو، ولد امامی، بافندہ، سکنہ قادیان

۳۔عورت زوجہ نتھو بافندہ، سکنہ قادیان

۴۔عورت زوجہ مولا چوکیدا سکنہ قادیان

۵۔لڑکی دختر مولا چوکیدا، قادیان

۶۔لڑکا ولد بڈھا، تیلی، قادیان

۷۔نام حذف کیا گیا۔(بہاء)

۸۔صدور۔ ولد بھاگا بافندہ قادیان

۹۔سنتی دختر گنگا رام کھتری قادیان

۱۰۔لوکا، ولد امام مسجد، قادیانی سکنہ قادیان

۱۱۔کانشی ولد چونی لعل برہمن قادیان

۱۲۔گیان چند ولد شنکر داس برہمن قادیان

۱۳۔لڑکی بنت راماں سنگھ ترکھان قادیان

۱۴۔جندہ، ولد جیور، خوجہ، قادیان

۱۵۔لبھو ولد گنپت۔کرار ہندو، قادیان

۱۶۔لڑکی بنت پھنا، نجار، قادیان

۱۷۔باجا ولدیت نامعلوم، نجار قادیان

۱۸۔عورت زوجہ باجا، نجار قادیان

۱۹۔لڑکی بنت سندر سنگھ نجار قادیان

۲۰۔کوہڑی زوجہ امام الدین قادیانی، قادیان

۲۱۔احمد پسر قطب الدین قادیانی، قادیان

۲۲۔سنتی زوجہ بھگت سنگھ ہندو قادیان

۲۳۔جمنا دختر اول چنی برہمن قادیان

۲۴۔پھجو دختر لبھو برہمن قادیان

۲۵۔بھاگن دختر نبا، نجار قادیانی، قادیان

۲۶۔امیر بی بی زوجہ غلام قادر قریشی، قادیانی، قادیان

۲۷۔ پرمیسری دختر منگل ہندو قادیان
۲۸۔ کامتی دختر ثانی چونی برہمن، قادیان
۲۹۔ رھوندر ولد شرف الدین قادیانی، قادیان
۳۰۔ غلام غوث ولد بوٹا، قادیانی، قادیان
۳۱۔ گیان چند ولد سکھ داس برہمن، قادیان
۳۲۔ خدایار ولد فتح محمد قادیانی، قادیان
۳۳۔ بھولی دختر امام الدین نجار، قادیان
۳۴۔ رحیم بی بی زوجہ صوبا۔ چوڑی گر، قادیان
۳۵۔ حسین ولد کالو، قادیانی، کہاراں، ضلع گجرات
۳۶۔ پیراں دتہ ولد بہادرا۔ قادیانی، کہاراں ضلع گجرات
۳۷۔ بھاگو۔ بنت۔ کماں قادیانی، بدوملہی
۳۸۔ بھاگن بنت کماں، قادیانی، بدوملہی
۳۹۔ کرم نشان بن طوائف، قادیانی، لودھیانہ
۴۰۔ چھجو ولد جٹو۔ مراسی۔ جادسہ ضلع جالندھر
۴۱۔ مولا ولد جٹو مراسی جادسہ ضلع جالندھر
۴۲۔ سیداں۔ بنت یا زوجہ کرم الٰہی مراسی جادسہ ضلع جالندھر
۴۳۔ چراغ ولد الہیا حجام، قادیانی، گوجرانوالہ
۴۴۔ فتو ولد اما، حجام، قادیانی، گوجرانوالہ
۴۵۔ حسن قلعی گر قادیانی پسرور ضلع سیالکوٹ

صحیفۃ الولاء پر قادیانی تبصرہ

منشی واحد علی صاحب کے صحیفۃ الولاء پر قادیانی اخبار الحکم میں ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء سے ایک تبصرہ شائع ہونا شروع ہوا جس میں منشی صاحب کے اٹھائے ہوئے نکات کا جواب دینا مقصود تھا۔ ۱۷ مارچ ۱۹۰۳ء میں اس کی تیسری

قسط شائع ہوئی جس میں قادیانی مبصر نے بتایا کہ

اسے اخبار چودھویں صدی راولپنڈی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ منشی واحد علی اس تبصرہ پر بھی تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔لیکن منشی صاحب چاہیے کہ وہ اپنی گذارشات پیش کرنے سے پہلے ہمارے تبصرے کو مکمل ملاحظہ کرلیں۔

بنا بریں معلوم ہوتا ہے کہ منشی واحد علی صاحب قادیانی تبصرہ کی تکمیل کے انتظار میں لگ گئے لیکن قادیانی تبصرہ سات قسطوں تک چلنے کے بعد بھی نامکمل ہی رہا کیونکہ اس کے آخر پر باقی آئندہ کے الفاظ موجود تھے۔ نیز منشی صاحب کی بیشتر باتوں کے جواب میں ابھی تک کچھ لکھا ہی نہیں گیا۔بس مرزا صاحب کے موعودہ مسیحیت کے دلائل دہرائے جاتے رہے، انت منی و انا منك کی تاویلیں ہوتی رہیں اور منشی صاحب کی ان عبارات کو نشانہ بنایا گیا جن سے ان کی شیعیت اور نیچریت کا خیال گذرتا تھا۔

ذیل میں اس طویل تبصرے کا خلاصہ نقل کیا جا رہا ہے، اوس کے بعد ایک قادیانی کی اس تحریر سے اقتباسات نقل کئے جارہے ہیں جو بقول خود قادیانیت میں داخل ہونے سے قبل شیعہ تھا اور اس نے دافع البلاء ہی کے جواب میں لکھے ہوئی ایک شیعہ حضرات کی ایک وسیلۃ المبتلاء ازسید علی الحائری لاہوری (جسے انتصار کے ساتھ ہم جلد ۳۶ میں نقل کر چکے ہیں) کا جواب دیا ہے۔

الحکم قادیان ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵ پر

صحیفۃ الولاء پر ریمارک

، کے عنوان سے ایک قادیانی مبصر لکھتا ہے:

...ایک اور غلطی بھی ہے جس کی تاریکی میں ہمارے عام مخالف اور ان کی تقلید سے ہمارے ملتانی ریویونگار (منشی واحد علی) صاحب بھی مبتلا ہیں، اور وہ یہ ہے کہ جو الہامات ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں ان کے معنی اور تفسیر وہ خود کرنے بیٹھ جاتے ہیں حالانکہ اس کا کوئی حق ان کو نہیں دیا۔ اور جب کہ خود ملہم کے اپنے کلام میں اس کی ضروری تفسیر موجود ہوتی ہے کیوں اس سے احتراز کر کے اپنی اختراع اور ایجاد کو ملحوظ

رکھ کر اعتراض کر دیا جاتا ہے...

ریو یونگار (منشی واحد علی) نے ایک تمہید لکھی ہے جس کے صفحہ اول پر آپ نے دافع البلاء کا یہ خلاصہ دیا ہے

میں (مرزا) مسیح موعود ہوں، ابن مریم سے بدر جہا بہتر ہوں۔ میں نبی ہوں ،خاتم الانبیاء و خاتم الاولیاء ہوں، اور محمد سول اللہ خاتم النبیین کے برابر ہوں، کیونکہ میں سچا شفیع ہوں، اور ہر ایک زمانہ میں قیامت تک نجات دلانے والا ہوں۔اہل بیت رسول اللہ علیہ السلام سے بڑھ کر ہوں، میں ابن اللہ ہوں۔اور جس طرح میں اللہ سے بطور اولاد ہوں، اسی طرح اللہ مجھ سے بطور میری اولاد کے ہے یعنی ابو اللہ بھی ہوں۔میرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔مجھ سے بیعت کرنا خدا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کے برابر ہے۔مجھے اس طرح نہ ماننے کی وجہ سے اور مجھے برا کہنے کی وجہ سے خدا نے بطور سزا کے اس ملک میں طاعون بھیجا ہے۔اور اس کا علاج جسمانی اور روحانی جو آج تک دنیا نے سوچا اور اختیار کیا ہے کوئی ٹھیک نہیں۔یہاں تک کہ اللہ تعالی کے آگے سر جھکانا اور یہ دعا مانگنا کہ ہمیں اس بلا سے محفوظ رکھ، یہ بھی ضلالت ہے ۔علاج صحیح یہ ہے کہ مجھ پر ان فضائل و اوصاف کے ساتھ ایمان لاؤ۔جو اس طرح مجھ پر ایمان نہ لائے گا مبتلائے طاعون ہو کر مر جائے گا۔

ان میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ وہ بالکل صحیح ہیں اور بعض بالکل افتراء ہیں اور بعض ریو یونگار کی خیالی تفسیر اور طبع زاد مفہوم آفرینی کا نتیجہ ہیں۔.. چنانچہ منشی واحد علی نے مرزا صاحب کے اصل الفاظ کو چھوڑ کر اور لا تقربوا الصّلوة کے مضمون پر عمل کر کے یہ اتہام لگا دیا ہے کہ مرزا صاحب کو ابن اللہ ہونے کا دعوی ہے

قادیانی مبصر نے پھر اس کی وضاحت کی ہے اور کہا ہے؛

سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جاست۔

پھر اور ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء کے شمارہ میں صفحہ ۱۳-۱۴ پر دوسری قسط ہے جس میں یہی مضمون چل رہا ہے اور انت منی و انا منك کی وضاحت ہو رہی ہے ..اور قسط کا اختتام مرزا صاحب قادیانی کی اس وضاحت پر ہوتا ہے جو الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء سے

منقول ہے:

یہ بے حیائی اور فسق و فجور اور اتلاف حقوق جو بڑھ گیا ہے کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ خدا پر ایمان نہیں رہا یا یہ کہو کہ خدا گم ہو گیا ہے اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا ہے اور مجھے مبعوث کیا اس لئے مجھے کہا انت منی و انا منك ۔ اور اس کے یہی معنی ہیں کہ میرا جلال اور میری تو حید و عظمت کا ظہور تیرے ذریعے ہوگا... جب دنیا میں سچی پاکیزگی نہیں رہتی اور خدا سے دوری اور بعد ایسا ہوتا ہے کہ گویا خدا ہے ہی نہیں اور جب دنیا کے ہاتھ میں پوست رہ جاتا ہے اور مغز نہیں رہتا تب خدا اپنے کسی بندہ کے ذریعہ ظہور فرماتا ہے چونکہ اس زمانہ میں اس نے مجھے بھیجا ہے اس لئے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے انت منی و انا منك

پھر ۱۷ مارچ ۱۹۰۳ کے الحکم میں صفحہ ۵ ۔ ۶ پر اس کی تیسری قسط شائع ہوئی جس میں لکھا ہے:

ہمیں چودھویں صدی راولپنڈی کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ منشی واحد علی صاحب ہمارے ان ریمارکس پر کچھ لکھنے کا حوصلہ کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے ان کا فرض ہونا چاہیے کہ ہمارے ریمارکس کو تمام وکمال پڑھ لیں اور ساتھ ہی اس امر کا بھی فیصلہ کر دیں کہ اب وہ بحیثیت شیعہ ہونے کے ریویو لکھیں گے یا نیچری ہونے کی حیثیت سے۔ کیونکہ ان کی کتاب صحیفۃ الولاء سے ان کے دونوں مذہب مترشح ہوتے ہیں اور واقعی اور صحیح طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ وہ نیچری ہیں یا شیعہ اس لئے ہم پنے ان ریمارکس کو ان کو دونوں طرح ملزم کرنے کا حق رکھیں گے ۔...

اب ہم اس نمبر میں ملتانی ریویو نگار (منشی واحد علی) کے ایک اور دھوکا کی حقیقت طشت از بام کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ یہ کہہ کر مسلمانوں کو بدظن یا گمراہ کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کہتے ہیں میں نبی ہوں ۔

اس پر بحث کرتے ہوئے پہلے منشی واحد علی صاحب کی نیچر یا نہ حیثیت سے پبلک کو آگاہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس مضمون پر ہم دو طرح سے بحث کریں گے ۔ منشی واحد علی کے ریویو سے عام مسلمانوں کو یہ بھی دھوکا لگا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ وہ

کوئی آرتھوڈوکس مولوی ہیں۔،

ابھی تک جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے ان کی حیثیت بلحاظ مذہب متحقق نہیں ہوئی کہ وہ شیعہ ہیں یا نیچری۔لیکن چونکہ دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ہم حق رکھتے ہیں کہ دونوں طرز پر کلام کریں۔ان کی نیچریت کے لئے سردست ان کے رسالہ کا ایک فقرہ نقل کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ صحیفۃ الولاء کے صفحہ ۳۹ پر سید احمد خان بالقابہ آنجہانی کی بابت ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

اور میرے محترم بزرگ سر سید احمد خان صاحب علیہ الرحمۃ۔،

(قادیانی مبصر نے منشی واحد علی صاحب کا پورا فقرہ نقل نہیں فرمایا جو حسب ذیل ہے:

صاحب! دل نہیں گوارہ کرتا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے عالم و فاضل کی، جو میرے کئی دوستوں کے پیرومرشد اورقبلہ وکعبہ ہیں اور میرے محترم بزرگ سرسید احمد خان صاحب کے خوشہ چین ہیں،اس سے زیادہ ذلت ہو۔

پورا فقرہ نقل نہ کرنے کی وجہ اس کے سوا کیا ہوسکتی کہ الحکم قادیان کے قارئین کو کہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ لوگ ان کے پیرومرشد مرزا غلام احمد کو سرسید احمد خان کے افکار کا خوشہ چین سمجھتے ہیں۔

حالانکہ کسی اہل علم کا اپنے سے سینئر اہل علم سے استفادہ کرنا کوئی معیوب بات نہیں ہے۔ بڑے بڑے لوگ ایسا کر تے رہے ہیں جیسا کہ پروفیسر رفیع اللہ شہاب صاحب سرسید احمد کی تفسیر القرآن کے متعلق لکھتے ہیں:

علماء کی جانب سے ان (سرسید احمد خان) کی اس تفسیر کی سخت مخالفت کی گئی کیونکہ اس تفسیر میں انہوں نے قرآن مجید کی تعلیمات کو قوانین فطرت کے عین مطابق قرار دیا اور اسی اصول کی روشنی میں معجزات کی تشریح کی تو علماء کی جانب سے ان پر نیچری کی پھبتی کسی گئی۔عوام کو ان کی تفسیر پڑھنے سے منع کر دیا گیا اور یہ فتوی جاری کیا گیا کہ جو کوئی اس تفسیر کو پڑھے گا اس کا ایمان ضائع ہو جائے گا۔

ایک طرف تو علماء حضرات ،سرسید احمد خاں صاحب کی تفسیر قرآن کی مخالفت کر رہے تھے اور دوسری طرف اپنے آپ کو روشن خیال عالم دین ثابت کرنے کے لئے اس میں سے بعض حصے نقل کر کے اپنے خیالات کے طور پر پیش کر رہے تھے۔ایک دو مثالوں سے اس کی وضاحت ہوگی۔۱۹۵۰ء کے لگ بھگ کی بات ہے جماعت اسلامی کے لیڈر مولانا امین احسن اصلاحی صاحب میانوالی تشریف لائے۔ان دنوں ان کی کتاب تفسیر قرآن شائع ہوئی تھی جس میں قرآن مجید کی تفسیر کے اصول بیان کئے گئے تھے۔ جماعت اسلامی کے حلقوں کی جانب سے اس کتاب کی بڑی تعریف کی جا رہی تھی۔ اس قسم کی ایک تعریفی مجلس میں جس میں مولانا امین احسن اصلاحی صاحب موجود تھے راقم (رفیع اللہ شہاب) نے عرض کیا کہ سرسید احمد خان نے یہی اصول اپنے رسالہ اصول

تفسیر میں بیان کئے ہیں۔اس پر مولانا (امین احسن اصلاحی) کا رنگ فق ہو گیا اور فرمایا کہ کیا کسی کے پاس یہ رسالہ موجود ہے۔راقم نے اثبات میں جواب دیا تو مزید کچھ کہنے کی بجائے خاموش ہو گئے۔

جبر وقدر ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اور ہمارے علماء اس کی تشریح کرتے ہوئے غیر ضروری بحث میں الجھ جاتے ہیں۔ اس مسئلہ پر (مولانا) مودودی صاحب نے کا کتابچہ مسئلہ جبر وقدر شائع ہوا تو اس کی بڑی تعریف کی گئی حالانکہ مودودی صاحب نے اسے لفظ بلفظ سرسید احمد خان صاحب کی تفسیر سے نقل کیا تھا۔بس اس میں یہ اضافہ کیا کہ کتابچے کے شروع میں اس کی تائید اور مخالفت میں پیش کی جانے والی آیات کو نقل کر دیا۔لیکن جب اصل مسئلہ کا حل پیش کیا گیا تو وہ لفظ بلفظ وہی تھا جو سرسید احمد خان صاحب نے پیش کیا تھا۔

(پروفیسر رفیع اللہ شہاب اچھرہ لاہور یکم اگست ۱۹۹۴ء تعارف تفسیر القرآن مع تحریر فی اصول التفسیر از سرسید احمد خان۔ پبلشر دوست ایسوسی ایٹس الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور ۔۱۹۹۴ء)

قادیانی مبصر کہتا ہے کہ اس سے منشی صاحب کی نیچریت کا پتہ لگتا ہے۔پس ان کے عقیدہ کے موافق تو یہ خیال ہی باطل ہے کہ اب کوئی مسیح اور مہدی بھی آنے والا ہے۔منشی صاحب مسیح کی آمد ہی کے منکر ہیں تو دوسرے مسلمانوں پر ان کو کوئی قول حجت نہیں ٹھہر سکتا... پھر ان کو اپنے واجب التعظیم بزرگ کی تقلید کے موافق مسیح کی وفات کا عقیدہ بھی رکھنا لازمی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ان کو اعتقاد ہوگا کہ مسیح بن باپ پیدا نہیں ہوا جو قرآن شریف کے نصوص صریحہ کے مخالف ہے..

الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء ص۱۴۔۱۵ پر چوتھی قسط ہے جس میں یہ بحث ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں وفات مسیح وغیرہ کی بحث چھیڑی ہے اور مرزا کے خاتم الخلفاء اور مسیح موعود ہونے کا ادعا کیا ہے۔

الحکم ۱۷۔اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱۔۱۲ پر پانچویں قسط ہے۔اور اس میں مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے ہی کی بحث ہے۔ اور بتایا ہے:

> آنحضرت ﷺ مثیل موسیٰ ہیں اور آپ کے بعد سلسلہ خلافت آیت استخلاف کے موافق اسی طرح پر چلا ہے جس طرح حضرت موسیٰ کے بعد چلا تھا۔اس سلسلہ کے مقابلہ کے لئے جیسے یہ ضروری تھا کہ خاتم الخلفاء مسیح موعود ہو اسی طرح پر اس خاتم الخلفاء کا ظہور بھی موسوی مسیح کی مدت ظہور کے مقابل میں واقع ہو ۔ چونکہ موسوی مسیح ظاہر ہوا نہیں تھا جب تک کہ سن موسوی کے

حساب سے چودھویں صدی نے ظہور نہیں کیا۔اس لحاظ سے محمدی مسیح موعود کا ظہور چودھویں صدی پر ضروری ہے تا کہ دونوں مسیحوں کا مبدء سلسلہ سے فاصلہ باہم مشابہ ہو۔اور سلسلہ کے آخری خلیفہ کو چودھویں صدی کے سر پر ظاہر تکمیل نور کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مسیح موعود اسلام کے قمر کا متمم نور ہے اسلئے اس کی تجدید چاند کی چودھویں رات سے مشابہ ہے اس کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں کہ لیظھرہ علی الدین کله کیونکہ اظہار تام اور اتمام نور ایک ہی چیز ہے اور یہ قول کہ

لیظھرہ علی ا لا دیان کل ا لا ظھار

اس قول سے مساوی ہے کہ لیتم نورہ کل ا لا تمام

پھر دوسری آیت میں اس کی اور بھی تصریح کر دی ہے جہاں فرمایا

و الله متم نورہ و لو کرہ الکا فرو ن

اتمام نور کے لئے چودھویں رات مقرر ہے اس لئے اتمام نور قمر اسلام کے لئے بھی چودھویں صدی مقرر تھی ...

الحکم ۳۰۔اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰ پر چھٹی قسط ہے۔اور اس میں بھی مرزا کے مسیح موعود ہونے کی بحث ہے۔

الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۶ پر اس کی ساتویں قسط ہے۔جس میں مرزا صاحب کے دعاوی کے ثبوت میں ان کی پیش گوئیوں کا پورا ہونا ذکر ہوا ہے جن میں لیکھ رام والی پیش گوئی، عبدالحق نہیں مرے گا جب کہ میرا پسر چہارم پیدا نہ ہو لے، وغیرہ کا ذکر کے مرزا صاحب کی تحریر لکھی ہے:

پھر ان سب کا کچھ بھی ذکر نہ کرنا اور بار بار احمد بیگ کے داماد یا آتھم کا ذکر کرتے رہنا کس قدر مخلوق کو دھوکا دینا ہے اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی ﷺ سے ظہور میں آئے اور حدیبیہ کی پیش گوئی کو بار بار ذکر کرے کہ وہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہیں ...احمد بیگ کے داماد کا انتظار کا اعتراض کرنا اور احمد بیگ کی وفات کو بھول جانا کیا یہی یمان داری ہے اس جگہ تو پیش گوئی

کی دو ٹانگ میں سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی اور ایک حصہ پیش گوئی کا یعنی احمد بیگ کا میعاد کے اندر فوت ہو جانا حسب منشاء پیش گوئی صفائی سے پورا ہو گیا اور دوسرے کی انتظار رہے.... باقی آئندہ (اس کے بعد اس مضمون کی کوئی قسط دیکھنے میں نہیں آئی۔ بہاء)

(قادیانی مبصر کو شائد یاد نہیں رہا کہ مرزا صاحب نے محمدی بیگم سے اپنی شادی کو اپنے صدق وکذب کا نشان ٹھہرایا تھا۔ احمد بیگ کی موت سے شادی وابستہ نہ تھی، شادی اس بات سے وابستہ تھی کہ یا سطان محمد مرجائے اور اس کی بیوہ مرزا صاحب سے نکاح ثانی کر لے، یا مرزا سلطان محمد اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور وہ مطلقہ مرزا صاحب قادیانی سے شادی رچالے، یا سلطان محمد کی بیوی اس سے خلع حاصل کر کے مرزا صاحب قادیانی کے حرم میں آجائے۔ ان باتوں میں سے مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں کچھ بھی نہیں ہوا۔)

وسیلة المبتلاء ازسید علی حائری پر قادیانی تبصرہ

سید علی الحائری کی تحریر در ردّ قایانیت پر تبصرہ کرتے ہوئے نذر علی نامی ایک قادیانی نامہ نگار پشاور سے لکھتے ہیں:

بخدا میں امامیہ ہو کر انصافاً کہتا ہوں کہ ہرگز یہ روایات اور استدلال من غیر کلام اللہ ایک ایسے زبردست مدعی کے بالمقابل مکتفی نہیں ہو سکتے...(مرزا غلام احمد کو) اس کے مسلمات سے ساکت کرنا لازم ہے، تفسیر برغانی اور طبرانی، ابونعیم وغیرہ کا حوالہ دینا، یا اون کی روایات غیر مصححہ پیش کرنا، ایک مدعی امامت کے بالمقابل جس کا دعوی ہو، کہ

میں حکم ہو کر قرآن مجید اور رسول اکرم ﷺ کی عظمت قائم کرنے کے لئے دنیا میں آیا ہوں،

اپنے اوپر جہالت کا الزام قائم کرنے سے زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا۔

وہ (مرزا قادیانی) نہ حنفی ہے، نہ شافعی، نہ مالکی، نہ حنبلی، اور نہ جعفری، نہ مقلد، نہ اہل حدیث۔ پھر آپ حنفیوں یا شافعیوں یا مالکیوں وغیرہ کے علماء یا مفسرین کے اقوال پیش کر کے اس کو ملزم کیوں کر سکتے ہیں...

اس (مرزا قادیانی) کے بالمقابل تفسیر برغانی اور دلائل النبوت کا حوالہ دینا کوئی عقل مند طبیعت اس کو جائز رکھ سکتی ہے؟۔

ہاں اس کے مسلمات قرآن مجید اور سنت صحیحہ ہیں۔ میں بہت خوش ہوتا کہ جب آپ نے سورہ انعام کی آیت یا ایّھا الذین آمنوا پیش کی تھی، اس کی تفسیر میں قرآن مجید ہی سے ثابت کیا ہوتا کہ لفظ وسیلہ سے جو آیت مرقومہ بالا میں ہے، حسین اور اس کے آباء کرام مراد ہیں۔ اور اپنے دعوی کو موکد کرنے کے لئے بخاری یا مسلم کی کوئی حدیث پیش کی ہوتی جو مدعی امامت (مرزا قادیانی) کی مسلمہ کتب سے ہیں۔

یا ذرہ غصے کو ٹال کر اپنی ہی تفسیروں کی طرف رجوع کیا ہوتا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ ان میں بھی اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔

ایک شخص بیہقی اور حاکم اور ابونعیم کا حوالہ دیتا ہے، اور ایک روایت یا واقعہ بیان کرتا ہے۔

دوسرا اس کے بالمقابل قرآن مجید سے نکال کر خدا کا کلام پیش کرتا ہے، اور اپنے دعوے کے واسطے سنت صحیحہ اور حدیث کو پیش کرتا ہے۔

ہم کس کو مانیں اور کس کو جانیں کہ وہ عالم اور عامل بالقرآن ہے۔

اس کے آگے آپ (یعنی سید علی حائری) فرماتے ہیں:

ثابت ہے کہ حسینؑ اور اس کے آباء اطہار کو انبیاء واصفیاء نے سخت تکلیف کے وقت خدا اور اپنے درمیان وسیلہ قرار دیا ہے جس کی وجہ سے ان کی حاجتیں پوری ہوئیں۔

آپ اپنے زعم کی بنیاد مجاہد اور طبرانی اور حاکم وغیرہ کا قول قرار دیتے ہیں اور آیت فتلقی آدم من ربه کلمات کو اپنے زعم کی تفسیر قرار دیتے ہیں گویا آپ کا قول مجمل تھا جو پہلے سے کسی کتاب آسمانی میں درج چلا آتا تھا قرآن نے اس کی تصریح کر دی: بریں عقل و دانش بباید گریست

اسی فہم لطیف کے بھروسہ پر اپنے مخالف پر طعن کرتے ہیں۔ ذرہ انصاف کریں اور اپنی ہی کتابوں کو دیکھیں کہ کیا علماء اور مفسرین امامیہ نے کلمات کی

تفسیر میں صرف انہیں نامہائے مبارک پر حصر تفسیر رکھا ہے؟۔
میرے پاس اس وقت تین تفسیریں امامیہ کی موجود ہیں۔ تفسیر عمدة البیان، خلاصة المنهج ،مجمع البیان ۔ ان میں بہت سے مختلف اقوال درج ہیں۔ پھر حیات القلوب نکال کر جلد اول صفحہ ۵٦۔۵۷ میں روایات مختلفہ کا حال دیکھیں کہ کس قدر اقوال نقل کئے گئے ہیں، اور ہر ایک کو علامہ مجلسی نے

بسند صحیح از امام محمد باقر منقول است

و در حدیث معتبر دیگر منقول است

و بسند صحیح از حضرت صادق منقول است

وغیرہ کرکے لکھا ہے۔

پھر مولانا صاحب! جب آپ کے گھر میں ہی روایات متعددہ مختلفہ ہیں، تو مہربان من! آپ نے وہ کلمات کی تفسیر میں جزم کس طرح کرلیا کہ ان سے مراد اسماء پنج تن پاک ہیں۔ اور پھر اوس پر متفق علیہ کا جملہ بھی جڑ دیا۔ اس میں تو علماء اور مفسرین امامیہ ہی متفق نہیں اوروں کا تو کیا ذکر۔

اس کے آگے آپ (یعنی علی حائری) ارقام فرماتے ہیں کہ:

تہتر مذہب کی متفق علیہ حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہے کہ حضرت نوح نے طوفان کے وقت اور حضرت ابراہیم نے ...الی آخرہ

ذرہ مہربانی کرکے تہتر مذہب کے اتفاق کا جو آپ نے دعوی کیا ہے ہر ایک مذہب والے کی ایک ایک حدیث اس مضمون کے متعلق درج کردیں۔ اور ہم آپ سے ان احادیث پیش کردہ میں مطابق اصول احادیث جرح بھی نہ کریں گے۔ خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہوں، صرف مذہب والے کا نام اور حدیث کے وہ عربی الفاظ جو بقید روایات درج کئے گئے ہوں، معہ حوالہ کتب جس میں سے وہ حدیث نقل کی گئی ہے، مرحمت فرماویں۔

پھر میں اصل مطلب کی طرف عود کرکے آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ رسالہ کے سر پر یہ عبارت درج فرماتے جسکے الفاظ یہ ہیں (اس کے رد اور

امام حسینؑ کی فضیلت بغیر محمد ﷺ کل انبیاء پر)۔
۱: ان الفاظ کے ثبوت میں آپ نے کون سا قول خدا کا کر کیا جہاں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہو کہ امام حسینؑ افضل ہیں تمام انبیاء پر اجمالی طور پر، یا تفصیلی طور پر جدا جدا انبیاء علیھم السلام کے نام ذکر کر کے۔
۲۔ کسی حدیث صحیح میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہو کہ حسینؑ افضل ہیں تمام انبیاء سے
۳۔ امام حسینؑ نے خود فرمایا ہو کہ میں افضل ہوں تمام انبیاء سے سوائے آنحضرت ﷺ کے۔
باقی آئمہ اہل بیت میں سے کسی امام نے فرمایا ہو کہ امام حسینؑ افضل ہیں تمام انبیاء سابقہ سے سوائے رسول اکرم ﷺ۔
اب ہم آپ کا منطقی ثبوت دیکھتے ہیں کہ کہاں آپ نے منطق کا صغری اور کبری قائم کر کے اس کا ثبوت دیا ہے۔ الاشارۃ تکفی للعاقل۔
چونکہ تمام انبیاء نے حضرت حسینؑ اوران کے آباء کرام کو وسیلہ اپنی دعاؤں میں گردانا ہے (نوٹ: اس کا ثبوت ابھی آپ کے ذمہ باقی ہے) اور اسی کے ذریعہ سے ان کی دعائیں قبول ہوئیں اس لئے جس کا وسیلہ ڈالا جاتا ہے اور اس کے طفیل انبیاء کی دعائیں قبول ہوتی ہیں وہ وسیلہ ضرور خدا کے نزدیک افضل ہوتا ہے ورنہ انبیاء اس کو وسیلہ نہ گردانتے۔
یہ ہے آپ کی انوکھی منطق اور بوسیدہ علم کلام۔ مثالاً کیا اگر کوئی حکیم کسی مریض کو ایک نسخہ بتلاوے کہ اگر تم یہ نسخہ استعمال کرو، تو اچھے ہو جاؤ گے۔ اور تمہارا مرض سلب ہو جاوے گا۔ اور ایسا اتفاق بھی ہو جاوے کہ وہ مریض اچھا ہو جاوے، تو کوئی عاقل اس سے یہ نتیجہ نکالے گا کہ وہ نسخہ افضل ہے بیمار سے۔
تعجب کا مقام ہے کہ جس الزام پر آپ نے اپنے مخالف کو کوسا کہ حسینؑ سے اپنے کو افضل بتاتے ہیں، خود اس میں مبتلا ہو گئے کہ خود حسینؑ کی فضیلت تمام انبیاء پر ثابت کرنے لگے۔ پھر دعوی تو اس قدر، مگر دلیل ندارد۔

آپ کو چاہیے تھا کہ فضیلت کے وہ مدارج تحریر کرتے کہ ان ان باتوں سے حسینؑ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ علماء امامیہ نے حضرت علیؓ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے بالمقابل باقی صحابہ کے مدارج فضیلت قائم کئے ہیں۔آپ کو چاہیے تھا کہ مثالاً تحریر کرتے کہ

حضرت امام مظلوم حسینؑ عابد تھے اور اس کے مقابل حضرت آدمؑ یا حضرت نوحؑ کی عبادت ان سے بہت کم ،

یا حضرت حسینؑ صابر اور شاکر تھے اور اس کے مقابل دیگر فلاں فلاں انبیاء میں صبر اور شکر کم تھا۔

اور اس کمی کو اس ترازو میں وزن کرتے جو آپ کے پاس ہے۔وغیرہ

جب اس قسم یا اس جیسی جو بخیال آپ کے وجہ فضیلت قرار پا سکتے ہوں تمام مدارج اور اصول فضیلت بالمقابل باقی انبیاء کے آپ بیان فرماتے۔ اور ان کو نص یا حدیث صحیح اور تواتر اور تعامل قومی سے بھی موکد کرتے۔تب اہل حق پر ظاہر ہو جاتا کہ واقعی امام حسینؑ افضل ہیں دیگر انبیاء پر۔

یہ خشک منطق کہ چونکہ انبیاء گذشتہ نے حسینؑ کو وسیلہ اپنی دعاؤں میں خدا کے پاس گردانا ہے اسلئے وہ افضل ہیں ہمارے کس کام۔

اول تو آپ قرآن سے ثابت کریں کہ واقعی حضرت آدمؑ نے حسینؑ کا نام لے کر ان کو وسیلہ گردانا تھا۔اس وقت حسینؑ کہاں تھا ،نام لکھا ہوا دیکھا۔

کہاں ذکر ہے قرآن میں کہ حضرت آدمؑ نے ساق عرش پر اسماء پنج تن پاک لکھے ہوئے دیکھے۔

کہاں ذکر ہے کہ آدم نے دیکھ کر سمجھ بھی لیا کہ یہ حسینؑ یا پنج تن پاک میرے سے چھ ہزار سال بعد پیدا ہوں گے۔

کس نے انکے دل میں القاء کیا اور القاء کرنے کا ذکر قرآن میں کہاں ہے۔

قرآن مجید تو صاف ہے اور ایک لطیف بیان اپنے رکھتا ہے دیکھیں جہاں اسماء کی تعلیم کا ذکر ہے وہاں اللہ جل شانہ نے صاف فرمایا ہے

و علّم آدم الاسماء کلّها ثمّ عرضهم علی الملا ئکة فقال

انبؤنی باسماء هؤلا ء ان کنتم صادقین ۔ قا لوا سبحا نك لا علم لنا ا لا ما علّمتنا انّك انت العلیم الحکیم ۔ قا ل یا آ د م انبئهم باسما ئهم ۔ فلمّا انبأ هم باسمائهم قا ل الم اقل لکم انّی اعلم غیب السما وا ت و الا ر ض و اعلم ما تبدو ن و ما کنتم تکتمو ن (البقرة : ۲۱۔۲۳)

مگر اس جگہ فتلقّی آ دم من ربّه کلما ت صاف ہے
دوسرے موقع پر یعنی حضرت آ دم کے قصہ میں قر آ ن شریف نے کلمات کی تفسیر کردی ہے سورہ اعراف میں ہے

قا لا ر بنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و تر حمنا لنکو نن من الخا سرین (الاعرا ف : ۲۳)

اب جس کی تصریح خود قر آ ن کریم نے کر دی ہو، نہ کنا یہ، نہ اشارہ سے، بلکہ صا ف الفا ظ میں، اور کچھ ابہام اور شک بھی با قی نہ رہتا ہو، پھر ایسے معقول استدلال قر آ نی کو چھوڑ کر آپ کے یا برغا نی کے زعم کی پیروی کون عقل مند کرسکتا ہے

(بیان) سید علی ہمدانی اور طبرانی نے لکھا ہے اپنی اپنی کتابوں میں
اے مدعی علم وتحقیق ! کیا یہ لوگ معصوم تھے کہ جو کچھ انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے واجب الا خذ ہے ، یا ان پر وحی نازل ہو تی تھی، یا حضرت آ دم خواب میں آ کر ان کو بتلا گئے تھے کہ ابتلا ء کے وقت میں نے یہ نام لئے تھے (ان کنتم شهداء ام علی الله تفترون)

وہ سینکڑوں سا لوں کے بعد کے زما نہ میں رسول اکرم ﷺ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایسا ایسا فر ما یا ہے، اور منقو لی روا یت جس کی صحت کا کوئی معیار ان کے پاس نہیں، اپنی اپنی کتا بوں میں درج کر دی۔ سنئے رسول خدا نے تو یہ بھی فر ما یا ہے کہ میرے بعد بہت کذا ب پیدا ہوں گے اور جھوٹی حدیثیں میرے نام سے روا یت کر یں گے، پس تم کو لازم ہے کہ اس وقت حدیث کو کتا ب اللہ پر عرض کرو۔ اگر موافق ہوتو لے لو،

ورنہ ترک کرو۔

پھر ہم بغیر اس معیار کے کسی حدیث کو کیونکر صحیح سمجھ سکتے ہیں جب کہ خود آنحضرت ﷺ نے یہ معیار تصحیح حدیث کا بتلا دیا ہے اور مولانا صاحب نے بھی اس حدیث کو اپنے کسی رسالے میں ذکر کیا ہوا ہے۔

پس یہ بات کہ جو حدیث کسی کتاب میں لکھی ہو وہ درحقیقت حدیث رسول ہو گی امر مسلم نہ رہا بلکہ جو حدیث مطابق کتاب اللہ ہو گی وہ حدیث رسول ہو گی دیکھیں اصول کافی کتاب العلم امام جعفر فرماتے ہیں

فما وا فق كتاب الله فخذوه و ما خالف فدعوه كل حديث لا يوا فق كتاب الله فهو ز خرف ۔

اصول کافی کے دیباچہ ہی میں نظر کریں کہ ہمارے شیخ المحدثین اپنے شیعوں کو احادیث کی نسبت کیا تحریر فرماتے ہیں۔

طرفہ بریں یہ کہ آپ تو ان علماء پر، جن کی روایات آپ نے پیش کی ہیں، تبرا بھیجتے ہیں۔ پھر ان سے حجت پکڑنا چہ معنی دارد... خاکسار نذر علی از پشاور

(الحکم قادیان ۱۷جولائی ۱۹۰۲ء ص۳۔۴)

یکم اگست ۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی مجلس میں سید علی الحائری کے رسالے کا بایں الفاظ ذکر آیا:

حضرت حکیم الامۃ (نورالدین) نے سید علی حائری لاہوری شیعہ کے رسالہ کا ذکر کیا کہ اس میں امام حسینؑ کی فضیلت پر بحث کرتے ہوئے ...لکھا ہے کہ بارہ امام نورالٰہی سے پیدا ہوئے تھے جس کا ظاہری ثبوت یہی ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا (اڈیٹر: واہ حضرت شریعت مدار صاحب کیا خوب ثبوت دیا۔ دعوی اور دلیل میں غالباً آپ اچھی طرح امتیاز کر سکتے ہیں) پس جب کہ وہ نور الٰہی سے بنے تھے تو پھر ان پر کسی کو فضیلت کیسی۔

اور پھر لکھا ہے کہ قرآن شریف کی چودہ منزلیں ہیں۔

یہ تقسیم اپنے طور پر کی ہے کہ لوح محفوظ پر آیا پھر جبریل کے پاس علی ہذا القیاس (اس پر حضرۃ حجۃ اللہ (مرزا قادیانی) نے فرمایا کہ کیا چودھویں منزل

یہ نہیں لکھی کہ آخر حضرت عثمان کے پاس محرف مبدل ہو گیا۔ چودھویں منزل تو ان کے اعتقاد کے موافق یہی ہو گی نہ)

اور مدینہ منورہ سے کر بلا ۱۴ منزل ہیں، اس سے حضرت حسین کی فضیلت قرآن سے ثابت ہوگئی۔

غرض اس قسم کے لغویات اس میں بھرے ہیں اور ایک جگہ باپ کی کتاب ہی ثبوت کیلئے کافی قرار دے دی (اڈیٹر الحکم: بہ ایں خیال کہ پسر نتواند پدر تمام کند، یا صحیح الفظ میں یوں سمجھئے خواجہ کا گواہ مینڈک)

اور ایک مقام پر لکھا ہے کہ غایت المقصود پڑھ کر اتنے ہزار مرزائی مومن ہو گئے۔ اس پر مفتی محمد صادق صاحب نے عرض کی کہ گولڑی کہتا ہے کہ میری کتاب پڑھ کر اتنے ہزار نے توبہ کی۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو تعداد کم بتاتے ہیں اور پھر ہزاروں نکل کر ان میں بھی شامل ہو جاتے ہیں اور ختم نہیں ہوتے۔

حضرت حجۃ اللہ (مرزا قادیانی) نے ہنس کر فرمایا یہ عجیب حساب ہے جو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا نام رکھا جاوے۔ اربعہ ہے یا کیا، کہ جس قدر کم ہوتے جاویں وہ بڑھتے جاویں۔ (الحکم قادیان ۱۰۔اگست ۱۹۰۲ء ص ۹)

۹۔ اگست ۱۹۰۲ء کی ڈائری میں اڈیٹر الحکم نے لکھا ہے:

حضرت امام حسین کی فضیلت کے دلائل یا دعاوی جو سید علی حائری نے بیان کئے ہیں ان کے تذکرے پر حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے ایک موقع پر فرمایا کہ مخلوق پرست کبھی دانشمند نہیں ہو سکتے اور اب تو زمانہ بھی ایسا آ گیا ہے علمی تحقیقات اور ایجادوں نے خود دلوں پر ایک اثر کیا ہے اور لوگ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ یہ خیالی امور ہیں (الحکم قادیان ۱۷۔اگست ۱۹۰۲ء ص ٦)

اور اسی ۱۷۔اگست کے شمارے میں صفحہ ۹ پر مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں:

امام حسینؑ پر میری فضیلت سن کر یوں ہی غصہ میں آتے ہیں۔قرآن نے

کہاں امام حسینؑ کا نام لیا ہے، زید کا ہی نام لیا ہے۔ اگر ایسی ہی بات تھی تو چاہیے تھا کہ حسین کا نام بھی لے دیا جاا اور پھر ما محمد ابا ا حد من رجا لکم کہہ کر اور بھی ابوت کا خاتمہ کر دیا۔ اگر ا لّا حسین کہد یا ہوتا تو شیعہ کا ہاتھ پڑ سکتا تھا۔،

اخبار الحکم قادیان مورخہ ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۳ء میں

حائری لاہوری صاحب کی منطق

کے عنوان سے جناب نذر علی قادیانی لکھتے ہیں:

جناب من! آپ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا یہ قول تعریف المرء علی نفسه قبیح تو کل نقل کر دیا مگر انا کلام الله النا طق و هذا کلام الله الصا مت بھول گیا کیا یہ بھی تعلّٰی اور خودستائی پر دال ہے اور الہامی نہیں ہے۔

سلو نی قبل ان تفقدو نی بھی مشیخت اور خواہش نفسانی سے نکلا ہوا فقرہ ہے۔

افسوس آئمہ اہل بیت علیهم السلام کے اقتداء کا زبانی مدعی ہونا اور نسبت آئمہ سے اس قدر ناواقف ہونا خود ماننا اور اپنی تصنیفات میں لکھنا کہ آئمہ علیهم السلا م کے اقوال ظہور اور بطون پر مشتمل ہوتے ہیں اور وقت پر اس کو بھول جانا، آئمہ دین ہمیشہ علماء ظہور اور کٹ ملاؤں کے نشانہ ملامت رہے کوئی امام وقت ایسے اعتراضوں سے نہیں بچا اور نہ کوئی نبی اور ماموراس سے مستثنٰی رہا۔

امام زین العابدین علیہ السلام کو کہا گیا العیاذ باللہ یہ یہودیوں کی سی باتیں کرتا ہے

امام جعفر الصادق علیہ السلام کی نسبت کہا کہ یہ شخص ایسی باتیں بناتا ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے اور اپنی غیب دانی کا مدعی ہے۔

غرض کہ ہمارے اول المسلمین کو مجنون اور اس کے کلام پاک کو دیوانوں کی بڑ قرار دیا گیا۔
پناہ بخدا ایسے علماء سے، پھر جہلاء سے کیا شکوہ۔
مولوی جی کہاں مرزا صاحب نے خدا کی طرف حقیقتاً اپنی ولدیت کی نسبت کی ہے ..مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ یہ فقرہ اس جگہ از قبیل مجاز و استعارہ ہے....پھر آپ کی منطق بگھارنے سے فائدہ کیا اور اذ لا یولد الحارث الا بن حارث سے اپنی علمیت کا رنگ جمانا اور حادث اور قدیم کا اس پر حاشیہ چڑھانا سراسر نادانی اور تحکم ہے..دیکھو ید الله فوق ایدیهم میں رسول کے ہاتھ کو خدا نے اپنا ہاتھ فرمایا اور یہ مجاز اور استعارہ ہے نہ کچھ اور، یا بقول آپ کے واقعی خدا کا بھی ہاتھ ہمارے جیسا ہے یا رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ بن گیا تھا کیونکہ اگر مجاز اور استعارہ کے رنگ میں اس کو تسلیم نہ کیا جائے تو آپ کی منطق کے مطابق ہاتھ تو حادث چیز کا ہوتا۔ پھر خدا بھی حادث ہوا۔ اور اگر ایک ہاتھ ثابت ہوا، تو دوسرا ہاتھ خدا کا علی مرتضیٰ علیہ السلام کا ہاتھ ہوگا۔ پھر باقی جسم سر اور گردن کا ہونا لامحالہ لابدی ہے اس کو حسین اور بی بی صاحب کے اعضاء ظاہری پر قیاس کر لو اور پنجتن پاک علیہم السلام سے مکمل خدا بنا لو (دل ماشاد و چشم ما روشن)
مولانا صاحب اپنی منطق کے مطابق اس آیت کریمہ میں مشبہ مشبہ بہ کا عمل قائم کر کے ہم کو ذرہ سمجھا دیویں اور اس کی تفسیر کر کے معنی بتلاویں آپ کی عنایت ہوگی یاعلی انت منی بمنزلة هارون من موسی کیا جناب مولا علی المرتضیٰ علیہ السلام خارج میں ہارون بن گئے تھے، یا ہارون سے ان کی تشابہ تامہ تھی۔
خاکسار نذر علی از مقام رستم۔
(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۶)

حالات قادیانی خلاف آیات آسمانی (۱۹۰۱ء)

اس کا دوسرا نام
غلام احمد قادیانی کے اصلی حالات (۱۹۰۱ء)

اس کا تیسرا نام
مختلف اعتقاد قادیانی (۱۹۰۲ء)

(جناب منشی اللہ دتا صاحب جھنگوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

احقر العباد بندہ اللہ دتا ولد میاں احمد یار، ساکن شہر جھنگ، حال ملازم نہر عبدالحکیم علاقہ ضلع ملتان، بخدمت تمام اہل اسلام عرض کرتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اکثر کتابیں میرے پاس موجود ہیں اور اکثر اوقات میں ان کو پڑھتا ہوں۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے رسالہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۵ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۱۸۹۔۱۹۰) میں تحریر فرماتے ہیں:

مجھے کشفی طور سے اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ تیرھویں صدی کے پورا ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا، پہلے ہی سے تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی، اور وہ نام ہے غلام احمد قادیانی۔

اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں۔

اے بھائیو! جس دن میں نے ازالہ اوہام میں مرقومہ بالا عبارت کو پڑھا تو

میں نے بھی خداوند تعالی کی طرف یہ التجا کی کہ

اے میرے رب تو کاشف القلوب ہے اپنی خاص مہربانی سے میرے دل پر اعداد وحروف کے ذریعہ سے حق بات کو ظاہر کر دے۔

تو اسی دن مورخہ ۵۔اپریل ۱۹۰۱ء کو میرے دل پر الفاظ ذیل ظاہر ہوئے

بنیا (۴۵۳) ہے (۱۵) مسیح (۱۱۸) موعود (۱۲۶) اس کا (۸۲) تو (۴۰۶) والد (۴۱) موجود (۵۹)۔

کل اعداد ۱۳۰۰ھ

اور مورخہ ۲۳۔اپریل ۱۹۰۱ء کو میرے دل پر الفاظ ذیل القاء ہوئے:

غلام احمد قادیانی کو (۱۳۲۶) مسیح (۱۱۸) موعود (۱۲۶) کہنا (۷۶) بھی (۱۷) حق (۱۰۸)، نہیں (۱۱۵) ہے (۱۵)

کل اعداد: ۱۹۰۱ء

اور مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۰۱ء مطابق ۱۳۱۹ھ کو میں نے ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۳ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۴۰۹) میں دیکھا جہاں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

اس عاجز کا نام مسیح ابن مریم رکھ دیا اور اپنے الہام میں فرما دیا

جعلناك المسيح ابن مريم۔

اے بھائیو! الہام مرقومہ بالا کے پڑھنے کے بعد میں نے پھر خداوند تعالی کی طرف التجا کی کہ

اے کاشف القلوب اپنی خاص مہربانی سے میرے دل پر ظاہر کر دے کہ قادیانی کا یہ الہام تیری طرف سے ہے یا نہیں۔

تو خداوند تعالی نے میرے دل پر جو کچھ القاء کیا نقل کرتا ہوں:

جس (۶۳) شخص کی (۱۰۲۰) والدہ (۴۶) بی بی (۲۴) مریم (۲۹۰) نہو (۶۱)۔کیا (۳۱)۔وہ (۱۱)۔ابن (۵۳)۔مریم (۲۹۰)۔ہوا، (۱۲)؟

کل اعداد: ۱۹۰۱

خدا (۶۰۵) نے (۶۰) قادیانی کو (۲۰۲) مسیح (۱۱۸) یا عیسی (۱۶۱) بھی (۱۷) نہیں (۱۱۵) کہا (۲۶) ہے (۱۵)

کل اعداد: ۱۳۱۹

جس سے سن ہجری نکلتا ہے۔

میں نے پھر التجا کی کہ

اے میرے رب تو میرے دل پر ایسے الفاظ ڈال جو میرے سوال کا جواب بھی ہو اور جن کے اعداد ملانے سے سن عیسوی بھی پورا ہو۔ یعنی مطابق سن ہجری کے ہو۔

تو خداوند تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے میرے دل پر الفاظ ذیل القاء کر دیئے:

شیطانی الہام نے بھلا دیا ہوا،

کل عدد ۵۸۲ ہوئے۔

پس ۱۳۱۹ جمع ۵۸۲ کل عدد ۱۹۰۱ء بن گیا۔ یعنی سن عیسوی بھی پورا ہو گیا۔

پھر میں نے جعلناك المسيح ابن مريم کے عدد نکالے، تو کل ٦٦٦ ہوئے۔

پھر میں نے اللہ کی طرف التجاء کی تو میرے دل پر عبارت ذیل القاء ہوئی۔

تیس دجالوں سے بھی ہے۔،

عدد نکالے تو کل ٦٦٦ ہوئے۔ ذلك من فضل الله

میرا یہ دعویٰ ہرگز ہرگز نہیں کہ میں ملہم ہوں، لیکن اس بات سے بھی ہرگز ہرگز انکار نہیں ہے کہ جو کچھ خداوند تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے میرے دل پر القاء کیا ہے، وہ صحیح ہے۔ چنانچہ مورخہ یکم جولائی ۱۹۰۱ء کو میں نے خداوند تعالیٰ کی طرف پھر التجا کی

کہ اے کاشف القلوب اگر قادیانی کے دعووں کی بنا تیری مرضی کے خلاف پر ہے تو اس کو کس واسطے ہلاک نہیں کرتا؟

تو جواب کے طور پر میرے دل میں ذیل عبارت القاء ہوئی:

اے انسان خداوند تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور ہر ایک کام کی خدا کے نزدیک میعاد مقرر ہوتی ہے۔ اس کا ابتداء اور انتہا خدا کو معلوم ہوتا ہے۔

قادیانی جماعت کے باعث خدا ان لوگوں کا امتحان کر رہا ہے جو زبان سے کہتے تھے کہ ہم محقق ہیں ہم غیر مقلد ہیں، ہم راہ مستقیم پر ہیں، اور ہم قرآن

اور حدیث کے موافق اور مطابق چلیں گے۔اور قرآن کی آیات اور صحیح حدیث کے خلاف اگر کسی کا قول یا فعل ہوگا ہرگز نہ مانیں گے۔ بے شک خدا کے نزدیک بھی سیدھا اور پکا راستہ یہی تھا۔خود قادیانی اور اس کے مرید بھی زبان سے یہی کہتے تھے کہ ہم قرآن اور صحیح حدیث کے موافق اور مطابق عمل کرتے رہیں گے، لیکن خدا پر ان کے دل کا حال پوشیدہ نہ تھا اور نہ اب ہے۔

قادیانی اپنے الہام کو اب آیات قرآنی اور احادیث پر مقدم خیال کرتا ہے اور اس کے مرید اس کے کہنے کے مطابق عمل کرتے ہیں۔جن آیات یا احادیث کے جس طرح قادیانی معنی کردیوے، وہی معنی وہ صحیح جانتے ہیں اور جس حدیث کو قادیانی غیر صحیح کہہ دے اس کو غیر صحیح مان لیتے ہیں۔

اگر کوئی شخص ان کو کہہ دے کہ ان آیات یا احادیث کے معنی علمائے سابقہ نے تو اس طرح سے نہیں کئے ہیں جس طرح اب تم کرتے ہو، جواب یہ دیتے ہیں کہ علمائے سابقہ نے ان آیات اور احادیث کے اصلی معنی کو نہیں سمجھا، لیکن اب غلام احمد قادیانی پر بذریعہ الہام یا کشف وہ معنی کھل گئے ہیں۔

یہ وہی لوگ ہیں جو زبان سے کہتے تھے کہ بجز قرآن وحدیث ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔اب قادیانی کو اپنا امام بلکہ رسول بنالیا ہے حالانکہ اس کے تمام دعووں کی بناء خلاف آیات آسمانی ، الہام شیطانی پر ہے۔اے انسان تو میری توفیق سے لوگوں پر قادیانی کتابوں سے ظاہر کردے کہ قادیانی کے عقائد خداوند تعالی کی آیات کے بالکل خلاف ہیں۔ پہلے میری کلام سے آیات کو لکھ کر اور پھر قادیانی کی کتابوں سے اصل عبارت نقل کر، تاکہ جو شخص اس رسالہ کو پڑھے یا سنے اور پھر حق کی طرف رجوع نہ کرے تو آگاہ رہے کہ خدا تعالی شدید العذاب ہے۔،

پہلا باب: خداوند تعالی کی تعریف میں

قولہ تعالی:

لقد کفر الذین قا لوا ان الله هو المسیح ابن مر یم ۔قل فمن یملك من الله شیئاً ان اراد ان یهلك المسیح ابن مر یم و امه و من فی ا لا ر ض جمیعاً و لله ملك السما وا ت و ا لار ج و ما بینهما و یخلق ما یشا ء و الله علی کل شیء قدیـر(الما ئدة :۱۷)

(ترجمہ: یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالی مسیح ابن مریم اور اسکی والدہ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کون ہے جو اللہ تعالی پر کچھ بھی اختیار رکھتا ہو۔ آسمانوں اور زمین اور دونوں کے درمیان کا کل ملک اللہ ہی کا ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے)

(اس آیت میں اللہ نے اپنی قدرت کاملہ اور ملکیت تامہ کا بیان فرمایا ہے۔ مقصد عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح کا رد و ابطال ہے۔ حضرت مسیح کے عین اللہ ہونے کے قائل پہلے تو کچھ ہی لوگ تھے یعنی ایک ہی فرقہ۔ یعقوبیہ، کا یہ عقیدہ تھا لیکن اب تقریباً تمام عیسائی الوہیت مسیح کے کسی نہ کسی انداز سے قائل ہیں۔ اسی لئے مسیحیت میں اب عقیدہ تثلیث یا اقانیم ثلاثہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ بہر حال قرآن نے اس مقام پر تصریح کر دی کہ کسی پیغمبر اور رسول کو الٰہی صفات سے متصف کر دینا کفر صریح ہے۔ صلاح الدین یوسف)

قولہ تعالی: لیس کمثله شیء و هو السمیع البصیر۔(الشوری:۱۱)

(اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے) (یعنی نہ ذات میں نہ صفات میں کوئی اس جیسا ہے۔ پس وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے واحد اور بے نیاز۔ صلاح الدین یوسف)

نہیں ہے مانند اس کے کوئی چیز اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

قولہ تعالی: و جعلوا له من عباده جز ء ا ان ا لا نسا ن لکفور مبین ۔ الزخرف: ۱۵) (اور انہوں نے اللہ کے بعض بندوں کو اس کا جزء ٹھہرا دیا یقیناً انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے۔)

(عباد سے مراد فرشتے اور جزء سے مراد بیٹیاں یعنی فرشتے، جن کو مشرکین اللہ کی بیٹیاں قرار

دے کر ان کی عبادت کرتے تھے۔ یوں وہ مخلوق کو اللہ تعالی کا شریک اور اس کا جزء مانتے تھے حالانکہ وہ ان چیزوں سے پاک ہے۔ بعض نے جزء سے یہاں نذر نیاز کے طور پر نکالے جانے والے وہ جانور مراد لئے ہیں جن کا ایک حصہ مشرکین اللہ کے نام پر اور ایک حصہ بتوں کے نام پر نکالا کرتے تھے جسکا ذکر سورہ الانعام آیت ۱۳۶ میں ہے۔ صلاح الدین یوسف)

قولہ تعالی انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول له کن فیکون ۔

(سوائے اس کے نہیں کہ حکم اس کا جب چاہے پیدا کرنا، کسی چیز کا یہ کہ کہتا ہے واسطے اس کے ہو۔ پس ہو جاتا ہے)۔

قولہ تعالی: و الله یحکم لا معقب لحکمه ۔

(اور اللہ تعالی حکم کرتا ہے نہیں کوئی موڑنے والا حکم اس کا)۔

اے بھائیو! خداوند تعالی اپنی تمام مخلوقات سے نرالا ہے یعنی کسی چیز کو اس کی ذات میں اور صفات میں ہرگز ہرگز شراکت نہیں ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کے حکم کو کوئی نہیں موڑ سکتا۔

قادیانی کا اعتقاد خدا کی نسبت

فتح الاسلام صفحہ ۱۵ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۱۱) میں مرزا قادیانی لکھتا ہے:

خداوند تعالی نے ہمیشہ استعاروں سے کام لیا ہے اور طبع اور خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک نام دوسرے پر وارد کرتا ہے۔

جائے تعجب ہے کہ وہ خداوند جو قادر اور قہار اور غالب ہے بقول مرزا غلام احمد قادیانی ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہو، باوجودیکہ اس کو کسی چیز کا ہرگز خوف بھی نہیں ہے۔ ایسی بات بعید از عقل ہے۔

توضیح المرام صفحہ ۲۱ : (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۶۱) ۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

اوپر کی طرف سے مراد وہ اعلی درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے جو اول بندہ کے دل میں بارادہ الہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ

کا حکم رکھتی ہے ایک مستحکم رشتہ اور شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الٰہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔

اس عبارت میں اہل انصاف کے لئے چند فقرے غور طلب ہیں:

۱۔ بندہ کی محبت رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

۲۔ خدا تعالی اور بندہ کی محبت درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہے۔

۳۔ خداوند تعالی اور بندہ کی محبت کے مل جانے سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔

توضیح المرام صفحہ ۷۵ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۹۰) میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

اس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھلانے کے لئے تخیلی طور پر ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ، بے شمار پیر، ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج، اور لا انتہاء عرض اور طول رکھتا ہے۔ اور تنید وے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں۔ یہ وہی اعضا ہیں جن کا دوسرے لفظوں میں عالم نام ہے۔ جب قیوم عالم کوئی حرکت جزوی یا کلی کرے گا تو اس کی حرکت کے ساتھ اس کے اعضاء میں حرکت کا پیدا ہو جانا ایک لازمی امر ہوگا۔ اور وہ اپنے تمام ارادوں کو انہیں اعضاء کے ذریعہ سے ظہور میں لائے گا نہ کسی اور طرح سے۔،

مرزا قادیانی کی اس تحریر میں بھی چند فقرات غور طلب ہیں:

۱: خداوند تعالی کے بے شمار ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں۔

۲: خداوند تعالی عرض اور طول رکھتا ہے۔

۳: خداوند تعالی کی تندوے جانور کی طرح تاریں بھی ہیں۔

۴۔ خداوند تعالی اپنے تمام ارادوں کو انہی اعضاء کے ذریعہ سے ظہور میں لائے گا، نہ کسی اور طرح سے۔

مرزا قادیانی کا اس خداوند تعالی کی نسبت جو مثل اور مانند سے پاک ہے، اور جو بلا اسباب کن کہنے سے جو چاہے پیدا کرسکتا ہے، اور اپنے تمام ارادوں کو بغیر کسی ذریعہ کے طرفۃ العین میں ظہور میں لاسکتا ہے، یہ تحریر کرنا کہ وہ اپنے تمام ارادوں کو انہیں اعضاء کے ذریعہ سے ظہور میں لائے گا نہ کسی اور طرح سے، انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون کے خلاف ہے۔

توضیح المرام صفحہ ۷۶ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۹۰) میں مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارت یوں ہے:

پس درحقیقت یہی سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ یہ تمام عالم اس وجود اعظم کے لئے بطور اعضاء کے واقعہ ہے اور اسی وجہ سے وہ قیوم العالمین کہلاتا ہے کیونکہ جیسی جان اپنے بدن کی قیوم ہوتی ہے ایسا ہی وہ تمام مخلوقات کا قیوم ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نظام عالم بگڑ جاتا۔

ف: مرزا قادیانی کی اس عبارت سے صاف طور پر ظاہر ہورہا ہے کہ درحقیقت یہ بالکل سچ ہے کہ یہ تمام عالم اس وجود اعظم کے لئے بطور اعضاء کے واقع ہے آیت لیس کمثله شیء۔ اور نیز آیت و جعلوا له من عباده جزء ان الانسان لکفور مبین کے صاف خلاف ہے۔

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

براہین احمدیہ میں خدا نے مجھے کہا:

انت منّی بمنزلة توحیدی و تفریدی۔

یعنی تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔

اس الہام سے ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی توحید اور تفرید کا مرتبہ تو رکھتے تھے لیکن پورا خدا ہونے کے واسطے ابھی کچھ دیر ہوگی (دیکھو اس باب کے اخیر عبارت کو جو مرزا قادیانی نے ۲۳ اپریل ۱۹۰۲ء کو تحریر کیا وہاں نقل موجود ہے خدا سے برابر ہونے کا دعوی کردیا) معاذ اللہ عاجز انسان ہوکر ایسا دعوی کرنا فرعونیت نہیں تو اور کیا ہے۔

ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۱۷ (قادیانی خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۱) میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

مجھے یہ الہام ہوا: انّ اللّٰہ معك انّ اللّٰہ یقوم این ما قمت ۔
یعنی تیرا خدا تیرے ساتھ ہے۔ خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔
بے جا فخر ہو تو ایسا ہی ہو۔ آپ ہی مدعی اور آپ ہی گواہ۔ کیا عمدہ ثبوت ہے
دیکھو اخبار الحکم نمبر ۸ ج ۵۔ ۳ مارچ ۱۹۰۰ء ص ۱۴۔ میں مولوی عبد الکریم سیالکوٹی،
مرزا غلام احمد قادیانی سے روایت کرتے ہیں:

ایک روز کا سر الصلیب فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس قدر جوش مجھے نصرانی مذہب کے استیصال (بیخ کنی) کیلئے ہے۔
پس اس کو ان لفظوں میں ادا کر سکتا ہوں کہ مجھے اس اعتقاد کی تباہی کے لئے اتنا جوش ہے کہ جتنا خود خدا کو۔ (مرزا قادیانی کا مذہب عجیب ہے۔ تحفہ قیصریہ ص ۱۴ خزائن ج ۱۲ ص ۲۶۶ میں لکھتے ہیں:

اے قیصرہ ملکہ معظّمہ ہمارے دل تیرے لئے دعا کرتے ہوئے جناب الٰہی میں جھکتے ہیں اور ہماری روحیں تیرے اقبال اور سلامتی کے لئے حضرت احدیت میں سجدہ کرتی ہیں۔،
کجا عیسویت کی بیخ کنی اور کجا دعا)

سبحان اللہ! کیا عجیب مرزا قادیانی کا یہ فقرہ ہے کہ نصاری مذہب کی تباہی کے لئے اس خداوند قادر اور قہار کو بھی جو طرفۃ العین میں تمام جہان کو ہلاک کر سکتا ہے بقول مرزا قادیانی نصاری مذہب کی بیخ کنی کے لئے مرزا قادیانی کے مساوی جوش ہو ۔شرم شرم شرم! ایسے اعتقاد پر۔
نیز دیکھو (اخبار الحکم نمبر ۵ ج ۵ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۰۱ء ص ۱۲) میں مولوی عبد الکریم سیالکوٹی لکھتا ہے:

ہاں رب محمد نے احمد قادیانی پر وہ تجلی ظاہر کی کہ وہ خدا جو دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہو چکا تھا، وہ خدا جس کی کرسی پر ایک عورت کے بچے کو ظلم و زور کی راہ سے بٹھایا گیا، مردوں میں سونے والے کو جس کی صفات سے متصف قرار دیا گیا، اس نے غلام احمد قادیانی کے وجود میں اپنی چمکار دکھائی وہ اس روشنی سے منور ہو کر میدان میں نکلا اور اس نے دنیا کو پکار کر کہا:

آں خدائے کہ از و اہل جہاں بے خبر اند
برہمن جلوہ ہنود است اگر اہلی بپذیر

اس نے چلا چلا کر خواب گراں میں سونے والوں کو جگایا اور بتایا کہ میں نے ایک بیش قیمت ہیرا پایا ہے، اور وہ ہیرا خدا ہے۔ اب اس وقت اسی رنگ میں اس نے للکار کر کہا کہ

ان کنتم تحبّو ن اللہ فا تّبعو نی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم یعنی میری اطاعت کرو، محبوب الٰہی بن جاؤ گے۔ گناہ سوز فطرت تمھیں دی جائے گی احمد کی اطاعت اور محمد کی اطاعت ایک ہی ہے اس وقت اسم احمد کی تجلی ہو رہی ہے۔

اس عبارت میں اہل انصاف کے لئے چند امور غور طلب ہیں:

۱۔ خدا دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہو چکا تھا۔

۲۔ وہ خدا جو علی کل شیء قدیر ہے آدمیوں نے ظلم اور زور کی راہ سے اس کی کرسی پر ایک عورت کے بچے کو بٹھا دیا۔

۳۔ خدا نے اپنی چمکار غلام احمد کے وجود میں دکھائی

۴۔ غلام احمد نے ایک بیش قیمت ہیرا پایا۔ وہ ہیرا خدا ہے۔

۵۔ بقول عبدالکریم سیالکوٹی اگر کوئی شخص خدا کا دوست بننا چاہے تو مرزا غلام احمد کی اطاعت کرے۔

۶۔ غلام احمد اور محمد ﷺ کی اطاعت ایک ہی ہے۔

۷۔ اس وقت اسم احمد کی تجلی ہو رہی ہے۔

بے جا تعریف اور نکما فخر تو بیا ہی ہو، اور اپنے کہنے کی آپ ہی تصدیق کرنا کیا عمدہ ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو غلط فہمی سے بچاوے آمین ثم آمین و لعنۃ اللہ علی الکاذبین

ایک اور عجیب حال سنو اور توبہ کرو۔ دیکھو دافع البلاء مورخہ ۲۳۔ اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۸ (قادیانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۸) میں مرزا قادیانی اپنے عربی الہام کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اصل عبارت نقل کرتا ہوں:

یہ دن خدا کی مدد اور فتح کے ہوں گے۔ میں نے تجھ سے ایک خرید وفروخت کی ہے۔یعنی ایک چیز میری تھی جس کا تو مالک بنایا گیا، اور ایک چیز تیری تھی جس کا میں مالک بن گیا۔تو بھی اس خرید وفروخت کا اقرار کر اور کہہ دے کہ خدا نے مجھ سے خرید وفروخت کی (اصل عبارت جو رسالہ میں درج ہے انت منی بمنزلة او لا دی انت منی و انا منك) تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد،تو مجھ میں سے ہے اور میں تجھ میں سے ہوں (اس شخص کے قول وفعل کا کوئی اعتبار نہیں کہیں خدا بنتا ہے کہیں خدا کا باپ اور کہیں خدا کا بیٹا معاذ اللہ)

اس عبارت سے بقول مرزا غلام احمد قادیانی چند امور ثابت ہیں:

۱، مرزا قادیانی کے پاس کوئی ایسی چیز تھی جس کا خدا مالک نہ تھا۔یا وہ چیز خدا کے پاس نہ تھی ۔اس واسطے مرزا قادیانی سے تبادلہ کیا۔

۲۔خدا نے مرزا قادیانی کو کہا کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد۔

۳۔خدا نے مرزا قادیانی کو کہا کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

اہل انصاف غور فرمائیں کہ ان سے زیادہ اور کیا کلمات کفر ہوں گے۔دیکھو قرآن مجید میں تو لم یلد و لم یو لد موجود ہے

اور و لم یتخذ و لدا بھی موجود ہے۔

اور للہ ما فی السما وا ت و ا لا ر ض بھی موجود ہے۔

اور یا ایّھا النّاس انتم الفقرا ء الی اللّٰہ و اللہ ھو الغنی الحمید (اے لوگو!تم محتاج ہو طرف اللہ کے اور اللہ وہ ہے بے احتیاج،تعریف کیا گیا) موجود ہے۔

تاہم مرزا قادیانی کا ہی حوصلہ ہے کہ خدا تعالی کی نسبت یہ تحریر کرنا کہ مجھ سے خدا نے تبادلہ کیا جس چیز کا وہ پہلے مالک نہ تھا۔

اللہ اپنے فضل وکرم سے تمام مسلمانوں کو ایسے شخص کے شر سے بچاوے

دوسرا باب: خدا کی اولاد ہے، نہ جورو

و قل الحمد للہ الذی لم یتخذ و لداً و لم یکن لہ شر یك فی الملك و لم یکن لہ و لیّ من الذلّ و کبرہ تکبیراً (الا سراء: ۱۱۱)

اور یہ کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے، نہ اپنی بادشاہت میں کسی کو شریک وساجھی رکھتا ہے، اور نہ وہ کمزور ہے کہ اسے کسی حمایتی کی ضرورت ہو، اور تو اس کی پوری پوری بڑائی بیان کرتا رہ)

الذی له ملك السما وا ت و ا لا ر ض و لم یتّخذ ولداً و لم یکن له شر یك فی الملك و خلق کل شیء فقدره تقدیرا ۔ (الفرقان:۲)

(اسی اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی، اور وہ کوئی اولاد نہیں رکھتا، نہ اس کی سلطنت میں کوئی اس کا ساجھی ہے اور ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے)

و لا تقو لوا ثلا ثة انتهوا خیر ا لکم انما الله اله وا حد سبحانه ان یکو ن له و لد ۔اور مت کہو تین ہیں ۔ باز رہو بہتر ہوگا واسطے تمہارے سوا اس کے نہیں معبود اکیلا ہے پاکی ہے اس کو اس سے کہ ہووے واسطے اس کے اولاد

لقد کفر الذین قا لوا انّ الله ثا لث ثلا ثة، و ما من اله ا لا اله واحد، و ان لم ینتهوا عما یقو لو ن لیمسّنّ الذین کفروا منهم عذا ب الیم ۔(المائدۃ:۷۳) (ترجمہ: وہ لوگ بھی قطعاً کافر ہو گئے جنہوں نے کہا اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ دراصل سوا اللہ تعالی کے کوئی معبود نہیں ۔ اگر یہ لوگ اپنے اس قول سے باز نہ رہے تو ان میں سے جو کفر پر رہیں گے، انہیں الم ناک عذاب ضرور پہنچے گا)

(یہ عیساؤں کے دوسرے فرقے کا ذکر ہے جو تین خداؤں کا قائل ہے جن کو وہ اقانیم ثلاثہ کہتے ہیں ۔ انکی تعبیر وتشریح میں اگر چہ خود ان کے مابین اختلاف ہے تاہم صحیح بات یہی ہے کہ اللہ کے ساتھ، انہوں نے حضرت عیسی اور ان کی والدہ حضرت مریم کو بھی الہ (معبود) قرار دے لیا ہے جیسا کہ قرآن نے صرحت کی ہے اللہ تعالی قیامت والے دن حضرت عیسی سے پوچھے گا ء أنت قلت للناس اتّخذو نی و امّی الهین من دو ن الله ۔المائدۃ:۱۱۶۔ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنا لینا ۔

اس سے معلوم ہوا کہ عیسی اور مریم ان دونوں کو عیسائیوں نے الہ بنایا۔ اور اللہ تیسرا الہ ہوا، جو ثالث ثلاثہ تین میں کا تیسرا کہلایا۔)

و قا لوا اتّخذ الرّ حمن و لدا۔ لقد جئتم شیئاً اداً ۔ تکاد السماوات یتفطّر ن منه و تنشق الا ر ض و تخرّ الجبا ل هدا۔

ان دعوا للر حمن و لدا ۔(مریم:۸۸۔۹۱) (ان کا قول تو یہ ہے کہ اللہ رحمٰن نے بھی اولاد اختیار کی ہے ۔یقیناً تم بہت بری اور بھاری چیز لائے ہو۔قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہو جائیں کہ وہ رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے)

ان آیات سے چند امور صاف طور پر ظاہر ہیں:

۱۔اللہ تعالی نے کسی کو بیٹا نہیں پکڑا ہے۔

۲۔اللہ تعالی کا کوئی اس کے ملک میں شریک نہیں ہے۔

۳۔اللہ تعالی نے تین کہنے سے لوگوں کو منع کیا۔

۴۔اللہ تعالی اکیلا معبود ہے۔

۵۔اللہ تعالی اس بات سے بھی پاک ہے کہ اس کے لئے اولاد ہو۔

۶۔وہ لوگ کافر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تیسرا ہے تین میں کا۔

۷۔جو لوگ تین کہنے سے باز نہ آویں گے،تو ان کافروں کو دردناک عذاب ہوگا۔

۸۔جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پکڑی ہے رحمٰن نے اولاد، یہ ایسا کلمہ ہے کہ اس کے سننے سے نزدیک ہے کہ پھٹ جاویں آسمان اور زمین شق ہو جاوے اور پہاڑ گر پڑیں کانپ کر۔

قادیانی خود کو بطور استعارہ ابن اللہ کہتا ہے

اور توضیح مرام صفحہ ۲۲ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس مقام اور اس مرتبہ کی محبت میں بطور استعارہ یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ کہ خدا تعالی کی محبت سے بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو بارادہ الٰہی اب محبت سے بھر گئی ہے ایک نیا تولد بخشتی ہے۔اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالی کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے اور چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کے لئے ضروری

ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ سمجھ لیا ہے۔

اس جگہ مرزا صاحب قادیانی نے نصاریٰ کی تقلید کی ہے یعنی ان کے ہم اعتقاد ہوئے ہیں دیکھو خط اول یوحنا باب ۷ آیت ۷۔

تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح القدس۔ یہ تینوں ایک ہیں۔

جیسے نصاریٰ محبت کے ذریعہ سے خدا کے فرزند ہونے دعوے دار ہوئے ہیں ویسے ہی مرزا قادیانی بھی ہیں۔اگر کچھ فرق ہے،تو صرف چال بدلنے کا ہے۔ ورنہ دعویٰ دونوں کا ایک ہی ہے کہ ہم محبت کے باعث خدا کے فرزند ہیں۔

توضیح المرام صفحہ ۲۷ میں مرزا صاحب قادیانی تحریر کرتے ہیں کہ:

مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں

مرزا غلام احمد قادیانی یہاں بطور استعارہ ابنیت کے مدعی ہوئے ہیں۔

ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۹ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

مثالی صورت کے طور پر یہی عیسیٰ بن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی والد روحانی ہے کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ میں سے کسی سلسلہ میں یہ داخل ہے پھر اگر ابن مریم نہیں تو کون ہے۔

اس جگہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بغیر باپ کے پیدا ہونا خود تسلیم کیا ہے اور اپنی کتابوں میں اکثر جگہ لکھتے ہیں کہ میرے والد کا نام مرزا غلام مرتضیٰ ہے۔، پھر بغیر باپ کے پیدا ہونے کا مدعی ہونا بعید از عقل ہے۔

ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۴ میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

پھر جب انسانیت پر فنا طاری ہونے کے وقت میں ایک ایسے ہی انسان کی ضرورت تھی جس کا محض خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے تولد ہوتا جس کا آسمان پر ابن مریم نام ہے تو کیوں خدا تعالیٰ کی قادریت اس ابن مریم کے پیدا کرنے سے مجبور رہ سکتی۔ سو اس نے محض اپنے فضل سے بغیر وسیلہ کے زمینی

والد کے اس ابن مریم کو روحانی پیدائش اور روحانی زندگی بخشی۔ جیسا کہ اس نے خود اس کو الہام میں فرمایا:

ثم ا حيينا ك بعد ما اهلكنا القرو ن ا لا و لى و جعلنا المسيح ابن مر يم

اس جگہ مرزا قادیان نے صاف طور پر لکھا ہے کہ خدا نے مجھے بغیر وسیلہ کسی زمینی والد کے پیدا کیا۔ اور پھر اپنے آپ کو ابن مریم بھی تسلیم کیا ہے۔

مرزا قادیانی کا زمینی والد سے انکار کرنا، یہ صاف ظاہر کررہا ہے کہ اس کی پیدائش کا ذریعہ انسانی نطفہ سے نہیں ہے۔ مگر جائے تعجب ہے کہ اکثر جگہ اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ میرے والد کا نام مرزا غلام مرتضیٰ ہے۔ ایسا لکھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور نیز میں نے معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ مرزا قادیانی کی والدہ صاحبہ کا نام بھی مریم نہیں ہے۔ پھر مریم کا بیٹا کہلانا بھی خلاف قرآن مجید ہے۔ قولہ تعالی:

الذين يظا هرون منكم من نسا ئكم مّا هنّ امّها تهم ۔ان امهاتهم ا لا الى و لد نهم ۔(المجادلۃ:۲)(تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی انہیں ماں کہہ بیٹھتے ہیں) وہ دراصل ان کی مائیں نہیں بن جاتیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے)

یعنی نہیں مائیں ان کی جنہوں نے جنا ہے ان کو۔

اگر یہاں یہ سوال ہو کہ انبیاء علیهم السلا م کی عورتیں مومنوں کی مائیں ہیں تو جواب یہ ہے کہ اگرچہ تمام انبیاء کرام کی عورتیں بلحاظ ادب تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں، لیکن جو حکم قرآن دیتا ہے وہ یہ ہے قولہ تعالی:

و ازاوا جه امها تهم ۔ یعنی محمد ﷺ کی عورتیں تمہاری مائیں ہیں

اور جائے تعجب تو یہ امر ہے کہ زمینی والد سے تو صاف انکار اور مریم کے بیٹا کہلانے کے اور خدا کو باپ کہنے کے بھی مدعی ہیں۔ اس جگہ بھی مرزا قادیانی نے نصاریٰ کی تقلید کی ہے۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۳ آیت ۹۔

کسی کو اپنا باپ زمین پر مت کہو کیونکہ ایک تمہارا باپ ہے جو آسمان پر ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ان کے اسی قول کی حکایت موجود ہے:

نحن ابناء اللہ یعنی ہم اللہ کے بیٹے ہیں

اخبار الحکم نمبر۴۴ ج ۴ص ۶ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

خدا نے ۴ دسمبر ۱۹۰۰ء کو مجھے یہ الہام کیا: انت منی بمنزلة او لادی

اس جگہ مرزا غلام احمد قادیانی صاف طور پر خدا کے بیٹا ہونے کے مدعی ہوئے ہیں۔ اگر یہ سوال ہو کہ خدا نے بذریعہ الہام مرزا قادیانی کو کہا ہے، تو جواب دو طرح پر ہے:

اول یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا الہام ایسا ہے جیسا کوئی اپنے دعوی کا آپ ہی گواہ بن جائے۔

دوسرا کوئی عقل مند مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کے ایسے الہام کو جو خلاف آیات قرآن مجید ہوگا ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کرے گا۔ بلکہ اس کو شیطانی یا بناوٹی ضرور خیال کرے گا دیکھو اللہ تعالی تو قرآن شریف میں فرماوے:

لم یلد و لم یولد و لم یکن له کفوا احد

اور نیز فرماوے: لم یتخذ ولداً

اور نیز فرماویں: لا تقولوا ثلاثة؛

اور نیز فرماویں

لقد کفر الذین قالوا ان الله ثالث ثلاثه

(یعنی البتہ کافر ہوئے وہ لوگ کہ کہتے ہیں تحقیق اللہ تیسرا ہے تین میں کا)۔

نیز فرماویں:

و قالوا اتّخذ الرّحمن ولدا۔ لقد جئتم شیئاً اداً۔تکاد السماوات یتفطّرن منه و تنشق الارض و تخرّ الجبال هدا۔ ان دعوا للرحمن ولدا۔(مریم:۸۸۔۹۱)

(ان کا قول تو یہ ہے کہ اللہ رحمٰن نے بھی اولاد اختیار کی ہے۔ یقیناً تم بہت بری اور بھاری چیز لائے ہو۔ قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہو جائیں کہ وہ رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے)

خداوند تعالی تو ایسا بیان فرماویں جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا اور بقول مرزا غلام

احمد قادیانی وہی خدا تع لی ،مرزا قادیانی کو یہ الہام کرے:

انت منی بمنز لة او لا دی

یہ بات بعید از عقل ہے بلکہ جو شخص مرزا قادیانی کے اس الہام کو سچا جانے، وہ شخص قرآن شریف پر ہر گز ایمان نہیں لایا ہے۔

دیکھو مدعی بھول گیا اور ہار گیا۔ خدا نے حق ظاہر کر دیا

فتح مسیح صفحہ ۴۳ (قادیانی خزائن ج ۹ ص ۴۴۳) میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

یہ بات خود غلط ہے کہ خدا کو باپ قرار دیا جائے اور اس سے زیادہ تر نادان اور بے ادب کون ہوگا کہ باپ کا لفظ خدا تعالیٰ پر اطلاق کرے۔

افسوس تو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا پہلا لکھا ہوا یاد نہیں رہتا۔ اس باب میں جو کچھ مرزا قادیانی کی کتابوں سے اصل عبارت معہ پتہ نقل کر چکا ہوں، اہل انصاف پر ہر گز پوشیدہ نہیں رہا ہوگا۔

اور اگر یہ سوال ہو کہ مرزا قادیانی نے یہاں ایسا کیوں لکھا، تو جواب یہ ہے کہ پادری فتح مسیح کو جواب کے طور پر یہ لکھا، چنانچہ اسی رسالہ فتح مسیح (قادیانی خزائن ج ۹ ص ۴۴۱) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اگر کہو کہ انجیل نے یہ سکھلا کر کہ خدا کو باپ کہو محبت ذاتی کی طرف اشارہ کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال سراسر غلط ہے۔

مرزا قادیانی کا عجیب حال ہے۔ توضیح مرام صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں:

اس وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالیٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہو جاتا ہے۔

اور توضیح المرام صفحہ ۲۷ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۶۴) میں یہ لکھا ہے:

اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

آخر ماہ دسمبر ۱۹۰۰ء میں اخبار الحکم میں یہ الہام لکھ دیا کہ خدا نے مجھے کہا ہے انت منی بمنز لة او لا دی اور فتح المسیح میں لکھ دیا کہ جو شخص باپ کا لفظ خدا تعالیٰ پر اطلاق کرے وہ نادان اور بے ادب ہے۔ شرم شرم شرم

اے پروردگار! جہاں اپنے فضل سے ہم سب مسلمانوں کو کج فہمی سے بچا اور ایسے شخص کے شر سے اور لوگوں کو بھی نجات دے جو اس کے دام میں آ گئے ہیں۔ آمین

تیسرا باب: ختم نبوت کے ثبوت میں

ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول الله و خاتم النبيين و کان الله بکل شیء علیما۔(الاحزاب:۴۰)۔

(لوگو) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں لیکن آپ اللہ تعالی کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے اور اللہ تعالی ہر چیز کا (بخوبی) جاننے والا ہے)

(اسلئے وہ زید بن حارثہؓ کے بھی باپ نہیں ہیں، جس پر انہیں موردطعن بنایا جا سکے کہ انہوں نے اپنی بہو سے نکاح کیوں کر لیا؟ بلکہ ایک زیدؓ ہی کیا، وہ تو کسی بھی مرد کے باپ نہیں ہیں کیونکہ زیدؓ تو حارثہ کے بیٹے تھے، آپ ﷺ نے تو انہیں منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا اور جاہلی دستور کے مطابق انہیں زید بن محمد کہا جاتا تھا حقیقتاً وہ آپ ﷺ کے سلبی بیٹے نہیں تھے اسی لئے ادعوھم لآ بائھم کے نزول کے بعد انہیں زید بن حارثہ ہی کہا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کے تین بیٹے قاسم، طاہر، طیب ہوئے اور ایک ابراہیم بچہ ماریہ قبطیہؓ کے بطن ہوا لیکن یہ سب کے سب بچپن میں ہی فوت ہو گئے، ان میں سے کوئی بھی عمر رجولیت کو نہیں پہنچا۔ بنابریں آپ ﷺ کی صلبی اولاد میں سے بھی کوئی مرد نہیں بنا کہ جسکے آپ باپ ہوں (ابن کثیر) خاتم مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل ہی کو کہا جاتا ہے یعنی آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعوی کرے گا وہ نبی نہیں، کذاب و دجال ہوگا۔ احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اسپر پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ قیامت کے قریب حضرت عیسی کا نزول ہوگا جو صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے، تو وہ نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے بلکہ نبی ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے اس لئے ان کا نزول عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں)

قادیانی نبوت اور وحی کا مدعی ہے

ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۳۸۶) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

بقول مرزا قادیانی براہین احمد یہ خدا کی کتاب ہوئی اور اس میں خدا نے مرزا قادیانی کو کہا کہ تو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔

یہ کیا عمدہ ثبوت ہے کہ اپنے قول کی آپ ہی تصدیق کر دی۔ مگر افسوس ہے ایسے شخص کی عقل پر کہ اپنے دعوی کی آپ ہی مرزا قادیانی تکذیب کرتے ہیں۔ دیکھو مدعی بھول گیا اور ہار گیا اور خدا نے حق ظاہر کر دیا۔

آسمانی فیصلہ خزائن ج ۴ صفحہ ۳۱۳ میں لکھتے ہیں:

میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں

برخلاف اس تحریر کے پھر بھی مرزا قادیانی نبوت کے کھلے طور پر مدعی ہیں جیسا دافع البلاء صفحہ ۷ میں مورخہ ۲۳۔ اپریل ۱۹۰۲ء کو لکھتے ہیں:

خدا نے مجھے کہا ہے کہ میرے رسول کو میرے پاس کچھ خوف اور غم نہیں۔ میں نگاہ رکھنے والا ہوں۔ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔،

اور اسی رسالہ کے صفحہ ۱۰ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:

خدا قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور تمام امتیوں کے لئے نشان ہے۔،

کیا اب بھی کوئی مرزائی یہ کہہ سکتا ہے کہ مرزا قادیانی نبوت کے مدعی نہیں ہے اور بقول خود دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں۔

پھر ازالہ اوہام صفحہ ۱۶۲ میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

هو الّذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحق ليظهره علی الدين كله انا انز لنا ہ قر يباً من القا د يا ن۔ یہ پیشین گوئی ہے جو پہلے سے قرآن مجید میں انہیں دنوں کے لئے لکھی گئی ہے

اس جگہ مرزا غلام احمد قادیانی بشہادت قرآن، رسول اور ہادی ہونے کے مدعی ہوئے ہیں۔

ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۴۶۳) میں لکھتے ہیں:

اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور عیسی اور احمد اپنے

جلالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی طرف اشارہ ہے
مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمه احمد۔
مگر ہمارے حضرت نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں۔یعنی جامع جلال اور جمال ہیں۔لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشین گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسوی رکھتا ہے بھیجا گیا۔

اس جگہ مرزا غلام احمد قادیانی کھلے طور پر مبشر رسول ہونے کے جس کا نام احمد ہے اب بھی مدعی ہوئے۔مگر افسوس کہ مرزا قادیانی کو اپنا پہلا لکھا ہوا بھول جاتا ہے، چنانچہ اخبار الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۱ء میں لکھتے ہیں:

غرض اس قسم کے بہت وجوہ ہیں جن سے آپ کا نام محمد رکھا گیا۔ پھر آپ کا ایک اور نام بھی رکھا گیا وہ احمد ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح نے اسی نام کی پیش گوئی کی تھی مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمه احمد

امام الزمان ایسا ہی ہو جس کو اپنا پہلا لکھا ہوا یاد نہ رہے۔

نیز ازالہ اوہام صفحہ ۸۵۵ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور جو الہام آج تک اس بارہ میں ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:
اذا عزمت فتوکل علی الله و اصنع الفلك باعیننا و وحینا الذین یبا یعونك انما یبا یعون الله ید الله فوق ایدیهم
یعنی جب تو نے اس خدمت کے لئے قصد کرلیا تو خدا پر بھروسہ کر اور یہ کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کریں گے وہ تجھ سے نہیں بلکہ خدا سے بیعت کریں گے خدا کا ہاتھ ہوگا جو ان کے ہاتھ پر ہوگا۔

اہل انصاف غور کریں۔ یہ صاف طور پر نبوت اور وحی کا دعوی نہیں تو اور کیا ہے؟ لعنت الله علی الکا ذبین

آسمانی فیصلہ ٹائٹل باراول (قادیانی خزائن ج ۴ ص ۳۰۹) کے شروع ہی کے ورق پر مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

یا حسرة علی العباد ما یأتیهم من رسول الا کانوا به یستهزؤون۔ اے حسرت بندوں پر ایسا کوئی رسول ان کے پاس نہ آیا جس سے انہوں

نے ٹھٹھانہ کیا ہو۔،

اس جگہ رسول ہونے کا کھلا دعوی نہیں تو اور کیا ہے؟

اور رسالہ ضرورۃ الامام صفحہ ۲۴ (قادیانی خزائن ج ۱۳ص ۴۹۵) میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

امام الزمان میں ہوں اور یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی، رسول، محدث، مجدد، سب داخل ہیں ۔،

اہل انصاف غور کریں یہ نبی اور رسول ہونے کا کھلے طور پر دعوی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اب بھی کوئی مرزائی انکار کرسکتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبوت کے مدعی نہیں ہیں۔

توضیح المرام صفحہ ۱۸ (قادیانی خزائن ج ۳ص ۶۰) میں مرزا تحریر کرتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالی کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہوکر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں ہوتی مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالی سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتا ہے امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجائے اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔،

اہل انصاف کے لئے اس عبارت بالا سے چند فقرات غور طلب ہیں جن سے مرزا قادیانی کا مدعی نبوت ہونا صاف ظاہر ہورہا ہے۔

۱۔ یہ عاجز اس امت کے لئے خدا تعالی کی طرف سے محدث ہوکر آیا ہے۔

۲۔ محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔

۳۔ وہ خدا سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتا ہے۔

۴۔امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں
۵۔رسولوں اور نبیوں کی وحی کیطرح اسکی وحی کو بھی دخل شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے۔
۶۔مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے۔
۷۔بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔
۸۔اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تیئں بآواز بلند ظاہر کرے۔
۹۔اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔
۱۰۔نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔

کیا اب بھی کوئی مرزائی جس کو طرف داری کا خیال نہ ہو، اور حق بات پر چلنا منظور ہو، اور خدا کا خوف دل میں ہو انکار کرسکتا ہے کہ مرزا قادیانی نبوت اور وحی کے مدعی نہیں ہیں۔ کیونکہ بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آنا اور رسولوں کی وحی کی طرح اپنی وحی کو دخل شیطانی سے منزہ سمجھنا یعنی مرزا قادیانی کا اپنی نسبت تحریر کرنا صاف ظاہر کررہا ہے کہ نبوت اور وحی کے کھلے طور پر مدعی ہیں خدا سے ڈر کر تعصب اور طرف داری چھوڑ کر حق کی جانب رجوع کرو۔

الحکم نمبر۲۳ جلد۴ مورخہ ۲۴ جون ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

خدا تعالی کی کلام میں مجھ سے یہ محاورہ نہیں ہے مجھ کو حضرت خداوند کریم محض اپنے فضل سے صدیق کے لفظ سے یاد کرتا ہے اور نیز دوسرے لفظوں سے جن کے سننے کی آپ کو برداشت نہیں ہوگی اور حضرت خداوند کریم نے مجھ کو اس خطاب سے معزز فرما کر انی فضلتك علی العالمین قل ارسلت الیکم جمیعا ۔ یہ بات بخوبی کھول دی کہ اس ناکارہ کو تمام عالمین یعنی زمین کے باشندوں پر فضیلت بخشی گئی ہے۔

ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے دعوی پر آپ ہی گواہی دے اور پھر لکھنا بھی کہ خدا نے مجھے کہا ہے قل ارسلت الیکم جمیعا نبوت کا دعوی نہیں تو اور کیا ہے؟

اخبار الحکم ج۴ نمبر۴۱ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۰۰ء صفحہ۴ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

میری حیثیت ایک معمولی مولوی کی حیثیت نہیں ہے بلکہ میری حیثیت سنن انبیاء کی سی حیثیت ہے۔ مجھے ایک سماوی مانو۔ پھر یہ سارے جھگڑے اور

تمام نزاعیں جو مسلمانوں میں پڑی ہوئی ہیں ایک دم میں طے ہوسکتی ہیں جو خدا کی طرف سے مامور ہوکر حکم بن کر آیا ہے۔ جو معنی قرآن شریف کے وہ کرے گا وہی صحیح ہونگے اور جس حدیث کو وہ صحیح قرار دے گا وہی صحیح ہوگی۔

اس جگہ مرزا غلام احمد نے اپنی تعریف کرنے میں چند باتوں پر فخر کیا ہے:

۱۔ میری حیثیت ایک معمولی مولوی کی حیثیت نہیں ہے۔

۲۔ میری حیثیت سنن انبیاء کی سی حیثیت ہے۔

۳۔ میں سماوی ہوں۔

۴۔ مسلمانوں کے تمام جھگڑے اور نزاعیں میں ایک دم میں حل کرسکتا ہوں۔

۵۔ میں خدا کی طرف سے مامور اور حکم بن کر آیا ہوں۔

۶۔ جو معنی قرآن شریف کے میں کروں گا وہی معنی صحیح ہوں گے۔

۷۔ جس حدیث کو میں صحیح کہوں گا وہی صحیح ہوگی۔

سبحان اللہ! اپنی زبان سے اپنی تعریف کرنا تصدیق کرنا بے جا فخر نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ سچ فرمایا اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں

ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً

تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا اس شخص کو کہ ہے تکبر کرنے والا شیخی کرنے والا۔

اخبار الحکم نمبر ۱۰ مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اجتہادی غلطی سب نبیوں سے ہوا کرتی ہے اور اس میں سب ہمارے شریک ہیں،۔

یہ نبوت کا دعوی نہیں تو اور کیا ہے؟

اخبار الحکم نمبر ۴۴ ج ۴ ص ۵ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۰ء میں عبدالکریم لکھتا ہے:

آج سے ۴۰ برس پیشتر خدا نے اس کو ابراہیم کہہ کر پکارا، اور وہی وحی جو ابراہیم پر ہوئی تھی اس مسیح موعود پر ہوئی۔

و اتّخذوا من مقام ابراھیم مصلی

اخبار الحکم قادیان نمبر ۳۰ ج ۴ ص ۱۰ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء میں مولوی عبدالکریم سیالکوٹی تحریر کرتا ہے:

فلا و ر بك مسیح موعود کا الہام اوراس کے اسرار اگر اس امر کے لئے کوئی اور ثبوت نہ بھی ہو جب مامور ومرسل ہونا اس کے لئے کافی دلیل ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ یہی آیت حضرت مسیح موعود کو ایک دفعہ الہام ہوئی ۔ جس سے خدا کا منشاء ہے جو ایمان نبی کریم ﷺ پر مطلوب ہے ، وہ ہی یہاں بھی مطلوب ہے ۔، (کالم ۳) ہمارا ایمان حضرت مسیح موعود کے اقوال اور اعمال وافعال کی نسبت وہی ویسا ہی ہے جیسا ہم پر فرض ڈالا گیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ پر رکھیں ۔،

الحکم نمبر ۱۸ ج ۴ صفحہ ۹ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۰۰ء میں عبدالکریم لکھتا ہے :

یہ مزکی اور مطہر انسان حضرت سید عالم ﷺ کی خو، بو اور قوت اور نشان کے ساتھ آیا۔ بلکہ بعینہ وہی آیا۔ کیونکہ اس میں احیا اور اماتت کی وہی قدرت ہے یہ ویسا ہی بشیر ونذیر ہے ۔ یہ حجۃ اللہ اور آیۃ اللہ ہے ۔

اہل انصاف خدا سے ڈر کر اس عبارت کے الفاظ ذیل پر خوب غور کریں ،خو، بو،قوت،نشان احیا اماتت ،قدرت بشیر نذیر حجۃ اللہ آیۃ اللہ ہونے میں مرزا قادیانی بقول عبدالکریم پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کے برابر ہیں ۔

لیکن مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی عقل اور علم دانی پر حیف ہے کہ اس نے رحمت للعالمین کے تمام اوصاف میں ایسے شخص کو موصوف کر دیا کہ جس کے نام کے اول بقدرت خداوند حکیم ،غلام کا لفظ موجود ہے ۔

اخبار الحکم نمبر ۴ ج ۵ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۱ء میں عبدالکریم لکھتا ہے:

میں راستی سے کہتا ہوں کہ میں اس برگزیدہ امام کے وجود میں رسول کریم ﷺ کی چال کو ایسا زندہ دیکھتا ہوں کہ میں کہہ سکتا ہوں کہ دوبارہ خود رسول کریم تشریف لے آئے ہیں ۔،

مولوی عبدالکریم کی دونوں تحریروں سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ تناسخ کا مسئلہ قادیانیوں کے نزدیک صحیح ہے

اور نیز تحفہ قیصریہ صفحہ ۲۰ (قادیانی خزائن ج ۱۴ص ۲۷۲) میں مرزا قادیانی کی تحریر جس سے تناسخ کا مسئلہ بقول مرزا قادیانی درست معلوم ہوتا ہے وہ عبارت یہ ہے:

اور چونکہ اس نے مجھے یسوع مسیح کے رنگ میں پیدا کیا تھا اور طور اور طبع کے لحاظ سے یسوع کی روح میرے میں رکھی تھی ۔

الحکم نمبر ۸ جلد ۴ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۰۰ء میں عبداللہ کشمیری کہا ہے

ہمیں ست آں غلام احمد کہ مے باشد محمد ہم
ہمیں مہدی ہمیں عیسیٰ ہمیں آں تاجدار آمد
کلیم اللہ ہمیں باشد ہمیں آدم صفی اللہ
ہمیں خاتم ولایت را بمہر نقش دار آمد

الحکم نمبر ۴ جلد ۴ صفحہ ۲ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۰ء میں حامد شاہ سیالکوٹی ، مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف میں لکھتا ہے

کلام خدا ان پہ نازل نہ ہوتا
تو بار گراں یہ اٹھائے نہ ہوتے
نہ پاتے اگر خلعت انبیائی
تو جرأت وہ ایسی دکھائے نہ ہوتے
نہ ہوتے اگر مرسل حق مسیحا
کلام ایسے منہ پر وہ لائے نہ ہوتے

دیکھو اخبار الحکم نمبر ۸ ج ۵ صفحہ ۹ کالم ۲ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

خدائے رحیم قدوس نے مجھے وحی کی انی انا الرحمن دافع الاذی ،
اور پھر وحی ہوئی ، انی لا یخاف لدی المرسلون

اہل انصاف خدا سے ڈر کر مرزا قادیانی کی تحریر بالا مرقومہ میں غور کریں کہ مرزا قادیانی نبوت اور وحی کے کھلے طور پر مدعی ہیں یا نہیں ۔ مگر میں امید کرتا ہوں کہ حق کے طالبوں کے لئے اس باب کے پڑھنے یا سننے سے ہرگز ہرگز پوشیدہ نہیں رہا ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبوت اور وحی کے صاف طور پر مدعی ہیں اور اس کے اکثر مرید اس کو ویسا ہی خیال کرتے ہیں ۔

خداوند تعالیٰ تمام اہل اسلام کو ایسے چال باز کے شر سے بچائے ۔

دیکھو لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے وہی مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔ سچ ہے
دروغ گورا حافظہ نباشد

فیصلہ آسمانی صفحہ ۱۵ (قادیانی خزائن ج ۴ ص ۳۳۵) میں لکھتے ہیں:

اے لوگو! مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔

اب کوئی مرزا غلام احمد قادیانی سے پوچھے کہ اے مرزا جی! اب سوائے آپ کے اور کون ہے جو وحی اور نبوت کا سلسلہ جاری کر رہا ہے؟

شاید اور مسلمانوں کے لئے ایسے دعوی کرنے کے لئے خدا سے شرم کرنا چاہیے لیکن آپ کے لئے شرم کرنا درست نہیں ہے۔

واہ صاحب! کیا عمدہ آپ کی یادداشت ہے۔ ایک زبان اور کئی مختلف بیان۔ اپنے قول کی آپ ہی تکذیب کرنا اور لعنت اللہ علی الکاذبین کا خیال نہ کرنا افسوس اور حیف ہے ایسی عقل پر۔

چوتھا باب: قرآن کی تعریف میں

يا ايها الناس قد جاءكم برهان من ربكم و انزلنا اليكم نورا مبينا۔ (اے لوگو! تحقیق آئی تمہارے پاس دلیل پروردگار تمہارے سے اور اتاری ہم نے طرف تمہاری روشنی ظاہر)۔

الحمد لله الذى انزل على عبده الكتاب و لم يجعل له عوجا۔ (سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جس نے اتاری اوپر بندے اپنے کے کتاب اور نہیں کی واسطے اس کے کجی)۔

ان هذا القرآن يقص على بنى اسرائيل اكثر الذى هم فيه يختلفون و انه لهدى و رحمة للمومنين ۔
(تحقیق یہ قرآن بیان کرتا ہے اوپر بنی اسرائیل کے اکثر اس چیز کا کہ وہ بیچ اس کے اختلاف کرتے ہیں اور تحقیق یہ قرآن البتہ ہدایت ہے اور رحمت واسطے ایمان والوں کے)

هو الّذی انز ل علیك الکتا ب منه آ یا ت محکما ت هنّ امّ الکتا ب و ا خر متشا بها ت فا مّا الذین فی قلو بهم زیغ فیتّبعو ن ما تشا به منه ابتغا ء الفتنة و ابتغا ء تأ و یله و ما یعلم تأ و یله ا لا الله و الرا سخو ن فی العلم یقو لو ن آ منا به کل من عند ر بنا و ما یذ کر ا لا او لو ا لا لبا ب (آل عمران:۷)

(تر جمه : وہی اللہ تعالی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں ۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے ، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے ، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقل مند حاصل کرتے ہیں)

(محکمات سے مراد وہ آیات ہیں جن میں اوامر ونواہی احکام و مسائل اور قصص و حکایات ہیں جن کا مفہوم واضح اور اٹل ہے اور ان کے سمجھنے میں کسی کو اشکال پیش نہیں آتا ۔ اس کے برعکس آیات متشابہات ہیں ۔ مثلاً اللہ کی ہستی ، قضا قدر کے مسائل ، جنت دوزخ ملائکہ وغیرہ ، یعنی ماوراء عقل حقائق جس کی حقیقت سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہو ، یا ان میں ایسی تاویل کی گنجائش ہو یا کم از کم ایسا ابہام ہو جس سے عوام کو گمراہی میں ڈالنا ممکن ہو ۔ اسی لئے آگے کہا جا رہا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ آیات متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے فتنے برپا کرتے ہیں جیسے عیسائی ہیں ۔ قرآن مجید نے حضرت عیسی کو عبداللہ اور نبی کہا ہے ۔ یہ واضح اور محکم بات ہے ۔ لیکن عیسائی اسے چھوڑ کر قرآن مجید میں حضرت عیسی کو روح اللہ کلمۃ اللہ جو کہا گیا ہے اس سے اپنے گمراہ کن عقائد پر غلط استدلال کرتے ہیں ۔ یہی حال اہل بدعت کا ہے قرآن کے واضح عقائد کے برعکس اہل بدعت نے جو غلط عقائد گھڑ رکھے ہیں وہ انہی متشابہات کو بنیاد بناتے ہیں اور بسا اوقات محکمات کو بھی اپنے فلسفیانہ استدلال کے گورکھ دھندے سے متشابہات بنا دیتے ہیں اعاذنا اللہ منہ ۔

تاویل کے ایک معنی تو ہیں ، کسی چیز کی اصل حقیقت ، ۔ اس معنی کے اعتبار سے الا اللہ پر وقف ضروری ہے کیونکہ ہر چیز کی اصل ھقیقت واضح طور پر صرف اللہ تعالی ہی جانتا ہے ۔ تاویل

کے دوسرے معنی ہیں ، کسی چیز کی تفسیر وتعبیر اور بیان وتوضیح ، اس اعتبار سے الا اللہ پر وقف کی بجائے والراسخو ن فی العلم پر بھی وقف کیا جا سکتا ہے کیونکہ مضبوط علم والے بھی صحیح تفسیر وتوضیح کا علم رکھتے ہیں ۔ تاویل کے یہ دونوں معنی قرآنکریم کے استعمال سے ثابت ہیں ۔ ابن کثیر)

قل لئن اجتمعت ا لا نس و الجنّ على ان يأتوا بمثل هذا القرآن لا يأتون بمثله و لوكا ن بعضهم لبعض ظهيراً (الاسراء :۸۸)(ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لا نا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں)

قادیانی اعتقاد بابت قرآن شریف

ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۴ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۲۵۵) میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے۔

مرزا قادیانی کا ایسا اعتقاد قرآن کی نسبت غیر مذہب کے لئے ہی موقعہ اعتراض کا نہیں ہے بلکہ خداوند کے ساتھ بھی مقابلہ کرنا ہے جیسے فرمایا ہے کہ

قرآن کی آیات بینات ہیں۔

اور جیسے فرمایا

و لم يجعل له عو جا (اور نہیں کی واسطے اس کے کجی)۔

اور جیسے فرمایا:

كتا ب انز لنا ه اليك لتخر ج النّاس من الظّلما ت الى النّور ۔

یہ کتاب ہے ہم نے اتاری تیری طرف تو کہ نکالے لوگوں کو اندھیروں سے طرف نور کے۔

اور جیسے فرمایا:

و لقد يسّر نا القر آ ن للذّ كر

اور تحقیق ہم نے آسان کیا قرآن کو واسطے نصیحت کے۔

اور جیسے فرمایا

یا ایھا الذین آ منوا لا تقو لوا را عنا و قو لوا انظر نا و اسمعوا و للکا فرین عذا ب الیم ۔(البقرۃ:۱۰۴)

( )اے ایمان والو تم نبیﷺ کو را عنانہ کہا کرو بلکہ انظر نا کہو۔یعنی ہماری طرف دیکھئے۔ اور سنتے رہا کرواور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے)

اے بھائیو! خداوندکریم تو قرآن شریف کی ایسی تعریف کریں اورمرزا قادیانی فرماویں قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے۔آفرین ہے ایسے حوصلہ پراورحیف ایسےاعتقاداورایمان پر۔

توضیح المرام صفحہ۱۴(قادیانی خزائن ج ۳ صفحہ ۵۸) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں :

بلاغت کا مدار استعارات لطیفہ پر ہوتا ہے اسی وجہ سے خدا تعالی کی کلام نے بھی جوابلغ الکلام ہےجس قدر استعارات کواستعمال کیا ہےاورکسی کلام میں یہ طرز لطیف نہیں ہے اب ہر جگہ اور ہرحمل میں ان پا کیزہ استعا رات کو حقیقت پرحمل کرتے جانا گو یااس کلام معجزہ نظام کوخاک میں ملا دینا ہے۔

اہل انصاف کے لئے دوامرغورطلب ہیں:۔

اول بقول مرزا غلام احمد قادیانی قرآن میں استعارات کا اس قدر استعمال کیا گیا ہے کہ کسی اورکلام میں نہیں ہے۔

دوسرا مرزا قادیانی کا یہ فقرہ قرآن مجید وفرقان حمید کی نسبت جیسے لکھا ہے (اس کلام معجزہ نظام کوخاک میں ملا دینا ہے) کیا عمدہ فصیح ہے۔

ازالہ اوہام صفحہ ۷۷ میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں :

جس روز الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ

انا انز لناہ قر یباً من القا د یان

تو میں نے سنکر بہت تعجب کیا کہ کیا قا یان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھولکھا ہوا ہے۔تب میں نے نظر ڈال کر

جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شائد قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف مین درج ہے۔ اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ اور مدینہ اور قادیان۔

مرزا قادیانی کی اس تحریر سے چند امور صاف ظاہر ہوتے ہیں:

۱۔قرآن مجید دو ہیں۔ایک یہ قرآن مجید جس کو زندہ لوگ پڑھتے ہیں، اور جس میں قادیان کا نام اور یہ عبارت انا انزلناہ قریباً من القادیان درج نہیں ہے۔

۲۔وہ قرآن جس کو مردے پڑھتے ہیں، جس میں یہ عبارت بقول مرزا قادیانی موجود ہے یعنی فی الحقیقت دائیں صفحہ پر شائد قریب نصف کے موقعہ پر۔

۳۔بقول مرزا غلام احمد واقعی طور پر اس قرآن میں تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ درج کیا گیا ہے: مکہ، مدینہ اور قادیان۔

(یاد رہے کہ مرزا غلام قادر کا بعد موت اپنے بھائی کی مدد کیلئے خواب میں آنے کا ذکر مرزا صاحب قادیانی کی درج ذیل تحریر میں بھی ملتا ہے، اور نیز اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب کا اعتقاد بابت ملائکہ کہ وہ اپنے اپنے مقام پر رہتے ہیں اور کسی کے پاس زمین پر نہیں آتے، خود انہی کی تحریر سے غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ بہاء

سنئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

جب مولوی محمد حسین صاحب نے ہمارے کفر کا فتوی دیا اور لوگوں کو بھڑکایا کہ یہ مسلمان نہیں ان کے جنازے درست نہیں اور ان کو مسلمانوں کے قبرستانون میں دفن نہ ہونے دیا جائے اس وقت چونکہ بغض وعداوت بڑھ گئی تھی، ہم گویا تنہا رہ گئے، اس وقت میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی شکل میں ایک شخص آیا ہے۔مگر مجھے فوراً معلوم کرایا گیا کہ یہ فرشتہ ہے۔ میں نے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ جئت من حضرة الوتر میں جناب باری سے آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ کیوں؟ اس نے کہا کہ بہت سے لوگ تم سے الگ ہو گئے ہیں اور تمہاری عداوت میں بڑھتے جاتے ہیں، یہ پیغام دینے آیا ہوں۔ میں نے اس کو الگ ہو کر یک بات کہنی چاہی۔ جب وہ الگ ہوا تو میں نے کہا

کہ لوگ تو مجھ سے علیحدہ ہو گئے ہیں مگر کیا تم بھی الگ ہو گئے ہو۔ اس نے کہا نہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ معاً میری حالت کشف کی اس پر جاتی رہی۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۶)

اے مرزائیو! تم کو چاہیے کہ اب واسطے ثابت کرنے اس امر کے ... کسی شخص کی قبر سے اس قرآن کو نکالو جس میں مرزا قادیانی کے نزول کا ثبوت اور قادیان کا نام لکھا ہوا موجود ہے، کیونکہ تمہارے نزدیک مرزا قادیانی کا الہام بھی نص صریح ہے، اور نص صریح کے منکر کو تم نے کافر لکھا ہے۔ دیکھو اخبار الحکم مورخہ ۲۳ نومبر ۱۸۹۹ء میں لکھا ہے کہ:

حضرت اقدس کا الہام نص صریح ہے اور نص کا منکر کافر ہوتا ہے۔

معاذ اللہ مرزائیوں نے مرزا قادیانی کا الہام قرآن جیسا بنا دیا۔

ازالہ اوہام صفحہ ۴۵ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۱۱۵) میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے، لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف ایسے قسم کا سخت زبان اور سخت گالیاں دینے والا ہے کہ جس سے نہایت درجہ کا جاہل بھی بے خبر نہیں ہے۔ مرزا قادیانی کا یہ اعتراض قرآن پر نہیں، بلکہ اللہ تعالی پر ہے کیونکہ قرآن شریف خداوند تعالی کا کلام ہے۔

خدا تعالی اپنے فضل سے تمام مسلمانوں کو کج فہمی سے بچائے۔

ازالہ اوہام صفحہ ۲۷ (قادیانی خزائن ج ۳ ص) میں مرزا غلام احمد تحریر کرتے ہیں:

قرآن میں ولید مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کئے گئے ہیں۔

مرزا قادیانی نے اس جگہ بڑی دلیری سے خداوند قہار کا خوف دل سے دور کر کے خدا تعالی کی پاک کلام کی نسبت یہ لکھ دیا کہ اس میں ایسے سخت الفاظ استعمال

ہوئے ہیں جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں۔

افسوس ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے انسان کی صورت اور مسلمان ہو کر قرآن پر، یا خداوند تعالیٰ پر یہ اعتراض کر دیا۔

کاش! اگر مرزا قادیانی جنّ بھی ہوتے تو قرآن کی نسبت ان کے منہ سے یہ تو نکلتا:

فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یهدی الی الرشد فآمنّا به

(پس کہا انہوں نے (جنوں نے اپنی قوم کو) تحقیق سنا ہم نے قرآن عجیب کہ راہ دکھاتا ہے طرف بھلائی کے۔ پس ایمان لائے ہم ساتھ اس کے)

اور خود اللہ تعالیٰ، قرآن مجید کی تعریف میں یوں ارشاد فرماتا ہے:

الله نزل احسن الحدیث کتابا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اتاری بہتر بات کتاب احسن بمعنی بہت خوب۔

اللہ پاک تو فرماویں میری کتاب احسن الحدیث ہے، اور مرزا غلام احمد قادیانی کہیں، قرآن میں ایسے الفاظ ہیں جو بصوت ظاہر گندی گالی معلوم ہوتی ہیں ۔ پھر ایسے شخص کو امام الزمان ماننا بعید از عقل ہے۔

اور اگر یہاں یہ سوال ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ایسا کیوں لکھا ہے، تو جواب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر سخت الفاظ اپنی تالیفات میں تحریر کرنے کے باعث لوگوں نے اعتراض کیا تھا تو مرزا قادیانی نے اپنی سخت زبانی کے الزام رفع کرنے کے لئے یہ لکھ دیا۔ بجہت ثبوت اصل عبارت نقل کرتا ہوں

ازالہ اوہام ص۱۲ (قادیانی خزائن ج۳ ص ۱۰۸) میں قادیانی تحریر کرتے ہیں:

پہلی نکتہ چینی اس عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔

لیکن:

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

بے شک مرزا غلام احمد قادیانی اپنی سخت زبانی کے باعث عند اللہ اور عند الناس بھی ملزم ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ کا معاملہ جو مخلوق کے ساتھ ہے وہ واقعہ اور ٹھیک طور پر ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ جیسے اکیلا تمام اشیاء کا خالق ہے، ویسے ہی وہ تمام اشیاء کا اکیلا ہی

مالک بھی ہے۔ اور اس کو اپنی تمام مخلوق اور مملوک میں ہر طرح سے کرنے اور کہنے کا حق ہے۔ مخلوق میں سے کسی کی کیا مجال ہے کہ اس پر اعتراض کرے، یا اس سے پوچھے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا یا، ایسا کیوں کہا۔ چنانچہ اس نے اپنی تعریف میں فرمایا ہے:

لا یسئل عما یفعل و هم یسئلو ن (الا نبیاء:۲٤)

(نہیں سوال کیا جاتا اس چیز سے کہ کرتا ہے اور وہ سوال کئے جاتے ہیں)۔

اب میں مرزائیوں سے دریافت کرتا ہوں کہ اے مرزائیو! تم ہی ایمان سے سچ کہو کہ اگر کوئی شخص کہے کہ قرآن ایسا سخت زبان ہے کہ جس سے غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی بے خبر نہیں ہے، اور نیز قرآن میں ایسے سخت الفاظ موجود ہیں جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، تو ایسے شخص کو تم مسلمان کہو گے یا کچھ اور ہی کہو گے۔

اے بندگان، خداوند قہار سے ڈر جاؤ اور ہر نماز میں فتنہ دجال سے پناہ مانگو۔ ہم تو کہتے ہیں لعنت الله علی الکا ذبین کہواے مرزائیو آمین

ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۸ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۳۸۹) میں مرزا غلام احمد تحریر کرتے ہیں:

اقوال سلف اور خلف درحقیقت کوئی مستقل حجت نہیں۔

سبحان اللہ! اقوال سلف اور خلف تو حجت نہ ہوں، اور اپنی تعریف میں الحکم نمبر ۴۱ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۰۰ء میں یوں تحریر کریں کہ:

جس حدیث کو میں صحیح کہوں گا وہی صحیح ہوگی اور جو معنی قرآن شریف کے میں کروں گا وہی صحیح ہوں گے۔

بے جا فخر ہوتو ایسا ہی ہو۔

ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۷ (قادیانی خزائن ۳ ص ۴۲۲) میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

یہ کیا جہالت ہے کہ صحابی کو کلی غلطی اور خطا سے پاک سمجھا جاوے۔

سبحان اللہ! اور اپنی تعریف میں مرزا قادیانی، اپنی توضیح المرام صفحہ ۱۸ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۶۰) میں یوں تحریر کریں کہ:

میرا الہام دخل شیطانی سے منزہ ہے۔

بے جا فخر ہو، تو ایسا ہی ہو۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۷۲۶ (قادیانی خزائن، ج ۳ ص ۳۹۲) میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

اس زمانہ میں بلاشبہ کتاب الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کرسکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر نیک اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور روشنی کی مزاحم ہورہی ہیں۔

اہل انصاف پر اب یہ امر بخوبی ظاہر ہوگیا ہوگا کہ مرزا قادیانی کا یہ مطلب ہے کہ تمام تفسیریں اعتبار کے لائق نہیں ہیں اور نہ ان کے پڑھنے سے ایمانی اور اخلاقی حالت درست ہوتی ہے بلکہ ان کے پڑھنے سے نقصان ہوتا ہے اور جو نئی تفسیر میں بیان کروں گا وہ اعتبار کے لائق ہوگی۔ فخر ہو، تو ایسا ہی ہو۔

الحکم نمبر ۳۸ ج ۴ مورخہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۱ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا امام الصلوۃ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی لکھتا ہے:

آج سے ۲۵ سال پہلے حضرت مرزا قادیانی نے خدا تعالی کی ہم کلامی اور مورد الہامات الٰہیہ ہونے کا دعوی کیا، اور اسی طرح اپنے الہامات کو مدون اور مشتہر کیا جس طرح قرآن کریم مدون اور مرتب اور مشتہر ہوا۔ پھر خدا تعالی کی وہ باتیں جو اس نے اپنے بندہ غلام احمد کے منہ میں ڈالیں، اس طرح پوری ہوئیں جس طرح اس کی وہ باتیں پوری ہوئیں جو اس نے اپنے بندہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے منہ میں ڈالی تھیں۔

جس طرح قرآن کریم کی مکی آیتوں میں کے وعدے اپنے منطوق ومفہوم کے موافق پورے ہوکر اس امر کا قطعی ثبوت ٹھہر گئے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اسی نمونہ پر براہین احمدیہ کے مندرجہ الہامات اپنے منطوق ومفہوم کے مطابق نکل کر اس امر کا قطعی ویقینی ثبوت ٹھہر گئے کہ لاریب وہ بھی اسی طرح خدا تعالی کا کلام ہیں۔

اہل انصاف پر بقول مولوی عبدالکریم سیالکوٹی اب بخوبی ظاہر ہوگیا ہوگا کہ مرزائی، مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ کو ایسا ہی خیال کرتے ہیں

جیسے قرآن شریف۔ بلکہ مولوی عبدالکریم سیالوٹی نے صاف لکھا ہے کہ لاریب مرزا غلام احمد کی کتاب براہین احمدیہ کے الہام ایسے ہیں جیسے قرآن خدا تعالی کا کلام ہے۔

اخبار الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۱ء میں مولوی عبدالکریم سیالکوٹی لکھتا ہے:

سو میں درخواست کرتا ہوں کہ جس طرح قرآن کی تلاوت کرتے ہو، اسی طرح اس آیت اور مسیح موعود کے کمالات وصفات میں تدبر کرو۔ یہ قرآن کا نمونہ ہے، یہ حجۃ اللہ ہے، یہ عظیم الشان آیت اللہ ہے۔اس منہ سے بار دگر خدا کا منہ نظر آیا جو صدیوں سے نہاں ہو گیا تھا۔

مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے اس تحریر میں بھی مرزا غلام احمد کی تعریف میں جو کچھ لکھا ہے، اہل انصاف پر ہرگز پوشیدہ نہیں رہا ہوگا۔اس عبارت میں ہر ایک فقرہ ایسا بے ہودہ درج ہے کہ جنہوں نے جھوٹ کو سچ بنا کر آسمان پر چڑھا دیا ہے۔مگر عقل مند ہرگز ہرگز جھوٹ کی طرف اپنا رخ نہیں کرتے۔اس واسطے کہ دروغگو کیلئے یہ خطاب احکم الحاکمین کی طرف سے موجود ہے جیسے فرمایا لعنت الله علی الکاذبین

کرامات الصادقین صفحہ ۱۹ (قادیانی خزائن ج ۷ ص ۶۱) میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

پس یہ خیال کہ گویا جو کچھ آنحضرت ﷺ نے قرآن کریم کے بارہ میں بیان فرمایا ہے اس سے بڑھ کر ممکن نہیں، بدیہی البطلان ہے

اہل انصاف مرزا غلام احمد قادیانی کی اس تحریر پر غور کریں جس سے مرزا قادیانی کا مطلب صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کے بارہ میں جو کچھ آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا ہے میں اس سے زیادہ بیان کرسکتا ہوں۔

مگر حیف صد حیف ہے ایسے فخر پر۔ جس شخصیت کی نسبت خداوند کریم یوں ارشاد فرمائیں: الم نشرح لك صدرك

اس کی نسبت تو یہ خیال، اور اپنی تعریف یہ کہ جو معنی قرآن کریم کے میں کروں گا، وہی معنی صحیح ہوں گے۔دیکھو الحکم ۱۷ نومبر ۱۹۰۰ء۔

اور نیز اسی کتاب (حالات قادیانی) کے تیسرے باب میں تمام عبارت درج ہو چکی ہے، وہاں سے طالب حق دیکھ کر انصاف کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔ ضد اور

تعصب کی مرض تو لا علاج ہے۔، اللہ تعالی اپنے فضل سے تمام مسلمانوں کو کج فہمی سے اور ایسے شخص کے شر سے بچائے۔آمین ثم آمین

پانچواں باب: آنحضرت کے جسمانی معراج کا ثبوت

سبحا ن الّذی اسری بعبده لیلاً من المسجد الحرا م الی المسجد ا لا قصی الّذی با ر کنا حو له لنر یه من آ یا تنا انّه هو السمیع البصیر (بنی اسرا ئیل : ۱)۔

(ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ تعالی جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں یقیناً اللہ تعالی ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے)۔

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے ایک رات میں پیغمبرﷺ کو مکہ سے مسجد اقصی تک سیر کرایا۔یعنی پیغمبرﷺ ایک ہی رات میں مسجد الحرام سے مسجد اقصی تک گئے،اور حالت بیداری میں گئے،اور اللہ تعالی کی نشانیوں کو آنکھ سے دیکھا۔

اور اسری بعبده سے یہی صاف معلوم ہوتا ہے کہ جسم کے ساتھ دیکھا نیز عبد کا لفظ جسم اور روح دونوں پر دلالت کرتا ہے اور اگر یہ دیکھنا خواب کی حالت میں ہوتا تو اللہ تعالی یہ ہرگز نہ فرماتے سبحا ن الذی اسری بعبده ۔

اور نیز کفار مکہ کو بھی اس کے سننے سے انکار ہرگز نہ ہوتا کیونکہ حالت خواب میں تو اکثر مومن اور کافر ہمیشہ قسم قسم کے عجائبات دیکھتے ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ احادیث میں یہ لکھا ہے کہ کفار مکہ نے مسجد اقصی کے نشان اور پتے آنحضرتﷺ سے طلب کئے تو پیغمبرﷺ نے ان کو پورے طور پر نشان بھی بتا دیئے۔

و لقد را ه نز لة ا خری ۔عند سدرة المنتهی۔ عند ها جنة المأوی۔ اذ یغشی السدرة ما یغشی۔ ما زا غ البصر و ما طغی۔ لقد ر ای من آ یا ت ر به الکبری۔ (النجم : ۱۳۔۱۸)

(اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔سدرۃ المنتہی کے پاس۔اسی کے پاس جنۃ الماوی ہے۔

جب کہ سدرہ کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو اس پر چھا رہی تھی ۔ نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔
یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں)

ان آیات کریمہ سے چند امور ظاہر ہیں جن سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ جسم مبارک کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے اور حضرت جبریل فرشتہ کو نزدیک سدرۃ المنتہی کے دیکھا اور سدرۃ المنتہی کے نزدیک جنت الماوی ہے۔ یہ سب کچھ پیغمبر خدا نے آنکھ سے دیکھا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا

ما زاغ البصر و ما طغی لقد رای من آیات ربه الکبری

(نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔ یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں)

اگر یہ سوال ہو کہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا ممکن نہیں ہے، تو جواب یہ ہے کہ اول تو آنحضرت ﷺ کا جسم مبارک لطیف ہی تھا اور دوسرا کوئی کام ایسا ہرگز نہیں ہے کہ جس کا کرنا خدا تعالی پر بھی ناممکن ہو۔ وہ جو چاہے کرسکتا ہے کیونکہ اس کی ذات علی کل شیء قدیر ہے

جسمانی معراج سے قادیانی انکار

توضیح المرام صفحہ ۹ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۵۵) میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں :

> اب میں کہتا ہوں کہ جو امر آنحضرت ﷺ کے لئے جو افضل الانبیاء تھے جائز نہیں اور سنت اللہ سے باہر سمجھا گیا ہے، وہ حضرت مسیح کے لئے کیوں کر جائز ہوسکتا ہے۔

اپنے ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۔۴۸ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۱۲۶) میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں :

> اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات سے ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیوں کر جائز ہوگا ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔ بلکہ وہ ایک نہایت اعلی درجہ کا کشف تھا،۔

اہل انصاف اور اہل ایمان مرزا قادیانی کی اس عبارت میں غور کریں کہ علاوہ انکار معراج جسمانی پیغمبر خدا ﷺ کے جسم مبارک ومقدس واطہر کو کثیف بھی لکھ دیا۔ لعنت ایسی دلیری پر۔

اور پھر اسی ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۸ میں لکھتے ہیں:

اس قسم کے کشفوں میں مؤلف (مرزا غلام احمد قادیانی) خود صاحب تجربہ ہے،

اس عبارت سے بقول مرزا قادیانی صاف ظاہر ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کو صرف ایک دفعہ یہ کشفی معراج ہوا، مگر خود بدولت یعنی مرزا قادیانی تو تجربہ کار ہیں۔ بے شک فخر ہو تو ایسا ہی ہو۔

مگر حیف ہے ایسے بیجا فخر پر کہ اپنے دعوی کی آپ ہی تصدیق کرتے ہیں۔

علاوہ اس بے جا فخر کے ایک اور مقام نقل کرتا ہوں۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۱ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۴۷۳) میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو،
اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصلی کیفیت کھلی ہو،
اور نہ یاجوج ماجوج کی عمق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو،
اور نہ دابة الارض کی ماہیت کما ھی ھی ظاہر فرمائی گئی ہو،
اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور متشا کلہ طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قوی کے ممکن ہے، اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو، تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔

سبحان اللہ! جس شخصیت کی نسبت خداوند تعالی یوں ارشاد فرماویں:

و ما ینطق عن الھوی۔ ان ھو الا و حی یو حی (النجم:۳۔۴)
(اور نہ وہ اپنی خواہش سے بات کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے)

اور نیز فرمایا:

الم نشرح لك صدرك (الشرح:۱)(کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا)

پھر بڑا تعجب ہے کہ جو شخصیت اپنی خواہش سے بھی کلام نہ کرے، اور خداوند

کاشف القلوب اس کا سینہ بھی کھول دیوے، اس پر تو ابن مریم اور دجال اور دجال کے ستر باع کے گدھے کی، اور یاجوج ماجوج کی، اور دابة الارض کی اصلی حقیقت اور کیفیت نہ کھلے، یعنی پوری معلوم نہ ہو۔ اور جو کچھ ان کے بارہ میں آنحضرتﷺ نے بیان فرمایا ہے (یعنی حدیثیں جس قدر ہیں) معاذ اللہ وہ سب کی سب اٹکل پچو ہوں، اور اس زمانہ میں ابن مریم اور دجال اور دابۃ الارض وغیرہ کی اصلی حقیقت اور کیفیت مرزا غلام احمد قادیانی پر کھولی گئی ہو، بعید از عقل ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی عالی ہمت پر آفرین ہے کہ کہاں تک اپنے فخر کو بڑھایا ہے۔ بجز مرزا قادیانی کے ایسا کوئی گستاخ ہرگز نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا کہ جس کو ایسے ناجائز کلمہ کے کہنے کی جرأت ہوگی کہ میں حضرت پیغمبر خداﷺ سے قرآن زیادہ سمجھ سکتا ہوں، یا ابن مریم اور دجال ودابۃ الارض وغیرہ کی اصلی حقیقت جو ان پر نہ کھلی تھی وہ مجھ پر کھولی گئی ہے۔

اللہ تمام مسلمانوں کو کج فہمی سے اور ایسے شخص کے شر سے بچاوے آمین

چھٹا باب: قرآن سے بحکم خدا احیا اموات کا ثبوت

او کالّذی مرّ علی قریة و ھی خاویة علی عروشھا قال انّی یحیی ھذه اللّه بعد موتھا فاماته اللّه مأة عام ثمّ بعثه قال کم لبثت قال لبثت یوماً او بعض یوم قال بل لبثت مأة عام فانظر الی طعامك و شرابك لم یتسنّه ، و انظر الی حمارك و لنجعلك آیة للنّاس و انظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما فلمّا تبیّن له قال اعلم انّ اللّه علی کل شیء قدیر ۔ (البقرة ۲۵۹) (ترجمہ: یا اس شخص کے مانند کہ جسکا گذر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی۔، وہ کہنے لگا اس کی موت کے بعد اللہ تعالی اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالی نے اسے مار دیا سو سال کیلئے، پھر اسے اٹھایا، پوچھا کتنی مدت تجھ پر گزری؟ کہنے لگا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ فرمایا بلکہ تو سال تک رہا۔ پھر اب تو اپنے کھانے

پینے کو دیکھ بالکل خراب نہیں ہوا۔ اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ۔ ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشانی بناتے ہیں۔ تو دیکھ کہ ہم ہڈیوں کو کس طرح اٹھاتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں ۔ جب یہ سب ظاہر ہو چکا تو کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔)

(اس سے پہلے کے واقعہ (حضرت ابراہیم اور نمرود) میں صانع یعنی باری تعالی کا اثبات تھا اور اس آیت میں مزکور واقعے میں اللہ تعالی کی قدرت احیاءِ موتی کا اثبات ہے کہ جس اللہ تعالی نے اس شخص کو اور اس کے گدھے کو سال کے بعد زندہ کر دیا حتی کہ اسکے کھانے پینے کی چیزوں کو بھی خراب نہیں ہونے دیا، وہی اللہ قیامت والے دن تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا ۔ جب وہ سو سال کے بعد زندہ کر سکتا ہے تو ہزاروں سال کے بعد بھی زندہ کرنا اس کے لئے مشکل نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ جب وہ شخص مرا تھا اس وقت کچھ دن چڑھا ہوا تھا اور جب زندہ ہوا تو ابھی شام نہیں ہوئی تھی ۔اسلئے اس نے یہ اندازہ لگایا کہ اگر میں یہاں کل آیا تھا تو ایک دن گذر گیا، اور اگر یہ آج ہی کا واقعہ ہے تو دن کا کچھ ہی حصہ گزرا ہے۔ جب کہ واقعہ یہ تھا کہ اس کی موت پر سو سال گزر چکے تھے)

منشی اللہ دتا صاحب لکھتے ہیں:

ان آیات سے چند امور صاف طور پر ظاہر ہیں:

۱: ایک ویران بستی دیکھ کر ایک شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ موت کے بعد اللہ تعالی اسے کیوں کر زندہ کرے گا۔

۲۔ اللہ تعالی نے اس کو اسی جگہ ۱۰۰ برس کے عرصہ تک مار رکھا۔

۳۔ بعد سو برس کے زندہ کر کے اس سے سوال کیا کہ کتنی مدت تو مرا رہا۔

۴۔ اس نے جواب دیا کہ ایک دن یا دن سے بھی کم عرصہ۔

۵۔ اسے جواب ملا کہ تو برابر سو برس تک مرا رہا ہے۔

۶۔ اسے حکم ہوا کہ دیکھ ہم نے اپنی قدرت سے تیرے کھانے اور پینے کو متغیر نہیں کیا۔

۷۔ اللہ پاک نے اس کے رو برو اس کے گدھے کو زندہ کیا، جیسے اسے کہا گیا دیکھ ان ہڈیوں پر ہم گوشت چڑھا کر زندہ کرتے ہیں۔

۸۔ اس شخص کا ان عجائبات کو دیکھنے کے بعد کہنا کہ تحقیق اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔

یہ سب امور مردے کے زندہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں

و اذ قا ل ابرا ھیم ربّ ار نی کیف تحی المو تی۔ قا ل او لم تؤمن ۔ قا ل بلی و لکن لیطمئنّ قلبی۔ قا ل فخذ اربعۃ من الطّیر فصر ھنّ الیك ثم اجعل علی کل جبل منھنّ جز ء ثم ادعھنّ یأتینك سعیا، و اعلم انّ اللّٰہ عز یز حکیم ۔(البقرۃ:۲۶۰)

(ترجمہ: اور جب ابراہیمؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔ (جناب باری نے) فرمایا، کیا تمہیں ایمان نہیں ۔ جواب دیا ایمان تو ہے لیکن میرے دل کی تسکین ہو جائے گی ۔فرمایا چار پرندلو، ان کے ٹکڑے کر ڈالو، پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو۔ پھر انہیں پکارو تمہارے پاس دوڑتے آ جائیں گے ۔اور جان رکھو کہ اللہ تعالی غالب حکمت والا ہے)

(یہ احیاء موتی کا دوسرا واقعہ ہے جو ایک نہایت جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم کی خواہش اور ان کے اطمینان قلب کے لئے دکھایا گیا ۔ یہ چار پرندے کون کون تھے؟ مفسرین نے مختلف نام ذکر کئے ہیں لیکن ناموں کے تعین کا کوئی فائدہ نہیں ۔اس لئے اللہ نے بھی ان کے نام ذکر نہیں کئے ۔ بس یہ چار مختلف پرندے تھے

فصر ھنّ کے ایک معنی املھنّ کئے گئے ہیں یعنی ان کو ہلا لے (مانوس کر لے) تا کہ زندہ ہونے کے بعد ان کو آسانی سے پہچان لے کہ یہ وہی پرندے ہیں اور کسی قسم کا شک باقی نہ رہے۔ اس معنی کے اعتبار سے پھر اسکے بعد ثم قطعھنّ (پھر ان کو ٹکڑے ٹکرے کر لے) محذوف ماننا پڑے گا۔ دوسرے معنی قطعھنّ (ٹکڑے ٹکڑے کر لے) کئے گئے ہیں ۔ اس صورت میں کچھ محذوف مانے بغیر معنی واضح ہو جاتا ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف پہاڑوں پر ان کے اجزاء باہم ملا کر رکھ دے ۔ پھر تو آواز دے تو وہ زندہ ہو کر تیرے پاس آ جائیں گے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بعض جدید و قدیم مفسرین نے (جو صحابہ و تابعین کی تفسیر اور سلف کے منہج و مسلک کو اہمیت نہیں دیتے)فصر ھنّ کا ترجمہ صرف، ہلا لے، کا کیا ہے ۔اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور پہاڑوں پر ان کے اجزاء بکھیرنے اور پھر اللہ کی قدرت سے ان کے جڑنے کو وہ تسلیم نہیں کرتے ۔ لیکن یہ تفسیر صحیح نہیں ، اس سے واقعے کی ساری اعجازی حیثیت ختم ہو جاتی ہے اور

مردے کو زندہ کر دکھانے کا سوال جوں کا توں قائم رہتا ہے، حالانکہ اس واقعہ کے ذکر سے مقصود اللہ تعالی صفت احیائے موتی اور اس کی قدرت کاملہ کا اثبات ہے۔ایک حدیث نبوی میں نبی ﷺ نے حضرت ابراہیم کے اس واقعے کا تذکرہ کر کے فرمایا: نحن ا حق بالشك من ابراهيم (صحیح بخاری کتاب التفسیر) ہم ابراہیم سے زیادہ شک کے حق دار ہیں۔،

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ابراہیم نے شک کیا ،لہذا ہمیں ان سے زیادہ شک کا حق پہنچتا ہے بلکہ مطلب حضرت ابراہیم سے شک کی نفی ہے۔ یعنی ابراہیم نے احیائے موتی کے مسئلے میں شک نہیں کیا۔اگر انہوں نے شک کا اظہار کیا ہوتا تو ہم یقیناً شک کرنے میں ان سے زیادہ حق دار ہوتے۔مزید وضاحت کیلئے دیکھئے :فتح القدیر للشوکانی)

ان آیات سے چند امور ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ابراہیمؑ نے سوال کیا کہ اے اللہ! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔

۲، جواب ملا کہ کیا تو اس بات پر ایمان نہیں لاتا ہے؟

۳۔حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ ایمان تو لاتا ہوں لیکن دل کی تسلی چاہتا ہوں۔

۴۔اللہ پاک نے حکم دیا کہ چار جانور پکڑ،اوران میں سے ایک ایک ٹکڑا جدا جدا کر کے پہاڑوں پر رکھ۔ پھران کو اپنی طرف بلا۔وہ تیرے پاس دوڑتے آویں گے۔اور جان یہ کہ اللہ تعالی غالب حکمت والا ہے۔

قادیانی اعتقاد: قرآن سے احیاء اموات ثابت نہیں

ازالہ اوہام صفحہ ۷۴۹ (قادیانی خزائن ج ۳ص۵۰۴) میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

قرآن شریف کی کسی عبارت سے نہیں نکلتا کہ فی الحقیقت کوئی مردہ زندہ کیا گیا تھا اور واقعی کسی قالب میں جان پڑگئی تھی۔

حضرت عزیرؑ کا ۱۰۰ سال کے بعد زندہ ہوتا تو قرآن شریف سے آفتاب روشن کی مانند ظاہر ہے جیسے

فا ما ته الله مأة عا م ثمّ بعثه

(پس مارا اس کو اللہ نے ۱۰۰ برس، پھر زندہ کیا اس کو)

لیکن اپنے ازالہ اوہام صفحہ ۶۶۶ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۴۵۹) میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

جو عزیرؑ کے قصہ میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانے کا ذکر ہے، درحقیقت ایک الگ بیان ہے جس میں یہ جتلانا منظور ہے کہ رحم میں خدا تعالی ایک مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اس کی ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا ہے اور پھر اس میں جان ڈالتا ہے۔،

اہل انصاف مرزا غلام احمد کی اس تاویل کو غور سے دیکھیں کہ اس آیت:

فانظر الی حمارك و لنجعلك آية للناس و انظر الی العظام كيف ننشزها ثم نكسوها لحما (اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ۔ ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشانی بناتے ہیں۔ تو دیکھ کہ ہم ہڈیوں کو کس طرح اٹھاتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں)۔

سے رحم میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانا مراد لینا مرزا قادیانی کی سینہ زوری ہے۔ اور اپنی تاویلات سے سے قرآن مجید کو ردّ کرنے پر زور لگاتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیں عنقریب دربار الٰہی میں گرفتار ہو کر مار کھائیں گے۔

اور اپنے ازالہ اوہام صفحہ ۷۵۲ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۵۰۶ میں) مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

اور یاد رکھنا چاہیے کہ جو قرآن شریف میں چاروں پرندوں کا ذکر لکھا ہے کہ ان کو اجزائے متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے چار پہاڑوں پر چھوڑا گیا تھا اور پھر بلانے سے آ گئے تھے یہ عمل الترب کی طرف اشارہ ہے۔،

اہل انصاف ایماناً خیال فرماویں کہ پیغمبر (ابراہیمؑ) تو سوال کرنے والا ہے

ربّ ارنی کیف تحی الموتی (اور جب ابراہیمؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا)۔

اور خداوند جواب دینے والا ہے۔

بقول مرزا قادیانی خداوند قادر اس کے دل کی تسلی کو عمل الترب سے کریں بعید از عقل ہے کیونکہ سائل کی تسلی تب ہی ہوتی ہے کہ جب اس کو اس کے سوال کے

موافق جواب دیا جائے۔ اگر اس کا سوال اور ہو، اور جواب اور ہو، تو سائل کی تسلی ہرگز نہیں ہوتی۔ جو شخص خداوند قادر پر یہ گمان کرے کہ اللہ تعالی نے مردہ جانور کو زندہ کر کے حضرت ابراہیمؑ کے دل کی تسلی نہیں کی بلکہ عمل الترب سے کی ہے، تو ایسے شخص کی عقل پر حیف اور افسوس ہے، اس واسطے کہ عزیرؑ کا سو سال کے بعد زندہ ہونا، یا چار جانوروں کا حضرت ابراہیمؑ کے سامنے زندہ ہونا خدا کے حکم سے تھا۔ صرف خدا تعالی کے اس بات پر قادر ہونے کا ثبوت ہے کہ بے شک خداوند تعالی مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ مجھے مرزا قادیانی کے انکار کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ شائد ان کے نزدیک خدا تعالی مردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔ میرا تو اس بات پر ایمان ہے کہ خدا تعالی ایسی قدرت رکھتا ہے کہ ایک آن میں تمام مخلوق کو مردہ کر کے پھر زندہ کرسکتا ہے

ساتواں باب: آدم کا مسجود ملائک ہونا

و اذ قلنا للملا ئکة اسجدوا لآ دم فسجدوا ا لا ابلیس ابی و استکبر و کا ن من الکا فر ین ۔(البقرۃ:۳۴) (اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہوگیا)

(سجدہ کے معنی ہیں خضوع اور تذلل کے، اس کی انتہاء ہے زمین پر پیشانی کا ٹکا دینا۔ (قرطبی)، یہ سجدہ اسلامی شریعت میں اللہ تعالی کے سوا کسی کیلئے جائز نہیں ہے نبی ﷺ کا مشہور فرمان ہے کہ اگر سجدہ کسی اور کے لئے جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے ۔(سنن ترمذی)۔ تاہم فرشتوں نے اللہ کے حکم پر آدم کو سجدہ کیا، جس سے ان کی تکریم و فضیلت فرشتوں پر واضح کر دی گئی ۔ کیوں کہ یہ سجدہ اکرام و تعظیم کے طور پر ہی تھا، نہ کہ عبادت کے طور پر۔ اب تعظیماً بھی کسی کو سجدہ نہیں کیا جا سکتا۔

ابلیس نے سجدے سے انکار کیا اور راندہ درگاہ ہوگیا۔ ابلیس حسب صراحت قرآن جنات میں سے تھا لیکن اللہ تعالی نے اسے اعزازاً فرشتوں میں شامل کر رکھا تھا اس لئے بحکم الہی اس کیلئے بھی سجدہ کرنا ضروری تھا لیکن اس نے حسد اور تکبر کی بنا پر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا ۔ گویا

حسد اور تکبر وہ گناہ ہیں جن کا ارتکاب دنیائے انسانیت میں سب سے پہلے کیا گیا اور اس کا مرتکب ابلیس تھا۔ صلاح الدین یوسف)۔

و اذ قا ل ر بّك للملا ئكة انّى خا لق بشرا من صلصا ل من حما مسنو ن۔ فا ذا سوّ يته و نفخت فيه من رو حى فقعوا له ساجدين۔ فسجد الملا ئكة كلّهم ا جمعو ن۔ ا لا ابليس ابى ان يّكو ن من السا جد ين (الحجر:۲۸۔۳۱) (اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کیلئے سجدے میں گر پڑنا۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سب کے سب نے سجدہ کرلیا مگر ابلیس نے، کہ اس نے سجدہ کرنے والوں میں شمولیت سے (صاف) انکار کردیا)

ان آیات سے چند امور صاف ظاہر ہیں:

ا: تمام فرشتوں نے اللہ تعالی کے حکم سے حضرت آدم کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔

۲۔ اللہ تعالی نے فرشتوں کو یہ خبر بطور حکم کی تھی کہ تحقیق میں پیدا کرنے والا ہوں آدمی کو بجنے والی مٹی سے جو بنی تھی کیچڑ سڑی ہوئی سے۔ پس جب درست کروں میں اس کو اور پھونک دوں میں بیچ اس کے روح اپنے سے، پس گر پڑو واسطے اس کے سجدہ کرتے ہوئے۔ پس سجدہ کیا فرشتوں نے سب نے اکٹھے، مگر ابلیس نہ مانا یہ کہ ہو ساتھ سجدہ کرنے والوں کے۔

قادیانی اعتقاد بابت مسجود ملائک

توضیح المرام صفحہ ۴۹ میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

یہ سجدہ کا حکم اس وقت سے متعلق نہیں ہے کہ جب حضرت آدم پیدا کئے گئے بلکہ یہ علیحدہ ملائک کو حکم کیا گیا کہ جب کوئی انسان اپنی حقیقی انسانیت کے مرتبہ تک پہنچے اور اعتدال انسانی اس کو حاصل ہو جائے اور خدا تعالی کی روح اس میں سکونت اختیار کرے تو اس کامل کے آگے سجدہ میں گرا کرو یعنی آسمانی انوار کے ساتھ اس پر اترو اور اس پر صلوۃ بھیجو۔

اہل انصاف مرزا غلام احمد قادیانی کی اس عبارت کی طرف ایماناً غور کریں کہ (یہ سجدہ کا حکم اس وقت سے متعلق نہیں ہے کہ جب حضرت آدم پیدا کئے گئے) یہ نص صریح کے صاف خلاف ہے دیکھو

فا ذا سوّ یته و نفخت فیه من رو حی فقعوا له سا جد ین فسجد الملا ئکة کلهم اجمعو ن

آٹھواں باب: فرشتوں کے ثبوت میں

الحمد لله فا طر السّما وا ت و ا لا رض جا عل الملا ئکة رسلاً او لی اجنحة مثنی و ثلا ث و ر با ع یز ید فی الخلق ما یشاء ان الله علی کل شیء قدیر ۔(فاطر۔۱) (ترجمہ: اس اللہ کے لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں جو (ابتداء) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو تین تین چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغمبر (قاصد) بنانے والا ہے۔ مخلوق میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے اللہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے)

هل اتا ك حد یث ضیف ابرا هیم المکر مین۔ اذ د خلوا علیه فقا لوا سلا ما قا ل سلا م قو م منکرو ن ۔ فرا غ الی اهله فجاء بعجل سمین۔ فقر به الیهم قا ل ا لا تأكلو ن۔ فا و جس منهم خیفة قا لوا لا تخف و بشرو ه بغلا م علیم۔ فا قبلت امر أ ته فی صرة فصکت و جهها و قا لت عجوز عقیم۔ قا لوا کذ لك قال ر بك انه هو الحکیم العلیم۔ قا ل فما خطبکم ایّها المرسلون۔ قا لوا انّا ار سلنا الی قو م مجر مین ۔لنر سل علیهم حجا رة من طین (الزا ر یا ت:۲٤ ۔۳۳) (کیا تجھے ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے؟ وہ جب ان کے ہاں آئے تو سلام کیا، ابراہیم نے جواب سلام دیا (اور کہا یہ تو) اجنبی لوگ ہیں۔ پھر (چپ چاپ جلدی جلدی) اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے (کا گوشت) لائے، اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں۔

پھر تو دل ہی دل میں ان سے خوفزادہ ہو گئے ۔ انہوں نے کہا آپ خوف نہ کیجئے اور انہوں نے اس (ابراہیم) کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔ پس ان کی بیوی آگے پڑھی اور حیرت میں آ کر اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ میں تو بڑھیا ہوں اور ساتھ ہی بانجھ۔ انہوں نے کہا ہاں تیرے پروردگار نے اسی طرح فرمایا ہے بےشک وہ حکیم و علیم ہے۔ (ابراہیم) نے کہا کہ اللہ کے بھیجے ہوئے (فرشتو) تمہارا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم گناہ گار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں، تاکہ ہم ان پر مٹی کے کنکر برسائیں)

ان آیات سے چند امور ظاہر ہیں:۔

۱۔حضرت ابراہیمؑ کے پاس فرشتے آدمیوں کی شکل میں آئے ،اور سلام کیا اور حضرت ابراہیمؑ نے ان کو سلام کا جواب دیا۔

۲۔حضرت ابراہیمؑ کو یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ یہ فرشتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نے گائے کے بچے کا گوشت گھی میں بھون کر ان کے آگے واسطے کھانے کو رکھ دیا۔

۲۔ انہوں نے اس گوشت کو نہ کھایا۔تب حضرت ابراہیمؑ کے دل میں ڈر پیدا ہوا کہ مبادا یہ میرے دشمن ہوں۔

۳۔فرشتوں نے کہا مت ڈر اور انہیں اس بات کی خوش خبری دی کہ تیرے گھر میں ایک علم والا لڑکا پیدا ہوگا۔

۵۔حضرت ابراہیمؑ کی بیوی یہ خبر سن کر مارے تعجب کے منہ پر ہاتھ مار کر کہنے لگی کہ میں بوڑھی بانجھ ہوں، مجھ سے کس طرح لڑکا پیدا ہوگا۔

۶۔فرشتوں نے کہا اسی طرح کہا ہے تیرے رب نے۔ تحقیق وہ حکیم و علیم ہے۔

۷۔حضرت ابراہیمؑ نے ان سے دریافت کیا کہ تم اور کس کام کے واسطے آئے ہو؟ فرشتوں نے کہا ہم مٹی کے پتھروں سے قوم گنہگار کو ہلاک کریں گے۔

و اذ کر فی الکتا ب مر یم اذ انتبذ ت من اھلھا مکا نا شر قیا ۔ فاتّخذ ت من دو نھم حجا با فا ر سلنا الیھا رو حنا فتمثّل لھا بشرا سو یا۔ قا لت انّی اعو ذ بالر حمن منك ان کنت تقیا۔ قال انّما انا رسو ل ر بّك لا ھب لك غلا ما زکیا ۔ قا لت انّی یکو ن لی غلا م و لم یمسسنی بشر و لم اك بغیّا ۔ قا ل کذ لك

قا ل ر بّك هو علی هیّن و لنجعله آ یة للنّاس و رحمة مّنّا و کا ن امرا مقضیا۔ فحملته فانتبذ ت به مکانا قصیا ۔(مر یم :۱٦ :۲۲) (تر جمه : اوراس کتاب میں مریم کا بھی واقعہ بیان کر۔ جب کہ وہ اپنے کے لوگوں سے علیحدہ ہوکر مشرقی جانب آ ئیں ۔ اوران لوگوں سے پردہ کرلیا۔ پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح (جبرائیل) کو بھیجا۔ پس وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔ یہ کہنے لگیں میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو کچھ بھی اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں، تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں ۔ کہنے لگیں بھلا میرے ہاں بچہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے تو کسی انسان کا ہاتھ تک نہیں لگا اور نہ میں بدکار ہوں ۔ اس نے کہا بات تو یہی ہے لیکن تیرے پروردگار کا ارشاد ہے کہ وہ مجھ پر بہت ہی آسان ہے ہم تو اسے لوگوں کیلئے ایک نشانی بنادیں گے اور اپنی خاص رحمت، یہ تو ایک طے شدہ بات ہے۔ پس وہ حمل سے ہوگئیں اور اسی وجہ سے وہ یکسو ہوکر ایک دور کی جگہ چلی گئیں)

ان آیات سے چند امور ظاہر ہیں:

۱۔ بی بی مریم کے پاس فرشتہ تندرست آدمی کی شکل میں آیا۔

۲۔ بی بی مریم نے، جو شہر سے دور ایک اکیلی جگہ میں تھی، جب ایک جوان آدمی کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا، کہا میں پناہ پکڑتی ہوں ساتھ رحمٰن کے تجھ سے اگر ہے تو پرہیزگار۔

۳۔ فرشتہ نے کہا، سوائے اس کے نہیں کہ میں تیرے رب کا تیری طرف بھیجا ہوا آیا ہوں کہ تجھ کو ایک پاکیزہ لڑکا بخش جاؤں۔

۴۔ بی بی مریم نے فرشتہ کو کہا کہ مجھے لڑکا کیوں کر ہوگا کہ مجھ کو اب تک نہ کسی آدمی نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ میں بدکار رہوں۔

۵۔ فرشتہ نے جواب دیا کہ اسی طرح تیرے رب نے کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے تا کہ سب لوگوں کیلئے تیرے لڑکے کا بلا باپ پیدا ہونا میری عجیب قدرت کی نشانی ہو

۶۔ پس بی بی مریم کو حمل ہوگیا۔

اذ قا لت الملا ئکة یا مر یم انّ الله یبشّر ك بکلمة منه اسمه عیسی ابن مر یم و جیها فی الدّ نیا و ا لآ خر ة و من

المقرّبين۔ و يكلّم النّاس فى المهد و كهلا و من الصّا لحين۔ قالت ربّ انّى يكو ن لى و لد و لم يمسسنى بشر قا ل كذ لك الله يخلق ما يشاء اذا قضى امرا فا نّما يقو ل له كن فيكو ن

(آ ل عمران :٤٥ ـ ٤٧) (ترجمہ: جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تعالی تجھے اپنے ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے جس کا نام مسیح بن مریم ہے جو دنیا و آخرت میں ذی عزت ہے اور وہ میرے مقربین میں سے ہے۔ وہ لوگوں سے اپنے گہوارے میں باتیں کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی، وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ کہنے لگیں الٰہی مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ حالانکہ مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ فرشتے نے کہا اسی طرح اللہ تعالی جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جب کبھی وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے کہ ہو جا! تو وہ ہو جاتا ہے)

ان آیات سے بھی چند امور ظاہر ہوتے ہیں:

۱: فرشتوں نے بی بی مریم کے پاس آ کر کہا کہ تجھ کو اللہ تعالی اپنی طرف سے ایک بات کی بشارت دیتا ہے کہ تجھ سے ایک لڑکا ہوگا جس کا نام مسیح عیسی بیٹا مریم کا ہوگا۔

۲۔ وہ لڑکا دنیا اور آخرت میں آبرو والا اور نیک بختوں میں سے ہوگا۔

۳۔ وہ تیرے جھولے میں یعنی پیدا ہونے کے بعد ہی لوگوں سے باتیں کرے گا اور جس وقت اس کے کچھ بال سیاہ اور کچھ سفید ہوں گے تب بھی لوگوں سے کلام کریگا۔

۴۔ وہ لڑکا صالحوں میں سے ہوگا۔

۵۔ بی بی مریم نے یہ سب کچھ سن کر دریافت کیا کہ اے میرے رب کیوں کر ہوگا واسطے میرے بیٹا کہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا۔

۶۔ جواب ملا کہ اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ جب اللہ مقرر کرتا ہے کچھ کام پس سوائے اس کے نہیں کہ کہتا ہے ہو پس ہو جاتا ہے۔

اذ تستغيثو ن ر بّكم فاستجا ب لكم انّى ممدّ كم بألف من الملا ئكة مر دفين (الانفال:۹)(ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالی نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار چلے آئیں گے)

اذ يو حى ر بّك الى الملائكة انّى معكم فثبتوا الذين آ منوا

سا لقی فی قلو ب الذین کفروا الرّعب فاضر بوا فوق الاعناق و اضر بوا منهم کلّ بنا ن۔ ذ لك بانّهم شا قوا الله و رسو له و من یشا قق الله و رسو له فانّ اللّه شد ید العقا ب (الانفال ۱۲۔۱۳) (ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں ۔سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو ۔ یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے)

نزول ملائکہ سے قادیانی انکار

توضیح المرام صفحہ ۲۹ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائکہ اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اترتے ہیں اور یہ خیال بالبداہت باطل ہے۔

اس قادیانی عبارت میں دو سفید جھوٹ ہیں:

ا: اہل اسلام کو ناحق مرزا قادیانی اپنے ساتھ گمراہی میں شامل کرتے ہیں۔

۲۔ کہ ملائکہ شخصی وجود سے زمین پر نہیں چلتے۔

اہل انصاف پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جو مہمان آئے تھے وہ فرشتے ہی تھے جو آدمیوں کی شکل میں تھے، جن کے کھانے کے واسطے حضرت ابراہیمؑ نے گائے کے بچہ کا گوشت بھون کر لائے تھے ،مگر انہوں نے نہ کھایا کیونکہ فرشتوں کو کھانے کی حاجت نہیں ہوتی ۔ خدا کی بندگی ہی ان کی غذا ہے۔

نیز بی بی مریم کے پاس فرشتہ تندرست آدمی کی شکل میں آیا تھا جس کو بی بی مریم نے اپنی طرف چل کر آتے دیکھ کر پناہ مانگی تھی۔

نیز حضرت لوطؑ کے مہمان فرشتہ ہی تھے جن کو اس کی بدکار قوم دیکھ کر پکڑنے کو دوری آئی تھی۔ دیکھو اس قصہ کو قرآن شریف میں سورہ ہود کے ساتویں رکوع میں ۔

باوجوداس قدر ثبوت کے پھر انکار کرنا مرزا قادیانی کا ہی حوصلہ ہے۔

توضیح المرام صفحہ ۶۸ میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

سوفرشتہ اگر چہ ہر ایک ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو نزول کی کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یادرکھنی چاہیے۔

مرزا قادیانی نے اس تحریر میں اپنی پہلی چال بدل دی، یعنی اس جگہ لکھتے ہیں کہ نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر، صریح قرآن کو اپنی تاویل کر کے ردّ کرتے ہیں۔

توضیح المرام صفحہ ۷۰ میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

اس وقت جبریل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اس کے اندر لکھ دیتا ہے تب اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس رکھا جاتا ہے سو یہ نہیں کہ فرشتہ انسان کے اندر گھس آتا ہے بلکہ اس کا عکس انسان کے آئینہ قلب پر نمودار ہوتا ہے۔

کیا ان باتوں سے ایمان والے لوگ قرآن صریح کو چھوڑ کر آپ کے دام میں آ جائیں گے۔ ہرگز نہیں۔ کچھ لوگ اگر آ گئے، تو کیا ہوا؟

توضیح المرام صفحہ ۳۲ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

سواصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اوراس کی گرمی اور روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں، یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق کواکب سے انکو نامزد کریں، یا سید ھے اور موحدانہ طریق سے ملک اللہ کا انکو لقب دیں درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام پر مستقر اور قرار گیر ہے۔

گمراہی اور ہدایت کو ایک بنانا بھی آپ ہی کا کام ہے۔

توضیح امرام صفحہ ۳۲ میں مرزا غلام احمد قادیانی یوں لکھتے ہیں:

فرشتے اپنے اصلی مقامات سے جو ان کے لئے خدا تعالی کی طرف سے مقرر

ہے ایک ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے۔،

توضیح المرام صفحہ ۸۵ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

کہ جبریلی نور آفتاب کی طرح جو اس کا ہیڈ کوارٹر ہے تمام معمورہ عالم پر حسب استعداد اثر دال رہا ہے۔

اس جگہ مرزا قادیانی نے جبریل کے نزول سے صاف انکار کیا اور آفتاب کی طرح اس کا ہیڈ کوارٹر قرار دیا ہے۔لیکن اہل انصاف پر یہ بات ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ جبریل فرشتہ انبیاء کرام کے پاس خدا تعالی کے حکم سے آتے رہے ہیں اور ان کو خدا تعالی کی طرف سے پیغام پہنچاتے رہے ہیں۔تمام قرآن اس بات کا گواہ ہے اور حدیثیں تو اس قدر ہیں کہ اگر تمام لکھوں تو ایک بڑا رسالہ بن جاوے۔صرف سات حدیثوں کا ترجمہ جو بخاری شریف اور صحیح مسلم کی ہیں یہاں نقل کرتا ہوں۔میں نے صحیح بخاری یا صحیح مسلم سے اس واسطے حدیثوں کو نقل کرنا پسند کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک بھی یہ دونوں صحیح ہیں۔ دیکھو اخبار الحکم قادیان ۳ مارچ ۱۹۰۱ء میں مسمی صادق مرزائی بیان کرتا ہے کہ:

۲۴ فروری ۱۹۰۱ء کو صحیح بخاری کے متعلق مرزا قادیانی نے فرمایا یہی ایک کتاب ہے جو دنیا کی تمام کتابوں میں سے قرآن شریف کے بہت مطابق اور سب سے افضل اور صحیح ہے۔اس کی دوسری بہن گویا مسلم ہے۔

(باب شهود الملائكة بدراً : جاء جبريل الى النبى و فقال : ما تعدون اهل بدر فيكم ؟ قال : من افضل المسلمين ـ او كلمة نحوها۔ قال : كذلك من شهد بدراً من الملائكة (صحيح بخارى حديث نمبر ٣٩٩٢)

حدثنا حماد عن يحى عن معاذ ابن رفاعة بن رافع ، وكان رفاعة من اهل بدر ، وكان رافع من اهل العقبة ـ فكان يقول لابنه ، مايسرنى انى شهدت بدراً بالعقبة ـ قال: سأل جبريل النبى ﷺ بهذا، (بخارى حديث نمبر ٣٩٩٣)

اخبرنا يحى عمن معاذ بن رفاعة : ان ملكا سأل النبى ﷺ ـ و عن يحى ان يزيد وعن يحى انّ يزيد بن الهاد اخبره انه كان معه يوم حدثه معاذ هذا الحديث ، فقال يزيد : فقال معاذ : انّ السائل هوجبريل (بخارى حديث

نمبر ٣٩٩٤)

ان النبی ﷺ قال یو م بدر : ھذا جبر یل اخذ برأس فر سه علیه اداة الحرب ۔ بخاری حد یث نمبر ٣٩٩٥)

عن عا ئشة قا لت : لمار جع النبی ﷺ من الخندق و و ضع السلاح و اغتسل اتاہ جبر یل فقا ل: قد و ضعت السلاح ! و الله ماوضعناہ ، فاخر ج الیھم ۔ قال : فالی این ؟ قال : ھا ھنا ۔ و اشار الی بنی قر یظة ۔ فخر ج النبی ﷺ الیھم (بخاری حدیث نمبر ٤١١٧)

عن انس قا ل : کا نّی انظر الی الغبا ر سا طعاً فی زقاق بنی غنم موکب جبریل حین سا ر رسول الله ﷺ الی بنی قریظة ۔ (بخاری حد یث نمبر ٤١١٨)

پہلی حد یث کا تر جمہ جو بخاری کی ہے :

مشکوۃ کے با ب المعجزا ت میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روا یت ہے کہ نبی ﷺ نے فرما یا دن بدر کے کہ یہ جبر یل ہیں پکڑے ہو ئے ہیں سر اپنے گھوڑے کا ۔ جبر یل پر ہے اسباب لڑا ئی کا ۔

دوسری حد یث کا تر جمہ جو بخاری اور مسلم سے ہے

مشکوۃ کے با ب المعجزا ت میں حضرت سعدؓ ابن وقاص سے روا یت ہے کہ د یکھا میں نے دہنی طرف پیغمبر ﷺ کے اور با ئیں طرف ان کے دن ا حد کے دو شخصوں کو کہ ان پر تھے کپڑے سفید لڑ تے تھے وہ لڑ نا سخت تر ین لڑ نے آ دمیوں کا نہیں د یکھا میں نے ان دونو ں کو پہلے اس سے نہ پیچھے اس سے ۔یعنی جبر یل اور میکا ئیل ۔متفق علیہ

تیسری حد یث کا تر جمہ جو بخاری اور مسلم سے ہے

مشکوۃ کے باب المعجز ات میں عا ئشہؓ سے روا یت ہے کہ کہا جب کہ پھرے رسول اللہ ﷺ غز وہ خندق سے اور رکھے ہتھیا ر اور غسل کیا ، آ ئے حضرت ﷺ کے پاس جبر یل اس حا لت میں کہ آ نحضرت ﷺ جھاڑ تے تھے سر اپنا گرد سے ۔پس کہا جبر یل نے ﷺ حضرت کو کہ تحقیق آ پ نے تو رکھے ہتھیار

،قسم ہے اللہ تعالی کی میں نے نہیں رکھے ہتھیار۔نکلو طرف ان کافروں کی۔ پس فرمایا نبیﷺ کہاں؟پس اشارہ کیا جبریل نے طرف بنی قریظہ کی۔پس نکلے نبیﷺ طرف بنی قریظہ کی۔روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے۔

اور بخاری کی ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ کہا انس نے گویا میں دیکھتا ہوں طرف غبار کے کہ اٹھا تھا بیچ کوچہ بنی غنم کے سواروں کی جماعت سے کہ ہمراہ جبریل کے تھے جس وقت چلے رسول خداﷺ طرف بنی قریظہ کے

چوتھی حدیث کا ترجمہ جو بخاری اور مسلم کی ہے

مشکوۃ کے باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا خدا کے رسولﷺ نے آیا فرشتہ موت پاس حضرت موسی بن عمران کے۔کہا فرشتہ نے حضرت موسی کو کہ قبول کر حکم اپنے رب کا ۔فرمایا حضرت ﷺ نے پس طمانچہ مارا موسی نے ملک الموت کی آنکھ پر، پس پھوڑ ڈالی آنکھ۔فرمایا حضرت ﷺ نے پس پھر گیا فرشتہ طرف اللہ کی ،اور کہا بھیجا تو نے مجھ کو طرف بندے اپنے کے کہ نہیں مرنا چاہتا اور پھوڑ ڈالی آنکھ میری۔فرمایا حضرتﷺ نے پس پھیر دی اللہ نے طرف اسکے آنکھ اس کی، اور فرمایا پھر جا تو میرے بندے کے پاس ، اور کہہ کہ آیا زندگانی چاہتا ہے تو، پس اگر چاہتا ہے تو زندگانی پس رکھ ہاتھ اپنا بیل کی پیٹھ پر۔ پس اس چیز کو کہ ڈھانکے ہاتھ تیرا بالوں سے، پس تحقیق تو زندہ رہے گا شمار ان کے اتنے ہی برس۔کہا موسی نے پھر بعد اس زندگی کے کیا ہے۔کہا فرشتہ پھر مرے گا تو کہا موسی نے پس اختیار کی میں نے موت ابھی اے پروردگار میرے نزدیک کر مجھ کو زمین پاک کی گئی سے مقدار ایک سنگ انداز کے۔فرمایا رسول خداﷺ نے قسم اللہ کی اگر ہوتا میں نزدیک بیت المقدس کے تو البتہ دکھا دیتا میں تم کو قبر موسی کی ایک جانب راہ کے میں نزدیک تودے سرخ کے۔روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے۔

(عن ابی ھریرۃ، قال : ارسِل ملك الموت الی موسی ۔ فلمّا جاءہ صکّہ ، فرجع الی ربّہ فقال : ارسلتنی الی عبد لا یرید الموت ۔

قا ل ار جع اليه ، فقل له يضع يده على متن ثو ر فله بما غطّى يده بكل شعرة سنة ،

قا ل ؛ اى ر بّ ثم ماذا ؟ قا لَ ثم المو ت ۔

قا ل : فا لآ ن ۔ قا ل فسأل ان يد نيه من ا لا ر ض المقدسة ر مية بحجر ۔

قا ل ابو هر يرة : فقا ل رسو ل الله ﷺ : فلو كنت ثم لأ ر يتكم قبره جانب الطر يق تحت الكثيب ا لا حمر (صحيح بخارى حديث نمبر ٣٤٠٧)

پا نچویں حد یث کا تر جمہ جو مسلم کی ہے

مشکوۃ کی کتاب ا لا یما ن میں حضرت عمر بن الخطا ب سے روا یت ہے کہ اس وقت تھے ہم نز د یک رسول خدا ﷺ کے ایک روز ، نا گا ہ ظا ہر ہوا اوپر ہمارے ایک شخص نہا یت سفید کپڑ ے، بہت سیاہ تھے با ل، نہیں معلوم ہو تا تھا اس پر نشا ن سفر کا، اور نہیں پہچا نتا تھا اس کو ہم میں سے کو ئی ۔ یہاں تک کہ آ بیٹھا رو برو حضرت محمد ﷺ کے ۔ پس لگا د یئے دونو ں زا نو ا پنے دونوں زا نوں حضرت ﷺ کے ۔ اور ر کھے دونو ں ہا تھ ا پنے او پر دو زا نو وں آ پ ﷺ کے اور کہا اے محمد خبر د ے مجھ کو اسلام سے ۔ فر ما یا حضرت ﷺ نے اسلام یہ ہے کہ گوا ہی دے تو نہیں کو ئی معبود سوا اللہ کے اور محمد بھیجے ہو ئے ہیں اللہ کے اور قا ئم کر ے نماز کو اور د ے زکوۃ اور ر کھے تو روز ے رمضا ن کے اور حج کر ے خا نہ کعبہ کا اگر طا قت ر کھے تو طرف اس کی راہ کی ۔

کہا اس شخص نے کہ سچ کہا تو نے ۔ پس تعجب کیا ہم نے وا سطے اس کے کہ پو چھتا ہے حضرت سے اور تصد یق کر تا ہے اس کو ۔

کہا اس شخص نے خبر دو مجھ کو ایما ن کی ۔ فر ما یا ایما ن لا و ے تو سا تھ اللہ کے اور فر شتو ں اس کے اور کتا ب اس کی کے اور رسولوں اس کے اور قیا مت کے اور ایما ن لا و ے تو سا تھ تقدیر بھلا ئی اس کی کے اور برا ئی اس کی کے کہا سچ کہا تو نے ۔ پس کہا خبر دو مجھ کو احسا ن سے فر ما یا یہ کہ بند گی کر ے تو اللہ کی گو یا کہ تو د یکھتا ہے اس کو پس اگر نہیں د یکھ سکتا تو اس کو پس تحقیق وہ د یکھتا ہے تجھ کو کہا خبر دو مجھ کو قیا مت سے فر ما یا نہیں وہ شخص کہ پو چھا گیا

قیامت سے زیادہ جاننے والا پوچھنے والے سے۔ کہا خبر دو مجھ کو علامتوں اس کی سے۔ فرمایا کہ جنے گی لونڈی مالک اپنی کو اور یہ کہ دیکھے تو ننگے پاؤں والوں کو ننگے بدم والوں کو مفلسوں کو چرانے والوں کو بکریوں کے فخر کریں گے بیچ عمارتوں کے۔ کہا راوی نے پھر چلا گیا وہ شخص پھر ٹھہرا رہا میں دیر تک۔ پھر فرمایا واسطے میرے اے عمر کیا جانتا ہے تو کون تھا پوچھنے والا؟ کہا اللہ اور رسول اللہ کا زیادہ جاننے والا ہے۔ فرمایا تحقیق وہ جبریل تھا، آیا تھا تمہارے پاس سکھلاتا تھا تم کو تمہارا دین۔ روایت کی یہ حدیث مسلم نے۔

(کیا اب بھی کوئی دشمن دین وایمان اس حدیث کی رو سے انکار کرسکتا ہے کہ فرشتے دنیا میں نہیں آتے مگر متعصب ہاں جسکے دل میں انصاف ہے اس کے لئے تو دلیل صاف ہے لیکن ضد کا مرض لا علاج ہے)۔

(یہ حدیث یوں ہے: عن عمر ابن خطاب قال: بینا نحن عندرسول الله ﷺ ذات یوم، اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثّیاب، شدید سواد الشّعر، لا یری علیه اثر السّفر، و لایعرفه منّا احد، حتّی جلس الی النّبی ﷺ فاسند رکبتیه الی رکبتیه، و وضع کفّیه علی فخذیه، و قال: یامحمد! اخبرنی عن الاسلام؟ فقال رسول الله ﷺ: الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله و انّ محمداً رسول الله، و تقیم الصلوة و تؤتی الزکاة و تصوم رمضان وتحجّ البیت ان استطعت الیه سبیلا۔ قال: صدقت۔ قال: فعجبنا له، یسأله و یصدّقه، قال: فاخبرنی عن الایمان؟ قال ان تؤمن بالله، و ملائکته و کتبه و رسله و الیوم الآخر، و تؤمن بالقدر خیره و شرّه۔ قال: صدقت۔ قال: فاخبرنی عن الاحسان؟ قال: ان تعبد الله کانك تراه، فان لم تکن تراه، فانه یراك۔ قال: فاخبرنی عن السّاعة؟ قال: ما المسؤل عنها باعلم من السائل۔ قال: فاخبرنی عن امارا تها؟ قال: ان تلد الامة ربّتها، و ان تری الحفاة العراة، العالة، رعاء الشاة، یتطاولون فی البنیان۔، قال ثم انطلق۔ فلبثت ملیّاً، ثم قال لی: یاعمر! اتدری من السائل؟ قلت: الله و رسوله اعلم۔ قال: فانه جبریل اتاکم یعلمکم دینکم۔(مسلم

کتاب الا یما ن حد یث نمبر ۱)

چھٹی حدیث کا ترجمہ جو بخاری اور مسلم کی ہے

مشکوۃ کے با ب المواقیت کی فصل ثالث میں روایت ہے ابن شہاب سے کہ تحقیق عمرو بن عبدالعزیز نے دیر کی عصر کو کچھ پس کہا واسطے اس کے عروہ نے خبردار رہو تحقیق جبریل اترے ۔ پس نماز پڑھی آگے رسول خدا کے ۔ پس کہا واسطے عروہ کے عمر کہتا ہے تو اے عروہ پس کہا عروہ نے سنا میں نے بشیر بیٹے ابی مسعود کے سے کہ کہتا تھا سنا میں نے ابومسعود سے کہ کہتے تھے سنا میں نے رسول خدا سے کہ فرماتے تھے کہ جبریل اترے پس امامت کی میری پس نماز پڑھی میں ساتھ اس کے پھر نماز پڑھی میں نے ساتھ اس کے ۔ پھر نماز پڑھی میں ساتھ اس کے ۔ پھر نماز پڑھی میں نے ساتھ اس کے ۔ پھر نماز پڑھی میں نے ساتھ اس کے۔ حساب کرتے تھے ساتھ انگلیوں اپنی کے پانچوں نمازوں کا روایت کی بخاری اور مسلم نے۔

(یہ حدیث یوں ہے :انّ عمر بن عبد العزیز ا خّر الصلوة یوماً، فد خل علیه عروة بن الز بیر فاخبره انّ المغیرة بن شعبة اخّر الصلوة یوماً وهوبالعراق فد خل علیه ابومسعود ا لانصاری فقا ل: ماهذا یامغیرة ؟ الیس قد علمت انّ جبریل نزل فصلی، فصلی رسو ل الله ﷺ ،ثم صلی فصلی رسو ل الله ﷺ، ثم صلی فصلی رسو ل الله ﷺ،ثم صلی فصلی رسو ل الله ﷺ، ثم صلی فصلی رسول الله ﷺ، ثم قال : بهذا امر ت ـ فقا ل عمر لعروة : اعلم ماتحد ث به ، اوانّ جبریل هو اقام لرسو ل الله ﷺ و قوت الصلاة ـ کذلك کان بشیر ابن ابی مسعود یحد ث عن ابیه ـ بخاری حد یث نمبر ۵۲۱

ان عمر بن عبد العزیز ا خّر العصر شیئا۔ فقا ل له عروة ؛ اما انّ جبر یل قد نزل فصلی امام رسول الله ﷺ ـ فقال عمر : اعلم ما تقو ل یا عروة : قال : سمعت بشیر بن ابی مسعود یقول : سمعت ابامسعود یقول : سمعت رسو ل الله ﷺ یقول : نز ل جبر یل فامّنی فصلّیت معه ، ثم صلّیت معه ثم صلیت معه ثم صلیت معه ثم صلیت معه ـ یحسب با صا بعه خمس صلوا ت۔ صحیح

بخاری حدیث نمبر ۳۲۲۱۔)

ساتویں حدیث کا ترجمہ جو بخاری اور مسلم کی ہے

مشکوۃ کے باب فضائل الصلوۃ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آتے ہیں فرشتے بیچ تمہارے رات کو اور فرشتے دن کو جمع ہوتے ہیں نماز فجر میں اور نماز عصر میں پھر چڑھتے ہیں وہ فرشتے کہ رہتے ہیں بیچ تمہارے پس پوچھتا ہے ان سے رب ان کا اور حال یہ ہے کہ وہ خوب جانتا ہے حال انکا، کس طرح چھوڑا تم نے میرے بندوں کو۔ پس کہتے ہین وہ چھوڑا ہم نے ان کو اس حال میں کہ وہ نماز پڑھتے تھے۔ روایت کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے

اہل انصاف پر چند آیات سے اور نیز ان سات حدیثوں کے پڑھنے سے بخوبی روشن ہو گیا ہو گا کہ بے شک فرشتے آسمان سے زمین پر آتے اور جاتے ہیں اور بعض اوقات آدمیوں کی شکل میں بھی ظاہر ہوتے ہیں مگر مرزا قادیانی کا یہ تحریر کرنا کہ فرشتے اپنے مقامات مقررہ سے ذرہ برابر نہیں ہلتے، اوران کا نزول اثر اندازی کے طور پر ہے، نہ واقعی طور پر، بالکل قرآن اور احادیث کے خلاف ہے۔

اور یہ بات جو لوگوں میں مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے بالکل سچ ہے دیکھو مدعی بھول گیا اور ہار گیا اور خدا تعالی کی قدرت نے مدعی سے کچھ تو اقبال کرا ہی لیا۔ دیکھو اشتہار ۴ نومبر ۱۹۰۰ء (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ ص ۳۶۱) میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

جب آنحضرت ﷺ شکم آمنہ عفیفہ میں تھے تب فرشتہ نے آمنہ پر ظاہر ہو کر کہا تھا کہ تیرے پیٹ میں ایک لڑکا ہے جو عظیم الشان نبی ہو گا اسکا نام محمد رکھنا

نیز اخبار الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

جب حضرت ابراہیم کو جب کفار نے آگ میں ڈالا تو فرشتوں نے آکر حضرت ابراہیم سے پوچھا کہ آپ کو کوئی حاجت ہے؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا بلی و لکن الیکم لا۔

الحمد للہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بہت ہی مدت کے بعد فرشتوں کے زمین

پر آنے کا اقرار کچھ تو کر ہی دیا۔ مارا ایں ہم غنیمت ست۔

نیز دیکھو مرزا غلام احمد قادیانی کے خاص مرید یا معاون مولوی محمد احسن امروہی اپنی کتاب شمس بازغہ صفحہ ۹۵ میں لکھتے ہیں:

و یقتل الخنزیر سے یہ مراد ہے کہ اس کی دعا اور الہام و پیش گوئی سے قتل خنزیر واقع ہوگا جس کا مصداق قتل غیبی لیکھرام کا ہے۔ جو بذریعہ تمثیل فرشتہ قاتل کے بصورت قاتل واقع ہوا۔

اے میرے خدا اپنی مہربانی سے مرزائیوں کو ضد اور کج فہمی سے بچا، اور راہ راست پر لا۔ آمین ثم آمین

بابِ نہم: قرآن سے لیلۃ القدر کا ثبوت

انّا انزلنا ہ فی لیلۃ القدر۔ و ما ادرا ك ما لیلۃ القدر۔ لیلۃ القدر خیر من الف شھر۔ تنزل الملا ئکۃ و الروح فیھا با ذن ربھم من کل امر۔ سلا م ھی حتی مطلع الفجر۔ (القدر:۱۔۵)

(یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔ تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس (میں ہر کام) کے سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرائیل) اترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے۔ اور فجر کے طلوع ہونے تک (رہتی) ہے)

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ لیلۃ القدر ایک ایسی بابرکت رات ہے جو ہزار مہینہ سے بہتر ہے، اور اس میں فرشتے اور جبریل نازل ہوتے ہیں اور طلوع فجر تک رہتے ہیں اور بلوغ المرام میں بخاری اور مسلم سے یہ حدیث مرقوم ہے

ترجمہ: ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے بہت سے صحابہ کو لیلۃ القدر خواب میں دکھائی گئی پچھلی سات راتوں میں تو رسول خدا نے فرمایا میں تمہاری خوابوں کو دیکھتا ہوں کہ موافق آئیں آخر سات راتوں میں پھر تلاش کرنے والو ہو اس کا تو وہ تلاش کرے اس کو اخیر کی سات راتوں میں

(قدر کے معنی قدر و منزلت کے بھی ہیں، اس لئے اسے شب قدر کہتے ہیں، اس کے معنی اندازہ

اور فیصلہ کرنا بھی ہیں، اس میں سال بھر کے لئے فیصلے کئے جاتے ہیں اسی لئے اسے لیلۃ الحکم بھی کہتے ہیں۔اس کے معنی تنگی کے بھی ہیں۔اس رات اتنی کثرت سے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔شب قدر یعنی تنگی کی رات۔ یا اس لئے یہ نام رکھا گیا کہ اس رات جو عبادت کی جاتی ہے اللہ کے ہاں اس کی بڑی قدر ہے اور اس پر بڑا ثواب ہے اس کی تعیین میں بھی شدید اختلاف ہے۔فتح القدیر۔،

تاہم احادیث و آثار سے واضح ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے اس کو مبہم رکھنے میں یہی حکمت ہے کہ لوگ پانچوں طاق راتوں میں اس کی فضیلت حاصل کرنے کے شوق میں اللہ کی خوب عبادت کریں۔

اس رات میں قرآن اتارنے کا آغاز کیا، یا لوح محفوظ سے اس بیت العزت میں، جو آسمان دنیا پر ہے، ایک ہی مرتبہ اتار دیا، اور وہاں سے حسب وقائع نبی ﷺ پر اترتا رہا تاآنکہ ۲۳ سال میں پورا ہو گیا اور لیلۃ القدر رمضان میں ہی ہوتی ہے جیسا کہ قرآن کی آیت شهر رمضا ن الزی انز ل فیه القر آ ن (البقرۃ؛ن۱۸۵) سے واضح ہے۔

اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے اور ہزار مہینے ۸۳ سال ۴ مہینے بنتے ہیں۔ یہ امت محمد یہ پر اللہ کا کتنا احسان عظیم ہے کہ مختصر عمر میں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لئے کیسی سہولت عطا فرما دی

روح سے مراد حضرت جبرائیل ہیں یعنی فرشتے حضرت جبرائیل سمیت اس رات زمین پر اترتے ہیں ان کاموں کو سرانجام دینے کیلئے جن کا فیصلہ اس سال میں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

یہ سلامتی والی رات ہے کہ مومن اس رات شیطان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں، یا فرشتے اہل ایمان کو سلام عرض کرتے ہیں، یا فرشتے ہی آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔شب قدر کے لئے نبی ﷺ نے بطور خاص یہ دعا بتلائی ہے اللهم انك عفو تحب العفو فا عف عنا (ترمذی ابواب الدعوات۔سنن ابن ماجہ کتاب الدعاء باب الدعا باب العفو والعافیۃ۔)

قادیانی کے نزدیک لیلۃ القدر کی حقیقت

ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۳ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۱۶۵) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بنا ابھی ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل

کے لئے سب سے پہلے خدا تعالی نے اس عاجز (مرزا قادیانی کو اس کے خدا نے اس واسطے دنیا میں بھیجا ہے تاکہ وہ لوگوں کو گمراہی میں ڈالے۔ اللہ دتا) کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا انت اشد منا سبة من ابن مریم و اشبه الناس به خلقاً و خلقاً و زمانا مگر یہ تاثیرات اس لیلۃ القدر کی اب بعد اس کے کم نہیں ہوں گی بلکہ بالاتصال کام کرتی رہیں گی جب تک وہ سب کچھ پورا نہ ہولے جو خدا تعالی نے آسمان پر مقرر کیا ہے۔،

فتح اسلام صفحہ ۵۴ (خزائن۔ج ۳ص ۳۲) میں مرزا غلام احمد تحریر کرتے ہیں:

تم سمجھتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے۔ لیلۃ القدر اس ظلمانی زمانہ کا نام ہے جس کی ظلمت کمال حد تک پہنچ جاتی ہے اس لئے وہ زمانہ بالطبع تقاضا کرتا ہے کہ ایک نور نازل ہو جو اس ظلمت کو دور کرے۔ اس زمانہ کا نام، بطور استعارہ کے لیلۃ القدر رکھا گیا ہے مگر درحقیقت یہ رات نہیں ہے۔ یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے۔،

اہل انصاف اس فقرہ کی طرف غور کریں کہ درحقیقت یہ رات نہیں ہے یہ ایک زمانہ ہے اور نیز اس آیت کی طرف بھی خیال کریں

و ما ادر اک ما لیلة القدر ۔ لیلة القدر خیر من الف شهر ۔

(تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے)

اور پیغمبر ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا کہ لیلۃ القدر کو ماہ رمضان کے چاند کی اخیر کی سات راتوں میں تلاش کرو۔

اور جناب شیخ عبدالقادر گیلانی اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں جو کچھ لیلۃ القدر کی بابت تحریر فرماتے ہیں اس کی عین عبارت کا ترجمہ نقل کرتا ہوں

اللہ تعالی نے فرمایا بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ..تا... قول کریم: اس رات میں فرشتے اور روح اترتے ہیں۔ یعنی شب قدر میں اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو اللہ سبحانہ وتعالی جبریل کو زمین کی طرف اترنے کا حکم کرتا ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار فرشتے سدرۃ المنتہی کے رہنے والے ہوتے ہیں۔ ان

کے ساتھ نور کے جھنڈے ہوتے ہیں پھر جب وہ زمین کی طرف اترتے ہیں تو جبریل اپنا جھنڈا گاڑ دیتا ہے اور پھر فرشتے بھی جھنڈے گاڑ دیتے ہیں چار جگہ کعبہ کے پاس اور حضرت ﷺ کی قبر کے پاس اور بیت المقدس کی مسجد کے پاس اور طور سینا کی مسجد کے پاس۔ پھر جبریل کہتے ہیں فرشتوں سے کہ پھیل جاؤ وہ پھیل جاتے ہیں سو کوئی مکان باقی نہیں رہتا اور نہ کوئی حجرہ اور نہ کوئی گھر اور نہ کوئی کشتی جس میں کوئی مرد مومن یا عورت مومن ہو مگر فرشتے اس میں جاتے ہیں لیکن اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے جس میں کتا ہو۔ یا سور یا جنب ہو حرام سے یا کوئی تصویر ہو (بے شک اس بات میں زرہ بھر شک نہیں کرنا چاہیے جو مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ فرشتے زمین پر نہیں آتے مرزا کے بیت الفکر اور بیت الذکر میں تصویریں موجود رہتی ہیں وہاں فرشتوں کا کیا کام۔ اللہ دتا) سو تسبیح اور تقدیس کہتے ہیں اور لا اله الا الله کہتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کی امت کے لئے بخشش مانگتے ہیں جب فجر کا وقت ہو جاتا ہے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔،

مرزا غلام احمد قادیانی کا تحریر کرنا کہ لیلۃ القدر رات نہیں بلکہ ظلمانی ہے سینہ زوری ہے۔ خدا تعالیٰ مرزا قادیانی کو گمراہی اور ضلالت سے بچاوے۔ آمین۔

باب دہم: دابۃ الارض کا بیان

و اذا وقع القول عليهم اخرجنا لهم دابّة من الارض تكلّمهم انّ النّاس كانوا بآياتنا لا يوقنون۔ (النمل ۸۲) (ترجمہ: جب ان کے اوپر عذاب کا وعدہ ثابت ہو جائے گا ہم زمین سے ان کے لئے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرتا ہوگا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے)

(یہ دابہ وہی ہے جو قرب قیامت کی علامات میں سے ہے جیسا کہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو، ان میں ایک جانور کا نکلنا ہے۔ صحیح مسلم کتاب الفتن باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ،)

دوسری روایت میں ہے: سب سے پہلی نشانی جو ظاہر ہوگی وہ ہے سورج کا مشرق کی بجائے

مغرب سے نکلنا اور چاشت کے وقت جانور کا نکلنا، ان دونوں میں سے جو پہلے ظاہر ہوگی، دوسری اس کے فوراً بعد ہی ظاہر ہو جائے گی۔ صحیح مسلم باب فی خروج الدجال و مکثه فی الارض۔

اس جانور کے لوگوں سے کلام کرنے میں تو کوئی شک نہیں کیونکہ قرآن میں اس کی صراحت ہے۔ صحابی کہتا ہے:

کان النّبی ﷺ فی غرفة و نحن اسفل منه، فاطلع الینا فقال: ما تذکرون؟ قلنا: السّاعة۔ قال: ان الساعة لا تکون حتی تکون عشر آیات:

خسف بالمشرق و خسف بالمغرب وخسف فی جزیرة العرب، و الدخان و الدجال، و دابة الارض، و یأجوج مأجوج و طلوع الشمس من مغربها، و نار تخرج من قعر عدن ترحل الناس۔ مسلم حدیث نمبر ۷۲۸۶)

(عن عبد الله بن عمرو قال:.. سمعت رسول الله ﷺ انّ اول الآیات خروجا طلوع الشمس من مغربها، و خروج الدابة علی الناس ضحی۔ و ایّهما ما کانت قبل صاحبتها، فالاخری علی اثرها قریب۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۷۳۸۳)

قریب قیامت ایک جانور زمین سے نکل کر لوگوں سے باتیں کرے گا

قادیانی اعتقاد بابت دابۃ الارض

ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۰ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۳۷۳) میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

ایسا دابة الارض یعنی وہ علماء واعظین جو آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتے ابتداء سے چلے آتے ہیں لیکن قرآن کا مطلب یہ ہے کہ آخر زمانہ میں ان کی حد سے زیادہ کثرت ہوگی اور ان ے خروج سے مراد وہی ان کی کثرت ہے۔

اہل انصاف کے لئے یہ امر غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماویں

اخرجنا لهم دابّة من الارض تکلّمهم

یعنی ہم زمین سے ان کے لئے ایک جانور نکالیں گے جوان سے باتیں کرتا ہوگا

اور مرزا غلام احمد قادیانی کہیں کہ دا بة ا لا رض سے علماء واعظین مراد ہیں۔ اگر بقول مرزا قادیانی دابۃ الارض سے مراد علمائے واعظین ہیں، تو خداوند تعالی کا یہ فرمانا تکلّمھم یعنی وہ جانوران سے باتیں کرے گا ، کیا ضرورت تھی ۔ کیونکہ آدمیوں سے آدمیوں کا کلام کرنا کوئی عجیب اور انوکھی بات نہیں ہوتی۔

نیز کسی جانور کا خدا تعالی کے حکم سے آدمیوں سے کلام کرنا بھی مشکل اور ناممکن امر نہیں ہے۔

خدا تعالی مرزا قادیانی کو ضد اور فخر اور کج فہمی سے بچاوے۔ آمین ثم آمین

باب یازدہم: یاجوج ماجوج کا بیان

حتّی ا ذا فتحت یأجو ج ومأ جوج و ھم من کلّ حد ب ینسلون (الانبیاء:۹۶) (ترجمہ: یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوں گے)۔

قا لوا یا ذا القر نین انّ یأ جو ج و مأ جو ج مفسدو ن فی الارض فھل نجعل لك خر جا علی ان تجعل بیننا و بینھم سدا ۔ قال ما مکّنی فیه ر بّی خیر فا عینو نی بقوّة اجعل بینکم و بینھم رد ما۔ آ تو نی زبر ا لحد ید حتّی اذا سا وی بین الصّدفین قال انفخوا حتّی اذا جعله نا را قا ل ا تو نی افرغ علیه قطرا ۔ فما اسطاعوا ان یظھروہ و ما استطاعوا له نقبا۔ قا ل ھذا ر حمة من ر بی فا ذا جا ء و عد ر بی جعله دکا۔ و کا ن وعد ر بی حقا۔ (الکہف ۹۴۔۹۸)

(ترجمہ: انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج اس ملک میں (بڑے بھاری) فسادی ہیں، تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ خرچ کا انتظام کردیں (اس شرط پر کہ) آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں۔ اس نے جواب دیا کہ میرے اختیار میں میرے پروردگار نے جو دے رکھا ہے بہتر ہے۔ تم صرف قوت طاقت سے میری مدد کرو۔ میں تم میں اور ان میں ایک

مضبوط حجاب بنا دیتا ہوں۔ مجھے لوہے کی چادریں لا دو، یہاں تک کہ جب ان دونوں پہاڑوں کے درمیان دیوار برابر کر دی، تو حکم دیا کہ آگ تیز جلاؤ تاوقتیکہ لوہے کی ان چادروں کو بالکل آگ کر دیا، تو فرمایا میرے پاس لاؤ اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دو۔ پس تو ان میں اس دیوار پر چڑھنے کی طاقت تھی اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے تھے۔ کہا یہ صرف میرے رب کی مہربانی ہے۔ ہاں جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے زمین بوس کر دے گا۔ بے شک میرے رب کا وعدہ سچا اور حق ہے)

(یاجوج ماجوج دو قومیں ہیں اور حدیث صحیح کے مطابق نسل انسانی میں سے ہیں اور ان کی تعداد، دوسری انسانی نسلوں کی مقابلے میں زیادہ ہوگی اور انہی سے جہنم بھرے گی۔ صحیح بخاری تفسیر سورۃ حج۔ والرقاق، باب ان زلزلة السا عة شی عظیم۔ وصحیح مسلم کتاب الا یمان باب قوله یقول الله لآ د م ا خر ج بعث النار۔

قوت سے مراد یہ کہ تم مجھے تعمیراتی سامان اور رجال کار مہیا کرو۔ بین الصدفین یعنی دو پہاڑوں کے سروں کے درمیان جو خلا تھا اسے لوہے کی چھوٹی چھوٹی چادروں سے پر کر دیا، لوہے کی چادروں کو خوب گرم کر کے ان پر پگھلا ہوا لوہا، تانبا یا سیسہ ڈالنے سے وہ پہاڑی درہ یا راستہ ایسا مضبوط ہو گیا کہ اسے عبور کر کے یا توڑ کر یاجوج ماجوج کا ادھر دوسری انسانی آبادیوں میں آنا ناممکن ہو گیا۔

لیکن جب میرے رب کا وعدہ آ جائے گا تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر کے زمین کے برابر کر دے گا۔ اس وعدے سے مراد قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کا ظہور رہے جیسا کہ احادیث میں ہے مثلاً ایک حدیث میں نبی ﷺ نے اس دیوار سے سوراخ کو فتنے کے قریب ہونے سے تعبیر فرمایا (صحیح بخاری نمبر ۳۳۴۶، مسلم نمبر ۲۲۰۸) اور اور حدیث میں آتا ہے کہ وہ ہر روز اس دیوار کو کھودتے ہیں اور پھر کل کے لئے چھوڑ دیتے ہیں لیکن جب اللہ کی مشیت ان کے خروج کی ہو گی تو پھر وہ کہیں گے کل انشاء اللہ اس کو کھود یں گے، اور پھر دوسرے دن وہ اس سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے، زمین میں فساد پھیلائیں گے حتی کہ لوگ قلعہ بند ہو جائیں گے۔ یہ آسمانوں پر تیر پھینکیں گے جو خون آلود لوٹیں گے۔ بالآخر اللہ تعالی ان کی گدیوں پر ایسا کیڑا پیدا فرما دیگا جس سے انکی ہلاکت واقع ہو جائیگی (مسند احمد ۲-۵۱۱۔ جامع ترمذی نمبر ۳۱۵۳) صحیح مسلم میں نواس بن سمعان کی روایت میں صراحت ہے کہ یاجوج ماجوج کا ظہور حضرت

عیسیٰ کے نزول کے بعد ان کی موجودگی میں ہوگا (کتاب الفتن و اشراط الساعة ، باب ذکر الدجال) جس سے ان حضرات کی تردید ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ تاتاریوں کا مسلمانوں پر حملہ، یا منگول ترک، جن میں چنگیز خان بھی تھا، یا روسی یا چینی قومیں یہی یاجوج ماجوج ہیں جن کا ظہور ہو چکا، یا مغربی قومیں ان کا مصداق ہیں کہ پوری دنیا پر ان کا غلبہ وتسلط ہے۔ یہ باتیں غلط ہیں کیونکہ ان کے غلبے سے سیاسی غلبہ مرادنہیں بلکہ قتل و غارت گری اور شر و فساد کا وہ عارضی غلبہ ہے جس کا مقابلہ کرنے کی طاقت مسلمانوں میں نہیں ہوگی، تاہم پھر وبائی مرض سے سب کے سب آن واحد میں لقمہ اجل بن جائیں گے۔)

ان آیات سے چند امور ظاہر ہوتے ہیں جو اہل انصاف کیلئے غور طلب ہیں

۱۔ یاجوج ماجوج مفسد قوم ہے جیسا کہ انّ یأ جو ج و مأ جو ج مفسدو ن فی الا ر ض سے ظاہر ہے۔

۲۔ یاجوج ماجوج دو پہاڑوں کے درمیان بند ہیں۔ جیسا کہ حتّٰی اذا سا وی بین الصّدفین سے واضح ہوتا ہے۔

۳۔ وہ دیوار ایسی بنی ہوئی ہے کہ جس پر یاجوج ماجوج نہ چڑھ سکتی ہے اور نہ اس میں سوراخ کر سکتے ہیں جیسا کہ فما اسطا عوا ان یظھروہ و ما استطاعوا له نقبا سے ظاہر ہے۔

۴۔ جب اللہ تعالیٰ کو یاجوج ماجوج کا نکالنا منظور ہوگا تو اس دیوار کو ریزہ ریزہ کر دے گا یہ وعدہ اللہ کا سچا ہے جیسا کہ فلمّا جاء وعد ر بّی جعله دکا و کا ن وعد ر بی حقا سے ثابت ہوتا ہے۔

قادیانی اعتقاد بابت یاجوج ماجوج

ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۲ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۳۶۹) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور یاجوج ماجوج کی نسبت تو فیصلہ ہو چکا ہے کہ جو یہ دنیا کی دو اقبال مند قومیں ہیں جن میں ایک انگریز اور دوسری روس ہیں۔ یہ دونوں قومیں بلندی سے نیچے کی طرف حملہ کر رہی ہیں۔ یعنی اپنی خدا داد طاقتوں کے ساتھ فتح یاب ہوتی جا رہی ہیں۔ مسلمانوں کی بدچلنیوں نے مسلمانوں کو نیچے گرا دیا

اور ان کی تہذیب اور متانت شعاری اور ہمت اور اولوالعزمی اور معاشرت کے اعلی اصولوں نے بحکم و بمصلحت قادر مطلق ان کو اقبال دے دیا۔ ان دونوں قوموں کا بائیبل میں ذکر ہے۔

اہل انصاف مرزا غلام احمد کی اس تحریر میں غور کریں کہ یاجوج ماجوج انگریز اور روس کو اپنے خیال میں مقرر کر کے کس قدر انکی تعریف کرتے ہیں اور یاجوج ماجوج کو قرآن تو فرماتا ہے کہ انّ یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض ہیں اور مسلمانوں کو مرزا قادیانی نے بدچلن قرار دیا ہے، جن کو قرآن کریم کنتم خیر امۃ کی خوش خبری دیتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۶ خزائن جلد ۳ ص ۱۷۴ میں یوں تحریر کرتے ہیں:

ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ دجال سے مراد با اقبال قومیں ہوں اور گدھا اون کا یہی ریل ہو جو مشرق اور مغرب کے ملکوں میں ہزارہا کوسوں تک چلتے دیکھتے ہو۔

اہل انصاف کی خدمت میں عرض ہے کہ حضرت پیغمبر صاحب ﷺ کے وقت بھی دونوں قومیں یعنی روس اور انگریز موجود تھے، اور بہت سے شہروں پر ان کی حکومت بھی تھی۔ پھر خداوند تعالی کا قرآن میں بھی خبر دینا کہ یاجوج ماجوج دو پہاڑوں کے درمیان بذریعہ دیوار ایک وعدہ تک بند ہیں کہ وہ وعدہ سے پہلے اس پر نہ چڑھ سکتی ہے اور نہ اس دیوار میں سوراخ کر سکتی ہیں کیا ضرورت تھی؟

پس قرآن شریف صاف مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف شہادت دے رہا ہے کہ یاجوج اور ماجوج انگریز اور روس ہیں۔ اللہ تعالی کم فہمی سے بچاوے۔ آمین

باب دوازدہم: قیام قیامت کا ثبوت

تمام مخلوقات قیامت کے دن خداوند کے سامنے حاضر ہو کر اپنا اپنا بدلہ بموجب اعمال پاوے گی نیک اعمال والے بہشت میں جاویں گے اور بداعمال والے دوزخ میں۔

اللہ لا الہ الا ھو لیجمعنّکم الی یوم القیامۃ لا ریب فیہ و من اصدق من اللہ حدیثا۔ (النساء:۸۷) (ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی

معبود (برحق) نہیں۔ وہ تم سب کو یقیناً قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالی سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا)

و نضع الموا زين القسط ليو م القيا مة فلا تظلم نفس شيئا۔
(اور رکھیں گے ہم ترازوئیں عدل کی دن قیامت کے پس نہ ظلم کیا جاوے گا کوئی جی کچھ)۔

و تنذر يو م الجمع لا ر يب فيه فر يق في الجنة و فر يق في السعير (ترجمہ: اور تحقیق قیامت آنے والی ہے نہیں شک بیچ اس کے اور تحقیق اللہ اٹھاوے گا جو بیچ قبروں کے ہیں)۔

ونفخ فى الصور فا ذا هم من ا لا جدا ث الى ر بهم ينسلو ن قالوا يا و يلنا من بعثنا من مر قد نا هذا ما وعد الر حمن و صدق المر سلو ن ۔(اور پھونکا جاوے گا بیچ سور کے پس ناگہاں وہ قبروں سے طرف رب اپنے کے دوڑیں گے کہیں گے ہم کو کس نے اوٹھایا ہم کو خواب گاہ ہماری سے یہی وعدہ کیا تھا رحمٰن نے اور سچ کہا تھا پیغمبروں نے)

يو م يد ع الدا ع الى شىء نكر خشعا ابصا ر هم يخر جو ن من الا جدا ث كا نهم جرا د منتشر مهطعين الى الداع يقو ل الكا فرو ن هذا يو م عسر ۔(ترجمہ: اس دن کہ پکارے گا ایک پکارنے والا طرف ایک چیز ناپہچان کے نیچی ہوں گے آنکھیں ان کی نکلیں کے قبروں میں سے گویا کہ ٹڈیاں ہیں پریشان دوڑتے ہوئے طرف پکارنے والے کو کہیں گے کافر یہ دن سخت ہے)۔

فذ ر هم يخو ضوا و يلعبوا حتى يلقوا يو مهم الذى يو عدو ن يو م يخر جو ن من ا لا جدا ث سرا عا كا نهم انى نصب يو فضو ن خا شعة ابصا ر هم تر هقهم ذلة ذلك اليو م الذى كا نوا يو عدو ن ۔(ترجمہ: پس چھوڑ وان کو جھگڑیں اور کھیلیں یہاں تک کہ ملاقات کریں دن اپنے سے وہ جو وعدہ دیئے گئے ہیں جن دن نکلیں گے قبروں میں سے دوڑتے ہوئے گویا کہ وہ طرف تھانوں بتوں کی دوڑتے ہیں نیچے ہوں گے آنکھیں ان کی دیکھنی ہوگی ان کو ذلت یہی وہ دن ہے جو تھے وعدہ دیئے جاتے)

افلا اذا بعثر ما فى القبور و حصّل ما فى الصّدور ان ر بّهم بهم

يو مئذ لخبير (ترجمہ: کیا پس نہیں جانتا جب اٹھایا جاوے گا جو کچھ بیچ قبروں کے ہے اور حاصل کیا جائیگا جو کچھ بیچ سینوں کے ہے تحقیق ان کے رب کو ان کی اس دن سب خبر ہے)

فلا تحسبنّ اللّه مخلف وعده رسله، انّ الله عز يز ذو انتقام۔ يوم تبدّل ا لا ر ض غير الا ر ض و السما وا ت و بر زوا للّه الوا حد القها ر۔ و تر ى المجر مين يو مئذ مقرّ نين فى الاصفاد۔ سرا بيلهم من قطران و تغشى و جو ههم النار۔ ليجزى الله كل نفس ما كسبت ان الله سر يع الحسا ب ۔(ابراہیم :۴۸۔۵۱) (ترجمہ: آپ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ اللہ اپنے نبیوں سے وعدہ خلافی کرے گا، اللہ بڑا ہی غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔ جس دن زمین اس زمین کے سوا اور ہی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی، اور سب کے سب اللہ واحد غلبے والے کے رو برو ہوں گے۔ آپ اس دن گناہ گاروں کو دیکھیں گے کہ زنجیروں میں ملے جلے ایک جگہ جکڑے ہوں گے ۔ ان کے لباس گندھک کے ہوں اور آگ ان کے چہروں پر بھی چڑھی ہوئی ہوگی ۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالی ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے، بے شک اللہ تعالی کو حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگنے کی)

(امام شوکانی فرماتے ہیں کہ آیت میں دونوں احتمال موجود ہیں کہ یہ تبدیلی صفات لحاظ سے ہو یا ذات کے لحاظ سے ۔ یعنی یہ آسمان و زمین اپنے صفات کے اعتبار سے بدل جائیں گے یا ویسے ہی ذاتی طور پر یہ تبدیلی آئے گی ۔ نہ یہ زمین رہے گی نہ یہ آسمان، زمین بھی کوئی اور ہوگی اور آسمان بھی کوئی اور۔

حدیث میں آتا ہے حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، يحشر الناس يو م القيا مه على ار ض بيضا ء عفراء كقرصة النقى ليس فيها علم لأحد، صحیح مسلم صفة القيامة باب فى البعث والنشو ر ۔ قیامت والے دن لوگ سفید بھوری زمین پر اکھٹے ہوں گے جو میدہ کی روٹی کی طرح ہوگی۔ اس میں کسی کا کوئی جھنڈا (یا علامتی نشان) نہیں ہوگا۔

حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ جب یہ آسمان و زمین بدل دیئے جائیں گے تو پھر لوگ اس دن کہاں ہوں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا، صراط پر۔، یعنی پل صراط پر حوالہ مذکور

ایک یہودی کے استفسار پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس دن پل کے قریب اندھیرے میں

ہوں گے صحیح مسلم کتاب الحیض باب بیان صفۃ منی الرجل)

یو م یقو م الرو ح و الملا ئکۃ صفّا لا یتکلمو ن ا لا من ا ذن لہ الر حمن و قا ل صوا با ذلک الیو م الحق فمن شا ء اتخذ الی ر بہ مآ با۔ (ترجمہ: جس دن کھڑا ہوگا روح یعنی جبریل اور فرشتے صف باندھ کر نہ بولیں گے مگر جو کوئی کہ اذن دیوے واسطے اس کے رحمٰن اور کہے گا اچھا یہی ہے دن برحق پس جو کوئی چاہے پکڑے طرف رب اپنے کی جگہ پھر جانے کی)۔

و یو م نسیّر الجبا ل و تری ا لا ر ض بار زۃ و حشر نا ھم فلم نغا در منھم ا حدا۔ و عر ضوا علی ر بک صفا لقد جئتمونا کما خلقنا کم او ل مر ۃ بل ز عمتم ا لّن نجعل لکم مو عدا ۔ (الکہف: ۴۷۔۴۸)(اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اورزمین کو تو صاف کھلی ہوئی دیکھے گا اور تمام لوگوں کو ہم اکٹھا کریں گے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔اور سب کے سب تیرے رب کے سامنے صف بستہ حاضر کئے جائیں گے۔یقیناً تم ہمارے پاس اسی طرح آئے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا لیکن تم تو اسی خیال میں رہے کہ ہم ہرگز تمہارے لئے کوئی وعدے کا وقت مقرر کریں گے بھی نہیں)

(یہ قیامت کی ہولناکیوں اور بڑے بڑے واقعات کا بیان ہے ۔ پہاڑوں کو چلائیں گے کا مطلب، پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑ جائیں گے و تکو ن الجبال کا لعھن المنفو ش ۔القارعۃ ۔۵۔اور پہاڑ ایسے ہوں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگین اون۔

مزید دیکھئے سورہ طور آیت نمبر ۹۔۱۰، سورہ نمل آیت نمبر ۸۸، سورہ طہٰ آیت ۱۰۵، ۱۰۷، زمین سے جب پہاڑ جیسی مضبوط چیزیں ختم ہو جائیں گی تو مکانات درخت اور اسی طرح کی دیگر چیزیں کس طرح اپنا وجود برقرار رکھ سکیں گی ۔اسی لئے آگے فرمایا: تو زمین کو صاف کھلی دیکھے گا)

فا ذا نفخ فی الصّو ر نفخۃ وا حدۃ۔ و حملت ا لا ر ض و الجبال فدکّتا دکّۃ وا حدۃ ۔ فیو مئذ وقعت الواقعۃ ۔و انشقت السماء فھی یو مئذ وا ھیۃ ۔ و الملک علی ار جا ئھا و یحمل عرش ر بّک فو قھم یو مئذ ثما نیۃ ۔یو مئذ تعرضو ن لا تخفی

منكم خا فية ۔فامّا من او تی کتا به بیمینه فیقو ل هاؤ م اقرؤا کتا بیه۔ انّی ظننت انّی ملاق حسا بیه ۔ فهو فی عیشة را ضیة۔ فی جنّة عا لیة ۔ قطو فها دا نیة۔ کلوا و اشر بوا هنیئا بما اسلفتم فی ا لا یام الخا لیة ۔و امّا من او تی کتا به بشما له فیقو ل یا لیتنی لم او ت کتا بیه۔ ولم ادر ما حسا بیه ۔ یا لیتها کانت القا ضیة ۔ ما اغنی عنی ما لیه ۔ هلك عنّی سلطا نیه۔ خذو ہ فغلّوہ ۔ ثم الجحیم صلّوہ۔ ثم فی سلسلة ذر عها سبعون ذرا عا فا سلکو ہ۔ انّه کان لا یو من با لله العظیم۔ و لا یحضّ علی طعا م المسکین۔ فلیس له الیو م ههنا حمیم ۔ و لا طعا م ا لا من غسلین ۔ لا یأکله ا لاالخا طؤ ن (الحا قة : ۱۳:۳۷)(پس جب کہ صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی اور زمین اور پہاڑ اٹھا لئے جائیں گے ۔ اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے ۔ اس دن ہو پڑنے والی(قیامت) ہو پڑے گی ۔ اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا۔ اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے ۔ اس دن تم سب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے۔ تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا ۔ سو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا نامہ اعمال پڑھو۔ مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے ۔ پس وہ اے دل پسند زندگی میں ہو گا ۔ بلند و بالا جنت میں ۔ جس کے میوے جھکے پڑے ہوں گے ۔ (ان سے کہا جائے گا) کہ مزے سے کھاؤ پیو اپنے اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کئے ۔ لیکن جسے اس (کے اعمال) کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ تو کہے گا کہ کاش کہ مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی ۔ اور میں جانتا ہی نہیں کہ حساب کیا ہے۔ کاش! کہ موت (میرا) کام ہی تمام کر دیتی ۔ میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا۔ میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا۔ (حکم ہو گا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو ۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو ۔ پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ کی ہے جکڑ دو ۔ بے شک یہ اللہ عظمت والے پر ایمان نہ رکھتا تھا ۔ اور مسکین کے کھلانے پر رغبت نہ دلاتا تھا۔ پس آج اس کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ

سوائے پیپ کے اس کی کوئی غذا ہے جسے گنہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا)
(الحاقہ، قیامت ناموں میں سے ایک نام اس میں امر الٰہی ثابت ہوگا اور خود یہ بھی بہر صورت واقع ہونے والی ہے اس لئے اسے الحاقہ سے تعبیر فرمایا..قیامت کو کھڑ کا دینے والی کہا ہے، اس لئے کہ یہ اپنی ہولنا کیوں سے لوگون کو بیدار کر دے گی ...الحاقہ اسرافیل کی ایک ہی پھونک سے بر پا ہو جائے گی۔ پہاڑ اپنی جگہوں سے اٹھا لئے جائیں گے اور قدرت الٰہی سے اپنی قرار گاہوں سے ان کو اکھیڑ لیا جائے گا، ان میں کوئی استحکام اور قوت نہیں رہے گی، آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے،...فرشتے آسمان پھٹنے سے پہلے اللہ کے حکم سے زمین پر آ جائیں گے، آٹھ مخصوص فرشتوں نے عرش الٰہی اپنے سروں پر اٹھایا ہوا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس عرش سے مراد وہ عرش ہو جو فیصلوں کیلئے زمین پر بچھایا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نزول اجلال فرمائے گا۔دائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جانے والا مارے خوشی کے ہر ایک کو کہے گا لو میرا پڑھ لو میرا اعمال نامہ تو مجھے مل گیا اس لئے کہ اسے پتہ ہوگا کہ اس میں اس کی نیکیاں ہی نیکیاں ہوں گی کچھ برائیاں ہوں گی تو وہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دی ہوں گی یا ان برائیوں کو بھی حسنات میں تبدیل کر دیا ہوگا..جنت میں مختلف درجات ہوں گے ہر درجے کے درمیان بہت فاصلہ ہوگا جیسے مجاہدین کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کیلئے تیار کئے ہیں ۔ دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہوگا صحیح مسلم کتاب الامارہ، صحیح بخاری کتاب الجہاد)

فو قا ہ اللہ سیّا ت ما مکروا او حاق بال فرعون سو ء العذاب۔ النا ر یعر ضو ن علیها غدوا و عشیا و یو م تقو م السّا عة ادخلوا آ ل فرعو ن اشد العذا ب (المومن:٤٥:٤٦) (ترجمہ: پس اسے اللہ تعالیٰ نے تمام بدیوں سے محفوظ رکھ لیا جو انہوں نے سوچ رکھی تھیں اور فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب الٹ پڑا۔آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو)

و ما قدرو اللہ حقّ قدرہ و ا لا ر ض جمیعا قبضته یو م القیامة و السما وا ت مطو یّات بیمینه سبحا نه و تعا لی عما یشر کو ن۔ و نفخ فی الصّو ر فصعق فی السّما وا ت و من فی

الا ر ض ا لا من شا ء الله ثم نفخ فیه ا خر ی فا ذا ھم قیا م ینظرو ن ۔ و اشرقت الا ر ض بنو ر ربھا و و ضع الکتا ب و جآیء بالنبیین و الشھدا ء و قضی بینھم بالحق و ھم لا یظلمون۔ ووفّیت کل نفس ما عملت و ھو اعلم بما یفعلو ن۔ و سیق الذین کفروا الی جھنّم زمرا حتّی اذا جاؤ ھا فتحت ابوابھا و قا ل لھم خز نتھا الم یأتکم رسل منکم یتلو ن علیکم آ یات ر بکم وینذرو نکم لقاء یو مکم ھذا، قا لوا بلی ولکن حقّت کلمة العذا ب علی الکا فر ین ۔ قیل اد خلوا ابوا ب جھنم خالدین فیھا فبئس مثوی المتکبر ین۔ و سیق الذین اتقوا ربھم الی الجنة زمرا۔ حتی اذا جا ؤھا و فتحت ابوا بھا و قا ل لھم خز نتھا سلا م علیکم طبتم فا دخلو ھاخا لد ین۔ و قا لوا الحمد لله الذی صدقنا وعده و اور ثنا ا لا ر ض نتبوّأ من الجنة ھیث نشا ء فنعم اجر العا ملین (الزمر :۶۷۔ ۷۴)(ترجمہ: اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی ،ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں ۔اورصور پھونک دیا جائے گا۔ پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہوکر گر پڑیں گے،مگر جسے اللہ چاہے ۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ پس وہ ایک دم کھڑے ہوکر دیکھنے لگ جائیں گے ۔اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی ۔نامہ اعمال حاضر کئے جائیں گے۔نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق حق فیصلے کردئے جائیں گے اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے ۔اور جس شخص نے جو کچھ کیا ہے بھرپور دیا جائے گا۔ جو کچھ لوگ کررہے ہیں وہ بخوبی جاننے والا ہے۔ کافروں کے غول کے غول جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے ۔جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ اور وہاں کے نگہبان ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔ یہ جواب دیں گے کہ ہاں درست ہے،لیکن

عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا۔ کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جہاں ہمیشہ رہیں گے ۔ پس سرکشوں کا ٹھکانہ بہت ہی برا ہے ۔ اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے انکے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آ جائیں گے اور دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم خوش حال رہو تم اس میں ہمشیہ کے لئے چلے جاؤ۔ یہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں ۔ پس عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے)

آیات مرقومہ بالا سے چند امور ظاہر ہیں یعنی نمبر۱ سے نمبر۱۴ تک ، اب دوبارہ بطور خلاصہ اہل انصاف کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں

۱ ۔ اس بات میں ہر شک شک نہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالی سب کو جمع کرے گا جیسے لیجمعنّکم الی یو م القیا مة لا ریب فیه سے ثابت ہے۔

۲ ۔ قیامت کے دن اعمال تولے جائیں گے کسی پر کچھ ظلم نہیں کیا جائے گا جیسے

و نضع الموا زین القسط لیو م القیا مة فلا تظلم نفس شیئا

سے روشن ہے۔

۳ ۔ جو لوگ قبروں میں ہیں بے شک اللہ تعالی ان کو دن قیامت کے اٹھاوے گا

جیسے: ان اللّه یبعث من فی القبو ر ،

اور جیسے: و نفخ فی ا لصور فاذا هم من ا لا جدا ث الی ر بّهم ینسلو ن قا لوا یا و یلنا من بعثنا من مر قد نا

اور جیسے: یخر جو ن من ا لا جداث کا نهم جرا د منتشر ،

اور جیسے: یو م تخر جو ن من ا لاجدا ث سراعا

اور جیسے: اذا بعث ما فی القبو ر سے

یعنی ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ قبروں سے قیامت کے دن نکلیں گے ۔

۴ ۔ جس وقت صور پھونکا جائے گا یہی زمین اور پہاڑ سب جاتے رہیں گے قیامت ہو پڑے گی ۔

۵ ۔ زمین اور آسمان بدلے جاویں گے۔

٦ سب لوگ اللہ واحد قہار کے رو برو ہوں گے۔
۷۔اور گنہگار زنجیروں کے جکڑے ہوئے ہوں گے۔
۸۔کرتے ان کے گندھک کے ہوں گے۔
۹۔گنہگاروں کے منہ کو آگ ڈھانک لے گی۔
۱۰۔جبریل اور دوسرے فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔
۱۱۔بغیر حکم اللہ تعالی کے کوئی نہیں بولے گا۔
۱۲۔اور دن قیامت کے اللہ تعالی کا عرش آٹھ فرشتے اٹھاویں گے
۱۳۔اس دن کوئی بات چھپی نہ رہے گی۔
۱۴۔جس شخص کو اپنا عمل نامہ داہنے ہاتھ میں مل جاوے گا وہ خوشی سے لوگوں کو اپنا عمل نامہ دکھائے گا اور کہے گا لو پڑھو یہ میرا عمل نامہ ہے اور تحقیق میں جانتا تھا کہ قیامت کے دن عمل نامے تولے جائیں گے۔
۱۵۔پس وہ شخص بہشت میں خوشی سے بہشت کے میوے کھائے گا اور شراب طہور پیوے گا۔
۱۶۔جس شخص کو اس کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا پس وہ افسوس کرے کہ مجھ کو نہ دیا جاتا یہ عمل نامہ اور میں نہ جانتا کیا ہے حساب میرا کاش کہ آج موت ہوتی اور نہ کفایت کیا مال میرے نے اور جاتی رہی مجھ سے سلطنت میری۔
۱۷۔خداوند کریم حکم فرماوے گا کہ اس کو طوق پہناؤ اور پھر اس کو دوزخ میں لے جاؤ اور ستر ہاتھ لمبی زنجیر سے اسکو جکڑ دو۔
۱۸۔یہی وہ شخص ہوگا جو اللہ کے ساتھ ایمان نہ لایا ہوگا اور فقیروں کو کھانا دینے پر رغبت نہیں دلاتا تھا۔
۱۹۔ایسے شخص کا وہاں کوئی دوست نہ ہوگا۔
۲۰۔ایسے شخص کو کوئی کھانا نہ کھلایا جائے گا مگر غسلین۔
۲۱۔قیامت کے دن ہر جی کو اپنے اعمال کے موافق بدلہ دیا جائے گا۔
۲۲۔کافر گروہ گروہ کر کے دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔
۲۳۔جب دوزخ کے دروازے پر پہنچیں گے دوزخ کے دروازے کھولے جائینگے۔

۲۴۔ ان کو داروغہ دوزخ کے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ تعالی کے رسول نہ آئے تھے جو تم پر اللہ کی آیات پڑھ کر اس سے ڈراتے۔

۲۵۔ اقرار کریں گے ہاں آئے تھے۔

۲۶۔ پس ان کو کہا جائے گا اس میں داخل ہو جاؤ اور تم ہمیشہ اس میں رہو گے۔

۲۷۔ اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں وہ بھی گروہ کر کے جنت کی طرف ہانکے جائیں گے۔

۲۸ جب جنت کے دروازہ پر پہنچیں گے تو ان کیلئے جنت کے دروازے کھولے جائینگے۔

۲۹ داروغہ جنت کے ان پر سلام کہیں گے اور ان کو ہمیشہ جنت میں رہنے کی خوش خبری سناویں گے۔

۳۰۔ بہشتی اپنے بہشت میں ہمیشہ رہنے کی خوش خبری سن کر اللہ کا شکر ادا کریں گے۔

قادیانی اعتقاد بابت قیامت

ازالہ اوہام صفحہ ۴۱۵ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

جو قبر کے عذاب کی نسبت حدیثوں میں بکثرت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں گناہ گار ہونے کی حالت میں بچھو ہوں گے اور سانپ ہوں گے اور آگ ہوگی اگر ظاہر پر ان حدیثوں کو حمل کرنا ہے تو ایسی چند قبریں کھودو اور ان میں سانپ بچھو دکھلاؤ۔

اہل انصاف غور کریں کہ قبر کے عذاب سے یہ صاف انکار نہیں تو اور کیا ہے؟

ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۰ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

اور قیامت کے دن بحضور رب العالمین ان کا حاضر ہونا ان کو بہشت سے نہیں نکالتا کیونکہ یہ تو نہیں کہ بہشت سے باہر کوئی لکڑی یا لوہے یا چاندی کا تخت بچھایا جائے گا اور خدا تعالی مجازی حکام اور سلاطین کی طرح اس پر بیٹھے گا اور کسی قدر مسافت طے کر کے اسکے حضور میں حاضر ہونا ہوگا تا کہ یہ اعتراض لازم آوے کہ اگر بہشتی لوگ بہشت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں تو طلبی کے وقت انہیں بہشت سے نکلنا پڑے گا اور لق و دق جنگل میں

جہاں تخت رب العالمین بچھایا گیا ہے حاضر ہونا پڑے گا ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہے۔،

اہل انصاف مرزا قادیانی کی اس تحریر میں غور کریں کیسی عمدہ مخول سے قیامت کے دن میدان قیامت میں اللہ تعالی کے آگے خلقت کے حاضر ہونے سے انکار کرتے ہیں اور نیز تخت رب العالمین کی نسبت کیسے ہی مخول سے لکھتے ہیں لکڑی کا ہوگا یا لوہے کا چاندی کا تخت بچھایا جائے گا۔ پھر لکھتے ہیں لق و دق جنگل میں جہاں تخت رب العالمین بچھایا جائے گا حاضر ہونا پڑے گا۔ ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہے۔

افسوس مرزا قادیانی قیامت کے ماننے والوں کو یہودی بناتے ہیں اور نیز تخت رب العالمین کی نسبت بھی ٹھٹھا اور مسخری کرنے سے نہیں ٹلتے اور اللہ تعالی تو اپنی کلام پاک میں اپنے عرش کے آنے کا قیامت کے دن اس طرح بیان فرماویں

فیو مئذ وقعت الواقعة و انشقت السماء فھی یومئذ ثمانیة یومئذ تعرضو ن (ترجمہ: پس اس دن ہو پڑیں گے ہو پڑنے والی اور پھٹ جاوے گا آسمان پس وہ اس دن سست ہوگا اور فرشتے ہوں گے اوپر کناروں اس کے اور اٹھاویں گے عرش پروردگار تیرے کا اوپر اپنے اس دن آٹھ شخص اس دن روبرو لائے جاؤ گے تم)۔

و نفخ فی الصور فا ذا ھم من ا لاجداث الی ر بھم ینسلون۔ (اور جب پھونکا جائیگا بیچ سور کے پس ناگہاں وہ قبروں سے طرف رب اپنے کی دوڑیں گے)

پھر دیکھو فرماتا ہے:

و انّ السّا عة آ تیة لا ریب فیھا وان اللہ یبعث من فی القبور ۔ (اور تحقیق قیامت آنیوالی ہے نہیں شک بیچ اسکے اور تحقیق اللہ اٹھاویگا جو بیچ قبروں کے ہیں)۔

اور دیکھو :

یو م تبدّل الارض غیر الارض و السماوا ت و بر زوا للہ الواحدالقھار (ترجمہ: اس دن بدلی جاوے گی زمین سوائے زمین کے اور بدلے جاویں گے آسمان اور روبرو ہوں گے سب لوگ واسطے اللہ قہار کے)

اور دیکھو مرزا غلام احمد قادیانی کی اس فقرہ کی طرف:

اورلق و دق جنگل میں جہاں تخت رب العالمین بچھا یا گیا ہے حاضر ہونا پڑے گا ایسا خیال تو جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہے ۔م صریح صریح آیات کے خلاف نہیں تو اور کیا ہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۴ میں لکھتے ہیں:

اب ہماری تمام تقریر سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ بہشت میں داخل ہونے کیلئے ایسے زبردست اسباب موجود ہیں کہ قریباً تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اس میں پورے طور پر داخل ہو جاویں گے اور یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہیں کریگا بلکہ اس وقت اور بھی بہشت نزدیک ہو جاوے گا کھڑ کی مثال سے سمجھ لینا چاہیے کہ کیونکر بہشت قبر سے نزدیک کیا جاتا ہے کیا قبر کے متصل جو زمین میں پڑی ہے اس میں آ جاتا ہے نہیں بلکہ روحانی طور پر نزدیک کیا جاتا ہے اسی طرح روحانی طور پر بہشتی لوگ میدان حساب میں ہی ہوں گے اور بہشت میں بھی ہوں گے۔

اس جگہ مرزا قادیانی نے اور ہی چال بدلی ہے یعنی اب اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ روحانی طور پر میدان قیامت میں بھی جانا ہو گا۔ اہل انصاف غور سے خیال کریں کہ اللہ تعالیٰ تو فرماویں کہ قیامت کے دن اعمال نامے بہشتیوں کو داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور دوزخیوں کو اعمال نامے بائیں ہاتھ میں اور قیامت کے دن میدان قیامت میں ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے اور دوزخی زنجیروں میں جکڑے جاویں گے اور قرآن شریف میں اکثر جگہ بہشت کی نعمتوں کا ذکر ہے بلکہ یہ بہت صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بہشتیوں کو بہشت میں حوریں ملیں گی اور علاوہ ان کے دنیا والی عورتیں بھی اور ہر قسم کے عمدہ کپڑے اور سونے کے کنگن بھی پہننے کو ملیں گے اور کھانا کھانے اور پینے کے برتن بھی سونے چاندی کے ہوں گے اور ہر قسم کے میوے اور ہر قسم کے پرندوں کے گوشت کھانے کیلئے موجود ہوں گے اور بہشت میں شہد و شراب اور دودھ اور پانی کی نہریں ہیں جن میں سے بہشت کے لوگ پیئیں گے

اب میں یہ مرزا قادیانی سے دریافت کرتا ہوں کہ ان سب نعمتوں کا ذکر قرآن شریف میں جب موجود ہے تو پھر جسمانی طور سے انکار کرنا خلاف قرآن شریف

ہے اور سرتح آیات کا خلاف یا انکار سب کے نزدیک کفر ہے کاش مرزا قادیانی کی ان دو چھوٹی سورتوں کی طرف کچھ بھی توجہ ہوتی تو جسمانی طور سے انکار نہ کرتے دیکھو اور غور سے پڑھو جو کہ قرآن شریف کیسا ہی صاف طور پر فرماتا ہے

القارعة۔ ماالقار عة۔ وما ادراك ما القارعة۔ یو م یکو ن الناس کالفراش المبثوث ۔ وتکون الجبال کالعهن المنفو ش ۔فا مامن ثقلت موا زینه فهو فی عیشة راضیة۔ وا ما من خفت موا زینه فا مه ها و یة۔ وما ادر اك ماهیه۔ نارحامیة۔(القارعه : ۱۔۱۱)(کھڑکھڑا دینے والی ۔کیا ہے وہ کھڑکھڑا دینے والی ۔ تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے ۔جس دن انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے ۔اور پہاڑ دھنے ہوئے رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے ۔ پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے ۔ وہ تو دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا۔اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے ۔ تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے وہ تندوتیز آگ ہے)

(قارعہ بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسا کہ الحاقہ ،الطامۃ ،الصاخۃ ،الغاشیہ ،الساعۃ ،الواقعۃ وغیرہ ۔القارعہ اسے اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنی ہولناکیوں سے دلوں کو بیدار اور اللہ کے دشمنوں کو عذاب سے خبردار کردے گی جیسے دروازہ کھٹکھٹانے والا کرتا ہے ۔..

قیامت کے دن انسان بھی پروانون کی طرح پراگندہ اور بکھرے ہوئے ہوں گے ۔..

ہاویہ جہنم کا نام ہے اس کو ہاویہ اس لئے کہتے ہیں کہ جہنمی اس کی گہرائی میں گرے گا اور اس کو امّ (ماں) سے اس لئے تعبیر کیا کہ جس طرح انسان کے لئے ماں جاے پناہ ہوتی ہے اسی طرح جہنمیوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا ۔بعض کہتے ہیں کہ ام کے معنی دماغ کے ہیں ۔جہنمی جہنم میں سر کے بل ڈالے جائیں گے ۔.. انسان دنیا میں جو آگ جلاتا ہے یہ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ۶۹ درجہ زیادہ ہے (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق با ب صفة النار و انها مخلوقة)

الها کم التّکا ثر۔ حتّی زر تم المقا بر۔ کلا سو ف تعلمون۔ ثم کلا سو ف تعلمو ن۔ کلا لوتعلمو ن علم الیقین۔ لترونّ الجحیم۔ ثم لتر ونّها عین الیقین۔ ثم لتسئلن یومئذ عن

النعیم (التکاثر:۱۔۸)(ترجمہ: زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے۔ ہر گز نہیں تم عنقریب معلوم کر لو گے۔ ہر گز نہیں پھر تمہیں جلد علم ہو جائے گا۔ ہر گز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو گے۔تو بے شک تم جہنم دیکھ لو گے۔اور تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔ پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہو گا۔)

ان ہر دو سورت سے چند امور ظاہر ہیں:

۱: جس دن قیامت ہو گی آدمی ٹڈیوں کی مانند پراگندہ ہوں گے

۲: پہاڑ مانند پشم دھنی ہوئی کے ہوں گے۔

۳: مخلوق کے عمل نامے تولے جائیں گے بھاری پلہ والے بہشت میں جاویں گے اور ہلکے پلہ والے دوزخ میں جو جلتی آگ ہے۔

۴: دوزخ کا دیکھنا یقینی ہے۔

۵: اس دن دنیا کی سب نعمتوں کی باز پرس ہو گی۔

خدا تعالی نے حق ظاہر کر دیا دیکھو مدعی بھول گیا اور ہار گیا۔ رسالہ فتح مسیح صفحہ ۳۱ (قادیانی خزائن ج ۹ص ۳۲۳) میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتا ہے:

ہم مسلمان لوگ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ بہشت جو جسم اور روح کے لئے دارالجزاء ہے وہ ایک ادھورا اور ناقص دارالجزاء نہیں بلکہ اس میں جسم اور جان دونوں کو اپنی اپنی حالت کے موافق جزا ملے گی جیسا کہ جہنم میں اپنی اپنی حالت کے موافق دونوں کو سزا دی جائیگی اور اس کی اصل تفصیلات ہم خدا کے حوالے کرتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں کہ جزا و سزا جسمانی روحانی دونوں طور پر ہو گی اور یہ عقیدہ ہے جو عقل اور انصاف کے موافق ہے۔

اہل انصاف اس تحریر میں غور کریں کہ وہی مرزا قادیانی لکھتے ہیں

۱۔ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ بہشت جو جسم و روح کے لئے دارالجزاء ہے

۲۔اور ایمان رکھتے ہیں کہ جزاءسزا جسمانی روحانی دونوں طور پر ہو گی

۳۔ یہ عقیدہ عقل اور انصاف کے موافق ہے

اور دیکھو وہی مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۴۵۰(قادیانی خزائن ج ۳ص ۲۷۹)میں تحریر کرتے ہیں: ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہے۔،

اور وہی مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۵ (قادیانی خزائن ۳ ص ۲۸۷) میں لکھتے ہیں:
روحانی طور پر بہشتی لوگ میدان حساب میں بھی ہوں گے اور بہشت میں بھی ہوں گے۔

افسوس اور صد حیف ہے ایسے اعتقاد اور ایسی تحریر پر کہ دعوی تو یہ ہو کہ میں امام الزمان ہوں اور مجدد ہوں اور مہدی ہوں اور مسیح موعود ہوں اور زندہ علی ہوں اور تحریر ایسی لعنة الله علی الکا ذبین خدا تعالی اپنے فضل و کرم سے تمام مسلمانوں کو اس کے شر سے بچاوے اور ہدایت راہ راست کی عنایت فرمائے۔ آمین

باب سیزدہم: حضرت عیسیٰؑ کے اوصاف

و آتینا عیسی ابن مریم البینات و ایدناہ بروح القدس

(البقرة :۸۷) (ترجمہ: اور دیئے ہم نے عیسی بیٹے مریم کو معجزے ظاہر کرنے اور قوت دی ہم نے اس کو ساتھ روح پاک کے یعنی جبریل کے)

اذ قالت الملائکة یا مریم انّ الله یبشّرك بکلمة منه اسمه عیسی ابن مریم وجیها فی الدّنیا و الآخرة و من المقرّبین۔ و یکلّم النّاس فی المهد و کهلا و من الصّالحین۔ قالت ربّ انّی یکون لی ولد و لم یمسسنی بشر قال کذلك الله یخلق ما یشاء اذا قضی امرا فانّما یقول له کن فیکون۔ و یعلّمه الکتاب و الحکمة و التوراة و الانجیل ۔ و رسولاً الی بنی اسرائیل انّی قد جئتکم باٰیة من ربکم انّی اخلق لکم من الطین کهیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن الله و ابری الاکمه و الابرص و احی الموتی باذن الله و انبئکم بما تأکلون و ما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلك لآیة لکم ان کنتم مومنین

(آل عمران :۴۵ ـ ۴۹) (ترجمہ: جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تعالی تجھے اپنے

ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے جس کا نام مسیح بن مریم ہے جو دنیا و آخرت میں ذی عزت ہے اور وہ میرے مقربین میں سے ہے۔ وہ لوگوں سے اپنے گہوارے میں باتیں کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی، وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ کہنے لگیں الٰہی مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ حالانکہ مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ فرشتے نے کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جب کبھی وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے کہ ہو جا! تو وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ اسے لکھنا اور حکمت اور توراۃ اور انجیل سکھائے گا۔ اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں میں تمہارے لئے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور مردے کو جلا دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھاؤ اور اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو میں تمہیں بتا دیتا ہوں)

(حضرت عیسیٰ کو کلمہ یعنی کلمۃ اللہ اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ ان کی ولادت اعجازی شان کی مظہر اور عام انسانی اصول کے برعکس، باپ کے بغیر، اللہ کی خاص قدرت اور اس کے کلمہ کن کی تخلیق ہے۔

مسیح مسح سے ہے ای مسح الارض یعنی کثرت سے زمین کی سیاحت کرنے والا، یا اس کے معنی ہاتھ پھیرنے والا ہے، کیونکہ آپ ہاتھ پھیر کر مریضوں کو باذن اللہ شفایاب فرماتے تھے۔ ان دونوں معنوں کے اعتبار سے یہ فعیل بمعنی فاعل ہے۔ اور قیامت کے قریب ظاہر ہونے والے دجال کو جو مسیح کہا جاتا ہے وہ یا تو بمعنی مفعول یعنی ممسوح العین (اس کی ایک آنکھ کانی ہوگی) کے اعتبار سے ہے یا وہ بھی چونکہ کثت سے دنیا میں پھرے گا اور مکہ اور مدینہ کے سوا ہر جگہ پہنچے گا (بخاری و مسلم) اور بعض روایات میں بیت المقدس کا بھی ذکر ہے اس لئے اسے بھی المسیح الدجال کہا جاتا ہے ...

حضرت عیسیٰ کے مھد (گہوارے) میں گفتگو کرنے کا ذکر خود قرآن کریم کی سورہ مریم میں موجود ہے۔ کہل (ادھیڑ عمر) میں کلام کرنے کا مطلب بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ جب وہ بڑے ہو کر وحی اور رسالت سے سرفراز کئے جائیں گے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ کا قیامت کے قریب جب آسمان سے نزول ہوگا جیسا کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے جو صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے تو اس وقت وہ اسلام کی تبلیغ کرینگے۔ وہ کلام مراد ہے تفسیر ابن کثیر و قرطبی۔

اخلق لکم ای : ا سور و اقدر لکم ،قرطبی ۔ یعنی خلق یہاں پیدائش کے معنی میں نہیں ہے اس پر تو سرف اللہ تعالی ہی قادر ہے کیونکہ وہی خالق ہے ۔ یہاں اس کے معنی ظاہری شکل و صورت گھڑنے اور بنانے کے ہیں ۔

دوبارہ باذن اللہ کہنے سے مقصد یہی ہے کہ کوئی شخص اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے کہ میں میں (عیسی) خدائی صفات یا اختیارات کا حامل ہوں ۔نہیں، میں تو اس کا عاجز بندہ اور رسول ہی ہوں یہ جو کچھ میرے ہاتھ پر ظاہر ہور ہا ہے معجزہ ہے جو محض اللہ کے حکم سے صادر ہور ہا ہے)

ا: اللہ تعالی کے حکم سے فرشتوں کا بی بی مریم کے پاس آ کر یہ خوش خبری دینا کہ تیرے ہاں لڑکا ہوگا جس کا نام مسیح بن مریم ہوگا

۲:۔ وہ لڑکا دنیا اور آخرت میں عزت والا ہوگا

۳۔ وہ لڑکا خداوند تعالی کے مقربین میں سے ہوگا

۴: وہ لڑکا جھولے میں لوگوں سے باتیں کرے گا

۵ :وہ لڑکا ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کرے گا

۶ : وہ لڑکا نیک بختوں میں سے ہوگا

۷: خداوند تعالی اس لڑکے کو بغیر باپ کے پیدا کرے گا

(جیسا کہ بی بی مریم نے بطور سوال دریافت کیا یعنی کہا قالت اب انی یکو ن لی ولد و لم یمسسنی بشر ، کہا بی بی مریم نے کیونکر ہوگا واسطے میرے لڑکا کہ نہیں ہاتھ لگا یا مجھ کو کسی آدمی نے ۔

جواب ملا کذ لك الله یخلق ما یشاء اذاقضی امراً فا نما یقو ل له کن فیکو ن اسی طرح پیدا کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے جب مقرر کرتا ہے کچھ کام سوائے اس کے نہیں کہ کہتا ہے ہو پس ہو جا تا ہے)۔

۸ ۔ اللہ تعالی اس لڑکے کو کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائے گا۔

۹ ۔ اس لڑکے کو خدا بنی اسرائیل کی طرف رسول کر کے بھیجے گا۔

۱۰۔ وہ لڑکا لوگوں کو کہے گا کہ میں اللہ سے تمہاری طرف معجزے لے کر آیا ہوں

۱۱ ۔ پہلا معجزہ انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فا نفخ فیه فیکو ن طیرا با ذ ن الله تحقیق میں بنا تا ہوں واسطے تمہارے مٹی سے مانند صورت جانور کے پس پھونکتا ہوں میں بیچ اس کے ہو جاتا ہے جانور ساتھ حکم اللہ کے

۱۲۔ دوسرا معجزہ و ابری ا لا کلمه اور میں چنگا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو۔

۱۳ تیسرا معجزہ و ا لا بر ص اور سفید داغ والے و چنگا کرتا ہوں ۔
۱۴ چوتھا معجزہ و انبئکم بما تاکلو ن وما تد خرو ن فی بیو تکم اور میں خبر دیتا ہوں تم کو اس چیز کی کہ کھاتے ہو، اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔
۱۵ وہ کہے گا ان فی ذ لك لآ یة لکم ان کنتم مو منین تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانی ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم ایمان والے ۔
یعنی ایمان والوں کے لئے میری نبوت کے ثبوت کے واسطے یہی معجزہ کافی ہیں

اذ قا ل الله یا عیسی ابن مر یم ا ذ کر نعمتی علیك و علی والد تك اذ اید تك برو ح القدس تکلم النا س فی المهدو کهلا و اذ علمتك الکتاب و الحکمة و التوراة و ا لانجیل و اذ تخلق من الطّین کهیئة الطّیر با ذ نی فتنفخ فیها فتکون طیرا با ذنی و تبریء ا لاکمه و ا لا بر ص با ذ نی و اذ تخرج الموتی باذنی و اذ کففت بنی اسرائیل عنك اذجئتهم بالبینات فقال الذین کفروا منهم ان هذا ا لا سحر مبین ۔(المائدۃ ۱۱۰)(جب کہ اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا کہ اے عیسی بن مریم! میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جب میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی ۔تم لوگوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی اور جبکہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور جب کہ تم میرے حکم سے گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر تم اس کے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ پرند بن جاتا تھا میرے حکم سے اور تم اچھا کر دیتے تھے مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب کہ تم مردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم انکے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ بجز کھلے جادو کے یہ اور کچھ بھی نہیں)

(گود میں اس وقت کلام کیا جب حضرت مریم اپنے اس نومولود بچے کو لے کر اپنی قوم میں آئیں اور انہوں نے اس بچے کو دیکھ کر تعجب کا اظہار کیا اور اس کی بابت استفسار کیا تو اللہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ نے شیرخوارگی کے عالم میں کلام کیا۔

حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں شام کا علاقہ رومیوں کے زیرنگین تھا یہاں ان کی طرف سے جو حکمرا

ن مقرر تھا وہ کافر تھا یہودیوں نے عیسی کے خلاف اس حکمران کے کان بھر دیئے کہ یہ نعوذ باللہ بغیر باپ کے اور فسادی ہے وغیرہ وغیرہ۔ حکمران نے ان کے مطالبے پر حضرت عیسی کو سولی دینے کا فیصلہ کرلیا لیکن اللہ تعالی نے حضرت عیسی کو بحفاظت آسمان پر اٹھالیا اور ان کی جگہ ان کے ایک ہم شکل آدمی کو انہوں نے سولی دے دی اور سمجھتے رہے کہ ہم نے حضرت عیسی کو سولی دی ہے۔)

ان ایات سے چند امور صاف طور پر ظاہر ہیں جو قیامت کے دن اللہ تعالی حضرت عیسی کو اپنے وہ انعامات جو دنیا میں ان پر کیئے گئے گن گن کر سنائیں گے

۱۔ اللہ فرمائے گا کہ اے عیسی ابن مریم! میں نے تجھ کو روح القدس سے مدد دی تھی

۲۔ تو لوگوں سے ماں کی گود میں باتیں کرتا تھا

۳۔ اور تو اس وقت بھی باتیں کرتا تھا جب تیرے بال کچھ سیاہ اور کچھ سفید تھے

۴۔ تجھ جو میں نے کتاب اور حکمت اور تورت اور انجیل سکھائی

۵۔ جب تو مٹی سے جانور کی صورت بناتا تھا پس وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتا تھا

۶۔ اور تو مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے چنگا کرتا تھا

۷۔ اور جس وقت تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا تھا

۸۔ اور میں نے بنی اسرائیل کو تیری ضرر رسانی سے بند کیا

۹۔ اگر چہ تو بنی اسرائیل کے پاس ظاہر معجزے لایا تھا مگر پھر بھی ان لوگوں نے جو کافر تھے تیسرے معجزات کو جادو ہی خیال کیا جیسے فقال الذین کفروا منهم ان هذا الا سحر مبین پس کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے ان میں سے نہیں یہ مگر جادو ظاہر اور بموجب ان آیات کے ظاہر ہے کہ جو شخص معجزات عیسی سے انکار کرے وہ قرآن مجید کا منکر ہے اور جو معجزات عیسی کو جادو کی قسم خیال کرے وہ کافر ہے۔

حضرت عیسیٰؑ ، قادیانی کی نظر میں

مرزا غلام احمد قادیانی ، حضرت مسیح کو یوسف نجار کا بیٹا لکھتے ہیں اور کل معجزات عیسی سے بھی انکاری ہیں بلکہ از قسم شعبدہ بازی و عمل الترب خیال کرتے ہیں۔

ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۳ میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

سو کچھ تعجب کی بات نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے پر پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے۔ یا اگر پرواز نہیں تو پاؤں سے چلتا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام کرتے رہے۔ (دیکھو خدا نے حق ظاہر کر دیا مدعی بھول گیا اور ہار گیا۔

اشتہار واجب الاظہار مورخہ ۴ نومبر ۱۹۰۰ کو صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں:

خدا نے حضرت موسی سے چودہ سو برس کے بعد اپنا مسیح ان میں بھیجا جو لڑائیوں کا سخت مخالف تھا وہ درحقیقت صلح کا شہزادہ تھا اور صلح کا پیغام لایا تھا لیکن بدقسمت یہودیوں نے اس کا قدر نہ کیا اس لئے خدا کے غضب نے عیسی مسیح کو اسرائیلی نبوت کے لئے اخیری اینٹ کر دیا اور اس کو بے باپ پیدا کر کے سمجھا دیا کہ اب نبوت اسرائیل میں سے گئی۔

: سبحان اللہ کیا عمدہ تحریر ہے ایک زبان اور دو بیان ازالہ میں یوسف نجار کا بیٹا لکھا تھا اور یہاں بے باپ ہونا تسلیم کر کے تحریری اقبال کیا ہے شرم) ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام در حقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے

نوٹ: جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۱، ۳۰۹ پر لکھتا ہے:

کہ عیسی بن مریم کے معجزات کو اگر میں قابل نفرت اور از قسم شعبدہ بازی یعنی مسمریزم نہ سمجھتا تو ابن مریم سے اس بارہ میں کم نہ رہتا

مرزا غلام احمد قادیانی کی اس تحریر سے دو امر ثابت ہیں:

۱۔ حضرت عیسی کو باذن اللہ پرندہ بنا کر اڑانے کو عقلی طور پر کلوں کے ذریعہ چلنا تسلیم کرتے ہیں۔

۲۔ لکھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کا باپ یوسف بجار تھا جس سے بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام سیکھتے رہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۲ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ ہی کی طرح صرف عقلی تھا

تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم سے ہے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔

مرزا قادیانی کی اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کی طرح عقلی تھا اور شعبدہ بازی کی قسم سے اور دراصل بے سود تھا۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۴ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۲۵۵) میں لکھتے ہیں:

ماسوائے اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزم سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔

اس تحریر سے بھی صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک مسیح کا معجزہ از قسم عمل الترب یعنی مسمریزم بطور لہو ولعب کے تھا، نہ بطور حقیقت۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۹ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۲۵۷) میں مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں:

بہر حال مسیح کی یہ تربی کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

مرزا قادیانی کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ مسیح کے معجزات تربی تھے، اور قدر کے لائق نہ تھے، اور قابل نفرت تھے۔

افسوس ہے ایسے متکبر کی عقل پر جس کے نزدیک مسیح کے وہ معجزات جو باذن اللہ تعالی ہوں، تربی اور قدر کے لائق نہ ہوں اور قابل نفرت ہوں۔ اللہ تعالی کی پناہ ایسے برے عقیدہ سے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۱۰ میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کو کامل طور پر دلوں

میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کارروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۲ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرند بنا کر اور ان میں پھونک مار کر سچ مچ کے جانور بنادیتا تھا بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کیلئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہرحال یہ معجزہ ایک کھیل کی قسم سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔

مرزا قادیانی کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ جو لوگ معجزات عیسی کو سچ جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالی کے حکم سے معجزات دکھاتے تھے بقول مرزا قادیانی یہ اعتقاد غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے یعنی جو معجزات کو سچ مانے وہ مشرک ہے اور افسوس ہے ایسے عقل پر جس کے نزدیک وہ معجزات جو پیغمبر کے ہاتھ سے باذن اللہ تعالی ظاہر ہوں عمل الترب اور کھیل کی قسم سے ہوں۔

دیکھو قرآن شریف میں اس معجزہ کی نسبت لکھا ہے

و اذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا طیرا باذنی (اور جب بناتا تھا تو متی سے جیسے صورت جانور کی ساتھ حکم میرے پس پھونکتا تھا بیچ اس کے ہوجاتا تھا پرندہ ساتھ حکم میرے کے)

سبحان اللہ! جس معجزہ کو اللہ اپنی طرف نسبت کریں کہ وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اس کو مرزا عمل الترب وازقسم شعبدہ بازہ اور بے سود ازقسم کھیل اور غلط اور قابل نفرت خیال کریں اور جو شخص معجزات کو حق مانے اس کو مشرک لکھیں اور اپنے کافر ہوجانے کا ذرا بھی بموجب اس فرمان اللہ قہار کے کچھ خوف نہ کریں جیسے

فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین

(پس کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے اس میں میں سے نہیں یہ مگر جادو ظاہر)

مرزا غلام احمد قادیانی بڑے عالی ہمت ہیں کہ معجزات مسیح کو ازقسم شعبدہ

بازی اور بے سود قابل نفرت تحریر کرتے ہیں جو باذن اللہ تعالی پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے : بریں عقل و دانش بباید گریست

اگر یہاں یہ سوال ہو کہ مرزا قادیانی حضرت مسیح کے معجزات سے کیوں انکار کرتے ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے جب اپنے آپ کو مثیل مسیح قرار دیا تب لوگوں نے کہا کہ اگر آپ مسیح کے مثیل ہیں تو مسیح کی طرح کوئی معجزہ دکھلاؤ چونکہ مرزا قادیانی کے معجزات کی طرح جن کا ذکر مفصل دو جگہ قرآن مجید میں ہے دکھا تو نہیں سکتے تھے اسلئے معجزات سے ہی انکاری ہو گئے بجہت ثبوت ذیل میں مرزا کی کتاب سے اصل عبارت نقل کرتا ہوں دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۶ میں تحریر کرتے ہیں:

مشابہت کیلئے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کئے جاتے ہیں اس بارہ میں ابھی درج کر چکا ہوں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں ہے احیاء روحانی کیلئے یہ عاجز آیا ہے اور اس کا ظہور ہوگا ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں الخ

اگر اہل انصاف کی ابھی تسلی نہیں ہوئی تو ایک اور نقل کرتا ہوں

ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۶ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

بعض لوگ موحدین کے فرقہ سے بحوالہ آیت قرآنی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم انواع واقسام کے پرند بنا کر اوران میں پھونک مار کر زندہ کر دیا کرتے تھے چنانچہ اسی بنا پر اس عاجز پر اعتراض کیا ہے کہ جس حالت میں مثیل مسیح ہونے کا دعوی ہے تو پھر آپ بھی کوئی مٹی کا پرندہ بنا کر پھر اس کو زندہ کر دکھلاؤ۔

اہل انصاف پر اب تو مرزا قادیانی کے انکار کی وجہ بخوبی روشن ہوگئی ہوگی دیکھو تیسری دفعہ اہل انصاف کی خدمت میں عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے: ازالہ اوہام صفحہ ۳۱۲ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال دل میں گزرا کہ پھر اللہ جل شانہ نے مسیح ابن مریم کی نسبت اس قصہ میں جہاں پرندہ بنانے کا ذکر ہے تخلق کا لفظ کیوں استعمال کیا جسکے

ظاہر معنی ہیں کہ تو پیدا کرتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ حضرت عیسی کو خالق قرار دینا بطور استعارہ ہے۔،

مرزا قادیانی نے خود ہی سوال بنایا تھا مگر خدا کی قدرت سے جواب سے عاجز ہوکر استعارہ کو اپنے بچاؤ کیلئے ڈھال بنالیا میں دعا مانگتا ہوں کہ اے میرے رب اپنی خاص مہربانی سے مرزا قادیانی اوراس کے چیلوں کو کج فہمی سے بچا آمین

اب اہل انصاف کی خدمت میں مرزا قادیانی کی کتابوں میں سے وہ عبارتیں نقل کرکے پیش کرتا ہوں جن میں مرزا قادیانی نے حضرت عیسی کی نسبت نہائے ہی سخت اور بے ادبانہ الفاظ استعمال کئے ہیں جن کے پڑھنے اور سننے سے سچے مسلمان کا دل ضرور غم گین ہوگا اگر چہ میرا دل بھی لکھنے کونہیں چاہتا لیکن اہل اسلام اوراہل انصاف کومرزا قادیانی کے حالات سے آگاہ کرنا ایک ضروری اور لازمی امر خیال کرکے ذیل میں درج کرتا ہوں

دیکھوازالہ اوہام صفحہ ٦۴۸ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۴۵۰) میں غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

> پھر ثابت ہے کہ اس مسیح کو اسرائیلی مسیح پر ایک جزی فضیلت حاصل ہے کیونکہ اس کی دعوت عام ہے اوراس کی دعوت خاص تھی اوراس کو طفیلی طور پر تمام مخالف فرقوں کے اوہام دورکرنے کیلئے ضروری طور پر وہ حکمت اورمعرفت سکھلائی گئی ہے جو مسیح بن مریم کونہیں سکھلائی تھی۔

بے جا فخر ہو،تو ایسا ہو۔

اور دیکھو رسالہ فتح اسلام صفحہ ۱۹ (قادیانی خزائن ج ۹ ص ۴۰۵) میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

> مگر افسوس کہ یہ توریہ آپ کے یسوع صاحب کی کلام میں بہت پایا جاتا ہے انجیلیں اس سے بھری پڑی ہیں اسلئے ہمیں ماننا پڑتا ہے اگرتوریہ کذب ہے تو یسوع سے زیادہ دنیا میں کوئی کذاب نہیں گزرا۔یسوع صاحب کا یہ قول کہ میں خدا کی ہیکل کو ڈھا سکتا ہوں اور پھر تین دن میں اسے بنا سکتا ہوں یہ وہ قول ہے جسکو توریہ کہتے ہیں

معاذ اللہ مرزا جی کا کیا عالی حوصلہ ہے جس مسیح کی نسبت قرآن شریف یہ شہادت دیوے و من الصالحین یہ اس کو سب دنیا سے زیادہ کذاب لکھیں معاذ اللہ اور فتح مسیح (نور القرآن نمبر۲) صفحہ ۴۶ (قادیانی خزائن ج ۹ ص ۴۴۸۔۴۴۹) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

مگر آپ کے یسوع صاحب کی نسبت کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کب تک ان کے حال پر روویں۔ کیا یہ مناسب تھا کہ وہ ایک زانیہ عورت کو یہ موقعہ دیتا کہ وہ عین جوانی اور حسن کی حالت میں ننگے سر اس سے مل کر بیٹھتی، اور نہایت ناز اور نخرہ سے اس کے پاؤں پر اپنے بال ملتی۔ اور حرام کاری کے عطر سے اس کے سر پر مالش کرتی۔

اگر یسوع کا دل بدخیالات سے پاک ہوتا، تو وہ ایک کسبی عورت کو نزدیک آنے سے ضرور منع کرتا۔ مگر ایسے لوگوں کو حرام کار عورتوں کے چھونے سے مزا آتا ہے۔ وہ ایسے نفسانی موقعہ پر کسی ناصح کی نصیحت بھی نہیں سنا کرتے۔ دیکھو یسوع کو ایک غیرت مند بزرگ نے نصیحت کے ارادہ سے روکنا چاہا کہ ایسی حرکت کرنا مناسب نہیں۔ مگر یسوع نے اس کے چہرہ کی ترش روئی سے سمجھ لیا کہ میری اس حرکت سے یہ شخص بے زار ہے، تو رندوں کی طرح اعتراض کو باتوں میں ٹال دیا اور دعوی کیا کہ یہ کنجری بڑی اخلاص مند ہے۔ ایسا اخلاص تو تجھ میں بھی نہیں پایا گیا۔ سبحان اللہ! یہ کیا عمدہ جواب ہے۔ یسوع صاحب ایک زنا کار عورت کی تعریف کر رہے ہیں کہ بڑی نیک بخت ہے۔ دعوی خدائی کا اور کام ایسے۔ بھلا جو شخص ہر وقت شراب سے سرمست رہتا ہے اور کنجریوں سے میل جول رکھتا ہے اور کھانے پینے میں بھی ایسا اول نمبر کا جو لوگوں میں اس کا نام ہی پڑ گیا ہے کہ یہ کھاؤ پیو ہے، اس سے کس تقوی اور نیک بختی کی امید ہو سکتی ہے۔،

اہل انصاف پر ہرگز پوشیدہ نہیں رہا ہو گا کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے مسیح کی نسبت اس تحریر میں لکھا ہے جس کی نسبت قرآن یہ شہادت دے رہا ہے و جیھا فی الدنیا و لآ خرۃ و من المقربین معاذ اللہ مرزا قادیانی کو اس کی چال پر رونا

آوے اور حرام کار عورتوں کے چھونے والا اور دل کا بدخیال اور کنجریوں سے میل جول رکھنے والا اور ہر وقت شراب سے سرمست لکھیں بلکہ ایسا خیال کریں کہ اس سے کسی تقوی اور نیک بختی کی امید بھی نہیں ہوسکتی اللہ تعالی کی پناہ ایسے بداعتقاد سے خدا ایسے عقیدہ رکھنے والے کو غارت کرے یا اپنی مہربانی سے اسکے دل کی کجی دور کرے

اور رسالہ فتح مسیح (نور القرآن نمبر۲) صفحہ۴۸ (قادیانی خزائن ج ۹ ص ۴۵۰۔۴۵۱)
میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

مگر تعجب کہ عیسائی لوگ کیوں متعہ کا ذکر کرتے ہیں جو صرف ایک نکاح موقت ہے۔ اپنے یسوع کی چال چلن کو نہیں دیکھتے کہ ایسی جوان عورتوں کی طرف نظر ڈالتا جن پر ڈالنا اس کو درست نہ تھا۔ کیا جائز تھا کہ ایک کسبی کے ساتھ وہ ہم نشین ہوتا۔ کاش اگر وہ متعہ کا ہی پابند ہوتا تو ان حرکات سے بچ جاتا کیا یسوع کی بزرگ دادیوں نے متعہ کیا تھا یا صریح زناکاری تھی

معاذ اللہ جو کچھ مرزا قادیانی نے جناب و جیھا فی الدنیا و لآخرہ کی نسبت اور آنجناب کی دادیوں کی نسبت لکھا ہے، کیسا ہی بے ہودہ ہے۔ مگر کسی نے کیا عمدہ کہا ہے کہ جب حیا دل سے نکال دیا تو پھر بے ہودہ بکنے سے کیا صرفہ۔

اور دیکھو فتح مسیح صفحہ۴۲ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

یسوع صاحب کے حواری لالچی اور کم عقل تھے ان کی عقلیں اور ہمتیں تھیں ایسی ہی ان کو ہدایت بھی اور ایسا ہی یسوع بھی ان کو مل گیا جس نے خودکشی کا دھوکا دے کر سادہ لوحوں کو عبادت کرنے سے روک دیا۔

اہل انصاف پر مرزا قادیانی کی اس تحریر سے پوشیدہ نہیں رہا ہوگا کہ جیسے اس نے حضرت مسیح کے حواریوں کو لالچی اور کم عقل اور کم ہمت لکھا ہے، ویسے ہی حضرت مسیح کو بھی لکھا ہے۔ معاذ اللہ۔ مرزا قادیانی کا دل بڑا ہی سخت ہے کہ جس کو خدا تعالی من الصالحین ومن المقربین کے خطاب سے سرفراز فرمائیں، اس کو کم عقل اور کم ہمت اور لوگوں کو عبادت سے روکنے والا تحریر کریں۔

اور حواریوں کی نسبت بھی قرآن شریف یوں شہادت دے رہا ہے

فلما احسّ عیسی منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ

قال الحوا ریو ن نحن انصار الله۔ آمنا با لله و اشهد با نا مسلمو ن (آل عمران: ۵۲) (ترجمہ: جب حضرت عیسیٰ نے ان کا کفر محسوس کر لیا تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی راہ میں میری مدد کرنے والا کون ہے؟ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ کے مددگار ہیں ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیے کہ ہم تابعدار ہیں)

(حواریون حواری کی جمع ہے بمعنی انصار (مددگار) جس طرح نبی ﷺ کا فرمان ہے انّ لکل نبی حواریاً وحواریّ الزبیر صحیح بخاری کتاب الجہاد باب فضل الطلیعۃ۔ ہر نبی کا کوئی مددگار خاص ہوتا ہے اور میرا مددگار زبیر ہے۔)

اور نیز حواریوں کی تعریف میں:

و جعلنا فی قلو ب الذین اتبعوه رأ فة و ر حمة (الحدید:۲۷)

(ترجمہ: اوران کے ماننے والوں کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کر دیا)

اور نیز حواریوں کی تعریف میں

و اذ او حیت الی الحوا ریین ان آ منوا بی و بر سو لی قا لوا آمنّا و اشهد با ننا مسلمو ن (المائدۃ:۱۱۱)

(ترجمہ: اور جب کہ میں نے حوارین کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ شاہد رہیے کہ ہم پورے فرمان بردار ہیں)

(حوارین سے مرد حضرت عیسیٰ کے وہ پیروکار ہیں جو ان پر ایمان لائے اور ان کے ساتھی اور مددگار رہنے ان کی تعداد ۱۲ بیان کی جای ہے۔ وحی سے یہاں مراد وہ وحی نہیں ہے جو بذریعہ فرشتہ انبیاء کرام پر نازل ہوتی تھی بلکہ یہ وحی الہام ہے، جوالل تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں القاء کر دی جاتی ہے جیسے حضرت موسیٰ کی والدہ اور حضرت مریم کو اسی قسم کا الہام ہوا جسے قرآن نے وحی ہی سے تعبیر کیا ہے۔)

سبحان اللہ کیا عجیب شان ہے ان کی جن کے ایمان دار ہونے کی قرآن مجید شہادت دے رہا ہے۔ افسوس! مرزا قادیانی کے ایسے حوصلہ پر جو حواریوں کو کم عقل اور لالچی تحریر کرتے ہیں۔

اور دیکھو اشتہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء صفحہ ۵ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

یسوع نے بعض اوقات فریب کے طور پر نادانوں کو بازی گروں کی طرح

کوئی کھیل دکھلایا ہواور پھر جب داناؤں نے اس سے معجزہ مانگا تو کانوں پر ہاتھ رکھ لیا کہ میں معجزہ نہیں دکھلاؤں گا۔

معاذ اللہ! مرزا قادیانی، حضرت مسیح کو فریبی اور بازی گر لکھتے ہیں۔

اور دیکھو اشتہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء میں مرزا قادیانی نوٹ لکھتے ہیں:

یسوع نے تمام عمر میں معجزہ کے بارہ میں صرف یہ دعوی کیا تھا کہ میں ہیکل کو مسمار کر کے تین دن میں بنا سکتا ہوں اب ظاہر ہے کہ یہ اوباشانہ دعوی ہے۔ یہ کیونکر ممکن تھا۔

معاذ اللہ! حضرت یسوع کو مرزا قادیانی اوباش لکھتے ہیں۔ کیا ایسا لکھنا بھلے مانسوں کا کام ہے لعنت الله علی الکا ذبین کہو مرزائیو آمین

اور دیکھو اشتہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء صفحہ ۳ (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۲ ص ۳۰۶) میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

یسوع نے زبان سے تو بہت کچھ کہا مگر عقلی طور پر کسی خرابی کے زہریلے درخت کو دنیا سے نہیں کاٹا۔ اگر ہم مان بھی لیں کہ اس نے کم عقل عورتوں اور بچوں کی طرح خودکشی تو اس سے اور بھی زیادہ اس کی حالت پر افسوس آئے گا کہ اگر ہمدردی کی اس کو کچھ سوجھی بھی تو احمقانہ راہ سوجھی۔،

معاذ اللہ! مرزا قادیانی یسوع مسیح کو عورتوں کی طرح کم عقل اور احمق لکھتے ہیں۔ کیا ایسا لکھنا عقل مندوں کا کام ہے ؟ لعنت الله علی الکا ذبین کہو مرزائیو آمین

اور دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶ (قادیانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰) کے حاشیہ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

آپ کا (یعنی حضرت عیسی کا) ایک یہودی استاد تھا جس سے آپ نے توریت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو قدرت نے آپ کو زیرکی سے کچھ حصہ نہیں دیا تھا اور یا اس استاد کی یہ شرارت تھی کہ اس نے محض سادہ لوح رکھا بہرحال آپ علمی اور عملی قوی سے بہت کچے تھے اسی وجہ سے آپ ایک مرتبہ شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔

اس عبارت سے دو امر ظاہر ہیں:

۱۔ بقول مرزا قادیانی، حضرت عیسیٰ ؑ کا ایک یہودی استاد تھا جس سے آپ نے سبقاً سبقاً توریت پڑھی۔

۲۔ بقول مرزا قادیانی، حضرت عیسیٰ ؑ اپنی علمی اور عملی قوی میں کچے تھے اسی وجہ سے ایک مرتبہ شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔

جواب امر اول: قولہ تعالیٰ:

و اذ علّمتك الكتاب و الحكمة و التوراة و الانجيل

اور جبکہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی

قرآن شریف تو کھلے طور پر یہ شہادت دے رہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے خود حضرت عیسیٰ ؑ کو توریت سکھلائی۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی، مسیح کا توریت سکھلانے والا ایک یہودی کو لکھیں۔ واہ رے مرزا جی! تمہارا حوصلہ۔

اور دوسرے امر کا خدا تعالیٰ نے مرزا غلام احمد سے تحریری فیصلہ کرا دیا وہ یہ ہے ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

دیکھو رسالہ ضرورۃ الامام صفحہ ۱۶ (قادیانی خزائن ج ۱۳ ص ۴۸۶) میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے قوت نبوت سے اور نور حقیقت کے ساتھ شیطانی القاء کو ہرگز ہرگز نزدیک آنے نہیں دیا۔ اس کے رفع میں فوراً مشغول ہو گئے اور جس طرح نور کے مقابل پر ظلمت ٹھہر نہیں سکتی اسی طرح شیطان انکے مقابل پر ٹھہر نہیں سکا اور بھاگ گیا یہی ان عبادی ليس لك عليهم سلطا ن کے معنی ہیں

اہل انصاف، مرزا قادیانی کی اس تحریر میں غور کریں کہ اقبال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ؑ نے شیطانی القاء کو ہرگز ہرگز پاس نہیں آنے دیا۔ شیطان ان کے مقابل پر ٹھہر نہیں سکا، اور بھاگ گیا۔

اور ضمیمہ انجام آتھم میں لکھا ہے کہ عیسیٰ علمی اور عملی قوی میں بہت کچے تھے اسی وجہ سے آپ ایک مرتبہ شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔

شرم شرم ایک زبان اور دو بیان

اور دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ حاشیہ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

آپ کا خاندان نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔

معاذ اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ! مرزا قادیانی نے جو کچھ حضرت وجیها فی الدنیا و لآخرۃ کی دادیوں اور نانیوں کی نسبت بکواس کی ہے، کسی مسلمان اہل ایمان کو اور سچے عیسائی کو ایسا بے ہودہ کلمہ زبان پر لانا بھی اول درجہ کی بے حیائی ہے، لیکن مرزا قادیانی کو حیا سے کچھ تعلق نہیں ہے ورنہ ادب سے کنارہ کش نہ ہوتے۔

اگر مرزائیوں کی ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھتا ہوں۔ دیکھو مرزا قادیانی ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں:

پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راست بازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائے کہ اس کو نبی قرار دیں۔

معاذ اللہ مرزا قادیانی حضرت مسیح کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ ناپاک خیال اور متکبر اور راست بازوں کا دشمن تھا۔ اور ایک بھلا مانس آدمی بھی نہ تھا، چہ جائے کہ اس کو نبی قرار دیں۔

افسوس ہے ایسی عقل اور سمجھ پر۔ اس سے زیادہ اور کیا بے ادبی ہوگی لعنت اللہ علی الکاذبین کہو مرزائیو آمین

مرزائیوں کے دھوکے کا جواب

اگر کوئی مرزائی کسی مسلمان کو دھوکہ دے کر بھی کہے کہ مرزا غلام احمد نے یسوع کے حق میں سخت اور بے ادبانہ الفاظ لکھے ہیں، نہ کہ مسیح علیہ السلام کی شان میں،

تو جواب اس کا یہ ہے کہ تمام انجیلوں میں ہر جگہ یسوع اور مسیح سے عیسی ہی مراد ہیں۔ اور خود مرزا غلام احمد قادیانی کا تحریری اقبال موجود ہے کہ یسوع، حضرت عیسی کا ہی نام ہے۔

دیکھو توضیح مرام صفحہ ۳ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

مسیح ابن مریم جن کو عیسی اور یسوع بھی کہتے ہیں۔

افسوس اور حیف ہے ایسے عقل والے پر جس کو اپنا پہلا لکھا ہوا یاد نہ ہو، اور یا دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ دیوے۔

اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو دیکھو ایک اور نقل کرتا ہوں۔ تحفہ قیصریہ صفحہ ۲۲ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

اس خدا کے دائمی پیارے اور دائمی محبوب کی نسبت جس کا نام یسوع ہے یہودیوں نے اپنی شرارت اور بے ایمانی سے لعنت کے برے سے برے مفہوم کو جائز رکھا۔ افسوس ہزار افسوس کہ یسوع مسیح جیسے خدا کے پیارے کی نسبت یہ اعتقاد رکھیں کہ کسی وقت اسکا دل لعنت کے مفہوم کا مصداق ہوگیا تھا

اس عبارت سے بھی بقول مرزا قادیانی ثابت ہوگیا کہ یسوع ہی حضرت عیسی کا نام ہے کیوں صاحب اب بھی کہو گے کہ عیسی اور ہے اور یسوع اور ہے۔ اگر اب بھی مرزائیوں کی پوری تسلی نہیں ہوئی ہے تو ایک اور حوالہ نقل کرتا ہوں خدا سے ڈر کر ذرا غور سے پڑھیں اور حق کی طرف رجوع کریں ضد سے باز آویں دیکھو تحفہ قیصریہ صفحہ ۲۵ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

اے مخدومہ ملکہ معظّمہ یسوع مسیح کی بریت کے بارے میں یہ تینوں ذریعے شہادت دیتے ہیں۔

منقول کے ذریعے سے اس طرح تمام نوشتوں سے پایا جاتا ہے کہ یسوع کا دل غریب اور حلیم اور خدا سے پیار کرنے والا اور ہر دم خدا کے ساتھ تھا پھر کیوں کر تجویز کیا جاوے کہ کسی وقت نعوذ باللہ اس کا دل خدا سے برگشتہ اور خدا کا منکر اور خدا کا دشمن ہوگیا تھا جیسا کہ لعنت کا مفہوم دلالت کرتا ہے۔

اور عقل کے ذریعہ سے اس طرح پر کہ عقل ہرگز باور نہیں کرتی کہ جو خدا کا نبی اور خدا کی توحید اور اس کی محبت سے بھرا ہو اور جس کی سرشت نور سے تخمر ہو اس میں نعوذ باللہ بے ایمانی اور نافرمانی کی تاریکی آجائے یعنی وہی تاریکی جسکو دوسرے لفظوں میں لعنت کہتے ہیں۔

اور آسمانی نشانوں کی رو سے اس طرح پر کہ خدا آپ آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے خبر دے رہا ہے کہ مسیح کی نسبت قرآن نے بیان کیا ہے وہ لعنت

سے محفوظ رہا اور ایک سیکنڈ کیلئے بھی اس کا دل لعنتی نہ ہوا۔ یہی سچ ہے۔،

سبحان اللہ! خداوند تعالیٰ کی عجیب شان قدرت ہے کہ جس یسوع کی نسبت نہایت بے ادبانہ اور گندے الفاظ مرزا قادیانی نے زبان سے بذریعہ تحریر نکالے تھے اسی یسوع کی نسبت جناب ملکہ معظّمہ کے خوش کرنے کیلئے اور نیز اس خوف سے کہ کہیں گرفت نہ کیا جاؤں لکھتے ہیں کہ یسوع دل کا غریب اور حلیم اور خدا سے پیار کرنے والا تھا اور ہر دم خدا کے ساتھ تھا۔،

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۹ (قادیانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۳) میں لکھا ہے:

یسوع ناپاک خیال اور متکبر تھا راست بازوں کا دشمن تھا اور ایک بھلا مانس آدمی بھی نہ تھا چہ جائے کہ اس کو نبی قرار دیں ۔،

اور تحفہ قیصریہ میں مرزا قادیانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

یسوع کی سرشت نور سے مخمر تھی ۔،

اور ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ میں مرزا قادیانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

یسوع کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے یسوع کا وجود ظہور پذیر ہوا۔

شرم شرم شرم، ایسے شخص پر جس کی تحریر کا یہ حال ہو اور دعوی تو پھر یہ ہو کہ تمام دنیا بھر میں میری تحریر کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اگر مرزائی انصافاً اور ایماناً ایسی مختلف تحریروں کو غور سے پڑھے اور سوچے تو اس پر یہ ضرور ظاہر ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی کو اپنا پہلا لکھا ہوا یاد نہیں رہتا اور اس بات کا بھی اس کو ضرور یقین ہو جائے گا کہ یہ بقدرت خداوند قادر، یسوع کا معجزہ ہے کہ مرزا نے بہت مدت سخت توہین کرنے کے بعد خلاف عادت یسوع کی تعریف عمدہ الفاظ میں اس طمع پر کی کہ جناب ملکہ معظّمہ صاحبہ یسوع کی تعریف سن کو مجھ پر خوش ہوگی اور انعام عطا کرے گی مگر خدا کو مرزا قادیانی کا رسوا کرنا منظور تھا ایک کوڑی بھی انعام نہ ملی بجز افسوس اور مایوسی کے کچھ حاصل نہ ہوا اور مرزا قادیانی کے الہاموں کی حقیقت کھل گئی کہ شیطانی ہیں یا رحمانی۔

باب چہار دہم: فخر وتکبر کی برائی کا بیان

انّ الله لا يحبّ من كان مختالا فخورا ۔

(ترجمہ: تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا اس شخص کو کہ ہے تکبر کرنے والا شیخی کرنے والا)

كذ لك يطبع اللّه على كلّ قلب متكبّر جبّار

(ترجمہ: اسی طرح مہر رکھتا ہے اللہ اوپر دل ہر تکبر کرنے والے سرکش کے)

فلا تز كّوا انفسكم هو اعلم بمن اتّقى ۔

(ترجمہ: پس مت پاک کہو نفسوں اپنے کو، وہ خوب جانتا ہے جو پرہیز گاری کرتا ہے)

ومن اظلم ممّن افترى على اللّه كذ با او قا ل او حى اليّ ولم يوح اليه شيء ومن قال سانزل مثل ما انزل الله ۔

(ترجمہ: اور کون ہے بہت ظالم اس شخص سے کہ باندھ لیتا ہے اوپر اللہ کے جھوٹ، یا کہتا ہے وحی کی گئی طرف میری، اور نہیں وحی کی گئی طرف اس کے کچھ اور کہتا ہے نازل کروں گا میں بھی مانند اس چیز کے کہ نازل کی اللہ نے)

ان الله لايحب المعتدين (ترجمہ: تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا سرکشوں کو)

اے بھائیو! کوئی ایسا مرتبہ اور منصب یا خطاب باقی نہیں ہوگا جس کے مدعی مرزا قادیانی نہ ہوئے ہوں اور نیز ان کا یہ بھی دعوی ہے کہ میں اکثر انبیاء کا مثیل ہوں اور تمام روئے زمین کے مسلمانوں سے افضل ہوں بلکہ یہاں تک دعوی ہے کہ میں حضرت عیسی اور امام حسین سے بھی افضل ہوں اب میں بجہت ثبوت اصل عبارت مرزا قادیانی کی کتابوں سے ذیل میں نقل کرتا ہوں دیکھو فتح اسلام صفحہ ۵۸ میں لکھتے ہیں:

اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اورقزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہتا ہے اسکو موت درپیش ہے اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہیگی

اہل انصاف خیال فرماویں یہ محض فخر نہیں تو اور کیا ہے۔ اپنے منہ سے اپنی تعریف ۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۲ میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص

میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہ مرے گا

فخر ہوتو ایسا ہی ہو۔ آپ ہی مدعی اور آپ ہی گواہ۔ کیا عمدہ ثبوت ہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۹ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

میں مسیح موعود ہوں

اپنے قول کی آپ ہی تصدیق کرنا کیا عمدہ ثبوت ہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ٦٧ حاشیہ میں تحریر کرتے ہیں:

مسلمانوں سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اپنی روحانی حالت کی رو سے مسیح سے اور نیز امام حسین (دیکھو رسالہ دافع البلاء ص ۱۳ میں جو مورخہ ۲۳ اپریل ۱۹۰۲ء میں مرزا تحریر کرتے ہیں: اے شیعہ قوم اس پر اسرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے جو حسین سے بڑھ کر ہے) سے بھی مشابہت رکھتا ہے

مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ مطلب ہے کہ میں روحانی حالت کی رو سے مسیح اور نیز امام حسین سے بھی مشابہت رکھتا ہوں۔

اور دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ٦٨ حاشیہ (قادیانی خزائن ج ۳ ص ۱۳٦) میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

مسیح جو اترنے والا ہے وہ یہی مثیل مسیح ہے اور حسینی فطرت ہے۔

یہاں مرزا قادیانی حسینی فطرت کے دعویدار ہوئے ہیں۔

اور دیکھو اخبار الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۰ء (قادیانی ملفوظات۔ ج ۲ ص ۱۴۲، ج ۳ ص ۱۳٦) میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

اس لئے یاد رکھو کہ پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو۔ اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم میں موجود ہے، اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔

اس جگہ مرزا غلام احمد نے اپنے کو زندہ علی قرار دیا اور حضرت علی کو مردہ علی کہا

اور ازالہ اوہام صفحہ ۴۴۲ میں لکھتے ہیں:

بلا شبہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر میری کلام سے مردہ زندہ نہ ہوں اور اندھے آنکھیں نہ کھولیں اور مجذوم صاف نہ ہوں تو میں خدا تعالی طرف سے نہیں آیا۔

اہل انصاف غور کریں یہ محض فخر اور جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۴۵٦ میں تحریر کرتے ہیں:

اس عاجز کا نام آدم بھی رکھا اور مسیح بھی

اس جگہ مرزا قادیانی آدم بننے کے مدعی بھی ہوئے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ۱۹۲ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔

الہام۔ یاا حمدی بار ك الله فيك مارميت از رميت و لكن الله ر مى الر حمن علم القر آن لتنذر قو ما ما انذر آباء هم

یعنی میرا احمد خداتعالی نے تجھ میں برکت دال دی ہے جو کچھ تو نے چلایا جب کہ تو نے نہیں بلکہ خدانے چلا دیا وہی رحمٰن ہے جس نے قرآن تجھے سکھلایا تا کہ ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے۔

اہل انصاف غور کریں ایسا دعوی محض فخر اور جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ۲۵۳ میں مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں:

کتاب براہین احمدیہ میں خدا تعالی نے اس عاجز کو آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا اور کسی علماء میں سے اس بات پر ذرہ رنج دل میں نہیں گزرا۔

اور پھر مثیل نوح قرار دیا، کوئی رنجیدہ نہیں ہوا۔

اور پھر مثیل یوسف قرار دیا اور کسی مولوی صاحب کو اس سے غصہ نہیں آیا

اور پھر مثیل داؤد بیان فرمایا اور کوئی علماء میں سے رنجیدہ خاطر نہ ہوا

اور پھر مثیل موسی کر کے بھی اس عاجز کو پکارا، کوئی فقیہوں اور محدثوں سے مشتعل نہیں ہوا

یہاں تک کہ پھر اللہ تعالی نے اس عاجز کو مثیل ابراہیم بھی کہا تو کسی شخص نے ایک ذرہ بھر غیظ وغضب ظاہر نہیں کیا

اور پھر آخر مثیل مسیح ٹھہرانے کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل مسیح سیدالانبیاء وامام الاصفیاء حضرت مقدس محمدﷺ قرار دیا تو کوئی مفسرں اور محدثوں میں سے جوش و خروش میں نہیں آیا

اور جب خدا تعالی نے اس عاجز کو عیسی یا مثیل عیسی کر کے پکارا، تو سب کے شدت طیش اور غضب کی وجہ سے چہرے سرخ ہو گئے اور سخت درجہ کا اشتعال پیدا ہو کر کسی نے اس عاجز کو کافر ٹھہرا دیا، اور کسی نے اس عاجز کا نام ملحد رکھا، جیسا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب خلف مولوی محمد لکھو والہ نے اس عاجز کا نام ملحد رکھا۔

اہل انصاف غور کریں کہ مرزا قادیانی کا دعوی بھی اپنی زبان سے یہ ہے کہ مجھے خدا تعالی نے حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت یوسف اور حضرت داؤد اور حضرت موسی اور حضرت ابراہیم اور حضرت محمد ﷺ کا مثیل بنا دیا۔ یہ ایک ایسا دعوی ہے کہ جس کا مدعی خود ہی گواہ ہو۔ اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کا مرزا قادیانی کو کافر کہنا بھی اسی بنا پر ہے کہ مجھ کو خداوند تعالی نے فرمایا ہے کہ یہ شخص یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کافر ہے بلکہ اکثر علمائے ہندوستان اور پنجاب نے مرزا قادیانی کے کفر کا فتوی دے دیا ہے جو چھپا ہوا میرے پاس موجود ہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۵ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

اس حکیم مطلق نے اس عاجز کا نام آدم اور خلیفۃ اللہ رکھ کر اور انی جاعل فی الارض خلیفۃ کی کھلے کھلے طور پر براہین احمدیہ میں بشارت دے کر لوگوں کو توجہ دلائی کہ تاکہ اس خلیفۃ اللہ آدم کی اطاعت کریں اور اطاعت کرنے والی جماعت سے باہر نہ رہیں اور ابلیس کی طرح دھوکہ نہ کھاویں اور من شذ شذ فی النار کی تحدید سے بچیں۔

اس جگہ مرزا قادیانی خلیفۃ اللہ آدم ہونے کے دعویدار بنے اور اپنی اطاعت کرانے کیلئے بھی مدعی اور نیز یہ بھی لکھا کہ جو اطاعت نہ کرے گا شیطان کی طرح دوزخی ہوگا یعنی دوزخ کی دھمکی دیتے ہیں اپنی اطاعت کرانے کے لئے۔ اللہ بچاوے ایسی کج روی سے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۳ میں مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں:

میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میری تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں

میرئے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور ابال پیدا ہوا ہے جس نے پتلی کی طرح اس مشت خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔،

اہل انصاف غور کریں کہ یہ کیسا بے جا فخر ہے اور یہ بھی ایک ایسا دعوی ہے جیسے کوئی آپ ہی مدعی اور آپ ہی گواہ ہو۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۱۸ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

جو بات اس عاجز کی دعا کے ذریعہ سے رد کی جاوے وہ کسی اور ذریعہ سے قبول نہیں ہوسکتی اور جو دروازہ اس عاجز کے ذریعہ کھولا جاوے وہ کسی اور ذریعہ سے بند نہیں ہوسکتا۔

یہ بھی دعوی محض فخر اور جھوٹ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۸ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسی کجا ست تا بنہد پا بمنبرم

اور ازالہ اوہام صفحہ ۶۴۸ میں مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں:

اس مسیح کو اسرائیلی مسیح پر ایک جزی فضیلت حاصل ہے کیونکہ اس کی دعوت عام ہے اور اس کی خاص تھی اور اس کو طفیلی طور پر تمام مخالف فرقوں کے اوہام دور کرنے کیلئے وہ حکمت اور معرفت سکھلائی گئی ہے جو مسیح بن مریم کو نہیں سکھلائی گئی۔

اس عبارت سے بقول مرزا یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو مسیح سے افضل جانتے ہیں۔

دیکھو خدا نے حق ظاہر کر دیا مدعی بھول گیا اور ہار گیا، تحفہ قیصریہ صفحہ ۲۲ (قادیانی خزائن ۱۲ ص ۲۷۴) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

میں حضرت یسوع مسیح کی طرف سے ایک سچے سفیر کی حیثیت سے کھڑا ہوں

اور دیکھو تحفہ قیصریہ صفحہ ۲۳ میں مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں:

حضرت یسوع مسیح کی سچی محبت اور سچی عظمت جو میرے دل میں ہے اور نیز

جو باتیں وہ میں یسوع مسیح کی زبان سے سنیں اور وہ پیغام جو اس نے مجھ کو دیا ان میں تمام امور نے مجھے تحریک کی کہ میں ملکہ معظّمہ کے حضور میں یسوع مسیح کی طرف سے ایلچی ہو کر با ادب التماس کروں۔

سچ ہے کہ طمع عقل مندوں کو بھی بھلا دیتا ہے۔

دیکھو تحفہ قیصریہ صفحہ ۲۲، ۲۳ کی عبارت کو، نیز دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۸، ۶۴۸ کی عبارت کو جن میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ مسیح سے افضل ہوں۔ بلکہ یہاں تک فخر کیا،

عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بمنبرم

اور وہی مرزا قادیانی تحفہ قیصریہ میں انعام کی امید پر جناب ملکہ معظّمہ صاحبہ کو خوش کرنے کے واسطے تحریری اقبال کرتے ہیں کہ:

اے ملکہ معظّمہ میں یسوع مسیح کی طرف سے سچے سفیر کی حیثیت میں کھڑا ہوں اور یسوع مسیح کی طرف سے ایلچی ہو کر با ادب التماس کرتا ہوں۔

اے بھائیو! طمع بری بلا ہے جس نے مرزا قادیانی کو یسوع مسیح کا ایلچی بنا دیا (یہاں مرزا قادیانی اس یسوع کے ایلچی ہونے پر فخر کرتا ہے جس کو وہ خود ہی چور وغیرہ لکھ چکا ہے۔ افسوس ایسی سمجھ پر) مگر جائے افسوس تو یہ امر ہے کہ مرزا قادیانی ایلچی بھی بنے تاہم انعام سے محروم رہے۔ مرزا قادیانی کی ایک زبان اور دو بیان۔ دیکھو دافع البلاء ص ۱۳ (قادیانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳) میں تحریر کرتے ہیں:

اے عیسائی مشنریو! اب ربنا المسیح مت کہو اور دیکھو تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔

کجا ایلچی بننا اور کجا افضلیت کا دعویٰ۔ واہ مرزا قادیانی، عجیب قسم کا فخر ہے۔ ہزار افسوس ایسے شخص کی حالت پر جس کی ایک زبان اور ہزار مختلف بیان ہوں اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو فتنہ زمانہ سے بچاوے آمین

اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۷ میں تحریر کرتے ہیں:

کہ جو کچھ اس عاجز کو رؤیا صالحہ اور مکاشفہ اور استجابت دعا اور الہام صحیحہ صادقہ سے حصہ وافر نبیوں کے قریب قریب دیا گیا ہے وہ دوسروں کو تمام

حال کے مسلمانوں میں سے ہرگز نہیں دیا گیا۔
یہ دعویٰ بھی فخر اور جھوٹ ہے اور میں اہل انصاف کی خدمت میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر ذیل سے ایسے بے جا فخر اور جھوٹ صریح کو ثابت کر کے دکھا دیتا ہوں غور سے پڑھیں اور سوچ کریں۔
دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۳۲ میں مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں:

عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم نظر اٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو ان پڑھ دکھائی دے مگر لاکھوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہیں دے گا سو تم ان جوشوں سے گھبرا کر نا امید مت ہو کیونکہ وہ اندر ہی اندر اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور اسلام کی ڈیوڑھی کے قریب آ پہنچے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۳۰۸ھ میں یہ لکھا تھا کہ عنقریب تمام ہندو مسلمان ہو جاویں گے اور ایک ہندو بھی دکھائی نہیں دے گا کیونکہ اسلام کے قبول کرنے کے لئے اسلام کی ڈیوڑھی کے قریب آ پہنچے ہیں۔
مگر مجھے بڑا تعجب آتا ہے کہ اس بات کو قریباً گیارہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور بقول مرزا قادیانی بے چارے ہندو اسلام کی ڈیوڑھی پر اسلام قبول کرنے کے لئے کھڑے ہیں، لیکن مرزا قادیانی ان میں سے فیصدی پانچ کو بھی مسلمان نہیں کرتے۔ چاہیے کہ ضرور کریں تاکہ پیش گوئی بھی پوری ہو اور ترقی اسلام کا باعث بھی ہو۔
مگر جائے افسوس تو یہ بات ہے کہ جو سنی جاتی ہے کہ مرزا قادیانی کی اس پیش گوئی کے بعد لاہور وغیرہ جگہ کے ہندوؤں نے بھی بہت سے مسلمانوں کو ہندو بنا کر اپنے مذہب میں شامل کر لیا ہے اور کرتے رہتے ہیں۔
واہ واہ مرزا قادیانی کی پیش گوئی؟....
اہل انصاف کی تسلی کے لئے ایک اور پیش گوئی بھی نقل کرتا ہوں ناظرین ضرور دلی توجہ سے غور فرمائیں
ازالہ اوہام صفحہ ۳۹۶ میں مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

عرصہ قریباً تین برس کا ہوا ہے کہ بعض تحریکات کی وجہ سے جن کا مفصل ذکر

اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں درج ہے خدا تعالی نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آویں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا۔

اس الہام سے بقول مرزا قادیانی ظاہر ہے کہ خداوند تعالی نے فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد گاماں بیگ کی دختر کلاں کا نکاح مرزا قادیانی سے ضرور ہوگا لوگوں کی عداوت اور کوشش کسی کام نہ آئے گی۔

اس کے بعد دوسرا الہام ہوا جیسا ازالہ اوہام صفحہ ۳۹۸ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

جب یہ پیش گوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی (جیسا کہ اب تک بھی جو ۱۶۔اپریل ۱۸۹۱ء ہے پوری نہیں ہوئی) تو اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی اس وقت گویا یہ پیش گوئی آنکھوں کے سامنے آ گئی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ نکلنے والا ہے تب میں نے اس پیش گوئی کی نسبت خیال کیا کہ شائد اس کے معنی ہوں گے جو میں سمجھ نہیں سکا تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا

الحق من ربك فلا تكونن من الممترين

یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے اور تو کیوں شک کرتا ہے۔

اس تحریر سے ثابت ہے کہ پہلے الہام کے بعد دو یا تین سال مرزا قادیانی سخت بیمار ہوئے یہاں تک کہ مرنے کا گمان بھی مرزا قادیانی کو ہو گیا اور قریب موت کی حالت میں مرزا قادیانی کو مرزا احمد بیگ کی لڑکی کی شادی کا خیال دل میں آیا کہ ہائے مجھے کیوں نہیں ملی اب تو میں مرنے والا ہوں کل جنازہ اٹھے گا شائد میں نے پہلے الہام کے معنی نہ سمجھے ہوں تو اسی حالت میں دوسرا الہام یہ ہوا الحق من ربك فلا تكونن من الممترين یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔

سبحان اللہ! عشق بری بلا ہے۔ مرزا قادیانی کو ایسی محبت مرزا احمد بیگ کی

لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کی تھی جسکو قریب موت بھی نہیں بھولے۔

اب آگے تیسرا الہام بھی حسب ذیل نقل کرتا ہوں۔ دیکھو فیصلہ آسمانی آخری (قادیانی خزائن ج۴ص۳۵۰) میں مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں:

اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے ہم نے اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا اور نشان دیکھ کر منہ پھیر لیں گے اور کہیں کہ یہ کوئی پکا فریب یا پکا جادو ہے۔،

مرزا قادیانی کے اس تیسری دفعہ کے الہام سے یہ امر بخوبی بقول مرزا غلام احمد قادیانی ظاہر ہے کہ خدا نے مرزا قادیانی سے کہا کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح میں نے تیرے ساتھ باندھ دیا ہے اور نیز یہ بھی خدا نے کہا کہ تو لوگوں کو کہہ، مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ بات سچ ہے کوئی اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتا اور نہ کوئی خدا کی باتوں کو بدلا سکتا ہے یعنی وہ تیرے پاس ضرور آئے گی۔،

مگر افسوس صد افسوس اور حیف ہزار حیف مرزا قادیانی کے تین دفعہ کے ایسے بناوٹی الہاموں پر کہ ناحق تین دفعہ خدا صادق الوعد پر جھوٹ بولا اسواسطے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کی شادی ایک اور شخص سے ہوگئی اور مرزا قادیانی کی وہ دلی مراد جس کو وہ قریب موت بھی نہیں بھولے تھے نہ موت کے قابو آئے اور نہ مراد پوری ہوئی۔ ہاتھ دھوتے ہی مایوس رہ گئے اب یہ امر فیصلہ طلب ہے کہ مرزا غلام احمد کے یہ تینوں الہام اس خدا کی طرف سے جو عالم الغیب اور صادق الوعد ہے یا بناوٹی تھے۔ اگر ہم اس بات کو مان بھی لیں کہ یہ الہام سچے خدا کی طرف سے تھے تو معاذ اللہ ہم کو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ اس خدا نے جس نے مرزا قادیانی کو دو دفعہ یہ کہا کہ، تیری شادی ضرور مرزا احمد بیگ کی لڑکی سے ہوگی، میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ بلکہ مرزا مرزا قادیانی کو یہ بھی کہا تو شک مت کر جیسے الحق من ربك فلاتكونن من الممترين یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔ اور تیسرے الہام میں فرمایا کہ میں نے تیرا عقد نکاح اس سے باندھ دیا ہے ضرور تیرے پاس آئے گی یہاں تک کہ تو کہہ دے مجھے اپنے رب کی قسم ہے یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک

نہیں سکتے کیوں اپنے وعدے کو پورا نہ کیا۔

لیکن ہم اس صادق الوعد خدا کی نسبت ایسا خیال کر کے سفید کا فر کیوں بنیں بیشک یہ تینوں دفعہ کے مرزا قادیانی کے الہام بناوٹی ہی تھے یا شیطان کی طرف سے تھے اگر صادق خدا کی طرف سے ہوتے تو ضرور ہی پورے ہوتے اب آگے اور بھی ایک الہام نقل کرتا ہوں دیکھو مرزا قادیانی کی عالی ہمت بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی پر اور شخص سے شادی ہو جانے کے بعد مرزا قادیانی نے یہ اشتہار جاری کر دیا کہ اس کا خاوند ۲۱ نومبر ۱۸۹۴ء تک مر جائے گا یہ چوتھی دفعہ کا الہام ہے مگر یہ بھی بناوٹی تھا غلط ہی نکلا کیونکہ مرزا احمد بیگ کا داماد ۲۱ نومبر ۱۸۹۴ء تک بھی نہ مرا خدا نے مرزا کو سچا نہ کیا اور سنا جاتا ہے کہ آج مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۱ء (اسکے ہاں چھ سات بچے موجود ہیں اور ہر سال نیا بچہ جنتی ہے اور کبھی کبھی قادیان میں بھی وہ دونوں میاں بیوی مرزا قادیانی کو شرمسار کرنے کیلئے جاتے رہتے ہیں) اس لڑکی کا خاوند خداتعالی کے فضل و کرم سے زندہ موجود ہے اور وہ عورت اس کے گھر میں آباد اور صاحب اولاد ہے اگر اب بھی مرزائیوں کی تسلی نہیں ہوئی تو اور نقل کرتا ہوں۔ دیکھو اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ کے ص۴ حاشیہ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

احمد بیگ کی داماد کی وفات کے بارے میں سنت اللہ کے موافق تاخیر ڈالی گئی (نوٹ میں تحریر کرتے ہیں) احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی خط پر خط بھیجے گئے ان سے کچھ نہ ڈرا پیغام بھیج کر سمجھایا کسی نے ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا بلکہ وہ گستاخی اور استہزاء میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کی پیشگوئی کو سن کر پھر ناطہ پر راضی ہوئے۔،

اس عبارت سے دو امر بخوبی ظاہر ہیں:

اول: مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کا داماد توبہ کرنے کے باعث میعاد مقررہ کے اندر مرنے سے بچ گیا۔

دوم: مرزا قادیانی بذریعہ تحریر خود اقبالی ہیں کہ خط پر خط اور پیغام بھیج کر منع کیا گیا کہ اس کے والدین کسی اور شخص سے شادی نہ کریں ورنہ نقصان اٹھاویں گے۔

ناظرین کے دل کی تشفی کے لئے مرزا قادیانی کے تین خط حرف بہ بحرف ذیل میں نقل کرتا ہوں جو مولوی غلام احمد قادیانی ساکن ضلع امرتسر اپنے رسالہ نکاح آسمانی کے راز ہائے نہانی کے صفحہ ۱۰ تا ۱۴ میں لکھتے ہیں۔غور سے ملاحظہ فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ

...قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند مکرم کی خبر سنی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا۔بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شائد اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا۔خصوصاً بچوں کی ماؤں کیلئے تو سخت مصیبت ہوتی ہے۔خداوند تعالی آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحبِ عمر عطا فرماوے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے،کوئی بات اسکے آگے انہونی نہیں

آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر و مطلق سے آپ کے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں۔میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا تعالی کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔سو مجھے خدا تعالی قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا۔اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اسلئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلا یا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپکی خدمت میں ملتمس

ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کیلئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی۔

اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگی ہوئی ہے اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے ،تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔ لیکن یقیناً خدا تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔

میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہمدردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لا الہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدا تعالیٰ کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدا تعالیٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالیٰ عطا فرماوے اگر میرے اس خط میں کوئی نملائم لفظ ہو تو معاف فرمائیں۔

والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

دوسرا خط بھی حرف بحرف ذیل میں نقل کرتا ہوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی
مشفقی مرزا علی شیر بیگ

السلام علیکم و رحمة اللہ ۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں ۔ لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج پہنچے گا مگر میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے ۔

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے اب میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں ۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں ۔ بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں ۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے ۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے ۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اگر میں اس کا ہونگا، تو مجھے ضرور بچائے گا ۔

اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھتا کیا میں چوہڑا، یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی ۔ بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے، اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا ۔ اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے ۔

یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور ان کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے، وہی میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو ۔ خدا بے نیاز ہے جس کو

چاہے سیاہ کرے مگر اب وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پورا نہ (پرانا) رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالیٰ سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بیشک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپکی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے کرے۔ ہم اس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا ابھی مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحب کی مجھے پہونچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں اور خوار ہوں مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے لہذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اس ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپ کی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب (محمدی) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لا وارث کرونگا۔ اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا بند کرا دو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں۔ اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کرونگا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔ لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتہ ناطے توڑ

دونگا۔اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ورنہ جہاں میں رخصت ہوا،ایسا ہی سب ناطے رشتے بھی ٹوٹ گئے۔
یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں۔میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔واللہ اعلم۔
راقم خاکسار غلام احمد از لودہیانہ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء
تیسرا خط بھی حرف حرف ذیل میں نقل کرتا ہوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی

...والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دونگا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اسلئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اس کو سمجھا دو۔اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور دین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد،عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے۔اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو میں امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجائیگا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ،محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔
سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دونگا۔اور پھر

وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لوتو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالی کی کہ میں ایسا ہی کرونگا۔ اور خدا تعالی میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔

راقم: مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

اب ناظرین خدا سے ڈر کر انصاف کریں کہ ایسا شخص نفس پرست اور شہوت کا مرید کیا مامور من اللہ یا مسیح موعود یا امام الزمان یا حضرت عیسی یا امام حسین سے افضل ہوسکتا ہے؟ کہ جس کو بیگانی لڑکی کی خوبصورتی دیکھنے سے شہوت نے ایسا مغلوب اور پریشان کیا کہ ناحق کئی دفعہ جھوٹے الہاموں سے لڑکی کے والدین وغیرہ کو اللہ کی جھوٹی قسمیں کھا کھا کر ڈرایا اور یہاں تک نوبت پہنچا دی کہ اپنے لڑکے فضل احمد کو ڈرایا اور دھمکایا کہ اگر مرزا احمد بیگ اپنی لڑکی کا نکاح میرے سوا کسی اور شخص کے ساتھ کرے گا تو تم اسی وقت اپنی عورت کو طلاق دے دینا اور اگر تو طلاق نہ دے گا تو تجھ کو عاق اور لا وارث کر دوں گا۔

اہل انصاف کی خدمت میں دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ اگر مرزا قادیانی کو خداوند تعالی نے کہہ دیا تھا کہ میں نے تیرا عقد نکاح مرزا احمد بیگ کی لڑکی سے آسمان پر باندھ دیا ہے تو پھر ایسے خط پر خط بھیج کر اس کے والدین وغیرہ کو ڈرانا اور منع کرنا کہ اس کی شادی کسی اور سے نہ کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے کیا ضرورت تھی؟ شاید مرزا قادیانی کو اپنے عاجی خدا کے الہاموں پر بھی پورا پورا بھروسہ اور یقین نہیں تھا یا الہام ہی یقیناً بناوٹی تھا اس واسطے کہ جس عورت کا عقد نکاح خداوند احکم الحاکمین نے مرزا غلام احمد سے باندھ دیا تھا تو کسی اور شخص کی کیا مجال تھی کہ اس کو شادی کر کے گھر میں لے جاتا اور پھر تعجب تر تو یہ بات ہے کہ شادی کرنے والے کو وہی خدا جس نے مرزا کا عقد نکاح باندھا تھا اڑھائی سال کے اندر مر جانے کا حکم صادر فرما دیا اور بقول مرزا

قادیانی وہی خدا شادی کرنے والے کوتوبہ کرنے کے باعث میعاد مقررہ کے اندر نہ مارے بعید از قیاس ہے

اسی واسطے مرزا احمد بیگ کے داماد کا تو یہی قصور تھا کہ اس نے مرزا احمد بیگ کی لڑکی سے شادی کر لی تھی اور باوجود منع کرنے کے باز نہ آیا تھا اسے جرم کے بدلہ میں اس کو موت کی سزا کا حکم سنایا گیا تھا (مرزا قادیانی اگر لیکھ رام کی طرح کوئی الہامی فرشتہ احمد بیگ کے داماد کے قتل کرنے کے واسطے بھیج دیتا تو مرزا کی یہ رسوائی نہ ہوتی) مگر تاہم ابھی اس نے اپنی لڑکی کو طلاق دی اور نہ گھر سے نکالا۔

اہل انصاف خیال فرمائیں کہ پھر مرزا احمد بیگ کے داماد نے کس بات سے توبہ کی جس کے باعث اس کی موت میں تاخیر ڈالی گئی یہ تو ایسا ماجرا ہے جسکی کہاوت مشہور ہے کہ نہ مانیں گے اور نہ جھوٹے ہوں گے،، بے شک جو شخص ایماناً اور انصافاً بلاتعصب وطرف داری کے مرزا قادیانی کے ان الہامات اور خطوط کو دلی توجہ سے پڑھے یا سن کر غور کرے گا اس پر آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی اپنی نفسانی خواہشات اور شہوت پرستی کو پورا کرنے کیلئے کوئی حیلہ ومکر باقی نہیں چھوڑا یہاں تک کہ کئی دفعہ خداوند صادق الوعد پر بھی جھوٹ بولا جسکے بدلے میں اللہ تعالی نے اس کو تمام دنیا میں ذلیل اور خوار اور شرمسار کیا کہ زبان سے بیان کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ طالبان حق کے دل کی تسلی کے واسطے اس قدر بیان کر دینا کافی ہے اور ضد اور تعصب کا مرض تو لاعلاج ہے اور نیز ہدایت سب کی اللہ تعالی کے اختیار میں ہے اور وہی سب کا ہادی ہے۔

التماس بدرگاہ خداوند تعالی

اے میرے مالک ومولی میں تیری ہی جناب میں بصدق دل التجا کرتا ہوں کہ اپنی خاص اور عام رحمت سے تمام اہل اسلام کو اور اس عاجز کو دجال اور شیطان کے دھوکہ سے بچا اور نیز یہ بھی التماس ہے کہ جیسے تو نے محض اپنی خاص مہربانی سے مجھ کو اس کتاب کی تالیف کی توفیق عطا فرمائی ورنہ میری لیاقت کیا؟؟ ویای ہی اس کو اپنی عام مہربانی سے لوگوں میں عام مقبول کر اور جو شخص اس کو پڑھے یا سنے اس کو اپنی

طرف سے حق بات کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرما اور اس کو اس راستہ کی طرف جو تیری مرضی کے مطابق ہو آمین

الحمد لله رب العالمين اللهم انی اعوذ بك من عذاب القبر و اعوذ بك من فتنة المسيح الدجال و اعوذ بك من فتنة المحيا و فتنة الممات آمين ثم آمين

....

حکیم نورالدین بھیروی قادیانی

میں نے اپنے سلسلہ کتب کے حصہ اول میں بانی قادیانیت مرزا غلام احمد کے سوانح مختصراً نقل کئے تھے۔ پھر سارے سلسلہ کتب میں جا بجا ان کی زندگی کے واقعات و نظریات اور عقائد پر گذارشات پیش ہوتی رہی ہیں۔ ۱۹۰۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد ان کے اول المریدین حکیم نورالدین بھیروی ان کے جانشین منتخب ہو گئے تھے اس لئے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً ان کے سوانح بھی نقل کر دیئے جائیں۔

حکیم صاحب اور مرزا قادیانی

حکیم نورالدین، مرزا قادیانی کے دست راست تھے، بلکہ ایک خیال کے مطابق مرزا کے دعاوی کی پشت پر یہی بزرگ تھے۔ آپ بڑے عالم فاضل، اور فنا فی المرزائیت تھے۔ مرزا صاحب قادیانی بھی ان کی خدمات کے قدردان تھے۔ آپ کے علمی مقام مرتبے سے بخوبی آگاہ تھے اور بعض اوقات اپنے مسودے بھی اصلاح کیلئے انکے پاس بھیجا کرتے تھے۔ آپ طبابت کا پیشہ اختیار کرنے کے بعد مالی طور پر بھی بہت مستحکم ہو گئے تھے اور قادیانیت کے لئے ان کی مالی خدمات بھی بے پناہ تھیں جن کے مرزا صاحب بھی ہمیشہ معترف رہے۔ فتح اسلام میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلائے کلمہ اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظرہ سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہوسکتیں۔ (مرقاۃ الیقین۔ ص ۳۰)

مرزا صاحب قادیانی، اپنے رسالے فتح اسلام میں حکیم صاحب کا ایک خط نقل کرتے ہیں جس میں حکیم صاحب نے لکھا ہے:

اگر خریدار براہین کے توقف طبع سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمائیے کہ یہ ادنی خدمت بجالاؤں کہ ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کردوں۔حضرت پیرومرشد! نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے، میرا منشاء یہ ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ مجھ پر ڈال دیا جائے پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو۔ (مرقاۃ الیقین۔ص ۳۱) (لیکن مرزا صاحب کے تو پاس براہین کی چوتھی جلد کے بعد مزید مسودہ ہی نہیں تھا۔ وہ باقی ۴۶ جلدوں کا مسودہ کہاں سے لاتے)

اپنے ازالہ اوہام میں مرزا قادیانی،حکیم صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

حبی فی اللہ مولوی حکیم نوردین صاحب بھیروی ....ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں....انہوں نے بارہ سو روپیہ نقد متفرق حاجتوں کے وقت اس سلسلہ کی تائید میں دیا اور اب بیس روپیہ ماہواری دینا اپنے نفس پر واجب کردیا اور اس کے سوا اور بھی ان کی مالی خدمات ہیں...انہوں نے ایسے وقت میں بلاتردد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں اور بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہد بیعت کو فسخ کردیا تھا اور بہتیرے سست اور متذبذب ہوگئے تھے۔...مولوی صاحب موصوف کے اعتقاد اور اعلی درجہ کی قوت ایمانی کا ایک یہ بھی نمونہ ہے کہ ریاست جموں کے ایک جلسہ میں مولوی صاحب کا ایک ڈاکٹر صاحب سے جن کا نام جگن ناتھ ہے اس

عاجز کی نسبت کچھ تذکرہ ہوا۔ مولوی صاحب نے بڑی قوت اور استقامت سے یہ دعوی پیش کیا کہ خدا تعالی نے ان کے یعنی اس عاجز کے ہاتھ پر کوئی آسمانی نشان دکھلانے پر قادر ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے انکار پر مولوی صاحب نے ریاست کے بڑے بڑے بڑے ارکان مجلس میں یہ شرط قبول کی کہ اگر وہ یعنی یہ عاجز کسی مدت مسلمہ فریقین پر کوئی آسمانی نشان دکھلا نہ سکے تو مولوی صاحب ڈاکٹر صاحب کو پانچ ہزار روپیہ بطور جرمانہ دیں گے اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے یہ شرط ہوگی کہ اگر انہوں نے کوئی نشان دیکھ لیا تو بلا توقف مسلمان ہو جائیں اور ان تحریری اقراروں پر مندرجہ ذیل گواہیاں ثبت ہوئیں خان بہادر جنرل ممبر کونسل ریاست جموں غلام محی الدین خان۔ سراج الدین احمد سپرنٹنڈنٹ وافسر ڈاک خانہ جات ریاست جموں سرکار سنگھ سکرٹری راجہ امر سنگھ صاحب بہادر پریذیڈنٹ کونسل

مگر افسوس کہ ڈاکٹر صاحب نا قابل اعجازی صورتوں کو پیش کر کے ایک حکمت عملی سے گریز کر گئے چنانچہ انہوں نے ایک آسمانی نشان یہ مانگا کہ کوئی مرا ہوا پرندہ زندہ کر دیا جائے حالانکہ وہ خوب جانتے ہوں کہ ہمارے اصولوں سے یہ مخالف ہے ہمارا یہی اصول ہے کہ مردوں کو زندہ کرنا خدا تعالی کی عادت نہیں اور وہ آپ فرماتا ہے

حرام علی قریة اهلکنا ها انّهم لا یرجعو ن

یعنی ہم نے یہ واجب کر دیا ہے کہ جو مر گئے پھر وہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو یہ کہا تھا کہ آسمانی نشان کی اپنی طرف سے کوئی تعیین ضروری نہیں بلکہ جو امر انسانی طاقتوں سے بالاتر ثابت ہو خواہ کوئی امر ہو اسی کو آسمانی نشان سمجھ لینا چاہیے۔

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین ۳۴۔۳۵)

اور نشان آسمانی میں مرزا قادیانی، حکیم صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

مولوی (نورالدین) صاحب موصوف اب تک تین ہزار روپیہ کے قریب للہ اس عاجز کو دے چکے ہیں اور جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے

اس کی نظیر اب تک کوئی میرے پاس نہیں ہے (مرقاۃ الیقین ۔ص ۴۴)

حکیم صاحب کا نسب

حکیم نور الدین کے سوانحی حالات اکبر شاہ نجیب آبادی نے مرقاۃ الیقین کے نام سے مرتب کئے ہیں، اور کم وبیش انہی کی بنیاد پر سر ظفر اللہ خان نے حکیم صاحب کی سوانح انگریزی میں بھی لکھی ہے۔ ذیل میں مختصراً حکیم صاحب کے سوانحی حالات نقل کئے جاتے ہیں اور چونکہ قادیانی ہونے سے پہلے آپ مسلمانوں کے بڑے عالم فاضل تھے اور بڑے مسلم گھرانے سے تعلق تھا اور بڑے اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل تھا، اور قادیانی ہو جانے کے بعد بھی کئی مسلمان علماء کا آپ سے تعلق رہا، اس لئے ان کے حالات میں قادیانیت کے علاوہ بھی کافی کچھ پڑھنے کو مل جاتا ہے۔

مرقاۃ الیقین کے صفحہ ۲۹ پر حکیم نور الدین صاحب کا نسب نامہ دیا گیا ہے اور واضح طور پر لکھا ہے:

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا نور الدین، خلیفہ ثانی فاروق اعظم عمرؓ کی اولاد میں سے ہیں۔

خود حکیم نور الدین اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

یہ خاکسار قریشی فاروقی ہے۔ میرا سلسلہ نسب حضرت عمرؓ سے پھر، حضرت شعیب سے ملتا ہے جو کابل سے پشاور اور وہاں سے لاہور پھر قصور پھر کھتے وال علاقہ بہاولپور میں مقیم ہوئے۔ قاضی عبدالرحمٰن شاطر مدراسی، بابا نارنجی مقیم یاغستان اسی سلسلہ کے ممتاز ہیں۔ حضرت فرید شکر کے والد اور میرے جد امجد دونوں حقیقی بھائی تھے۔ یہ قصہ طویل ہے بھیرہ ضلع شاہ پور میرا وطن تھا وہاں صدیقی قریشیوں کا ایک بڑا محلّہ ہے (اخبار الحکم قادیان ۱۴ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۴)

حکیم نور الدین کے والد کا نام حافظ غلام رسول اور والدہ کا نور بخت تھا۔ حکیم صاحب ۱۲۵۸ھ ۔ ۱۸۴۱ء میں بھیرہ (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۸۵ء میں مرزا غلام احمد سے ملاقات ہوئی۔ ۱۸۸۹ء میں لدھیانہ میں پیر صوفی احمد جان کے گھر میں سب

سے پہلے مرزا قادیانی کی بیعت کی ۔ آپ کی پہلی شادی ۱۸۷۱ء میں بمقام بھیرہ مفتی شیخ مکرم قریشی عثمانی کی بیٹی سے ہوئی (یہ اہلیہ ۱۹۰۵ء میں فوت ہوئی) دوسری شادی مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریک پر ۱۸۸۹ء میں صوفی احمد جان لدھیانوی کی بیٹی صغری بیگم سے ہوئی جس کی وفات ربوہ میں ۱۹۵۵ء میں ہوئی ۔ حکیم صاحب ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو قادیان میں فوت ہوئے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے پہلو میں قادیانیوں کے بہشتی مقبرہ واقع قادیان میں دفن ہوئے ۔

حکیم صاحب کا ابتدائی تعلیمی دور

حکیم نورالدین بتاتے ہیں کہ وہ ۱۲۷۰ھ کے قریب پڑھنے کے لئے لاہور آئے اور منشی قاسم کشمیری اور مرزا امام دیروی سے پڑھا ۔ یہ دونوں استاد شیعہ تھے ۔ ۱۲۷۲ھ میں واپس بھیرہ چلے گئے اور وہاں پڑھ رہے تھے کہ

ایک شخص غدر میں کلکتہ کے تاجر کتب جو مجاہدین کے پاس اس زمانہ میں روپئہ لے جایا کرتے تھے ہمارے مکان (بھیرہ) میں اترے ۔ انہوں نے ترجمہ قرآن کی طرف ، یا یہ کہنا چاہیے کہ اس گراں بہا جواہرات کی کان کی طرف ، مجھے متوجہ کیا جس کے باعث میں اس بڑھاپے میں نہایت شادمانہ زندگی بسر کرتا ہوں ۔..

یہ تو کلکتہ کے تاجر سے فائدہ ہوا ۔ پھر ایک بمبئی سے تاجر (بھیرہ) آیا جس نے تقویۃ الایمان اور مشارق الانوار کی سفارش کی کہ میں ان دونوں کتابوں کو پڑھوں ۔ اردو زبان مجھے پسند تھی اور میری دل لگی کا موجب ۔ اس لئے میں نے ان دونوں کو خوب پڑھا اور تھوڑے دنوں کے بعد لاہور آ گیا ۔ عربی تو پڑھتا ہی تھا حکیم الہ دین لاہوری مقیم گمٹی بازار میرے استاد مقرر ہوئے .. پھر مجھے راولپنڈی جانا پڑا اور نارمل سکول کی تعلیم میرے ذمہ لگائی گئی یہ غالباً ۱۸۵۸ء کا ذکر ہے میری عمر اس وقت اٹھارہ برس کے قریب ہو چکی تھی ۔

(مرقاۃ الیقین ۔ ص ۴۳)

حکیم صاحب لکھنو اور رام پور میں

پھر نورالدین صاحب کسب علم کے لئے لکھنو پھر رام پور چلے گئے اور مشکوۃ ، حسن شاہ صاحب سے پڑھی ۔ شرح وقایہ مولوی عزیز اللہ صاحب افغان سے اور اصول شاشی اور میبذی مولوی ارشاد حسین صاحب ، متنبّی مفتی سعد اللہ صاحب ، صدری وغیرہ مولوی عبد العلی صاحب ، ملا حسن ، حافظ سعد اللہ رڑیاں ملک پنجاب سے ..

(حکیم صاحب بتاتے ہیں کہ) مولوی ارشاد حسین صاحب (رام پوری) میرے ہم قوم بزرگ تھے اور میں سلسلہ نقشبندیہ میں مرید بھی تھا مگر پھر بھی مولوی محمد اسماعیل شہید کی شان میں وہاں اکثر جھگڑا ہو جاتا تھا ۔ میں ہر چند کوشش کرتا کہ وہاں یہ جھگڑے نہ ہوں کیونکہ ہمارے پڑھنے میں حرج ہوتا تھا مگر وہاں میرا سکوت کارگر نہ ہوا ۔ ایک دن مولوی (ارشاد حسین) صاحب نے مجھ سے کہا کہ تم جو مولوی محمد اسماعیل کی اس قدر تعریف کرتے ہو اور اتنی عقیدت رکھتے ہو ، کیا تم نے ان کو دیکھا ہے ؟

میں نے کہا نہیں ۔

کہا ہم تو ان سے علم میں زیادہ ہیں ۔

میں نے کہا ہاں ۔ آپ ان سے علم میں زیادہ بھی سہی ، لیکن یہی تو ان کا جذب ہے کہ میں ان کے مقابلہ میں آپ کو یا کسی کو نہیں سمجھتا ۔

یہ سن کر مولوی (ارشاد حسین) صاحب بہت ہی خفا ہو گئے ۔ میں صرف ان سے اصول شاشی کا سبق پڑھنے جایا کرتا تھا ، میں تو اپنی کتاب کھول کر پڑھنے لگا ۔ تھوڑی دیر کے بعد مولوی صاحب ٹھنڈے ہو گئے ۔

طلبا میں ایک عبد القادر خان تھے وہ آسودہ حال بھی معلوم ہوتے تھے ۔ جہاں میں نماز پڑھا تا اس محلّہ میں ایک شخص کلن خان رہتے تھے جو بے چارے سیدھے سادے کچھ ان پڑھ سے تھے ۔ ایک روز عبد القادر نے کلن کو علیحدہ لے جا کر سمجھایا کہ یہ طالب علم جو نماز پڑھاتا ہے اس قابل نہیں کہ اس کی

عزت کی جائے کیونکہ اس کا مولوی ارشاد حسین سے کئی مسائل میں تنازع ہے۔ کلن نے کہا کہ ہماری مسجد میں کوئی طالب علم جماعت نہیں کراتا۔ عبد القادر نے میرا پتہ بتایا اور نام لیا۔ کلن خان نے اپنی تلوار نکال کر عبدالقادر کو دکھائی اور کہا کہ وہ مسئلے تو یہاں تلوار کی دھار پر لکھے ہوئے ہیں۔ آپ پڑھنا چاہیں تو ہم ابھی پڑھانے کو موجود ہیں۔ عبدالقادر خان بیچارہ ایک شریف انسان تھا وہ بھاگ گیا اور پھر مکتب میں خود ہی مجھ سے یہ سب واقعہ بیان کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ کلن خان بھی مجھ سے ذکر کریں گے لیکن انہوں نے قطعاً مجھ سے ذکر نہیں کیا حالانکہ روزانہ ملاقات ہوتی تھی۔ جب بہت دن گذر گئے تو میں نے کلن سے کہا کہ میرے متعلق عبدالقادر سے کچھ آپ کی باتیں ہوئیں تھیں؟ کلن نے ہنس کر کہاں کہ ہاں وہ آپ کے متعلق کچھ کہنے لگا تھا مگر رہ گیا۔ اگر ذرا زیادہ زبان ہلاتا تو میں فوراً اس کا سر اڑا دیتا۔ میں نے کہا کہ آپ کو ایسا نہیں چاہیے تھا اگر خدانخواستہ یہ بات نواب صاحب تک پہنچتی تو آپ کو مشکل پیش آتی۔ کہا کہ نہیں جناب ہمارا سارا محلّہ ذبح ہو جائے تب کوئی آپ کو ہاتھ لگا سکے گا۔ نواب صاحب ہوں یا کوئی اور۔

(مرقاۃ الیقین۔ص۔۴۹۔۵۰)

حکیم نورالدین صاحب کہتے ہیں:

میری طالب علمی کا زمانہ بڑا دکھ کا زمانہ گزرا ہے ....رام پور میں، میں نے طلباء کو دیکھا جن کی عمر تیس سال ساٹھ سال تک ہوگئی تھی۔ ایک ملتانی بوڑھا آدمی میری پنجابی سن کر مجھے ملنے آیا۔ ان دنوں میں ایک بہت ہی خبیث کتاب ملا حسن پڑھا کرتا تھا۔ اس سے میں نے دریافت کیا تم کیا پڑھا کرتے ہو؟ اس نے کہا قاضی مبارک .. میں نے کہا کہ میں قاضی مبارک خوب جانتا ہوں۔ اس نے کہا مجھے پڑھا دو۔ اتفاق سے جس جگہ کو میں نے پڑھایا وہ مجھے خوب آتی تھی۔ اس کی عمر میرے خیال میں ستّر برس کی تھی۔ میں نے اسے پنجابی میں وہ جگہ پڑھائی۔ وہ حیران ہوگیا اور کہنے لگا کہ آپ تو خوب جانتے ہیں۔ پھر اس نے کہا مجھے قاضی مبارک پڑھا دو۔ میں نے

کہا اس شرط پر کہ پہلے ایک سبق مشکوۃ کا پڑھ لیا کرو۔ اس نے ہاتھ کھڑا کر کے دیکھا اور کہا ابھی تو مضبوط ہوں پہلے فلسفہ پڑھ لوں، پھر مشکوۃ بھی پڑھ لوں گا۔ (خطبہ حکیم نورالدین ۱۴ نومبر ۱۹۱۳ء۔ در الفضل ۱۹ نومبر ۱۹۱۳ء ص ۱۵)۔

حکیم صاحب بتاتے ہیں کہ میں رام پور میں جن حکیم صاحب سے طب پڑھتا تھا وہ بڑے آدمی تھے۔ ان کے یہاں بہت سے مہمان لکھنو وغیرہ سے پڑے رہتے تھے۔ وہیں مرزا رجب علی بیگ سرور مصنف فسانہ عجائب بھی جو بہت بوڑھے آدمی تھے، رہتے تھے۔ میں نے ایک دن ان سے کہا کہ مرزا صاحب مجھ کو اپنی کتاب فسانہ عجائب پڑھا دو۔ میں اس کتاب کو آپ سے پڑھ کر اس کی سند لینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ میں نے ایک ہی دو صفحہ پڑھا تھا کہ یہ فقرہ آیا کہ :

ادھر مولوی ظہور و مولوی محمد مبین وغیرہ اور ادھر مولوی تقی و میر محمد مجتہد وغیرہ۔

میں نے اس فقرہ پر پہنچ کر ان سے کہا کہ

مرزا صاحب یہ بتاؤ تم سنی کیسے ہوئے؟ نہایت حیران اور متعجب ہو کر کہنے لگے کہ تم نے یہ کیسے معلوم کیا کہ میں سنی ہوں۔ میں نے کہا آپ کو اس سے کیا؟ آپ ہیں تو سنی، یہ بتا دیجئے کس طرح سنی ہوئے۔ انہوں نے کہا تم اول بتاؤ میرا سنی ہونا کس طرح معلوم کیا؟ میں نے کہا ادھر کا لفظ اپنی طرف اشارہ ہوتا ہے آپ نے ادھر کے ساتھ سنی مولویوں کے نام لکھے ہیں اور جب لکھا ہے اودھر تو، اودھر کے ساتھ شیعوں کے نام لکھے ہیں۔ یہ دلیل اس بات کی ہے کہ تم سنی ہو۔ سن کر ہنس پڑے اور کہا کہ لو میرے سنی ہونے کی داستان سنو۔

جب میں لکھنو سے دلی آنے لگا تو لکھنو کے بادشاہ نے مجھ سے کہا کہ تم دلی جاتے ہو وہاں شاہ عبد العزیز سے ضرور مل کر آنا۔ میں دلی آیا اور شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن یہ سوچ کر کہ یہ عربی کے بہت بڑے عالم ہیں اور میں عربی نہیں جانتا اردو میں عربی الفاظ بھی بکثرت استعمال ہوتے ہیں ان کے سامنے اگر عربی کا کوئی لفظ زبان سے غلط نکلا تو یہ بہت ہی حقیر سمجھیں گے کہ یہ شاعر کیسا ہے کہ الفاظ بھی صحیح نہیں بول سکتا۔

میں خاموش ہی بیٹھا رہا اور خاموش ہی اٹھ کر چلا آیا...تین روز تک اسی طرح جاتا رہا اور خاموش ہی اٹھ کر واپس آتا رہا۔ ..

ایک دن شاہ صاحب نے خود ہی مجھ کو مخاطب فرمایا اور کہا کہ میاں تم کہاں سے آئے ہو؟ کیسے آئے؟

میں نے کہا میں لکھنو میں رہتا ہوں۔

انہوں نے فرمایا کہ لکھنو میں کہاں؟ میں نے کہ پکے پل پر۔

یہ سن کر فرمایا کہ ہاں تم چاند پور کے رہنے والے ہو۔

میں نے عرض کیا کہ نہیں میں لکھنو رہتا ہوں۔

انہوں نے فرمایا کہ ہاں لکھنو میں کس مقام پر۔

میں نے کہا کہ پکے پل پر۔

کچھ سوچ کر فرمایا کہ ہاں تم چاند پور کے رہنے والے ہو۔

میں سن کر خاموش رہا۔

میں نے شاہ عبدالعزیز صاحب سے عرض کیا کہ شیعہ سنی کا جھگڑا کس طرح طے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ تم یہ بتاؤ کہ ہمارے اور شیعوں کے درمیان کوئی چیز بھی ما بہ الاشتراک ہے۔ میں نے کہا ہاں قرآن شریف کو شیعہ بھی مانتے ہیں اور سنی بھی۔ انہوں نے کہا بس تو اب آسان طریقہ یہ ہے کہ قرآن شریف جو مذہب تعلیم فرمائے اسی کو قبول کرلو۔ میں نے کہا میں تو عربی نہیں جانتا۔ کہا کہ ہمارے بھائی رفیع الدین نے قرآن شریف کا ترجمہ لکھا ہے تم اس ترجمہ کو پڑھو۔ اور جو لفظ ترجمہ کا سمجھ میں نہ آئے بس اسی لفظ کے اوپر کا اصل عربی لفظ لے کر کسی سنّی یا شیعہ مولوی سے اس لفظ کے معنی دریافت کر لو، لیکن صرف اسی لفظ کے معنی۔ آگے پیچھے کی عبارت دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح تمام ترجمہ خوب سمجھ کر پڑھ لو۔ چنانچہ میں نے وہ ترجمہ پڑھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں تو سنی ہو گیا۔

میں جب واپس ہو کر لکھنو گیا تو بادشاہ نے مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے قرآن شریف والی بات کا ذکر تو نہیں کیا۔ بادشاہ سے عرض کیا کہ کیا

بتاؤں وہ چاند پور کہتے رہے اور میں لکھنو کہتا رہا۔ بادشاہ نے کہا کسطرح اتفاق ہوا، مفصل بیان کرو۔ جب میں نے مفصل بیان کیا تو بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ تمام پرانے کاغذات اور نوشتے بہم پہنچا کر اس بات کو تحقیق کرو کہ لکھنو کی آبادی سے پیشتر اس تمام قطعہ زمین میں جہاں اب لکھنو آباد ہے کون کون سے گاؤں آباد تھے۔ چنانچہ بہت دنوں میں یہ بات تحقیق ہوکر بادشاہ کی خدمت میں تحقیقات کا نتیجہ پیش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ جہاں پکا پل ہے وہاں پیشتر چاند پور نام ایک آبادی تھی۔

بادشاہ نے بڑا تعجب کیا کہ افسوس ہم کو اپنے شہر کا جغرافیہ معلوم نہیں اور شاہ عبد العزیز دلی میں بیٹھے ہوئے ہمارے شہر کے جغرافیہ سے اس قدر واقف۔ (مرقاۃ الیقین۔ص۱۶۲۔۱۶۳)

حکیم صاحب بتاتے ہیں کہ رام پور میں ایک شخص کو دیکھا ان کا نام نورالدین تھا۔انہوں نے غیر مقلدوں کے رد میں ایک کتاب لکھی اس کتاب میں پہلی ہی دلیل یہ تھی کہ حضرت ابراہیم بھی حنفی مذہب رکھتے

کان حنیفاً و ما کان من المشرکین ۔(مرقاۃ الیقین۔ص۱۶۳)

(حکیم نورالدین بتاتے ہیں) میں یہاں (رام پور میں) دو برس حضرت حکیم (علی حسن) صاحب کے حضور حاضر رہا۔اور بمشکل قانون کا عملی حصہ ختم کیا۔بعد حصول سند واجازت رخصت مانگی کہ اب میں عربی کی تکمیل اور حدیث پڑھنے کے لئے جاتا ہوں۔آپ نے مجھے میرٹھ اور دہلی جانے کا مشورہ دیا اور نہایت محبت سے فرمایا کہ ہم معقول خرچ ان دونوں شہروں میں تمہیں بھیجا کریں گے۔مگر جب میں میرٹھ پہنچا تو حافظ احمد علی (سہارنپوری) صاحب کلکتہ کو چلے گئے تھے اور مولوی نذیر حسین مجاہدین کو روپیہ پہنچانے کے مقدمہ میں ماخوذ تھے۔ان دونوں سے ایک حرف پڑھنا بھی نصیب نہ ہوا (اگرچہ پھر آخر میں ایک وقت میں نے حافظ احمد علی صاحب سہارن پوری سے بہت کچھ استفادہ کیا مگر وہ طالب علمی کا وقت نہ تھا) اور میں بھوپال پہنچ گیا۔ (مرقاۃ الیقین۔ص ۵۸)

He remained attached to Hakeem Ali Hasan (in Rampur) for over two years and asked leave of him after he had bestowed his formal testimonial upon him. Hakeem Sahib enquired whither he was now bent. He submitted that he desired to continue his study of Arabic and Hadith. Hakeem Sahib suggested he should go to Meerut and study with Hafiz Ahmad Ali, and thereafter proceed to Delhi and study with Maulvi Nazeer Hussain. On arrival in Meerut he discovered that Hafiz Ahmad Ali had gone to Calcutta, and he proceeded to Delhi. There he found that Maulvi Nazeer Hussain was being prosecuted for a political offence and was also not available. Thus frustrated he determined to go to Bhopal and set out on the journey. (Hayat Maulvi Nur al Din, by Ch Zafrullah, printed by Checkaprint london . pp 11-12)

آ گے بڑھنے قبل حکیم نورالدین صاحب کے استاد حکیم علی حسین صاحب کے حالات تذکرہ کاملان رام پور سے ملاحظہ فرمالیجئے

مولوی حکیم علی حسین خان

خلف اکبر غلام حسین لکھنو میں جوہری محلّہ میں رہتے تھے وہیں ۱۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔لکھنو کے اساتذہ نامی مولوی عبدالحکیم فرنگی محلی ،مولوی حسین احمد ملیح آبادی ،مولوی سلامت اللہ کان پوری ،مفتی محمد سعد اللہ مراد آبادی، حکیم مینا صاحب لکھنوی اپنے چچا زاد بھائی سے علوم فارسی عربی صرف ونحو منطق حکمت ریاضی ہیئت ادب اصول فقہ تفسیر حدیث کل کتابیں درس نظامیہ قدیمی کی پڑھیں۔ خود بھی پڑھاتے تھے اور مطب بھی کرتے تھے۔اپنے معاصرین میں علمی وعملی حیثیت سے یکتائے زمانہ تھے۔ تورع اتقاء خوش اخلاقی حلم اورتواضع میں بے مثل تھے۔

لکھنو میں نواب فردوس مکان کے ہم سبق مفتی سعد اللہ صاحب کے درس

میں تھے۔نواب فردوس مکان نے زمانہ ریاست میں مفتی سعد اللہ صاحب کو طلب فرمایا اور حکیم صاحب کو بھی یاد فرمایا معقول وظیفہ مقرر کیا، اور حکیم صاحب کو طبیب خاص بنایا۔

نواب فردوس مکان کلکتہ کو روانہ ہوئے تو حکیم صاحب نے اپنے فرزند حکیم محمد حسن خان کو کان پور بھیجا اور دعوت کے لئے عرض کیا۔نواب فردوس مکان نے دعوت قبول کی اور مولوی عبد الرحمٰن کان مالک مطبع نظامی کے مکان پر قدم رنجہ فرما کر دعوت نوش فرمائی۔واپسی میں کلکتہ سے لکھنو تشریف لائے تو اپنے قدوم سے حکیم صاحب کے گھر کی عزت بڑھائی اس وقت حکیم محمد حسن خان لکھنو میں رہتے تھے اب حکم ہوا کہ یہ بھی رام پور چلیں۔

تلامذہ کی کوئی حد نہایت نہیں مشہور شاگردوں میں یہ لوگ شمار ہوتے ہیں:

مولوی حکیم محمد سعید معالج نظام دکن، حکیم احمد سعید امروہی، افسر الاطبا حیدر آباد دکن مولوی حکیم سید حفاظت حسین، حکیم مولوی سید الطاف حسین متوطن نواح پٹنہ معالج نواب محمد علی خان صاحب رئیس ٹونک، حکیم سید جعفر علی، حکیم عبد الغنی، حکیم سید معصوم محمود آباد، حکیم عبد الحق، حکیم نور الدین قادیانی، مولوی حکیم حافظ سید محمد نذیر مراد آبادی، حکیم خواجہ محمد حسن مترجم میزان الطب، حکیم خواجہ بدر الدین خان، مصنف رسالہ بحران فارسی، مولوی مفتی محمد لطف اللہ رام پوری، حافظ مظہر علی رام پوری، مولوی الٰہی بخش فیض آبادی مصنف حاشیہ شرح تہذیب موسوم بہ تحفہ شاہجہانیہ، مولوی حافظ محمد احمد مہاجر مہتمم مصارف حرمین بھوپال۔میر ببر علی انیس لکھنوی، شرحین شیخ الرئیس علی گیلانی اور محمود آملی پر حکیم صاحب نے عربی میں تحشیہ فرمایا ہے چند اور کتب طبیہ پر بھی حواشی ہیں مگر چھپے نہیں

مولوی حکیم عبد الرشید خان زبانی حکیم سید عبد الخالق فرماتے تھے کہ نفیسی کا حاشیہ حکیم صاحب نے لکھ کر اپنے استاد مولوی عبد الحکیم فرنگی محلی کی خدمت میں پیش کیا کہ بنظر اصلاح ملاحظہ فرمالیں۔مگر مولوی صاحب نے اپنے نام سے وہ حاشیہ چھپوا دیا جو آج کل رائج ہے۔

آپ نے اول حج ۱۲۷۰ھ میں بمعیت مفتی سعد اللہ و دیگر علماء و عمائد ادا کیا ۔دوسرا حج ۱۲۸۹ھ میں ہم رکاب نواب خلد آشیاں ادا فرمایا اور اسی سفر میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر سے بیعت ہوئے

آپ کا ارادہ خانہ کعبہ میں قیام کا تھا مگر نواب خلد آشیاں بہادر بہ اصرار ہمراہ لائے۔ ساٹھ برس کی عمر میں فالج سے سوائے دست راست کے کل اضا بے حس وحرکت ہو گئے اسی حالت معذوری میں خفیہ طور پر اپنے ساتھ ایک عزیز کو لے کر کعبۃ اللہ کو روانہ ہو گئے۔ خفیہ اس مقصد کو یوں رکھا کہ کہیں عزیز و اقارب مانع نہ ہوں ۔مکہ میں حرم محترم کے قریب ایک ایسا مکان لیا جہاں سے کعبۃ اللہ نظر آتا تھا۔ چھ مہینے زندہ رہے ۔رجب کی ستائیسویں تاریخ بارہ سو چورانوے ۱۲۹۴ھ میں دوشنبہ کے دن ظہر کے وقت انتقال فرمایا۔ جنۃ المعلی کے طبقہ اعلی میں قریب قبہ مبارک ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ دفن ہوئے۔ (تذکرہ کاملان رام پور مولفہ حافظ احمد علی خان شوق ۔ہم درد پریس کوچہ چیلاں دہلی ۔ طبع اول مارچ ۱۹۲۹ء ۔ص ۲۵۵،۲۵۷)

حکیم نورالدین صاحب نے اپنے اس استاد سے بعد کی ایک ملاقات کا حال بالفاظ ذیل بیان فرمایا ہے:

قبولیت دعا کے بھی عجیب عجیب رنگ ہیں میرے ایک استاد تھے جن کا نام تھا حکیم علی حسین صاحب ۔میں ایک دفعہ انہیں ملنے گیا۔اس وقت میری ماہوار آمدنی ایک ہزار روپیہ تھی ۔مگر جیسی میری عادت ہے میرا لباس سادہ تھا بلکہ کچھ میلا بھی تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ گھبرائے اور کہنے لگے کہ میں جو خدا تعالی سے دعائیں مانگا کرتا ہوں ان کی قبولیت کے نشان میں ایک یہ دعا بھی مانگا کرتا ہے کہ میرا کوئی شاگرد ذلیل نہ ہو، اوراس کی آمدنی ہزار روپئے سے کم نہ ہو ،تمہاری کیا حالت ہے۔

جب میں نے اپنی اصلی حالت کا اظہار کیا تب ان کی تشفی ہوئی۔

(الحکم قادیان ۱۴ نومبر ۱۹۱۱ء ص ۳)

حکیم نور الدین اور سید نذیر حسین محدث

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ حکیم نور الدین صاحب رام پور سے فراغت کے بعد سید نذیر حسین محدث سے حدیث پڑھنے کے لئے جانب دہلی روانہ ہوئے تھے۔ تاہم ابھی راستے ہی میں تھے کہ انہیں معلوم پڑا کہ سید صاحب دہلی میں موجود نہیں ہیں بلکہ مجاہدین کی اعانت کے جرم یا الزام میں گرفتار ہو کر پنجاب میں کسی جگہ زیر تفتیش ہیں۔

حضرت میاں صاحب کی گرفتاری کا واقعہ ۱۸۶۵ء کے گرد و پیش کا ہے۔ اس وقت تک میاں صاحب طلباء و علماء کے مرجع بن چکے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت سید عبد اللہ غزنوی، اور مولانا غلام رسول آف قلعہ میہاں سنگھ اس واقعہ سے برسوں قبل آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر چکے تھے اور یہ وہ بزرگ ہیں جن سے کسب فیض اور دعا کروانے کی خاطر جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی قبل دعوی میسیحیت و مہدویت حاضری دیتے رہے ہیں۔ اور خود حکیم صاحب بھی اپنے قادیانیت کے زمانہ میں سید عبد اللہ غزنوی کو ولی اللہ مانتے تھے۔ جیسا کہ مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، طبع سوم ۱۹۷۹ء کے صفحہ ۳۰۔۳۱ پر ان کی ذیل کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں:

> ہم نے (یعنی قادیانیوں نے) اپنے مقتداؤں میں ابن حزم اور ابن تیمیہ کو بھی شمار کیا ہے۔ اس کی تائید میں صرف دو قول یہاں لکھتے ہیں:
>
> اول: ایک شخص اہل اللہ میں سے ہے۔ راست باز صالح اور ثقہ امین۔ ان کا نام عبد اللہ الغزنوی ہمارے ملک پنجاب میں مشہور ہے۔ ہمارے امام علیہ السلام (مرزا قادیانی) نے ان کو خاتم النبیین رسول رب العالمین نبی کریم علیہ الصلوۃ و التسلیم کی شکل پر رؤیا میں دیکھا ہے اور یہ بہ سبب ان کی کمال اتباع سنت کے تھا۔ وہ بہت خوبیوں کے جامع اور علمی و عملی حصہ میں اللہ تعالی نے ان کو خصوصیت سے ممتاز فرمایا تھا۔ انہوں نے ابن حزم کے بارے میں توجہ کی کہ یہ بہت سخت الفاظ استعمال میں لاتے ہیں۔ اس پر عبد

اللہ المرحوم کو الہام ہوا (ہاں! میں اس وقت تک عبد اللہ مرحوم کو صادق راست باز یقین کرتا ہوں اور اسی یقین پر اس الہام کو شائع کرتا ہوں):

گفتگوئے عاشقاں در باب رب
جوشش عشق است نے ترکِ ادب
ہر کہ کرد از جام حق یک جرعہ نوش
نے ادب ماند دروئے عقل و ہوش
ہاں دہاں ترک حسد کن با شہاں
ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں
با دمِ شیرے تو بازی مے کنی
با ملائک ترک و تازی مے کنی

اس کہانی کی شہادت ایک شخص ساکن لاہور کوچہ کندی گراں کے پاس بھی ہے اور اس کا نام عبد الحق ہے وہ بھی حسن ظن کے قابل ہے۔

(مرقاۃ الیقین ص ۳۰۔۳۱۔منقول از رسالہ نور الدین مصنفہ حکیم نور الدین) (ویب صائٹ ص ۵۵۔۵۶)

اس اقتباس کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سید عبد اللہ غزنوی کے پائے کے لوگ بھی ۱۸۶۵ء سے برسوں قبل (۱۸۶۵۔۱۸۵۷ء میں) حضرت میاں صاحب دہلوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر چکے تھے اور ۱۸۶۵ء کے گردو پیش تو آپ کا حلقہ درس عرب وعجم کے طلبا کا مرجع بن چکا تھا۔ لوگ کشاں کشاں پھاٹک حبش خان کی مسجد میں آپ کے درس میں شریک ہونے کے لئے چلے آرہے تھے۔ اس پس منظر میں معلوم ہوتا ہے کہ رام پور سے حکیم نور الدین صاحب کے آپ کے درس حدیث میں شمولیت کے ارادے سے روانگی کی خبر سننے والے بعض لوگوں کا خیال ہو گیا تھا کہ حکیم صاحب کو حضرت میاں صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

سید نذیر حسین محدث کی وفات (۱۹۰۲ء) کے چند برس بعد الحیاۃ بعد المماۃ کے نام سے ان کی سوانح حیات شائع ہوئی، جس پر قادیانیوں نے مخالفانہ تبصرہ کیا کیونکہ آپ مرزا صاحب کے بقول ان کے اول المکفرین تھے۔ جواب میں دہلی کے مولانا محمد حسین نے (جیسا کہ قادیانیوں کی آئندہ تحریر سے ظاہر ہوتا ہے) لکھ دیا کہ قادیانیوں

کوسید نذیر حسین صاحب پر تنقید مناسب نہ تھی، کیونکہ وہ تو ان کے خلیفہ اول حکیم نور الدین کے استاد ہیں۔اس پر قادیانی حضرات تلملا اٹھے اور : بالکل جھوٹ : کے عنوان سے اخبار بدر میں درج ذیل نوٹ شائع ہوا:

کسی محمد حسین دہلوی نے روزانہ پیسہ اخبار میں چھپوایا ہے کہ حضرت علامہ نور الدین ایدہ اللہ رب العالمین مولوی سید نذیر حسین دہلی کے شاگرد اور مرید ہیں ۔ یہ سیاہ جھوٹ ہے... پیر و مرشد بر حق کے حق میں ایک لائبل ہے ۔ نامہ نگار کو اس کی فوراً تردید کرنی چاہیے۔ خدا نے نہیں چاہا کہ جو خدا کے برگزیدہ نبی کا اول المکفرین ہو، وہ آپ کا استاد یا مرشد بنے۔

بلکہ بے چارے نذیر حسین صاحب تو تین چار سوالات کے جواب میں فیل ہو کر اس بات کی شہادت دے چکے ہیں کہ وہ اس قابل نہ تھے۔معلوم نہیں پیسہ اخبار کو ایسے نامہ نگار کہاں سے مل جاتے ہیں جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی نسبت غلط اطلاعیں دینا اپنا فرض خیال کرتے ہیں (بدر قادیان ۳۔۱۰۔اگست ۱۹۱۱ء)

اور چند روز بعد اخبار الحکم قادیاں میں درج ذیل نوٹ شائع ہوا:

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں مولوی نذیر حسین دہلوی کی اس لائف پر جو ان کے کسی شاگرد رشید نے لکھی ہے، ایک نوٹ لکھا گیا تھا جس پر دہلوی محدث کے طرف داروں میں ایک شور مچ گیا۔ بجائے اس کے کہ سعادت مندی کے ساتھ مولوی نذیر حسین صاحب کی ایک بشری کمزوری کا اعتراف کرلیا جاتا، گالیوں پر اتر آئے۔

ان میں سے ایک صاحب محمد حسین دہلوی (اگر میں غلطی نہیں کرتا تو غالباً مولوی محمد حسین کوئلہ والے ہیں) نے یہ بھی لکھ دیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے مولوی نذیر حسین مرشد اور استاد ہیں اس لئے عقلاً ونقلاً وعرفاً مجھے ان کے خلاف نہیں لکھنا چاہیے تھا۔

میں حیران ہوں کہ دہلوی کوئلہ فروش کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ سید نذیر حسین صاحب حضرت خلیفۃ المسیح کے استاد اور مرشد ہیں ۔ ان کی ساری سوانح عمری میں تو اس کا ذکر نہیں اور نہ فہرست تلامذہ میں آپ کا نام ۔اگر

آپ کے پاس کوئی خاص ثبوت ہے تو پیش کریں۔...

ہم مولوی نذیر حسین صاحب کی بہت سی خوبیوں کے معترف ہیں۔ انہوں نے حدیث شریف کی بڑی اشاعت بذریعہ تعلیم کی ہے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ وہ دقیقہ رس اور نازک فہم نہ تھے اور اظہارحق پر قوت قلب نہ رکھتے تھے ورنہ وہ حضرت مسیح موعود کے مقابلہ میں تقوی اللہ سے کام لیتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح (نورالدین) نے ان سے ایک لفظ بھی نہیں پڑھا۔ اور غالبًا مصلحت الٰہی اس میں یہ تھی کہ آپ (نورالدین) چونکہ ایک قوم کے امام ہونے والے تھے، اگر آپ نے ان (نذیر حسین) سے کچھ پڑھا ہوتا، تو کم حوصلہ لوگ ان سے اس وقت جب کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت مسیح موعود کو قبول کیا، ضرور عاق نامہ لکھواتے۔

ہاں ایک بات ضرور ہے اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں مگر افسوس ہے کہ مولوی نذیر حسین صاحب کے لائف نویس نے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا، اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح (نورالدین) دہلی گئے اور سید صاحب کے پاس ٹھہرے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے آپ سے اس حدیث کا مطلب پوچھا کہ گرگٹ کو مارنا چاہیے کیونکہ وہ حضرت ابراہیم کی آگ میں پھونکیں مارتا تھا۔ آپ نے سوال کیا کہ یہ گرگٹ جو، اب موجود ہیں ان کا کیا قصور۔

اس کا جواب مولوی نذیر حسین صاحب نے کچھ نہیں دیا، بلکہ یہ کہا کہ یہ اعتراضات اس زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ آپ ہی اس کا جواب دیں۔

گویا حق ، بحق دار رسید۔ دہلوی محدث نے تسلیم کر لیا کہ اس زمانے کے اعتراضات کا جواب دینے کی قابلیت آپ (نورالدین) ہی کو دی گئی ہے۔ اور ایک صحیح بخاری حضرت (نورالدین) کی نذر کی۔

اس واقعہ سے حضرت خلیفۃ المسیح (نورالدین) کا جو مقام اور مرتبہ ثابت ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔ اس پر بھی کوئی نادان نہ سمجھے تو اس کا خدا حافظ۔ دیکھیں دہلوی کوئلہ فروش اپنے بیان کو کس طرح ثابت کرتے ہیں۔

(الحکم قادیان ۲۱۔۲۸۔اگست ۱۹۱۱ء ص ۷)

ان قادیانی تحریروں پر ہماری گذارشات حسب ذیل ہیں:

۱۔مولانا محمد حسین دہلوی کا ذکر اس انداز میں کیا گیا ہے جیسا کہ وہ کوئی غیر معروف اور غیر اہم شخص ہوں کیونکہ لکھا ہے:

کسی محمد حسین دہلوی نے پیسہ اخبار میں چھپوایا ہے۔،

یہ محمد حسین صاحب حضرت میاں نذیر حسین محدث کے شاگرد رشید اور دہلی میں اہل حدیث مکتب فکر کے نامور اکابرین میں سے تھے۔اللہ تعالی نے انہیں علم و فضل کی دولت کے ساتھ دنیاوی مال ومنال سے بھی خوب نوازا تھا۔آپ مرزا غلام احمد کی طرح لوگوں کے چندوں سے اپنی معاش چلانے کی بجائے کوئلے کی خرید و فروخت کرتے تھے۔تحفظ ختم نبوت کی تحریک میں ابتداء ہی اپنے شیخ کی قیادت میں کام کررہے تھے اور ۱۸۹۶ء تک تحریک ختم نبوت میں اس مقام ومرتبہ تک پہنچ چکے تھے کہ مرزا غلام احمد نے جب ۵۶ علماء کو نام بنام مباہلے کا چیلنج دیا،تو ان میں چھتیسویں نمبر پر آپ کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔

اس وقت برصغیر میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان علماء موجود تھے اور بیشتر کسی نہ کسی حد تک تحریک رد قادیانیت میں حصہ بھی لے رہے تھے۔ایسے ہزاروں علماء میں سے جن ۵۶ علماء کو ان کے مقام و مرتبے اور ان کی مخالفانہ سرگرمیوں کی شدت اور اثر پذیری کی بنا پر مرزا غلام احمد نے چیلنج مباہلہ کے منتخب کیا وہ واقعتاً زبدۃ الاعیان ہیں اور تحریک ختم نبوت کی تاریخ کی پیشانی کا جھومر ہیں۔حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے ان محافظوں اور ختم المرسلین کی چوکھٹ کے ان دربانوں میں شمار ہوجانا ایسا اعزاز ہے کہ جسے مل جائے:

یہ نصیب اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے

اور مولانا محمد حسین دہلوی ان ۵۶ خوش نصیبوں میں چھتیسویں نمبر پر تھے۔

اس اعزاز کے ساتھ ۱۹۱۱ء میں ان کا زندہ موجود ہونا مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی کی تکذیب کا نشان بھی تھا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

قادیانیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد قادیانی نے ۱۹۹۸ء میں ایک خطبے میں کہا:

(۱۸۹۶ء کے چیلنج مباہلہ کے مدعوین میں سے) ۱۹۰۷ء تک اس لسٹ میں سے صرف ۲۰ لوگ باقی رہ گئے تھے ،یعنی دوتہائی مرگئے ۔اور باقی ماندہ بھی آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کی زندگی میں اس جہان سے رخصت ہوئے ،اور چند بچے ، ان کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے دل میں توبہ کر لی ہو۔

(مختصرات مرزا طاہر احمد الفضل لندن ،۱۳ فروری ۱۹۹۸ء ص ۱۰)

یعنی اس فہرست میں شامل ہونے والوں کا مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی میں مرنا ضروری تھا۔اور یہ کہ دوتہائی سے زیادہ تو زیادہ مر بھی چکے تھے (جو غلط ہے ۔ بہاء) اور جو چندایک بچے ہوئے تھے انہوں نے دل میں توبہ کر لی ہوگی ۔،

لیکن مذکورہ بالا تحریریں ۱۹۱۱ء کی ہیں جن میں سے مولانا محمد حسین دہلوی کوئلہ والا کو مخاطب اور نشانہ تنقید بنایا گیا ہے ۔جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ۱۹۱۱ء میں (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے تین سال بعد) زندہ بھی تھے، قادیانیت میں شامل بھی نہیں ہوئے تھے اور دل میں بھی قادیانیت کی مخالفت سے توبہ نہیں کی تھی ۔

بالفاظ دیگر مرزائیوں کی ۱۹۱۲ء کی یہ تحریریں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے چوتھے خلیفہ مرزا طاہر احمد کے دعاوی کی تکذیب کر رہی ہیں ۔

۲: کہا گیا ہے کہ سید نذیر حسین صاحب نے حکیم نورالدین صاحب کے سوالات کے جواب نہیں دیئے ۔

ہمیں معلوم نہیں کہ کوئی سوال جواب ہوئے تھے یا نہیں ، اور اگر ہوئے تو کیا ہوئے تھے ،لیکن اس قادیانی تحریر سے ہمیں یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ حکیم صاحب، جب کہ وہ خود بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے، دہلی میں سید نذیر حسین محدث کی خدمت میں نیاز مندانہ حاضر ہوئے تھے اور ان کے پاس ان کی مسجد میں قیام بھی کیا تھا۔

نیز سوال و جواب کا یہ موقع قادیان میں پیش نہیں آیا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ حضرت میاں صاحب ،حکیم صاحب کی خدمت حاضر ہوئے تھے، بلکہ یہ واقعہ دہلی کا بیان کیا جاتا ہے جہاں ظاہر ہے کہ حکیم صاحب ہی سید نذیر صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے ہاں قیام بھی کیا۔اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے حکیم صاحب کی غرض ان سے استفادہ ہی ہو سکتی ہے، اور استفادہ ہی کیلئے سوال کیا گیا تھا،

کوئی مباحثہ یا مناظرہ نہ تھا۔

اس موقع اگر سید نذیر حسین نے یہ کہہ دیا کہ مجھے سوال کا جواب معلوم نہیں، تو اس میں ان کی کیا ہتک ہے۔ کیونکہ جس بات کا علم نہ ہو، اہل علم یہی کہا کرتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں۔ ہاں انہوں نے اس موقع پر حکیم صاحب کو بخاری شریف کا ایک نسخہ بھی عنایت فرمایا (جسے قادیانی محرر نے نذر سے تعبیر کیا ہے جو اس کی خیرہ چشمی اور بزرگوں کے بےادب و گستاخ ہونے کی دلیل ہے) جس کا بظاہر یہی مقصد معلوم ہوتا ہے کہ اسے حرز جان بناؤ۔ اور شائد حکیم صاحب نے یہ مرموز پیغام سمجھ بھی لیا تھا کیونکہ وہ زندگی بھر صحیح بخاری کی تعریف میں رطب اللسان رہے، اور اپنے دور خلافت میں بھی بخاری شریف پڑھتے اور طلبا کو پڑھاتے رہے۔

۳۔قادیانی محرر نے سوال و جواب کے اس واقعہ سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ سید نذیر حسین محدث، حکیم صاحب کے سوال کا جواب نہیں دے سکے، اسلئے حکیم صاحب کو ان کا شاگرد کہنا، حکیم صاحب کی ہتک اور سید صاحب کی بے جا تعریف ہے۔لیکن ہم مرقاۃ الیقین ہی میں دیکھتے ہیں کہ حکیم صاحب، شیخ محمد، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا ارشاد الحق مجددی رام پوری وغیرہ سے شرف تلمذ کا ذکر کرتے ہیں جنہیں وہ مختلف اوقات میں مختلف مسائل کر بحث و مباحثہ میں خاموش اور شرمندہ اور عاجز و مغلوب بھی کر چکے تھے۔

۴۔ نیز مرقاۃ الیقین سے یہ بات تو واضح ہو ہی جاتی ہے کہ حکیم صاحب رام پور سے دہلی کی جانب اسی لئے روانہ ہوئے تھے کہ سید نذیر حسین محدث سے حدیث پڑھیں۔ اور ان کے رام پوری استاد حکیم علی حسین خان نے دہلی میں دوران تعلیم ان کے اخراجات قیام و طعام وغیرہ کی کفالت کا وعدہ بھی فرمایا تھا۔ بنا بریں یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے سید صاحب کو اپنا استاد، اور اپنے آپ کو انکا شاگرد تسلیم کر لیا ہوا تھا۔

حکیم صاحب بھوپال میں

حکیم نورالدین صاحب بتاتے ہیں کہ
بھوپال جاتے ہوئے گوالیار گئے اور وہاں سے:

چل کر میں گونہ نامی چھاؤنی میں پہنچا ...ایک مسجد میں جو چھاؤنی میں تھی جا کر آرام کیا۔ یہ مسجد کچھ ویران سی معلوم ہوئی۔ رات بہت چلی گئی تو ایک شخص نماز پڑھنے آیا۔ میں نے اس سے کہا تم بہت دیر کر کے نماز پڑھنے آئے ہو۔ اس نے کہا ہم کاروباری لوگ ہیں، یہاں ہم بڑے اتفاق سے رہتے تھے۔ یہ مسجد بھی بڑی آباد تھی لیکن یہاں رفع یدین اور آمین بالجہر پر آپس میں ایسا جھگڑا ہوا کہ قریب تھا کہ یہ مسجد گنج شہیداں ہو جائے۔ آخر ایک دنیا دار نے سب کو کہہ دیا کہ نمازیں اپنے اپنے گھر میں پڑھو اور اپنے کاروبار کرو کیوں مولویوں کے کہے سے تباہ ہوتے ہو۔ چنانچہ سب نے مسجد کی نماز چھوڑ دی ہے اور اپنے اپنے گھروں میں لوگ پڑھتے ہیں یا نہیں پڑھتے مگر میرا دل مسجد کے سوا نہیں لگتا اس لئے ایسے وقت مسجد میں آتا ہوں جب کہ کوئی اس محلّہ کا آدمی مجھ کو مسجد میں آتے ہوئے نہ دیکھ سکے...۔

بھوپال پہنچ کر تھک کر ایک مسجد چلا گیا۔ مایوس تھا.... اسی وقت منشی جمال الدین مدارالمہام نماز کے لئے آئے اور نماز پڑھ کر اپنے امام صاحب کو میرے پاس بھیجا۔ اس وقت میں تو جان سے بھی بے زار تھا، لہذا امام صاحب نے جو کچھ مجھ سے کہا اسکا جواب میں میں نے بہت روکھا سوکھا دیا ۔معلوم نہیں کہ امام صاحب نے کیا جا کر کہا ہوگا مگر ان کے پہنچتے ہی منشی صاحب مع اپنے ہمرائیوں کے خود میرے پاس چلے آئے۔ ضعف کے باعث میں اٹھ بھی نہیں سکتا تھا اور میری عادت بھی نہ تھی۔ امام صاحب ہی نے آگے بڑھ کر مجھ سے کہا کہ منشی صاحب آتے ہیں۔ میں نے کہا آنے دو ۔منشی صاحب آئے اور میں لیٹا ہی رہا۔ منشی صاحب نے کہا آپ پڑھے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ پھر انہوں نے کہا آپ کیا کیا علوم جانتے ہیں .....بس اس کے بعد وہ سب لوگ چلے گئے۔ راستہ سے انہوں نے کہلا کر بھجوایا کہ ہم آپ کی ضیافت کرتے ہیں۔ میں نہ اٹھ سکتا تھا نہ جا سکتا تھا۔ میں نے کہا مجھ کو ضیافت کی ضرورت نہیں تب انہوں نے کہلا کر بھجوایا کہ مسنون دعوت ہے۔ میں نے سوچا مرتے تو ہیں آخر وقت سنت پر تو عمل ہو

اور بہت اچھا دعوت منظور ہے۔ غالباً دن ابھی بہت باقی تھا کہ ایک سپاہی آیا اور کہا کھانا تیار ہے چلو۔ میں نے اس سے کہا کہ میں چل نہیں سکتا۔ اس نیک انسان نے کہا کہ آپ میری پیٹھ پر سوار ہو جائیں۔ چنانچہ میں اس کی پشت پر سوار ہو گیا اور وہ مجھ کو خوب احتیاط سے لے گیا وہاں کھانا دستر خوان پر لگ چکا تھا اس سپاہی نے مجھ کو منشی صاحب کے پاس ہی بٹھا دیا....

جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو اور لوگوں کو ہٹا دیا اور مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ ان دنوں میرا لہجہ اردو کا لکھنوی طرز پر تھا۔ میں نے کہا میں ایک پنجابی آدمی ہوں اور یہاں پڑھنے کیلئے آیا ہوں۔ یہ بات میرے لئے بہت مفید ہوئی۔ منشی صاحب کو یہ گمان تھا کہ یہ کوئی آسودہ حال صدمہ رسیدہ اور حوادث کا پامال ہے پڑھنے کا یونہی نام لیا ہے ورنہ یہ خود عالم ہے۔ تب انہوں نے فرمایا کہ آپ میرے پاس رہیں اور میرے ساتھ ہی کھانا کھایا کریں۔ جہاں آپ کو پڑھنا ہو گا میں کوشش کر دوں گا۔ ان کا ایک توشہ خانہ تھا اس میں رہنے کے لئے جگہ دی اور اپنے مہتمم کتب خانہ کو حکم دیا کہ کسی کتاب سے ان کو مت روکو۔ میں نے کہا میرے پاس بھی کتابیں ہیں ایک دکان پر اپنا سامان رکھ دیا ہے اس دکاندار کو کچھ دینا ہو گا وہاں سے سامان منگوا دیں جو دینا ہو گا میں دیدوں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد سب سامان مع کتابوں کے پہنچ گیا۔ اور میں ان کے توشہ خانہ میں رہنے لگا۔ حضرت مولوی عبدالقیوم صاحب سے میں نے بخاری اور ہدایہ دو کتابیں شروع کیں۔ حضرت منشی صاحب مغرب کے بعد خود قرآن شریف کا لفظی ترجمہ پڑھایا کرتے تھے۔ ایک روز میں بھی اس درس میں چلا گیا۔ وہاں یہ سبق تھا و اذا لقو الذین آمنوا قالوا آمنا و اذا خلا بعضهم الی بعض ...محمد عمر، ان کا نواسہ قاری تھا۔ میں نے کہا کیا اجازت ہے ہم لوگ کچھ سوال بھی کریں۔ منشی صاحب نے فرمایا بخوشی۔ میں نے کہا یہاں بھی منافقوں کا ذکر ہے اور نرم لفظ بولا ہے یعنی بعضهم الی بعض۔ اور اس سورۃ کے ابتداء میں جہاں ان کا ذکر ہے وہاں بڑا تیز لفظ ہے اذا خلوا

الی شیا طینھم ۔ اس نرمی اور سختی کی وجہ کیا ہوگی؟ منشی صاحب نے فرمایا کیا تم جانتے ہو؟ میں نے کہا میرے خیال میں ایک بات آتی ہے کہ مدینہ منورہ میں دو قسم کے منافق تھے ایک اہل کتاب ایک مشرک ۔ اہل کتاب کیلئے نرم یعنی بعضھم کا نرم لفظ اور مشرکین کیلئے سخت، الی شیا طینھم بولا ہے ۔ منشی صاحب سن کر اپنی مسند پر سیدھے کھڑے ہو گئے اور میرے پاس چلے آئے ۔ مجھ سے کہا کہ آپ وہاں بیٹھیں اور میں بھی اب قرآن شریف پڑھوں گا ۔ قدرت الٰہی ہم وہاں ایک ہی لفظ پر قرآن کریم کے مدرس بن گئے ...

منشی صاحب کو دن بدن مجھ سے محبت بڑھتی ہی جاتی تھی ۔ ان کے دربار میں ایک روز کوئی اخلاقی مسئلہ پیش ہوا ۔ میں بھی وہاں موجود تھا ۔ قاضی شہر نے شاہ اسحاق کی نسبت کوئی سخت لفظ بولا ۔ صرف اتنی غیرت پر میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا ۔ کھانے کے وقت میں منشی صاحب کے یہاں نہیں گیا ۔ وہ مجھ سے اتنی محبت کرتے تھے کہ اس روز خود بھی کھانا نہیں کھایا ...دوسرے دن انھوں نے کسی آدمی سے دریافت کیا کہ نورالدین عصر کی نماز کہاں پڑھتا ہے ۔ اس نے کہا توشہ خانہ کی مسجد میں ۔ میں وہاں عصر کی نماز پڑھتا تھا ۔ خود منشی صاحب میرے داہنی طرف آکر بیٹھ گئے ۔ میں جو سلام پھیرا اور کہا السلام علیکم فوراً فرمانے لگے اخاہ! آپ نے تو ابتداء کر دی ۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھا لیا ۔ ایک بگھی جس کو وہاں چرٹ کہتے تھے اس میں اپنے ساتھ سوار کر کے شہر سے باہر بہت دور لے گئے ۔ باہر جا کر مجھ سے کہا کہ آپ نے تو کل سے ہم کو بھوکا رکھا ۔ میں نے کہا آپ کی محفل میں شاہ اسحاق کی برائی ہوئی ہے اور میں تو شاہ اسحاق کا عاشق ہوں ۔ منشی صاحب نے فرمایا آپ نے شاہ اسحاق کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں ۔ کہا میں نے شاہ صاحب کی خدمت میں قرآن شریف پڑھا ہے ۔ میں شیعہ تھا اور سخت شیعہ تھا مگر ہمارا گھر دہلی میں ایسی جگہ تھا کہ شاہ صاحب کے سامنے سے ہو کر جانا پڑتا تھا ۔ آخر میں شاہ صاحب کے درس میں شریک ہوا اور انہیں کی

صحبت کا نتیجہ ہے کہ میں موجودہ حالت کو پہنچا۔ پھر اپنا سارا قصہ تشیع کا اور سنی ہونے کا سنایا اور کہا کہ میں شاہ صاحب کا بہت معتقد ہوں لیکن وہ ایک سرکاری معاملہ تھا جس میں مجھ کو اس وقت بولنا مناسب نہ تھا۔ اور یہ لوگ ایسے ہی ہیں ان کی باتوں کی طرف زیادہ التفات نہیں چاہیے۔ یہ کہہ کر بگھی کو لوٹایا اور مجھ کو اپنے مکان پر لے گئے اور مجھ سے کہا کہ آپ ایسی باتوں کا زیادہ خیال نہ کیا کریں۔ میں نے ان کی قرآن شریف کی محبت اور دقّاق للقرآن ہونا اس طرح دیکھا کہ مجھ کو یاد نہیں کہ کسی اور کو ایسا دیکھا ہو۔

(مرقاۃ الیقین۔ص ۵۸۔۶۳ مختصراً)

حکیم نورالدین بتاتے ہیں:

بھوپال میں میں دو دفعہ گیا ہوں۔ طالب علمی میں تو یہی کافی ہے کہ میں نے بخاری اور ہدایہ مولوی عبدالقیوم سے پڑھیں اور حدیث مسلسل بالا ولیت میں نے وہاں کے مفتی صاحب سے سنی جو انہوں نے محمد بن ناصر حضرمی سے روایت کی۔۔۔

محمد بن ناصر حضرمی کا ایک قصہ مجھ کو منشی (جمال الدین) صاحب نے سنایا کہ ایک مرتبہ وہ میرے مکان پر آئے چونکہ بڑے نیک اور مشہور آدمی تھے میں نے ایک ہزار روپیہ کی تھیلی ان کے سامنے رکھ دی۔ یہ دیکھ کر ان کے چہرہ پر بڑا تغیر اور خفگی کے آثار نمایاں ہوئے۔ میں نے فوراً وہ تھیلی اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لی تو ان کے چہرہ پر بشاشت کے آثار نمایاں ہوئے اور میں ہنس پڑا وہ کہنے لگے کہ تم کیوں ہنسے؟ میں نے کہا میں نے روپیہ آپ کے سامنے رکھا تو آپ کے چہرہ پر تغیر نمایاں ہوا اور جب میں نے روپیہ اٹھا لیا تو آپ کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے۔ فرمانے لگے کہ ہاں ہمارا ارادہ تھا کہ آپ کے پاس آیا کریں گے اور آپ کو حدیث سنائیں گے۔ جب آپ نے روپیہ رکھا تو ہم کو رنج ہوا کہ یہ تو دنیا دار آدمی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ کوئی روپیہ دو تو واپس نہ کرو اس لئے ہم روپیہ تو لے لیتے مگر روپیہ لے کر حدیث نہ سناتے۔ اب معلوم ہوا کہ تم بڑے ذہین آدمی ہو اسلئے ضرور آیا

کرینگے اورتم کو حدیث سنائینگے ۔ یہ فرمانے لگے کہ ہم کو روپئہ کی ضرورت نہیں ہمارے گھر میں اس قدر کھجوریں پیدا ہو جاتی ہیں کہ جو سال بھر کے لئے کافی ہوتی ہیں ۔ ہمارے گھر کے اونٹ ہیں ایک طرف اونٹ پر کھجوریں لاد لیتے ہیں دوسری طرف غلام کو سوار کر لیتے ہیں ۔ پانی کا مشکیزہ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں ۔اسی طرح حج کو جاتے ہیں اور دور دور سفر کر آتے ہیں کسی چیز کی اور الحمد للہ ضرورت نہیں ۔

یہ قصہ خود منشی جمال الدین نے بلا کسی وساطت کے سنایا کہ محمد بن ناصر حضرمی جب بات کرتے تھے تو بہت جلد بلا تکان زبان سے الفاظ نکلتے تھے مگر کوئی لفظ قرآن وحدیث کے الفاظ سے باہر نہ ہوتا۔(مرقاۃ الیقین ۔ص ۶۴)

حکیم صاحب حجاز میں

۱۸۶۵ء ۔۱۸۶۶ء میں حکیم نور الدین تحصیل علم اور حج کے لئے حجاز گئے ۔ آپ بتاتے ہیں:

(حرمین کے ارادے سے بھوپال سے روانہ ہوا تو) رستہ میں برہان پور اسٹیشن پر میں اترا ۔ جب شہر میں گیا تو ایک مولوی عبداللہ نام مجھ کو ملے انہوں نے میری بڑی خاطر مدارات کی اور کہا کہ میں تمہارے باپ کا دوست ہوں جب میں رخصت ہوا تو انہوں نے مجھ کو مٹھائی کی ایک ٹوکری دی جب راستہ مین ٹوکری کھولی تو اس میں ایک ہزار روپئہ کی ہنڈی مکہ معظّمہ کے ایک ساہوکار کے نام تھی اور کچھ نقد روپئہ بھی تھا اس ہنڈی میں لکھا تھا کہ نور الدین کو ایک ہزار روپئہ تک جب وہ طلب کریں دے دو اور ہمارے حساب میں لکھ لو ۔ اس کے حوصلہ کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا اگر چہ میں نے وہ ایک ہزار روپئہ وصول نہیں کیا مگر ان کے حوصلہ کی داد دینی ضروری ہے ۔

مکہ معظّمہ میں میں نے شیخ محمد خزرجی سے ابوداؤد اور سید حسین سے صحیح مسلم اور موطا مولوی رحمت اللہ سے پڑھنا شروع کی ان تینوں بزرگوں کی صحبت بڑی ہی دلربا تھی ۔سید حسین صاحب کی صحبت میں مدت دراز تک حاضری کا

اتفاق رہا مگر میں نے سوائے الفاظ حدیث کے قطعاً کوئی لفظ ان کی زبان سے نہیں سنا.... شیخ محمد صاحب کوصحاح ستہ خوب آتی تھی سادہ سادہ پڑھاتے تھے مباحثات کی طرف سے انکی طبیعت بالکل متنفر تھے۔...شیخ عبداللہ حلوانی ایک شخص کے مکان پر (شیخ محمد کا سبق) ہوا کرتا تھا اور دن کا کھانا میرا اور شیخ صاحب کا اسی کے یہاں ہوتا تھا۔ (مرقاۃ الیقین۔ص۷۰۔۷۱)

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ محمد صاحب کوصحاح ستہ خوب آتی تھی ۔سادہ سادہ پڑھاتے تھے۔مباحثات کی طرف سے ان کی طبیعت بالکل متنفر تھی۔ ایک دفعہ میں ابو داؤد پڑھتا تھا اعتکاف کے مسئلہ میں حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کی نماز پڑھ کر انسان معتکف میں بیٹھے۔ مجھے اشارہ کیا کہ تم حاشئے پڑھو یہ حدیث بہت مشکل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حدیث تو بہت آسان ہے حکماً میں دیکھ لیتا ہوں انہوں نے کہا بہت مشکل ہے میں نے سرسری طور پر اسکا حاشیہ دیکھا اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ حدیث بہت مشکل ہے کیونکہ اکیس تاریخ کی صبح کو بیٹھیں تو ممکن ہے اکیسویں رات لیلۃ القدر ہو اگر اس کے لحاظ سے عصر کو بیٹھیں تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ میں نے دیکھ کر کہا کہ ذرا بھی مشکل نہیں یہ محشی کی غلطی ہے۔میں ایسی راہ عرض کرتا ہوں جس میں ذرا بھی اشکال نہیں۔یعنی بیس کی صبح کو بیٹھے۔انہوں نے کہا یہ تو اجماع کے خلاف ہے۔ میں نے کہا امام احمد کے اقوال آپ پڑھیں۔ یہ اجماع محض دعاوی ہیں۔ ہر ایک شخص اپنے اپنے مذہب کی کثرت کو دیکھ کر لفظ اجماع بول لیا کرتا ہے۔اس پر وہ بہت ہی تند ہو گئے۔

میری عادت تھی کہ سبق کو پڑھ کر کسی بڑے کتب خانہ میں اس کتاب کی شرح دیکھا کرتا تھا اور کوئی لغت اٹک جاتا تھا تو لغت کی کتاب میں دیکھ لیتا تھا میں نے ان کی تیزی کی طرف دھیان نہ کر کے سبق کو بہت تیزی سے پڑھنا شروع کر دیا۔صبح سے لے کر دوپہر تک پڑھتا ہی چلا گیا،مگر وہ چپ ہی بیٹھے رہے۔ جب ظہر کی اذان کی آواز آئی تو اتنا فرمایا کہ جماعت مشکل

سے ملے گی۔ سوائے اس کے انہوں نے اس وقت تک کوئی کلام نہیں کیا۔ میں نے کتاب کو بند کر دیا۔

عبداللہ حلوانی، ایک شخص، کے مکان پر یہ سبق ہوا کرتا تھا اور دن کا کھانا میرا اور شیخ صاحب کا اسی کے یہاں ہوتا تھا۔ میں وضو کر کے ظہر کی نماز کو چلا گیا۔ ظہر کے بعد مولوی رحمت اللہ صاحب کے خلوت خانہ میں جا پہنچا۔ انہوں نے فرمایا کہ آج تمہارا اپنے شیخ سے مباحثہ ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ تلمیذ اور استاد کا کوئی مباحثہ نہیں ہوسکتا۔ میں طالب علم آدمی ہوں، میرا مباحثہ ہی کیا۔ ہمارے شیخ تو بڑے آدمی ہیں۔ ہاں یوں طالب علم اساتذہ سے کچھ پوچھا ہی کرتے ہیں۔ فرمانے لگے نہیں کوئی بڑا مسئلہ ہے۔ میں نے کہا کہ مسئلہ تو کوئی نہیں ایک جزوی بات تھی۔ مولوی صاحب کی طرز سے مجھ کو معلوم ہو گیا کہ ان کو ساری خبر پہنچ گئی ہے مگر میں حیران تھا کہ سوائے میرے اور شیخ کے وہاں اور کوئی نہ تھا خبر کیسے پہنچی۔ اتنے میں مولوی صاحب نے خود ہی فرمایا کہ تمہارے شیخ آئے تھے اور فرماتے تھے کہ بعض طالب علم بہت دلیر آجاتے ہیں اور ان کے مشکلات کا خمیازہ ہمیں اٹھانا پڑتا ہے۔ اور پھر انہوں نے سا واقعہ ہم کو سنایا۔

میں جب سمجھ لیا کہ اب اخفاء کا کوئی موقع نہیں تو ان سے عرض کیا کہ یہ ایک جزوی مسئلہ ہے۔ اکیس کی صبح کو نہ بیٹھے بیس کی صبح کو بیٹھ گئے، اس طرح حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

مولوی رحمت اللہ صاحب نے فرمایا کہ بات اجماع کے خلاف ہو جاتی ہے میں نے کہا کہ اس چھوٹی سی بات پر بھلا اجماع کیا ہوگا۔

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب خلوت خانہ سے نکل کر مسجد کے صحن میں پہنچ گئے میں نے عرض کیا حضرت! اس کوٹھے (بیت اللہ) کی طرف لوگ سجدہ کیوں کرتے ہیں۔

(مولوی رحمت اللہ نے) فرمایا: حضرت محمد ﷺ کا حکم ہے۔

میں نے کہا انبیاء کا اجماعی قبلہ تو بیت المقدس ہے اور اللہ تعالی نے تو آپ کو

اہل کتاب کی کتابوں سے بہت آگاہ فرمایا ہے، آپ ایک شخص کے فرمان پر اجماع انبیاء اسرئیل کو کیوں چھوڑتے ہیں۔ آپ نے تو اتنے بڑے اجماع کو چھوڑ دیا۔

میں نے اگر جزوی مسئلہ میں ایک حدیث کے معنی میں اختلاف کیا تو حرج کیا ہوا۔

(مولوی رحمت اللہ نے) فرمایا دل دھڑکتا ہے۔

میں نے کہا جس کا دل نہ دھڑکے وہ کیا کرے۔

(مولوی رحمت اللہ نے) پھر فرمایا کہ دل دھڑکتا ہے اور کھڑے ہو گئے۔

تب میں نے بہت دلیری سے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ محقق اور اور عالم ہیں۔ ہر مسئلہ میں شخص واحد کا اتباع، اس کے متعلق آپ مجھے ارشاد کریں۔

(مولوی رحمت اللہ نے) فرمایا ہم تو امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں مگر ہر مسئلہ میں تو ہم فتوی نہیں دیتے۔

میں نے عرض کیا کہ حضور کے فرمانے سے تقلید شخصی کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔

فرمایا تقلید کا مسئلہ بہت سہل اور بہت ہی مشکل ہے۔

میں نے عرض کیا کہ میں اس کلام کو نہیں سمجھا۔

(مولوی رحمت اللہ نے) فرمایا ہر جزوی مسئلہ میں ایک ہی شخص کی تقلید نہ کسی نے کی نہ کوئی کر سکتا ہے۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ تقلید شخصی کوئی بڑی بات نہیں اور مسئلہ صاف ہو جاتا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہم غدر میں ہندوستان سے بھاگے تھے تو پونہ کے قریب ایک گاؤں میں ٹھہرے۔ وہاں جمعہ کے دن ایک شخص وعظ کے لئے کھڑا ہوا، اور اس نے اس طرح شروع کیا کہ نہ میں ہنپی (حنفی) کی مانوں نہ شاپھی (شافعی) کی۔ میں وہ کہوں حضرت نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے مولوی خرم علی کی کتاب نصیحۃ المسلمین شروع کر دی۔ بیچ میں یہ بھی کہا کہ یہ بات مسکوت میں لکھی ہے۔ جب وہ وعظ سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ مشکوۃ کو مسکوت کہہ رہے

تھے ۔سو اس لئے تقلید کا مسئلہ مشکل ہے ۔کیونکہ وہ پہلا فتویٰ دیں تو جو لوگ مشکوۃ کو مسکوت کہتے ہیں وہ بھی مجتہد مطلق بن جاتے ہیں ۔ بات تو بہت ہی سہل تھی ۔ ہم علی العموم ان باتوں کے دشمن نہیں ۔ (مرقاۃ الیقین ۔ص ۷۲)

میں نے نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ ان (شیخ محمد خزرجی سے) پڑھ لیں ۔ان دنوں مولوی ابوالخیر دہلوی خلف الرشید حضرت محمد عمر نقشبندی مجددی مجھ سے در المختار پڑھا کرتے تھے ۔ کچھ مدت کے بعد حضرت شاہ عبدالغنی مجددی مدینہ سے مکہ تشریف لائے ۔شہر میں بڑی دھوم دھام مچی ۔ میں بھی انکی خدمت میں حاضر ہوا .... میں نے ایک عرضی لکھی کہ میں پڑھنے کے واسطے اس وقت آپ کے ساتھ مدینہ جا سکتا ہوں؟ اس کاغذ کو پڑھ کر یہ حدیث مجھے سنائی المستشار مؤتمن پھر فرمایا تمام کتابوں سے فارغ ہو کر مدینہ آنا چاہیے۔ (مرقاۃ الیقین ۔ص ۷۳)

مدینہ طیبہ کے جانے میں چونکہ میں نے حضرت شاہ عبدالغنی سے پہلے ہی مشورہ لیا تھا اس لئے میں (مدینہ میں) انہیں کی خدمت میں سب سے پہلے حاضر ہوا ۔انہوں نے ایک علیحدہ حجرہ رہنے کے واسطے مجھے عطا کیا۔ میں وہاں صرف رہتا تھا سبق کسی سے نہیں پڑھا کرتا تھا نہ شاہ صاحب سے .....۔

(مرقاۃ الیقین ۔ص ۷۵)

شاہ عبدالغنی مجددیؒ نے بیعت سے قبل فرمایا:

تم کو اگر اصول اسلام سیکھنے ہیں تو کم سے کم چھ مہینے میرے پاس رہنا ہوگا ۔ اور اگر فروع اسلام سیکھنے ہیں تو ایک برس رہنا ہوگا ... پھر آپ نے میری بیعت لی۔ (مرقاۃ الیقین ۔ص ۷۶)

حکیم نور الدین صاحب بتاتے ہیں کہ شاہ عبدالغنی مجددی سے ایک دفعہ مذاہب کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

اشهر المذا هب مذهب ابی حنيفه ، واوسع المذاهب مذ هب مالك و اقوم المذا هب مذ هب الشا فعی و ا حو ط المذاهب مذهب احمد بن حنبل ۔

آپ کو میں نے نہایت ہی وسیع الخلق پایا اور کم کلامی میں تو مجھ کو تعجب بھی آتا تھا۔ وہاں آپ کے مکان پر روز ختم ہوتا تھا اور بعض مریدین انیس ہزار دفعہ لا اله الا الله ہر روز پڑھتے تھے۔

ایک شخص نے شکایت کی کہ نور دین اتنی محنت نہیں کرتا۔ نیز امام کے پیچھے الحمد پڑھتا ہے اور رفع یدین کا قائل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ ایک ایسی چھری لائیں جو رفع یدین اور فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ کو بخاری میں سے کاٹ سکے۔ اور انیس ہزار بار لا اله الا الله پڑھنے کی کوئی سند ہے تو وہ نور الدین کو دکھلائی جائے اگر وہ صحیح ہوگی تو وہ مان لیگا اس پر ہمارے سب پیر بھائی بالکل خاموش ہو گئے۔ (مرقاۃ الیقین۔ص ۷۷)

میرے حجرہ کے ساتھ ایک اور حجرہ تھا اس میں مولوی نبی بخش نام چشتی جام پور کے رہنے والے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک رکعت وتر کے معاملہ میں ان سے دوستانہ گفتگو تھی جس میں انہوں نے مجھ سے کہا کہ ایک رکعت وتر امام ابو حنیفہؒ کی تحقیقات کے خلاف ہے اور کوئی دلیل اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ امام کا فیصلہ کافی دلیل ہے کہ ایک رکعت کوئی نماز نہیں۔

کچھ دن کے بعد میں نے ان کو ایک کتاب نماز عاشقاں دکھائی جو ایک رکعت ہوتی ہے اور ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر پڑھی جاتی ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ یہ نماز بہت ہی مجرب ہے۔

میں نے کہا کہ یہ امام صاحب کی اس ایک رکعت والی تحقیق کے خلاف ہے۔

تب انہوں نے امام صاحب کے حق میں بڑی گستاخی کے کلمات کہے۔

میں نے کہا کہ اس دن آپ اتنے مداح تھے یا اب ایسے گستاخ ہیں۔

تو کہنے لگے کہ وہ فقہاء کے مقابلہ میں ہیں اور یہ تو سلطان جی نے لکھا ہے۔ سلطان جی تو عرش پر پہنچنے والے ہیں انکے سامنے امام ابو حنیفہ وغیرہ ملّا لوگوں کی کیا حقیقت ہے۔ تب میں فیصلہ کیا کہ محبت اور تقلید بھی بڑی تکلیف میں ڈالنے والی چیز ہے۔ (مرقاۃ الیقین۔ص ۷۷۔۷۸)

حکیم نور الدین کے اساتذہ میں مولوی غلام قادر بھیروی بھی شامل ہیں جیسا

کہ نزھۃ الخواطر میں مولوی غلام قادر بھیرویؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

مولانا غلام قادر بهیروی ۔ الشیخ العالم الفقیه : غلام قادر الحنفی البهیروی ، احد العلماء المشهورین ، لم یکن له نظیر فی پنجاب فی کثرة الدرس و الافادة ، قرأ علی المفتی صدر الدین الحنفی الدهلوی و علی غیره من العلماء ، ثم ولی الخطابة فی المسجد بیگم شاهی ببلدة لاهور ، فدرس و افاد بها مدة عمره ، اخذ عنه الحکیم نور الدین البهیروی ، و المولوی غلام احمد الکوتی وخلق کثیر لا یحصون ۔ مات سنة ست و عشرین و ثلاث مأة و الف و له ثمانون سنه

(نزهة الخواطر ۔ جلد ۸)

اب ہم ۱۸۷۱ء کا ایک واقعہ تاریخ احمدیت سے نقل کرتے ہیں ۔ لکھا ہے کہ حکیم نوردین حجاز سے واپسی کے بعد براستہ بمبئی، لاہور آئے اور ایک:

شام کو چینیا نوالی مسجد میں گئے ۔ نماز کے لئے جب وضو کر رہے تھے تو میاں محمد علی برادر مولوی محمد حسین صاحب نے ناسخ ومنسوخ کے متعلق سوال کیا ۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی ناسخ ومنسوخ نہیں ۔ جب مولوی محمد حسین صاحب کو اس کے متعلق اطلاع ہوئی تو وہ آپ کے پاس دوڑے ہوئے آئے ۔ آپ ناسخ ومنسوخ کے قائل نہیں ۔ آپ کی طرح ابومسلم اصبہانی اور سید احمد خان صدر الصدور بھی قائل نہیں ۔ آپ نے جواب دیا کہ پھر تو ہم تین آدمی ہو گئے ۔ (تاریخ احمدیت ۔ ج ۴ ص ۶۷)

(یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس واقعہ سے تین برس قبل حکیم نورالدین صاحب کے ہونے والے پیر ومرشد مرزا غلام احمد بھی مولانا محمد حسین سے بٹالہ میں مباحثہ کر چکے تھے جیسا کہ مرزا بشیر احمد، سیرۃ المہدی صفحہ ۲۳۷۔۲۳۸ جلد اول میں کہتے ہیں:

مرزا غلام احمد براہین احمدیہ حصہ چہارم میں صفحہ ۵۲۰ پر لکھتے ہیں ....مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کہ جو کسی زمانہ میں اس عاجز کے ہم مکتب بھی تھے، جب نئے نئے مولوی ہو کر بٹالہ میں آئے تو بٹالیوں کو ان کے خیالات گراں گذرے، تب ایک شخص نے مولوی صاحب سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کیلئے

اس نا چیز کو بہت مجبور کیا ۔ چنانچہ اس کے کہنے کہانے پر یہ عاجز شام کے وقت اس شخص کے ہمراہ مولوی صاحب کے مکان پر گیا اور مولوی صاحب کو معہ ان کے والد صاحب کے مسجد میں پایا۔ پھر خلاصہ یہ کہ اس احقر نے مولویصاحب کی اس وقت کی تقریر کو سن کر معلوم کر لیا کہ ان کی تقریر میں کوئی ایسی زیادتی نہیں کہ قابل اعتراض ہو اسلئے خاص اللہ کیلئے بحث کو ترک کیا گیا۔

نیز مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

ایک دفعہ قبل دعوی مسیحیت لوگوں نے حضرت مرزا کو محمد حسین بٹالوی کے مقابلہ میں بعض حنفی وہابی مسائل کی بحث کیلئے بلایا اور ایک بڑا مجمع لوگوں کا اس بحث کے سننے کیلئے جمع ہو گیا اور محمد حسین نے ایک تقریر کر کے لوگوں میں ایک جوش کی حالت پیدا کر دی اور وہ مرزا صاحب کا جواب سننے کیلئے ہمہ تن انتظار ہو گئے ۔مگر مرزا صاحب نے سامنے سے صرف اس قدر کہا کہ اس وقت کی تقریر میں جو کچھ مولوی صاحب نے بیان کیا ہے اس میں مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو قابل اعتراض ہو، اسلئے میں اسکے جواب میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ میرا مقصد خواہ مخواہ بحث کرنا نہیں بلکہ تحقیق حق ہے ۔ آپکے اس جواب نے جو مایوسی اور استہزاء کی لہر لوگوں کے اندر پیدا کی ہو گی وہ ظاہر ہے مگر آپ نے حق کے مقابل میں اپنی ذاتی شہرت و نام و نمود کی پرواہ نہیں کی ، اور ڈر گئے ، بھاگ گئے ، ذلیل ہو گئے ، کے طعن سنتے ہوئے وہاں سے اٹھ آئے۔

سیرۃ المہدی ۔ص ۹۱ جلد دوم)

حکیم صاحب بھیرہ میں

حجاز سے واپسی پر حکیم صاحب اپنے وطن بھیرہ میں رونق افروز ہوے ۔ یہ وسط ۱۸۷۱ء کا ذکر ہے ۔ جب آپ کی عمر تیس سال کے لگ بھگ ہو چکی تھی ۔ (حاشیہ میں مرتب تاریخ احمدیت نے بتایا ہے کہ حکیم نور دین ستمبر ۱۸۷۱ء سے قبل بھیرہ واپس آچکے تھے اور اس سال حج ۳ مارچ ۱۸۷۱ء کو ہوا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ بھیرہ آپ کی مراجعت جون جولائی ۱۸۷۱ء میں ہوئی)... ان دنوں اہلحدیث فرقہ حکومت انگریزی کی نگاہ میں بھی سخت معتوب تھا اور پنجاب میں حنفی علماء نے تو ہر جگہ اہل حدیثوں کی مخالفت میں اکھاڑے قائم کر لئے تھے (حاشیہ از مرتب تاریخ احمدیت: مولوی نور الدین نے اپنی سوانح میں ایک دل چسپ واقعہ لکھا ہے ۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ مقلدوں کی مخالفت سے اہل حدیث کس درجہ سہمے ہوئے تھے واقعہ یہ ہے کہ آپ کے ننھیال میں ایک نوعمر کٹر وہابی مولوی تھا جو اہل حدیث کی کتاب زینت الاسلام کا ٹائٹل پیج پھاڑ کر اس کی بجائے ایک دوسری کتاب

دار الشفا کا سرورق چسپاں کر رکھا تھا) اوران کی سخت تحقیر و تذلیل کی جاتی تھی۔اس وقت تک یہ تحریک لاہور وزیرآباد جہلم سیالکوٹ وغیرہ شہروں میں زور پکڑ رہی تھی۔ جہاں علی الترتیب مولوی محمد حسین بٹالوی حافظ عبدالمنان وزیرآبادی۔مولوی برہان الدین جہلمی اور میر ابراہیم سیالکوٹی ان خیالات کی ترویج و اشاعت میں مصروف تھے (۱۸۷۱ء میں حضرت مولانا ابراہیم میر تو شائد ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔حافظ عبدالمنان وزیرآبادی شائد کسی جگہ ابتدائی درجہ کے طالب علم ہوں گے۔تاہم اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ احمدیت والے کو تاریخ اہل حدیث پر کتنا عبور ہے۔بہاء) لیکن اب جو بھیرہ کے مشہور حنفی خاندان میں یہ تحریک سرایت کرنے لگی تو حنفی (مقلد) علماء نے شہر بھر میں ایک آگ لگادی اور علماء پیر طبیب دکاندار عوام غرض کہ ہر طبقہ کے لوگ آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

(تاریخ احمدیت۔ج ۴۔ص ۶۸۔۶۹)

حکیم نورالدین صاحب فرماتے ہیں کہ حجاز سے واپسی پر بھیرہ میں:

میرے ملنے کو شہر کے بہت سے ہندو مسلمان جمع ہوئے تو اسی جلسہ میں ایک مولوی صاحب نے یہ بھی ذکر کیا کہ بخاری ایک کتاب ہزار سال سے گمنامی کے کونے میں پڑی ہوئی تھی دلی کے ایک شخص نے جس کا نام اسماعیل تھا اس کتاب کو شائع کیا۔یہ خطرناک کلمہ ایسا تھا جس سے میرے کان آشنا نہ تھے اور میں نے اس قسم کا کلمہ کسی خارجی یا شیعہ سے بھی نہیں سنا تھا چہ جائے کہ ایک حنفی مذہب کے ممتاز عالم کے منہ سے نکلا۔مجھے تعجب ہوا پھر میرے دل میں غیظ وغضب پیدا ہوا۔وہ پہلا ہی دن تھا کہ میں اپنے وطن میں پہنچا تھا بہت کچھ نشیب وفراز دل میں پیدا ہوئے آخر میں نے اتنی سے بات سے تو رکنا مناسب نہ سمجھا کہ میں نے کہا کہ میں تو ابھی طالب علمی سے آیا ہوں نہ میرا مطالعہ نہ میری وسعت نظر۔نہ مجھے تجربہ لیکن بخاری کی ساٹھ شروح کے نام اس وقت مجھے یاد ہیں اگر ایک شرح کو سولہ برس کے قریب قریب ختم کرلیا جائے تو کچھ زیادہ مدت نہیں معلوم ہوتی تو اس ہزار برس میں ہر روز بخاری کی شرح لکھی گئی ہے اور شروح شافعی مذہب کی بھی ہیں حنفیوں کی بھی مالکیوں اور حنابلہ کی بھی۔میں نے خود بخاری کو ایک بڑے حنفی مذہب

المذہب مولوی عبدالقیوم بھوپالی سے پڑھا ہے پھر شاہ عبدالغنی سے بھی۔ ان دونوں کی صحبت میں میں نے کبھی ایسے لفظ نہیں سنے۔ یہ میرا فقرہ اس مولوی صاحب کے قلب پر بجلی کا کام کر گیا۔(مرقاۃ الیقین۔ص ۸۵۔۸۶)

(نیز حکیم صاحب فرماتے ہیں): ایک دن (بھیرہ میں) میں اپنی مسجد میں مشکوۃ پڑھا رہا تھا اس میں یہ حدیث آئی کہ جو کوئی اذان کی آواز سنے وہ اذان کے الفاظ کہے اور بعد اس اللهم رب هذه الدعوة التامة آخر تک پڑھے حلت له شفاعتی۔

اس حدیث کے بیان کو ایک شخص عبدالعزیز نام پشاوری جس کو عزیز بھی کہتے تھے سن کر مجھ سے کہنے لگا کہ آپ یہ دعا لکھ دیں۔ اس وقت میرے پاس اتفاق سے انگریزی لکھنے کا لوہے کا قلم تھا جو بہت ہی باریک تھا۔ اسی سے میں نے وہ دعا لکھ دی۔ وہ چونکہ ضعیف العمر اور نظر کا کمزور تھا اس نے پڑھنے کی کوشش کی مگر اس کی کم نظری نے روک دیا۔ وہ پرچہ لے کر ایک مشہور کاتب محمد دین کے پاس پہنچا کہ یہ دعا آپ بہت موٹے حروف میں خوش قلم لکھ دیں۔ کاتب صاحب نے تو آگا پیچھا ہی نہ دیکھا کہ یہ دعا تو شفاعت کے لئے ہے وہ اس کاغذ کو لے کر بخاری کے دشمن مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ اس شخص کے قلم سے و ارزقنا شفاعته کا لفظ ارادۃً چھوٹ گیا ہے۔ مولوی صاحب کے اس پہلے غضب پر میرا یہ لکھا ہوا کاغذ اور بھی خطرناک کام کر گیا اور اب وہ میرے مقابلہ کے لئے بالکل تیار ہو گئے۔

وہ ابھی کچھ منصوبوں میں ہی تھے کہ ایک روز صبح کے وقت ایک سید صاحب اور ان کے ساتھ ایک متولی صاحب دونوں میرے پاس آئے اور شاہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ میرے سسرال میں ایک جماعت ہے جو نمازوں میں رکوع اور قومہ میں رفع یدین کرتے ہیں آپ کا فتوی ان لوگوں کی نسبت کیا ہے۔ کہ ان سے کیا معاملہ کیا جائے کیونکہ وہاں جھگڑے میں آپ کو منصف مقرر کیا گیا ہے۔ میں نے اس وقت کمزوری سے کام لیا اور ان سے

کہا کہ پہلے پتہ لگایا جائے اوران رفع یدین کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ وہ شیعہ ہیں یا سنی؟ اورسنیوں میں وہ شافعی ہیں یا حنبلی۔ اگراس قسم کے لوگ ہوں تو ان کے مذہب میں رفع یدین ثابت ہے۔ ہاں اگر وہ حنفی مذہب کے مقلد ہیں تو پھران کے متعلق ان کے مناسب فتوی دیا جا سکتا ہے۔سید نے اس فتوے کو بہت پسند کیا اور دونوں واپس چلے گئے۔قدرت ہی کے تماشے ہیں جب وہ دونوں صاحب مسجد کی سیڑھیوں سے نیچے اتر گئے تو وہ مولوی صاحب جو بخاری پر ناراض اورادعائے شفاعت پرگھبرائے ہوئے تھے پاس سے گذرے اورانہوں نے شاہ صاحب سے پوچھا آپ یہاں کس طرح آئے تھے۔شاہ صاحب نے کہا کہ میں نے ایک سوال کیا تھا مگر بہت ہی معقول جواب دیا ہے۔شاہ صاحب سے سن کر مولوی صاحب نے ان کو بتاکید فرمایا کہ میں یہاں کھڑا ہوں آپ اس سے یہ اور دریافت کر آئیں کہ آپ کے نزدیک رفع یدین کا کیا حکم ہے۔ وہ شاہ صاحب جب واپس تشریف لائے اور میں نے ان کو دیکھا تو اپنی کمزوری پر بہت ہی افسوس کیا۔ خیر انہوں نے جیسا کہ ان کو مولوی صاحب نے سمجھایا تھا اسی طرح کھڑے کھڑے ہی مجھ سے دریافت کیا۔ میں تو پہلے ہی اپنی حالت پر افسوس کررہا تھا، میں نے ان سے کہہ دیا کہ میرے نزدیک رفع یدین جائز ہے۔اس پر انہوں نے کہا کہ اگر آپ کا خیال ہےتو آپ کا اس ملک میں یا کم سے کم اس شہر میں رہنا محال ہوگا میں نے ان کو جیسا کہ میں تیار ہو ہی چکا تھا، کہا یہ خدائے تعالی کے کام ہیں ان میں بندوں کا کوئی دخل نہیں۔ پہلے دن کی گفتگو، وہ دعا، شاہ صاحب کا یہ سوال، ان تینوں چیزوں نے مل کر اپنا ایک عجیب کیمیاوی اثر دکھلایا۔ (مرقاۃ الیقین۔ص ۸۶۔۸۷)

(حکیم نورالدین صاحب فرماتے ہیں) عجائبات مباحثہ ایک مباحثہ میں نے اپنے ملک میں یہ دیکھا کہ میں ایک گاؤں میں مباحثہ کے لئے بلایا گیا۔مقام مباحثہ میں جب میں پہنچا تو ایک بڑا میدان دیکھا کہ اس میں بہت سی چارپائیاں بچھی ہوئی ہیں اور چارپائیوں پر ایک ایک کتاب علیحدہ علیحدہ کر کے برابر برابر پھیلی ہوئی ہیں۔ میں

نے بھی ان میں سے بعض کو دور سے رکھے ہوئے دیکھا۔ کتابیں اس قدر فراہم کی گئی تھیں کہ انہوں نے وہ بہت بڑا وسیع میدان پر کر دیا تھا۔ میں نے مہتمم مباحثہ سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ تمام کتابیں رفع یدین والی حدیث کی تردید میں ہیں ۔مجھ کو بہت تعجب ہوا کہ اس حدیث کی تردید تو چند محدثین اور چند فقہاء کے اقوال سے بھی یہ لوگ کر سکتے تھے اس قدر وسیع کتب خانہ، پھر کتابوں کا ایک ایک کر کے پھیلا کر رکھنے سے کیا فائدہ؟

میں اول اس کمرہ میں گیا جہاں مباحثہ تجویز ہوا تھا میں نے مولوی صاحب سے عرض کیا کہ یہ کتابوں کا کیا کارخانہ ہے۔ پھر اللہ تعالی نے میرے دل میں ایک سہل بات ڈالی اور اسکی محرک معمولات مظہری نام ایک کتاب ہوگئی جو اس وقت میرے کوٹ اور کرتہ کے درمیان رکھی تھی۔

میں نے کھڑے ہی کھڑے مولوی صاحب سے پوچھا کہ اگر معمولات مظہری میں جو آپ کے پیروں کے پیر کے ملفوظات ہیں کوئی اس قسم کا فیصلہ نکل آئے جو فرض کرو ان کتابوں کے خلاف ہے تو کیا آپ اپنے پیر کو چھوڑ دیں گے؟

باعث مباحثہ بھی کھڑا ہی تھا میں بھی کھڑا تھا اور وہ بزرگ بیٹھے تھے۔ انہوں نے فرمایا وہ ہمارا طریقت کا پیر ہے شریعت کا پیر نہیں۔

میں نے کہا کیا وہ شرعی امور کے مخالف ہو کر بھی آپ کے طریقت کے پیر رہ سکتے ہیں؟

انہوں نے فرمایا۔ ہاں۔

باعث مباحثہ جو ایک بڑا ہشیار دنیا دار آدمی تھا وہ تاڑ گیا اور اس نے آہستہ سے مجھ سے کہا کہ میں تو حقیقت کو پہنچ گیا۔ یہ لوگ تو آپ سے کبھی بھی مباحثہ نہیں کر سکتے۔

مجھ کو تو کسی کاوش کی ضرورت نہ تھی، میں وہاں سے گھوڑے پر سوا ہو کر اس ارادے سے کہ اپنے گھر چلا جاؤں، اس گاؤں سے باہر نکلا لیکن ایک آدمی نہایت تیزی سے دوڑتا ہوا میرے پاس پہنچا اور اس نے آتے ہی میرے گھوڑے کی باک پکڑ لی اور کہا کہ یہ ڈھول کی آواز نہیں سنتے؟ میں نے کہا میں تو ڈھول کی آواز پہچانتا نہیں۔ اس نے کہا یہ فلاں دنیا دار نے اس خوشی کا ڈھول بجوایا ہے کہ آپ ہار گئے۔ مجھ کو بڑا تعجب ہوا اور میں گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر اپنے آپ کو پھر اسی مقام پر پہنچایا۔ اب اس دنیا

دار کو بھی ہوش آ یا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ حقیقت معلوم ہو گئی یہ لوگ مباحثہ نہیں کر سکتے اور اب سنا کہ یہ فتح کا ڈھول بجوایا ہے۔ یہ سن کر اس نے ڈھول بجانے والے کو بڑی فحش گالی دے کر نیچے اتارا۔ میں نے اس دنیادار کو دھمکی دی کہ اگر اس طرح آدمی فتح یاب ہوسکتا ہے تو تمہارے مخالف تم کو جان سے مار ڈالنے پر تیار ہو سکتے ہیں۔ تم نے سوچا سمجھا نہیں اور غور سے کام نہیں لیا۔ تحریری اور تقریری مباحثہ کرا لو اور ان شرارتوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو۔ پھر وہاں سے میں ایک بڑے پرامن مکان میں چلا گیا۔

تھوڑے سے تحریری مناظرہ کے بعد کتابوں والے مولوی صاحب نے مناظرہ روک دیا۔ میں انکو جانتا تھا کہ وہ مناظروں سے دور رہنے والے آدمی تھے۔ میں ان کو بہت شریف الطبع اور نیک طبیعت خیال کرتا تھا لیکن ان کے اس لفظ پر مجھ کو اس وقت تک تعجب ہے کہ انہوں نے میرے سامنے یہ کہا کہ اس ملک میں کوئی مذہبی مباحثہ کبھی نہیں ہوتا تھا۔ اس گاؤں کے مولوی نے تفرقہ ڈال دیا ہے اور جو مفرق الجماعت ہوتے ہیں وہ ملعون ہوتے علیه لعنة الله و الملا ئکة و الناس اجمعین۔ اس لفظ سے میں کانپ گیا اور معلوم ہوا کہ شریف الطبع انسان بھی جوش میں آ کر حد سے نکل جاتا ہے۔ (مرقاۃ الیقین۔ص ۹۱۔۹۲)

حکیم صاحب بتاتے ہیں کہ ان دنوں مجھ کو ایک بیوہ کا پتہ لگا کہ جس کو مختلف اسباب سے میں پسند کرتا تھا۔ میں نے اس کے یہاں نکاح کی تحریک کی وہ عورت تو راضی ہو گئی مگر ملک کا رواج جو بیواؤں کے نکاح کا نہیں ہے اس کے متعلق اس نے عذر کیا اور پھر یہ بھی کہا کہ آپ نکاح کر لیں۔ کچھ دنوں کے بعد میرے والی راضی ہو جائیں گے۔ میں نے والیوں کو اس خیال پر کہ وہ بیوہ کے نکاح کو روکتے ہیں معزول سمجھا اور اس نکاح میں جرئت کر لی۔...قبل اس کے وہ ہمارے گھر میں آئے....تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ نکاح سنت کے خلاف واقع ہوا ہے۔ تب میں نے ایک خط میاں نذیر حسین دہلوی اور ایک خط شیخ محمد حسین بٹالوی کو لکھا اور اس میں لکھ دیا کہ وہ بیوہ بالغ ہے ولی مانع ہے۔ یہ تو اب مجھ کو یاد نہیں کہ ان دونوں میں سے کس کا خط آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ ایسے ولی معزول ہو جاتے ہیں اور ایسی بیوہ اپنے اختیار سے نکاح کر سکتی ہے

کیونکہ حدیث لا نکاح الا بولی میں کلام ہے۔ میرے تو مطلب کے مطابق تھا میں بڑا خوش ہو کر اٹھا کہ اب اس کو گھر میں بلا لوں۔ بیٹھک کے پھاٹک پر پہنچا تو ایک شخص ایک حدیث کی کتاب لایا اور کہا کہ یہ حدیث سمجھا دو الاثم ما حاك فی صدرك و لو افتاك المفتو ن۔ اس کے دیکھتے ہی میرا بدن بالکل سن ہو گیا اور میں نے کہا کہ تم لے جاؤ پھر بتا دیں گے۔ میں نے یہ سمجھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو آگاہ کیا ہے کہ ان مفتیوں کے فتووں کی طرف توجہ نہ کرو ... یہ بھیرہ چھوڑنے اور کشمیر کی ملازمت کی تحریک ہے۔ (مرقاۃ الیقین۔ص ۱۰۵۔۱۰۶)

(۹ نومبر ۱۹۱۲ء کو نورالدین نے فرمایا) میری جوانی کی عمر کا ذکر ہے ایک مقدمہ تھا۔ فریقین نے مجھ کو منصف قرار دیا۔ میں حالات سے واقف نہ تھا۔ ایک کمشنر ولایت سے نیا نیا آیا تھا۔ اس کے سامنے میں گیا۔ اس نے کہا کہ ایک لڑکی نے دعوی ورثہ کا کیا ہے، آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ میں نے قرآن شریف سے نکال کر آیت دکھا دی۔ اس نے کہا قرآن شریف کو تو سب مسلمان مانتے ہی ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے فیصلہ کر دیا۔ لڑکی کو حق دلا دیا اور فیصلہ میں لکھ دیا کہ رواج بھی ایسا ہی ہے۔ دوسرے فریق نے مجھ سے کہا کہ تم نے یہ کیا غضب کیا۔ میں نے کہا، تمہارے بزرگوں نے ایسا ہی کیا ہے (وہ سید تھے)۔ انہوں نے اپیل کیا مگر کچھ ہوا نہیں کیونکہ کمشنر نے رواج بھی لکھ دیا تھا۔

ایک اور واقعہ ہے کہ لوگ مجھ کو اس لئے برا جانتے تھے کہ میں امام کے پیچھے الحمد پڑھتا تھا۔ ملک فتح خان سے کسی نے کہا کہ تم نور دین سے کیوں ملتے ہو۔ اتفاق سے ان جیسے ایک رئیس نے عدالت میں عندالاستفسار کہدیا تھا کہ ہم قرآن شریف کے اس حصہ کو جو حقوق وراثت کے متعلق یعنی بیٹیوں کو حق دلانے کے متعلق ہے نہیں مانتے۔ فتح خان نے ان سے کہا کہ نوردین الحمد پڑھتا ہے تم تو قرآن ہی کو نہیں مانتے

(مرقاۃ الیقین۔ص ۱۴۲۔۱۴۳)

۱۸۔ اگست ۱۹۰۸ء کو حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا:

ہمارے ننھیال میں ایک نوعمر مولوی آیا وہ بڑا کٹا وہابی تھا۔ میں نے اس کے پاس ایک کتاب دیکھی تو پہلا ورق جس پر کتاب کا نام لکھا ہوتا ہے اس پر دارالشفا لکھا

ہوا تھا۔ جب میں نے اندر سے کتاب کو کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ زینت الاسلام ہے۔ میں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے؟ کہا کہ زینت الاسلام کو سب جانتے ہیں کہ وہابیوں کی کتاب ہے اس لئے اس کا سرورق پھاڑ کر دار الشفا کا سرورق چسپاں کر لیا ہے۔ مضمون سے بھلا کس کو خبر ہے۔ بس ہم تو اسی کتاب کو پڑھ کر سناتے اور اسی کا وعظ کرتے ہیں۔ (مرقاۃ الیقین۔ص ۱۷۹)

قبل قادیانیت حکیم صاحب کا مسلک

حکیم صاحب، شاہ عبدالغنی مجددی حنفی نقشبندی کو اپنا استاد اور پیر و مرشد قرار دیتے ہیں۔ اور اکبر شاہ نجیب آبادی نے حکیم صاحب کی زبانی لکھا ہے:

> کتاب وسنت پر ہمارا عمل ہے اگر بتصریح وہاں نہ ملے تو فقہ حنفیہ پر اس ملک میں عمل کر لیتے ہیں اور اسی لئے ہی سفر میں گیارہ رکعت فرض اور حضر میں سترہ رکعت فرض اور تین وتر کے علاوہ بیس تراویح پڑھتے ہیں۔
>
> (مرقاۃ الیقین۔ص ۲۵)۔

اور مولا ابو القاسم رفیق دلاوری نے لکھا ہے:

> حکیم نور دین نے حکیم علی حسن کے پاس رہ کر طب کی تکمیل کی۔ کچھ عرصہ مکہ معظّمہ میں مولانا رحمت اللہ مہاجر کی خدمت میں اور مدینہ میں مولانا شاہ عبد الغنی مجددی نقشبندی کے پاس رہے لیکن ایسے ایسے اکابر کی صحبت اٹھانے کے باوجود طبیعت آزادی کی طرف مائل تھی اس لئے حنفیت پر قائم نہ رہے۔ پہلے اہل حدیث بنے لیکن اس سے بھی جلد سیر ہو گئے۔ ان دنوں ہندوستان کی فضا نیچریت کے ہنگاموں سے گونج رہی تھی چاہا کہ اس گلشن آزادی کی بھی سیر کر دیکھیں۔ سرسید احمد خان کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا یہ مسلک پسند آ گیا اور اسی کی صف میں جلوہ گری شروع کر دی حکیم نور الدین سرسید احمد خان کے بڑے راسخ الاعتقاد مرید تھے۔ جن دنوں مرزا غلام احمد سے حکیم نورالدین کی ملاقات ہوئی ان ایام میں حکیم صاحب پکے نیچری تھے۔
>
> (رئیس قادیان جلد اول۔ص ۸۱)

مولوی شیر علی قادیانی بیان کرتے تھے کہ حضرت (مرزا قادیانی) صاحب نے کہیں لکھا ہے کہ میں دعا کیا کرتا تھا کہ خدا مجھے موسیٰ کی طرح ہارون عطا کرے۔ پھر جب مولوی (نورالدین) صاحب آئے تو میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ هذا دعائی ۔ (سیرۃ المہدی جلد اول ص ۹۰) (نورالدین تو مرزا قادیانی کے جانشین ہوئے، حالانکہ ہارون تو موسیٰ کی زندگی میں فوت ہوگئے تھے۔ موسیٰ کی طرح ہارون کی بات کا کیا مطلب ہوا؟ بہاء)

مولوی نورالدین بھیروی نے ۱۴ نومبر ۱۸۹۸ء کو فرمایا:

ابھی امام (مرزا قادیانی) صاحب بیعت نہ لیتے تھے ان دنوں میں ایک بار مجھ سے کہا کہ تم اشتہار دو کہ میں حنفی ہوں۔ میں نے اشتہار لکھ کر بھیج دیا جس کا یہ عنوان تھا کہ:

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوئد۔

لیکن پھر جب میں قادیان آیا تو آپ نے وہ اشتہار نکال کر دیا اور کہا کہ اس کو پھاڑ ڈالو۔ میں نے پھاڑ دیا۔ پھر فرمایا کہ حنفی کس کو کہتے ہیں؟ میں نے کہا میں تو نہیں جانتا۔

امام (مرزا قادیانی) صاحب نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کیا کرتے تھے۔

میں نے کہا جہاں نص پاتے تھے عمل کرتے تھے اور جہاں نص نہ پاتے تھے اجتہاد کرتے تھے۔

فرمایا (مرزا قادیانی نے) کہ یہی مومن کا کام ہے اور یہی حنفی ہوتا ہے۔

(الحکم قادیان ۹ جون ۱۸۹۹ء ص ۱)

حکیم صاحب گھوڑے سے گر پڑے

چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی بتاتے ہیں کہ:

خلیفہ المسیح اول کو گھوڑے سے گرنے کا حادثہ پیش آیا جس سے آپ کی دائیں کنپٹی پر زخم ہوگیا جو بعد میں ناسور کی شکل اختیار کر گیا۔ اور حادثے کے صدمے سے فوری طور پر ان کی طبیعت بہت کمزور ہوگئی۔

(تحدیث نعمت۔ ص ۱۶)

حکیم نورالدین صاحب کے گھوڑ سے گر جانے کا واقعہ قادیانی اخبار بدر میں بایں الفاظ بیان ہوا:

جناب امیر المومنین علامہ نورالدین سلمہ رب العالمین جمعہ کے روز (۱۸) نومبر (۱۹۱۰ء) خان محمد علی خان صاحب کی کوٹھی سے واپس آتے ہوے گھوڑی کے بدکنے کی وجہ سے الحکم پریس کے پاس نیچے آرہے۔ ابرو کے اوپر ایک زخم آیا۔ ہڈی پر ضرب نہیں آئی۔ اور کچھ چوٹیں بھی لگیں مگر الحمد للہ خیریت گذری۔ بہت سال ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں دیکھا کہ مولوی نورالدین صاحب گھوڑی سے گر پڑے۔ جس سے آپ کی صداقت اور اس تعلق کا شدید پتہ چلتا ہے جو حضور کو مولوی صاحب موصوف سے تھا۔ آپ کی طبیعت رو بصحت ہے۔ حالات تشویش انگیز نہیں۔ احباب یہاں آنے کی تکلیف نہ کریں بلکہ گھر ہی میں صبر وسکون کے ساتھ دعا کریں (بدر۔ قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۱۰ء ص ۲)

یکم دسمبر ۱۹۱۰ء کے اخبار بدر قادیان کے صفحہ ۲ پر لکھا ہے:

سیدنا امیر المومنین کو آہستہ آہستہ صحت ہو رہی ہے پہلے سے بہت آرام ہے انگور آرہا ہے اس ہفتہ آپ کو بخار بھی ہو جاتا رہا جس سے ضعف بہت بڑھ گیا ہے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب بڑی توجہ واخلاص کے ساتھ معالجہ کر رہے ہیں اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد صحت بخشے گا احباب بہت دعا کریں۔

جن احباب نے آپ کی مزاج پرسی فرمائی ہے آپ نے ان کے ناموں کی فہرست سن کر فرمایا کہ ہماری طرف سے ان تمام دوستوں کا جن میں عظیم الشان انسان سید محمد احسن صاحب امروہی ہیں شکریہ ادا کر دیا جائے ہم انشاءاللہ اس کے بدلے میں اون کے لئے دعا فرمائیں گے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ بدر قادیان کی اس خبر سے:

حکیم صاحب کا مرزا صاحب سے جو روحانی تعلق تھا اوس کا اظہار ہوگیا کہ

گرنے والی پیشگوئی صادق آئی۔ الحمدللہ

ایں کرامت ولی ماچہ عجب
گربہ شاشید وگفت باراں شد

لیکن سوال یہ ہے کہ جناب مسیح موعود نے یہ پیشگوئی کب اور کس تاریخ میں کی تھی اس کا پورا حوالہ مطلوب ہے، ہم اپنے ناظرین کو باور کراتے ہیں کہ قادیان میں جو ''الہام بافی'' کی مشین تھی یہ اوسی کی کارگاہ سے بنا ہوا الہام یا خواب ہے اس لئے ہم اس سوال کو حل کرانا چاہتے ہیں۔ کیا بدر وغیرہ اس کی تحقیق کرینگے (شاید) بہرحال ہم بھی حکیم صاحب کو زیست کی مبارک دیتے ہیں اور اون کی صحت کے لئے دعا کرتے ہیں کیوں کہ مرزا صاحب کے بعد تو الحکم پر بجلی گری تھی جو قریب قریب بند ہے حکیم صاحب کے بعد تمام قادیان پر بجلی گرکے ایسا کر جائے گی کہ کان لم تغن بالامس (گویا بسے ہی نہ تھے) اس لئے قادیانی مشن کی جو کچھ بھی اصلاح ہوسکتی ہے اسی بڑے میاں (حکیم صاحب) کے سامنے ہوسکتی ہے ان سے بعد تو وہ اودھم مچے گی کہ جوتیوں دال بٹنے والی مثال صادق ہوگی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد۸۔نمبر۵۔مورخہ مطابق ۲؍دسمبر ۱۹۱۰ء ص: ۶-۷)

۸ دسمبر کے اخبار بدر قادیان میں مولانا امرتسریؒ کے جواب میں لکھا گیا:

آیۃ من آیات اللہ

میری روح وجد میں آجاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وہی معاملہ ہے جو منعم علیہم گروہ سے رہا ہے اور اس کے مقابل میں ہمارے مکالفین وہی باتیں زبان پر لاتے ہیں اور وہی سلوک کرتے ہیں جو اس منعم علیہم گروہ کے مخالفین کرتے رہے۔

''حضرت امیر (حکیم نورالدین) گھوڑی پر سے گر پڑے اس پر اہلحدیث استہزا کرتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ ایسا کرے۔ کاش وہ غور کرتا کہ یہ ایک آیت ہے آیات اللہ سے نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں گھوڑے نہ خلیفۃ

المسیح گھوڑیاں رکھتے اور نہ کوئی ایسی ضرورت بالعموم پیش آتی کہ آپ سواری پر جاویں۔ کئی سال قبل مامور من اللہ اپنا رؤیاء بیان کرتا ہے کہ

''حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے پر سے گر پڑے۔''

اور پھر خدا اسے ایسے وقت میں پورا کرتا ہے جب کہ آپ کو چوٹ آنا کسی معمولی انسان کا چوٹ آنا نہیں بلکہ چار لاکھ انسان کا قلب اس صدمہ کو محسوس کرر ہا ہے گویا علامہ فیضی نے یہ اشعار اسی شان میں کہے تھے

زخم بالائے دیدہ است او را
چشم زخمے رسیدہ است او را

زاں با بروئے او رسیدہ شکست
کہ کمان بس خمیدہ است او را

میچکد خون ز تیغ مژگانش
کس بایں رنگ دیدہ است او را

گلشن جان بود کہ صد گل تر
پیش نرگس دمیدہ است او را

دل خوں گشتۂ شہیدانست
خوں کہ بر رود دیدہ است او را

حال فیضی ببیں کزا بر ویت
تیغ در دل خلیدہ است او را

تو کیا یہ ایسا واقعہ تھا کہ اس پر کوئی الو تمسخر کرے ہرگز نہیں بلکہ ایمان کا تقاضا یہ تھا کہ گردن خدا تعالی کے حضور میں جھک جاتی مگر کیا کہا جاوے آخر خدا کا ارشاد بھی برحق ہے کہ بما کذبوا من قبل ۔

''ذیل میں اس خواب کے گواہ بیان کئے جاتے ہیں اور غالبا یہ خواب چھپ بھی چکا ہے تلاش سے مل جائیگا اور نہ بھی ملے تو بھی اگر صحابہ کرام کا بیان نبی کریم ﷺ کے رؤیاء وکشوف والہامات کے بارے میں قابل تسلیم ہے اور ضروری ہے تو مسیح موعود کے خدّام کی گواہی بھی ماننی پڑیگی اور سلیم الفطرت

مانتے ہیں۔''

''ہم لوگ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود کا یہ رؤیاء کہ

''مولوی نورالدین صاحب گھوڑے سے گر پڑے۔''

قبل اس واقعہ کے سنا اور اس پر مذاکرہ ہوتا رہا۔ میں نے تو جنوری ۱۹۰۹ء سے پہلے پہلے سنا تھا اور اس کے متعلق میرے دوستوں میں بہت گفتگو ہوتی رہی۔''

صدرالدین ۴ر دسمبر ۱۹۱۰ء صاحبزادہ محمود احمد صاحب، مفتی محمد صادق عفی عنہ، عبدالرؤف کلرک مدرسہ، محمد اسمٰعیل مولوی فاضل، شیخ عبدالرحیم، غلام نبی، محمد اشرف عفی عنہ، نعمت اللہ خان بدایونی، غلام محمد فسٹ عربک ٹیچر، قاضی امیر حسین منظور محمد پیر۔'' (بدر قادیان ۸ دسمبر ۱۹۱۰ء ص ۲)

نیز بتایا گیا کہ:

حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت بفضلہٖ تعالی روبصحت ہے۔ زخم بھر چلا ہے بہت تھوڑا باقی ہے۔ بخار نہیں ہوتا۔ کھانسی بہت کم ہے۔ ضعف ہے، مگر بہ نسبت کم۔ کچھ غذا بھی نوش فرما لیتے ہیں احباب دعا کرنے کے ثواب میں شامل رہیں۔ (بدر قادیان ۸ دسمبر ۱۹۱۰ء ص ۷)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جواباً فرماتے ہیں:

بدر قادیان نے لکھا تھا کہ خلیفہ قادیانی کا گھوڑے پر سے گر پڑنا بھی مسیح موعود (مرزا صاحب) کی ایک پیشگوئی کی تصدیق ہے کیوں کہ جناب ممدوح نے ایک خواب بیان کیا تھا کہ مولوی نورالدین گھوڑے پر سے گر پڑے اس کے متعلق اہلحدیث مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۱۰ء میں سوال کیا گیا تھا کہ یہ خواب مرزا صاحب کا کہاں مرقوم یا مذکور ہے سوال چونکہ معقول تھا اس لئے معقول پسند بدر نے اس کے جواب کی طرف توجہ کی اور خوب کی۔ لکھتا ہے:

''حضرت امیر (حکیم نورالدین) گھوڑے سے گر پڑے اس پر اہلحدیث استہزا کرتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ ایسا کرے۔ کاش وہ غور کرتا کہ یہ ایک آیت

ہے آیات اللہ سے نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں گھوڑے نہ خلیفۃ المسیح گھوڑیاں رکھتے اور نہ کوئی ایسی ضرورت بالعموم پیش آتی کہ آپ سواری پر جاویں۔ کئی سال قبل مامور من اللہ اپنا رؤیاء بیان کرتا ہے کہ ''حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے پر سے گر پڑے۔''

(بدر ۸؍دسمبر ۱۹۱۰ء)

چونکہ دنیا کا ہر ایک واقع آیۃ اللہ ہے اس لئے ہم مانتے ہیں کہ خلیفہ قادیانی کا گھوڑے پر سے گر پڑنا بھی آیۃ اللہ ہے، مگر سوال تو آیت مرزا سے تھا کہ اوس مرنیوالے نے کب خواب دیکھا۔ اس کا جواب دو۔

بہرحال اس تمہید کے بعد بدر لکھتا ہے:

''یہ ایک ایسا واقعہ تھا کہ اس پر کوئی اُلّو تمسخر کرے ہرگز نہیں بلکہ ایمان کا تقاضا یہ تھا۔ کہ گردن خدا تعالیٰ کے حضور میں جھک جاتی۔ مگر کیا کہا جاوے آخر خدا کا ارشاد بھی برحق ہے بما کذبوا من قبل۔''

بدر قادیان نے لکھا تھا کہ خلیفہ قادیانی کا گھوڑے پر سے گر پڑنا بھی مسیح موعود (مرزا صاحب) کی ایک پیشگوئی کی تصدیق ہے کیوں کہ جناب ممدوح نے ایک خواب بیان کیا تھا کہ مولوی نورالدین گھوڑے پر سے گر پڑے اس کے متعلق اہلحدیث مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۱۰ء میں سوال کیا گیا تھا کہ یہ خواب مرزا صاحب کا کہاں مرقوم یا مذکور ہے سوال چونکہ معقول تھا اس لئے معقول پسند بدر نے اس کے جواب کی طرف توجہ کی اور خوب کی۔ لکھتا ہے:

''حضرت امیر (حکیم نورالدین) گھوڑے سے گر پڑے اس پر اہلحدیث استہزا کرتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ ایسا کرے۔ کاش وہ غور کرتا کہ یہ ایک آیت ہے آیات اللہ سے نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں گھوڑے نہ خلیفۃ المسیح گھوڑیاں رکھتے اور نہ کوئی ایسی ضرورت بالعموم پیش آتی کہ آپ سواری پر جاویں۔ کئی سال قبل مامور من اللہ اپنا رؤیاء بیان کرتا ہے کہ ''حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے پر سے گر پڑے۔''

(بدر ۸؍دسمبر)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: کسی امر واقع کے متعلق جو تمام قوم اور مذہب

سے تعلق رکھتا ہو سوال کرنا تو اُلّو کا کام نہیں البتہ ایسے معقول سوال کے جواب نہ دینے سے آدمی اُلّو بنا کرتا ہے مگر آپ ایسے اُلّو نہیں کیوں کہ آپ نے سوال کا جواب دیا ہے جو ناظرین کی مزید واقفیت کے لئے درج ذیل ہے۔ بدر لکھتا ہے:

''ذیل میں اس خواب کے گواہ بیان کئے جاتے ہیں اور غالباً یہ خواب چھپ بھی چکا ہے تلاش سے مل جائیگا اور نہ بھی ملے تو بھی اگر صحابہ کرام کا بیان نبی کریم ﷺ کے رؤیاء وکشوف والہامات کے بارے میں قابل تسلیم ہے اور ضروری ہے تو مسیح موعود کے خدّام کی گواہی بھی ماننی پڑ یگی اور سلیم الفطرت مانتے ہیں۔''

شیخ الاسلام امرتسریؒ لکھتے ہیں: یہ دعویٰ آپ کا کہ مرزا صاحب کے مرید بھی مثل اصحاب رسول اللہ ﷺ کے ہیں درحقیقت آپ کا اپنا اختراع نہیں بلکہ مرزا صاحب ہی کی جودت طبع کا نتیجہ ہے جو کہا کرتے تھے:

''جو میری جماعت میں داخل ہوگا وہ اصحاب رسول اللہ میں شامل ہوگا۔'' (خطبہ الہامیہ)

بہرحال ہمیں اس وقت اصحاب مرزا کی صداقت اور عدم صداقت سے بحث نہیں بلکہ مطلب سعدی دیگر ست مگر وہ مطلب راویان کلام کے بعد عرض ہوگا بہرحال آپ کے راوی حسب ذیل شہادت دیتے ہیں:

''ہم لوگ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود کا یہ رؤیاء کہ ''مولوی نورالدین صاحب گھوڑے سے گر پڑے۔'' قبل اس واقعہ کے سنا اور اس پر مذاکرہ ہوتا رہا۔ میں نے تو جنوری ۱۹۰۹ء سے پہلے پہلے سنا تھا اور اس کے متعلق میرے دوستوں میں بہت گفتگو ہوتی رہی۔''

صدرالدین ۴؍دسمبر ۱۹۱۰ء صاحبزادہ محمود احمد صاحب، مفتی محمد صادق عفی عنہ ،عبدالرؤف کلرک مدرسہ، محمد اسمٰعیل مولوی فاضل، شیخ عبدالرحیم، غلام نبی، محمد اشرف عفی عنہ، نعمت اللہ خان بدایونی، غلام محمد فسٹ عربک ٹیچر، قاضی امیر حسین منظور محمد پیر۔''

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بدر کی یہ سعی اور کوشش واقعی قابل داد ہے بہرحال اتنا تو معلوم ہوا کہ ایڈیٹر بدر نے ہمارا مطالبہ معقول سمجھا اسی لئے اوس نے بغرض ثبوت یہ شہادت پیش کیں لیکن افسوس کہ اوسے معلوم نہیں کہ خطاب کس سے ہے اے جناب خطاب اہلحدیث سے ہے جو محدثین کے قواعد سے نہ صرف واقف بلکہ اُن کا پابند بھی ہے۔ سنئے یہ روایات بقاعدہ محدثین سب منقطع ہیں۔ (آپ منقطع کو کیا جانیں گے، اپنے خلیفہ وقت سے دریافت کیجئے) کیوں کہ اس شہادت میں راویوں نے اپنے بتلانے والے کا نام نہیں بتایا اور یہ بات محدثین کے ہاں مبرہن اور مثبت ہے کہ سواء صحابہ کرام کے باقی لوگوں کی روایات منقطعہ اخبار مردود کی قسم سے ہیں۔

علاوہ اس کے ابھی ایک ضروری مرحلہ باقی ہے وہ ہے کہ مرزا صاحب نے عرصہ سے بلکہ شروع ہی سے یہ التزام کر رکھا تھا کہ

الہام اور خواب قلمبند کر لیا کرتے تھے جب سے اخبارات اور رسالجات قادیان سے نکلنے شروع ہوئے تھے تب سے تو کوئی الہام اور خواب بھی درج اخبارت ہونے سے نہ رہ سکتا تھا بلکہ مرزا صاحب کے جوتیوں کا غلام (یہ لقب ہمارا دیا ہوا نہیں بلکہ اڈیٹر بدر خود اس طرح لکھا کرتا تھا ''راقم حضرت کی جوتیوں کا غلام'' اہلحدیث) دریافت کر لیا کرتا تھا کہ حضور صفحہ خالی ہے کوئی خواب یا الہام ہو تو اطلاع بخشیں۔ جواب میں الہام ہوتا تو لکھا جاتا ورنہ نفی میں جواب ملتا۔ جہاں ایسا التزام ہو وہاں کیوں کر باور ہوسکتا ہے کہ کوئی الہام خصوصا ایسا الہام جو حکیم نورالدین جیسے مقرب سے متعلق ہو شائع نہوا ہو۔

صحابہ کبار بھی چونکہ قرآن شریف کو حفظ کے ساتھ ضبط تحریر میں بھی لاتے تھے اسی لئے جب قرآن مجید بسرکردگی زید بن ثابت ایک جگہ جمع کیا گیا تو زبانی روایت کے ساتھ تحریر بھی مانگی جاتی تھی۔ پس ہمارا تقاضا کرنا صحابہ کی روش پر ہے اور تمہارا انکار کرنا دال میں کالا ہے۔

علاوہ اس کے ہماری غرض اور بھی ہے جو ہم کھلے لفظوں میں بتلا دیتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے الہامات کے مصداق بسا اوقات خود بتلا دیا کرتے

تھے۔ چنانچہ بعد زلزلہ عظیمہ کے ایک اور زلزلہ کے متعلق الہام ظاہر کیا تھا:
عفت الدیار محلها ومقامها (ایسا زلزلہ آئے گا کہ مکان رہیں گے نہ مکین)
......وسط فروری میں رات کو ایک معمولی سا زلزلہ آیا تو فوراً آنجناب نے اوسی کو اپنے الہام کا مصداق بتا دیا۔ جس سے ہمیں افسوس ہوا کہ اتنا بڑا زلزلہ عظیمہ کہ نہ مکان رہیگا نہ مکین۔ مگر واقعہ یہ ایک معمولی خفیف سی حرکت جو دراصل اس شعر کی مصداق کہ۔

ایں کرامت ولی ماچہ عجب۔ گربہ شاشید گفت باراں شد

ہاں ایک معنی سے موجب خوشی بھی تھا کہ ''رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت'' اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ گھوڑی پر سے گرنے کا الہام بھی ہم کو دکھا دیا جائے تا کہ ہم اوس کے وجود کے بعد اس کی تشریح بھیدیکھیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھا تھا۔

کیا قادیانی مشن توجہ کرے گا؟ (شائد)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔ نمبر ۸۔ ۲۳ر دسمبر ۱۹۱۰ء ص: ۱-۲)

حکیم نورالدین صاحب گھوڑی سے گرنے کے اس واقعہ کے بعد کافی عرصہ صاحب فراش رہے۔ کچھ عرصہ تک تو اٹھ بیٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ نہ سجدہ کر سکتے تھے۔ نہ بول سکتے تھے۔ چہرہ کا گوشت اپریشن سے ختم ہو کر رخسار کی ہڈی ننگی ہوگئی تھی۔ یوں شکل بھیانک ہو کر مرقع عبرت بن گئے تھے۔ قادیانی اخباروں میں ان کی صحت و علالت کے ہفتہ وار بلیٹن جاری ہوتے رہے۔ مثلاً

بدر ۵ جنوری ۱۹۱۱ء کے صفحہ ا پر لکھا ہے:

حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالی وایدہ الرحمٰن کی زیارت سے اکثر احباب جلسہ سالانہ پر مشرف ہو چکے ہیں ایام جلسہ پر زخموں کا روزانہ ڈریسنگ ہوتا رہا تھا اور اب پٹی بندھی ہوئی تھی اب زخم بالکل اچھے ہو گئے ہیں اور پٹی اتار دی گئی ہے البتہ ایام جلسہ میں کثرت ملاقات احباب اور ان کو پند و نصائح میں مصروف رہنے کے سبب کوفت بہت ہوگئی تھی۔ نیز دو دانت، جو بہت درد کرتے تھے، نکلوائے گئے۔ اگر چہ پہلے سے ہلتے تھے تاہم ان کے نکا

لنے سے بھی تکلیف ہوگئی اور دو دن بخار رہا۔ اب بفضلہٖ تعالی بخار نہیں ہے اور دانتوں کا درد تو نکلوانے سے اچھا ہونا ہی تھا لیکن پیر اور منگل دو روز درد عصابہ رہا۔ کسی وقت درمیان میں وقفہ ہو جاتا ہے اور کسی وقت پھر شروع ہو جاتا ہے۔ گذشتہ یوم الاحد کی رات کو حضرت (خلیفہ نور الدین) نے خواب میں دیکھا کہ مکان میں دو سانپ ہیں پہلے ایک مارا گیا اور پھر دوسرا بھی مارا گیا۔

بدر ۱۲ جنوری ۱۹۱۱ء کے صفحہ اول پر لکھا ہے:

حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ الرحمٰن: گذشتہ اخبار میں ہم خبر دے چکے ہیں کہ حضرت صاحب کے زخم اچھے ہو گئے ہیں مگر درد عصابہ کسی کسی وقت ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد جمعہ کے دن درد عصابہ زیادہ رہا۔ ہفتہ کے روز درد عصابہ کم تھا۔ ایت وار کی شب کو عصابہ نہ تھا، مگر دو تین اسہال ہو جانے کے سبب بہت ضعف رہا۔ پیر کی شب خفیف عصابہ کسی کسی وقت ہوا، اور بعد نیم شب بیداری رہی۔ منگل کے دن درد عصابہ بالکل نہ تھا اور بخار بھی نہیں تھا لیکن دو دانت جو چند روز ہوئے نکالے گئے تھے اس کے سبب سے رخسار مبارک پر کچھ سوجن ہوگئی تھی جو اب تک تھی اور اس پر ڈاکٹر صاحبان ایسی دوائیاں لگاتے رہے جو کہ وہ اندر ہی اندر بیٹھ جائے مگر اب بعض اطباء کی رائے ہوئی کہ اس کے اندر کچھ مادہ ہے جس کے اخراج کی تدبیر ضروری ہے ...

ڈاکٹر صاحبان نے تشخیص کی ہے کہ سوجن کے اندر پیپ نہیں اور نہ چیرا دینے کی ضرورت ہے ۔ یہ درد کان کے نیچے گلٹی میں جو ٹکور وغیرہ سے انشاء اللہ اچھا ہو جاوے درد بہت رہا اب بھی ہے۔

اخبار بدر ۱۹ جنوری ۱۹۱۱ء کے صفحہ اول پر لکھا ہے:

اتوار کے روز ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب امرتسر سے تشریف لائے ۔ چونکہ ان کی تشخیص کے مطابق (حکیم نور الدین کے) زخم میں مادہ تھا اس واسطے پیر کی صبح کو چیرا دے کر وہ مادہ انہوں نے خارج کر دیا... چہرے کا زخم اگرچہ گہرا ہے مگر امید ہے کہ انشاء اللہ جلد بھر جائے گا۔

بدر ۲۶ جنوری ۱۹۱۱ء کے صفحہ اول پر لکھا ہے:

بدھ کے دن حضرت (حکیم نور الدین) صاحب کی طبیعت زیادہ تکلیف میں تھی۔ قرار پایا کہ کوئی ڈاکٹر انگریز بھی برائے مشورہ لاہور، امرتسر سے بلوایا جائے۔.. لاہور سے احباب سے مشورہ سے ڈاکٹر میجر ھرڈ صاحب کو ساتھ لائے جو کہ جمعرات کے دن دوپہر کو یہاں پہنچے اور قریب تین گھنٹہ کے حضرت صاحب کے پاس رہے۔ نبض دیکھی۔ تھرمامیٹر لگایا۔ پیشاب کا امتحان کیا۔ زخم کھول کر دیکھا۔ اپنے ہاتھ سے ڈریس کیا...

میجر صاحب نے حضرت (حکیم نور الدین) کے متعلق بہت تشفی ظاہر کی۔ فرمایا نبض بہت اچھی ہے..زخم کی حالت اچھی ہے تدریجاً بھر جائے۔

اور اسی صفحہ پر درج ہے کہ حکیم صاحب نے اپنی وصیت بھی لکھ دی اور اسے سر بمہر کر دیا۔ اور اسی شمارے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب سجدہ نہیں کر سکتے، اور چھ ہفتہ سے ان کا درس قرآن بھی بند ہے۔

اخبار بدر ۲ فروری ۱۹۱۱ء کے صفحہ ۲ پر لکھا ہے:

(حکیم نور الدین کو) گزشتہ ہفتہ کوئی نئی تکلیف پیدا نہیں ہوئی۔ سردی لگنے کے سبب ایک دو روز سر درد رہا۔ اور گاہے گاہے رات کو بسبب بے خوابی کے بے چینی ہو جاتی ہے۔ زخم تیسرے حصہ سے زائد بھر گیا ہے۔ زخم کا اپریشن رخسار کی ہڈی تک تھا اور ہڈی ننگی ہو گئی تھی جس سے بعض ڈاکٹر صاحبان نے خوف ظاہر کیا تھا کہ شائد ہڈی پر گوشت نہ چڑھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہڈی کا بہت سا حصہ گوشت سے ڈھک گیا ہے اور خطرہ جاتا رہا۔ ہنوز نماز لیٹے ہوئے پڑھتے ہیں بہت آہستگی سے بول سکتے ہیں..

اخبار بدر ۹ فروری ۱۹۱۱ء کے صفحہ اول پر لکھا ہے:

حضرت خلیفۃ المسیح (حکیم نور الدین) کی طبیعت اس ہفتہ میں بفضلہٖ تعالیٰ بہت کچھ روبہ صحت رہی ہے۔ زخم نصف کے قریب بھر گیا ہے۔ ہڈی کا صرف ایک چھوٹا سا کنارہ برہنہ رہ گیا ہے باقی سب پر انگور آ گیا ہے۔ ضعف ہے مگر بحمد اللہ روز بروز طاقت آ رہی ہے۔ صرف کچھ بے خوابی کی شکایت

ہے۔کبھی کبھی سر میں خفیف سا درد ہو جا تا ہے۔کل سے دائیں پاؤں کے تلوے میں جلن ہوتی ہے.... تین روز سے حضرت تکیہ کے سہارے بیٹھ کر عشاء کی نماز ادا فرماتے ہیں۔

اخبار بدر ۲۳ فروری ۱۹۱۱ء کے صفحہ اول پر لکھا ہے:

(حکیم نورالدین کا) زخم صرف ایک ثلث باقی رہ گیا ہے ہڈی کا ایک سرا برہنہ ہے باقی سب پر انگور آ چکا ہے آج رات کو بہ سبب سوءِ ہضم کے کچھ تکلیف ہو گئی تھی..طاقت بتدریج بحال ہو رہی ہے اب حضرت خود کھڑے ہو جاتے ہیں اور کسی آدمی کے سہارے سے خود اندر سے باہر اور باہر سے اندر تشریف لے جاتے ہیں۔

اخبار بدر ۲ مارچ ۱۹۱۱ء کے صفحہ اول پر لکھا ہے:

(حکیم نورالدین صاحب کی حالت) روبصحت ہے۔زخم ایک چوتھائی کے قریب رہ گیا ہے۔پرسوں ایک باریک ہڈی زخم میں سے نکل گئی۔اب کوئی ہڈی برہنہ زخم نظر نہیں آتی۔طاقت اللہ کے فضل سے آ رہی ہے۔

اخبار بدر ۹ مارچ ۱۹۱۱ء کے صفحہ اول پر لکھا ہے:

(حکیم نورالدین صاحب کی) طبیعت اللہ کے فضل سے روبصحت ہے زخم تھوڑا سا باقی رہ گیا باقی سب بھر آیا ہے۔رات کو پیشاب زیادہ آتا ہے جس سے قدرے بے خوابی ہو جاتی ہے اور کچھ ضعف ہو جاتا ہے۔

اخبار بدر ۱۶ مارچ ۱۹۱۱ء میں ہے:

حضرت (حکیم نورالدین) صاحب کی طبیعت روبصحت ہے۔دو روز سے پیشاب کی کثرت میں تخفیف ہے۔زخم کا منہ کسی قدر تنگ ہو گیا تھا اس لئے قدرے کھول دیا گیا ہے۔احباب دعا فرماویں۔

اخبار بدر ۲۳ مارچ ۱۹۱۱ء کے صفحہ اول پر لکھا ہے:

بہ نسبت سابق (حکیم نورالدین کے) زخم کی حالت بہت اچھی ہے۔مگر کل سے خفیف حرارت بخار محسوس ہوتی ہے جو باعث نزلہ زکام کا ہے۔

اخبار بدر ۶۔اپریل ۱۹۱۱ء کے صفحہ اول پر لکھا ہے:

(حکیم نورالدین کی) طبیعت بہت اچھی ہے۔ضعف ہے، مگر قوت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اگلے دن ایک بیمار کو دیکھنے کے واسطے پہلی دفعہ کوچہ تک تشریف لائے تھے۔ شیخ تیمور کر درس بخاری شریف دیتے ہیں۔خطوط ہنوز خود نہیں پڑھتے ، بلکہ سنائے جاتے ہیں ۔اور کتاب بھی مطالعہ نہیں فرماتے۔ ایک دن میں تین اسہال ہوکر ضعف ہو گیا تھا۔ ہاضمہ میں کمزوری رہی۔ آج (منگل) کو طبیعت بالکل صاف ہے۔

اخبار بدر۱۳۔اپریل ۱۹۱۱ءک صفحہ اول پر لکھا ہے:

حضرت (نورالدین) کا زخم اب بہت اچھا ہے، بلکہ عنقریب بھرنے کو ہے۔ امید ہے کہ ہفتہ عشرہ تک زخم بالکل خشک ہو جائیگا۔انشاء اللہ پرسوں بباعث سوءِ ہضم کے چند اسہال ہوکر طبیعت ضعیف ہوگئی تھی مگر اب آرام ہے

اخبار بدر۲۰۔اپریل ۱۹۱۱ء کے صفحہ اول پر لکھا ہے:

خوش خبری متعلق صحت حضرت خلیفۃ المسیح :

(حکیم نورالدین کی صحت) بہت اچھی ہے۔ پہلی بار اس ہفتہ میں آہستہ آہستہ چل کر اپنے مطب تک تشریف لائے اور وہاں تھوڑی دیر تک بیٹھے رہے...

قادیان میں ہنوز پلیگ چلی جاتی ہے گو بہت زور نہیں

اخبار بدر۲۷۔اپریل ۱۹۱۱ء کے صفحہ اول پر لکھا ہے:

حضرت (حکیم نورالدین) صاحب کی قوت بدنی میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔ گذشتہ ۲۱ ۔اپریل کے دن پالکی میں بیٹھ کر حضرت نواب (محمد علی) صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے اور دن بھر وہاں رہے۔

اخبار بدر۱۱ مئی ۱۹۱۱ء کے صفحہ اول پر لکھا ہے:

حضرت (حکیم نورالدین) کی طبیعت الحمد للہ اچھی ہے اس ہفتہ میں ایک دن بہت تیز بخار ہو گیا تھا پرسوں دست آ گئے تھے جو کل تک جاری رہے ان سے ضعف ہو گیا ہے احباب دعا فرماویں

اخبار الحکم ۲۸۔اکتوبر ۷نومبر ۱۹۱۱ء کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے:

حضرت خلیفۃ المسیح کی عام صحت اچھی ہے زخم برنگ ناسور تھوڑا سا باقی ہے

اس ہفتہ آپ نے ایک دانت نکلوایا جس کے سبب سے بہت سا خون نکل گیا اس کی وجہ سے ایک رات دن ضعف شدید رہا بخار بھی ہو گیا۔

اخبار بدر ۱۵ فروری ۱۹۱۲ء کے صفحہ نمبر ۲ پر لکھا ہے:

اللہ تعالی کے فضل و کرم سے حضرت خلیفۃ المسیح (حکیم نورالدین) بخیریت ہیں ۔ناسور کی حالت بدستور ہے۔..

حکیم محمد عمر صاحب نے ہمیں توجہ دلائی ہے کہ ہم اخبار کے ذریعہ ناظرین کو اس امر سے باخبر کر دیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ساتھ ملاقات کرنے کے واسطے ہاتھ اور بازو کو جھٹکا نہ دیا کریں اس سے حضرت کو تکلیف ہوتی ہے۔ انگریزی شیک ہینڈ کی یہاں ضرورت نہیں باادب مصافحہ کرنا چاہیے۔

اخبار الحکم ۱۸۔نومبر ۱۹۱۲ء کے صفحہ ۸ پر لکھا ہے:

حضرت خلیفۃ المسیح کے روز و شب اپنی درماندہ قوم کی بھلائی میں صرف ہو رہے ہیں ۔ ۱۸ نومبر ۱۹۱۲ء کی شام نے حضرت خلیفۃ المسیح کے گھوڑی سے گرنے کے واقعہ کو یاد دلایا آپ درس قرآن دے رہے تھے اور حسب معمول بعد دعا گھر آنے لگے کہ سخت چکر آیا اور غش آ گیا ایسا غش کہ حضرت خلیفۃ المسیح کو میں نے کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا، آ کر اللہ تعالی نے اپنا فضل کیا دوسرے ہی دن وہ سب سلسلہ درس تدریس کا شروع ہو گیا۔

مرض الموت: جب آپ گھوڑی سے گرے اور زخموں میں پیپ پڑ جانے کے سبب آپریشن ہوا آپ کی صحت بہت کمزور ہو گئی تھی۔ خلاف عادت سردیوں میں جرابیں پہنی شروع کیں ، اور ہاتھ میں لمبا عصا لے کر اس پر ٹیک لگا کر چلنے لگے۔ بالخصوص سیڑھیوں پر چڑھنے سے تکلیف ہوتی تھی ۔..

آخری مرض جس میں آپ کی وفات ہوئی اس کے متعلق ڈاکٹروں کی رائے یہ ہے کہ آپ کو مرض ٹیوبرکلوسس یعنی دق ہو گیا تھا۔ بخار رہتا تھا اور تھوڑی تھوڑی کھانسی بھی تھی۔ نواب محمد علی خان آپ کو اپنی کوٹھی پر لے گئے تھے اور آخر دم تک انہوں نے تیمارداری اور خدمت گذاری کا حق ادا کیا اور وہیں آپ کی وفات جمعہ کے دن ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو ہوئی (ص ۳۰۸ مرقاۃ الیقین)

حکیم نورالدین اور مولوی ظفر علی خان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حکیم نورالدین گھوڑے سے گرے اور نقاش کی پیش گوئی پوری ہوئی

حکیم نورالدین صاحب ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء کو گھوڑے پر سے گر پڑے جس سے ان کو آنکھ کے پاس سخت زخم پہنچا جس کا اقرار آپ کا خادم بدر ان الفاظ میں کر چکا ہے:

جناب امیر المومنین علامہ نورالدین جمعہ کے روز (۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء) خان محمد علی خان صاحب کی کوٹھی سے واپس آتے ہوئے گھوڑی بدکنے سے الحکم پریس کے پاس نیچے آ رہے ابرو کے اوپر ایک زخم آیا ہڈی پر ضرب نہیں آئی اور کچھ چوٹیں بھی لگیں۔ (بدر ۲۴ نومبر ۱۹۱۰ء)

مرزا جی کے مرید دعوی کرتے ہیں کہ حکیم صاحب کے اس گرنے کی پیش گوئی مرزا جی نے کی تھی مگر یہ دعوی ان کا بالکل جھوٹ ہے کیونکہ وہ اس کا کوئی تحریری ثبوت پیش نہیں کر سکے۔

اب ہم بتلاتے ہیں کہ حکیم جی، مرزا جی کی پیش گوئی سے نہیں بلکہ نقاش (ان دنوں مولانا ظفر علی خان، نقاش کے قلمی نام سے لکھا کرتے تھے) کی پیش گوئی کی وجہ سے گرے ہیں۔ وہ پیش گوئی نقاش نے اپنے اس مضمون میں کی تھی جو اہل حدیث میں، نزول مسیح قادیانی یکم اپریل ۱۹۱۰ء، کے عنوان سے ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تھا جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ

حکیم الامت تاریخ بالا میں غبارہ سے گریں گے اور ان کو ایسی چوٹ لگے گی کہ ان کی آنکھ زخمی ہو جائے گی۔ چنانچہ اس پیش گوئی کے اصل الفاظ یہ تھے: حکیم الامت کی آنکھ میں ایک کھپچی گھس گئی اور ڈھیلا پچی ہو گیا

(اہلحدیث امرتسر ۲۸ جون ۱۹۰۷ء) (یہ مضمون عنقریب باریک خط میں نقل کیا جا رہا ہے بہاء)

گویا اس پیش گوئی اور اس کے عنوان کے الفاظ کا جامع مطلب یہ تھا کہ حکیم

صاحب یکم اپریل:
(۱) ۱۹۱۰ء کو جب کہ حاضر باشان قادیان دارالامان ہوں گے
(۲) غبارہ سے منارۃ المسیح پر اترتے ہوئے گر پڑیں گے
(۳) اور اس صدمہ جانکاہ سے آپ کی ایک آنکھ نکمی ہو جائے گی۔
اب قابل غور یہ امر ہے کہ کیا نقاش کی یہ پیش گوئی واقعی پوری ہوگئی ہے، اور اسے سچی کہتے ہوئے کوئی اعتراض تو عائد نہیں ہوسکتا۔
اسکا جواب یہ ہے کہ یہ پیش گوئی منہاج نبوت مرزائیہ کے رو سے بالکل صحیح اور لاریب سچی ہے لہذا اس کی تصدیق میں مرزائیوں کو ہرگز کلام نہ ہونا چاہیے۔ غیروں کو ہوتو ہو اور نہیں کیا کوئی اپنا سر کھائے کیونکہ اس میں قابل غور (یا عوام کو اس پیش گوئی کے وقوع میں شبہ ڈالنے والے) تین امر ہیں جن پر ہم نے نمبر لگائے ہیں۔
پس سنیئے کہ منہاج نبوت قادیانی کی رو سے پیش گوئی اگر وقت مقررہ سے پیچھے جا پڑے تو پیش گوئی کی سچائی میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ دعوی کی دلیل یہ ہے کہ جب آتھم پندرہ ماہ کے اندر (جو قادیانی پیش گوئی میں اس کی موت کی میعاد مقرر تھی) نہ مرزا اور مقررہ مدت سے دو سال بعد فوت ہوا تو مرزا جی نے اس شبہ کو یوں رفع کر دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں آتھم پندرہ ماہ میں اگر نہیں مرا تو دو سال بعد سہی آخر مرتو گیا۔ ہماری پیش گوئی کی صحت میں اس سے کوئی حرج نہیں آیا۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی ص ۱۸۵)۔
نقاش کی پیش گوئی بھی بجائے یکم اپریل کے، ۱۸۔ نومبر کو ظہور پذیر ہوئی تو کوئی عیب نہیں۔ مدت کا کیا ذکر آخر پیش گوئی کا وقوع تو ہو گیا خواہ ۷ ماہ بعد ہی ہوا۔
امر دوئم کی تصدیق کے متعلق قادیانی نبوت میں ہم کو جلی قاعدہ ملتا ہے کہ پیش گوئی کی ایک ٹانگ پوری ہو جائے، تو ساری پیش گوئی کو سچا سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ جب آپ نے منکوحہ آسمانی کے باپ اور خاوند کے متعلق تین سال کے اندر اندر مرنے کی پیش گوئی شائع کی مگر اسکا خاوند اس مدت کو

گذار کر آج تک نہ مرا تو مرزا جی نے فرما دیا کہ پیش گوئی کی دائیں ٹانگ تو احمد بیگ تھا جس کے مرنے سے ہماری پیش گوئی بموجب یصبکم بعض الّذی یعدکم سچی ہوگئی (حقیقۃ الوحی۔ ص۱۹۰) پس اسی طرح نقاش کی پیشگوئی کی ایک ٹانگ حکیم الامت کا گرنا تھا جو بموجب قاعدہ بالا مرزائیہ کے پیش گوئی کے سارے حصہ کا مصدق ہے خواہ آپ گھوڑی سے ہی گرے لیکن گرے تو سہی۔ گرنے میں تو کسی کو کلام نہیں جیسے مرزا احمد بیگ کا داماد آج تک نہیں مرا اور اس کی موت کی پیش گوئی دائیں ٹانگ کے ٹوٹ جانے (یعنی احمد بیگ کے مرجانے سے) سے صحیح ہوگئی اسی طرح حکیم الامت گو غبارہ سے نہ گرے لیکن یہ نقاش کی پیش گوئی تو اپنی دائیں ٹانگ (یعنی حکیم الامت کا محض گرنا) کے واقع ہو جانے کی وجہ سے بالکل صحیح اور سچی ہے۔

اب باقی فیصلہ طلب ایک ہی بات رہ گئی اس کے حل کرنے کا سہل قاعدہ یہ ہے کہ مرزا جی نے بلاکسی دلیل اور قرینہ کے جب غلام (احمد) کے معنی آقا (احمد) تھے اور دمشق کے کے معنی قادیان کر لئے ہیں تو پھر اسی قابل قدر اصول مرزائیہ کو ملحوظ رکھ کر ہر شخص نقاش کی پیش گوئی کے لفظ ،آنکھ، کے معنی بلاکسی مزید غور اور تامل کے، ابرو، کرسکتا ہے اور پھر قادیانی مسیح کے کسی خادم کو یہ جرأت نہیں ہوسکتی کہ وہ سنت مرزائیہ پر عامل ہونے کا دعویدار ہو کر اس پیش گوئی کے وقوع میں کوئی شک یا کسی قسم کا اعتراض کرے

مرزا جی کے حواریو! اور حکیم الامت کے جاں نثار فدائیو! سنتے ہو، یہ ہیں منہاج نبوت مرزائیہ کی کرشمہ سازیاں۔ خفا نہ ہونا کیونکہ آپ ہی کے موضوعہ سنہری اصولوں سے یہ پیش گوئی سچی ثابت ہوئی اس میں ہماری کوئی اختراع نہیں بلکہ: عطائے تو بلقائے تو۔

اب نقاش صاحب نے بھی اگر اپنے لئے مسیحیت و مہدویت کا یا اس سے بڑھ چڑھ کر کوئی دعوی کرنا ہو تو ان کے واسطے یہ اچھا موقع ہے کیونکہ وہ مرزا جی کے منہاج نبوت سے بالکل صادق مصدوق اور سچی پیش گوئی کرنے والے ثابت ہوگئے ہیں...(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۵-۶)

(۲۸ جون ۱۹۰۷ء والا اخبار اہل حدیث امرتسر کا مضمون درج ذیل ہے:

نزول مسیح قادیانی: یکم اپریل ۱۹۱۰ء

(یہ مضمون مرزا قادیانی کے مشن کی ایک تصویر ہے گو کسی واقع کی حکایت نہیں مگر ہاں قادیانی مشن جس بنا پر چل رہا ہے اس کا نقشہ نہایت عمدگی سے دکھلایا گیا ہے چونکہ راقم مضمون کی غرض صرف قادیانی مشن کی تصویر کھینچنا ہے اس لئے اہل حدیث میں درج ہونے سے اڈیٹر اہل حدیث پر نامشروع کام کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ تاہم راقم مضمون اپنے اس مضمون میں ہر طرح ذمہ دار ہیں۔ اڈیٹر اہل حدیث)

حضرت غبارہ آ گیا۔ مبارک ہو!

یہ الفاظ جوش مسرت سے مولوی محمد علی صاحب ایم اے اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز کے منہ سے نکلے جو ہاتھ میں ایک انگریزی خط لئے بے تحاشا دوڑتے ہوئے بیت الفکر میں داخل ہوئے۔

صبح کے سات بجے ہوں گے اعلیٰ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانبیت الفکر میں بیٹھے ہوئے تھے جہاں ان کو خدا پاک سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا کرتا ہے اور جہاں سے وہ ہر صبح چار پانچ نہایت پر لطف اور نشاط انگیز الہام لے کر نکالا کرتے ہیں لیکن آج خلاف معمول اکیلے نہ تھے بلکہ چند برگزیدہ اصحاب کا مجمع تھا جو جلوت میں تو مرزا صاحب کو اعلیٰ حضرت، اور حجۃ الاسلام، اور مسیح موعود سبھی کچھ کہتے ہیں لیکن خلوت میں جب نمائش و تصنع کا پردہ اٹھا جاتا ہے تو کار دیگر مے کنند۔ ان میں سے ایک تو حکیم الامت علامہ نورالدین تھے ایک شیخ یعقوب علی صاحب اڈیٹر الحکم تھے اور ایک مفتی محمد صادق اڈیٹر بدر تھے۔

جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت مرزا صاحب کے ادعاء نبوت کا آفتاب نصف النہار پر پہنچ چکا تھا آپ کی امت کی تعداد پانچ لاکھ نفوس سے متجاوز ہو چکی تھی۔ شیر انگلستان کی روبہانہ خوش آمد اور دول اسلامیہ کی سفیہانہ مذمت کے صدقہ میں آپ اپنے وقت کے منصور بلکہ بلعم باعور بن چکے تھے مریدان باصفا کی ارادت نے آپ کے خزانہ میں گنج قارون اور بنک آف انگلینڈ کی شان پیدا کر دی تھی اور آپ کے الوئیت انتساب اقبال کا پرچم اس عظیم الشان منارہ پر عنقریب لہرانے کو تھا جسے سال ہا سال کی پیہم کوششوں اور کئی لاکھ روپیہ کے صرف نے (جس کا تالاب بے چارے مریدوں کے پانچ پانچ اور چھ چھ روپیہ ماہوار کی آمدنیوں سے ان کے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر چھوٹیاں چھوٹیاں کر کے بھرا گیا تھا) واقعہ نفس الامری بنا کر دکھا دیا تھا وہ مینار جس پر سے از روئے روایات قدیمہ مسیح موعود کے رایات اجلال کا نزول دنیا میں مکرر ہونے کو ہے جناب مرزا صاحب کے دعاوی کی تائید میں قادیان میں بن کر تیار ہو چکا تھا۔ پیرس

کے ایفل ٹاور اور لندن کے سینٹ پال دہلی کے قطب مینار بلکہ کوہ ایورسٹ کے کنگرہ کو اس مینار کی بلندی شرماتی تھی اور اب فقط اس بات کی دیر تھی کہ حضرت مسیح موعود جو مہدویت مسیحیت احمدیت اور کرشنویت سبھی طرح کے پاپڑ بیل چکے تھے اپنا آخری کرشمہ دکھائیں یعنی اس مینار سے فوق العادت طور پر نیچے اتر کر اپنے مریدوں کو اچنبھے میں ڈال دیں۔

مرزا صاحب نے حسب معمول اپنے خاص حواریوں سے جن کی جیبوں کو آپ کے لنگر فنڈ سے بہت قریب کی نسبت ہے یہ مشورہ کیا تھا کہ مینارہ کی روایت کیتصدیق کیلئے آسمان سے اترنے کا کون سا ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو بیسویں صدی کی مہذب نبوت کے شایان شان ہونے کے ساتھ ہی انوکھا ہو۔ اس مسئلہ پر بہت دیر تک غور وخوض ہوتا رہا آخر آسمانی صحیفہ الحکم کے مدیر کی تحریک اور حکیم الامۃ کی تائید کی بنا پر یہ رائے بالاتفاق قرار پائی کہ ولایت کی کسی غبارہ ساز کمپنی سے ایک عمدہ غبارہ بنوا کر منگوایا جائے جس پر مسیح موعود کسی تاریخ مقررہ کو جس کی پیش گوئی پیش از پیش کر دی جائے سوار ہو کر آسمان کی طرف پرواز کریں اور غبارہ مینار پر لا کر اتارا جائے اس کے ساتھ ہی یہ رائے بھی قرار پائی کہ اس روز امت قادیانی کے جملہ نفوس کو انوار سماوی سے مستنیر اور فیوض الہی سے مستفیض ہونے کے لئے قادیان میں دعوت دی جائے تاکہ جس وقت مرزا صاحب کا غباہ مینارہ کی چوٹی پر آ کر ٹھہرے تو ان کی نظریں اس خرق عادت پر پڑیں اور جب اعلی حضرت نیچے اتریں تو کل امت لبیك ! لبیك! یا مسیح المو عود لبیك ! کے نعرے مارتے ہوئے آپ کے قدم لے۔ اسی مشورہ کی بنا پر مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے جن کی نسبت جناب مرزا صاحب کو الہام ہو چکا ہے کہ انگریزی انشا پردازی کے فن میں بڑے سے بڑا اہل زبان بھی ان کے آگے پانی بھرتا ہے بمبئی کے ایک کمیشن ایجنٹ کے نام انگریزی چٹھی کا مسودہ تیار کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ایک لاکھ روپیہ تک کی لاگت کا ایک غبارہ جس میں دس آدمی بآسانی سفر کر سکیں اور جو جدید ترین اکتشافات متعلق بہ فن غبارہ سازی کا بہترین نمونہ ہو، ولایت کے کسی کارخانہ غبارہ سازی سے بہت جلد تیار کرا کے بھیج دیا جائے اور ۳۰ مارچ ۱۹۱۰ء تک قادیان میں پہنچ جائے۔ یہ خط بعجلت تمام بمبئی روانہ کر دیا گیا۔ اس کے دوسرے روز جو جنوری ۱۹۱۰ء کی تیسری تاریخ تھی مرزا صاحب نے بیت الفکر سے برآمد ہو کر اپنی امت کے ان لوگوں کو جو حاضر باشان دارالامان کہلاتے ہیں اپنی زبان الہام ترجمان سے یہ بشارت دی کہ یکم اپریل ۱۹۱۰ء کو ایک بہت بڑا آسمانی نشان ظاہر ہونے والا ہے جو دنیا کو محو حیرت کر دے گا اور جو لوگ اس نشان کے ظاہر ہونے پر بھی مابدولت کی رسالت کو تسلیم نہ کریں گے وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے آپ نے اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے مجھ سے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ زبردست اور روشن

نشان جو عالم کباب کے غیر معین التواء کا نعم البدل ہے قادیان میں ظاہر ہوگا پس ہماری کل امت کو لازم ہے کہ اس روز اس نشان آسمانی کے مشاہدہ کے لئے صبح سے لیکر شام تک موجود رہیں۔ یہی خبر قادیانی گزٹ یعنی الحکم اور اس کے سوتیلے بھائی ریویو آف ریلی جنز اور اس کی حقیقی بہن بدر میں بہ خط جلی اڈیٹوریل نمک مرچ کے ساتھ چھپوا دی گئی اور بہت جلد گروہ قادیانی کا نقل محفل بن گئی۔ اخبار وطن، اخبار اہل حدیث، پیسہ اخبار اور دوسرے اخباروں نے جو پیشین گوئیوں کی عدم تعیین زمانی کے متعلق مرزا صاحب کے طرز عمل سے بخوبی واقف ہیں اس موقعہ پر پیشینگوئی کے ساتھ یکم اپریل کا دم چھلا لگا دیکھ کر طرح طرح کی چہ می گوئیاں کیں اور آخر یہ کہہ کر چپ ہو رہے کہ یہ بھی مرزا کے شطحیات و ہفوات کے نزع کا ایک کرشمہ ہے۔

جنوری اور فروری کا مہینہ گذر گیا مارچ کے پچیس دن بھی گذر گئے لیکن بمبئی کے یورپین کمیشن ایجنٹ نے جس کے پاس روپیہ پیشگی پہنچ چکا تھا باوجود اس وعدہ کے جس کے ایفاء کے لئے انگریزی کارخانہ دار مشہور ہیں غبارہ نہ بھیجا جب قادیان سے تقاضا ہوا تو اس نے یہی جواب دیا کہ غبارہ اگلے جہاز میں آتا ہے وصول ہوتے ہی بلٹی کر دیا جائے گا اب تو بیت الفکر کی مجلس شوری کے پیٹ میں چوہے ناچنے لگے۔

مفتی محمد صادق: غبارہ اگر نہ آیا اور یکم اپریل کو آسمانی نشان نہ ظاہر ہوا تو بڑی خرابی ہوگی لوگ دور دراز مقامات سے آکر جمع ہو رہے ہیں تین لاکھ آدمی آ بھی چکے ہیں میلوں تک خیمے ہی خیمے نظر آ رہے ہیں۔

شیخ یعقوب علی۔ اونہہ! کوئی تاویل کر دی جائے گی کہہ دیا جائیگا کہ لوح محفوظ پر یکم اپریل کے معنی یکم جولائی کے ہیں۔

حکیم الامت: بھاڑ میں جائے تمہاری تاویل۔ یہ نہیں دیکھتے کہ لنگر فنڈ کا روپیہ بے دریغ خرچ ہو رہا ہے پانچ لاکھ آدمیوں کو دو وقتہ کھانا کھلانا اور ایک وقت کی چائے بھی دینا کس قدر مصارف کا باعث ہوگا میں نے اگرچہ باورچیوں کو حکم دے دیا ہے کہ ایک وقت صرف دال پکائیں او گوشت دوسرے وقت ہو لیکن کفایت پر بھی لاکھوں ہی کے وارے نیارے ہو جائینگے اور جو روپیہ ہم نے سال ہا سال کی کوششوں اور سازشوں اور عبدالحکیم اور ثناء اللہ اور انشاء اللہ جیسے منہ پھٹ مخالفین کی طعن و تشنیع سن سن کر جمع کیا ہے وہ سب ان عقل کے اندھوں کے پیٹوں کی نذر ہو جائے گا جنہیں ہم نے یہاں پھانس رکھا ہے۔

مسیح موعود: حکیم جی کیوں خفا ہوتے ہو روپیہ خرچ ہو رہا ہے تو امت پر گھی کہاں گیا کھچڑی میں۔

حکیم الامت: کیوں جی! یہ آپ ہمارے آگے بھی دوں کی لینے لگے...۔ ابے میں نہ ہوتا تو تجھ کو کوئی تین کوڑی کو بھی نہ پوچھتا۔ دعا دے نور الدین کو جس کی بدولت تو بروز محمد اور مثیل مسیح اور خدا جانے کیا کیا بن گیا ورنہ جو کچھ تو اصل میں ہے اس کو تو بھی جانتا ہے اور میں بھی۔

شیخ یعقوب علی : اور مجھے چھوڑ ہی گئے جس کے ہاتھ میں الحکم کی باگ ہے۔

اس الہامی گروہ میں یہ تو تو میں میں ہو رہی تھی کہ مولوی محمد علی صاحب وہ خط لے کر بیت الفکر میں داخل ہوئے جس کا ذکر ہم نے شروع میں کیا ہے۔ خط کا مضمون انہوں نے پڑھ کر سنایا تو سب کی خفگی دور ہو گئی باچھیں کھل گئیں خصوصاً حضرت مرزا صاحب تو یہ سن کر کہ غبارہ آ گیا پچاس سال کی الٹی زقند لگا کر پچیس سال کے نوجوان کی طرح مشق رقص کرنے لگے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ:

ترد علیك انوار الشبا ب سیا تی علیك زمن الشبا ب و ان کنتم فی ر یب مما نز لنا علی عبد نا فاتوا الشفاء من مثله۔

والا الہام جو آپ پر چار سال ہوئے نازل ہوا تھا اس وقت پورا ہو گیا

جب مولوی محمد علی صاحب خط سنا چکے اور سامعین کا جوش مسرت فرو ہو چکا تو غبارہ کی تیاری وغیرہ کے متعلق مشورہ ہونے لگا مولوی صاحب نے غبارہ کے آ جانے کی خبر کے علاوہ یہ خوش خبری بھی سنائی کہ امت احمدیہ کا جو ہونہار نوجوان غبارہ کے طریقہ پرواز کی تعلیم پانے کے لئے الہامات ربانی کی ... سے ولایت بھیجا گیا تھا وہ بھی آج شام کو قادیان پہنچ جائے گا کیونکہ اس کا تار ... سے ابھی وصول ہوا ہے۔ سر شام سے غبارہ کی تیاری شروع ہو جائے گی پہر رات رہے سے ہمیں غبارہ میں سوار ہو جانا چاہیے۔ اس رائے پر حکیم الامت اور دوسرے حضرات نے صاد کیا۔

آج کا دن مرزا کی معراج تھا اس انتظار میں کہ کب اس آسمانی نشان کیپورا ہونے کا وقت آئے جس کا اعلان بیانگ دہل کئی مہینے پہلے سے کیا جا چکا تھا مرزا اور اسکے حواریوں کو ایک ایک منٹ ایک ایک دن ہو گیا خدا خدا کر کے شام ہوئی اور مرزا شہباز بیگ غبارہ باز بھی آ پہنچے۔ مرزا نے جوش شادمانی سے بے اختیار ہو کر اس نوجوان کو جسے خلائے بسیط میں کچھ عرصہ کے لئے اس کے حواریوں کی جان کی محافظت تفویض ہونے والی تھی گلے لگا لیا اور حکیم الامت نے جو عشق مجازی کو عشق حقیقی کا پہلا زینہ تصور کرتے ہیں اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ رات بھر مرزا کو نیند نہ آئی اٹھ اٹھ کر گھڑی دیکھتے رہے کہ کتنے بجے ہیں حکیم الامت اور دوسرے حوار یوں کی رات بھی آنکھوں میں کٹی۔ علی ہذا القیاس اس مقدس پڑاؤ میں جہاں خیموں کی قطاریں کئی میل تک چلی گئی تھیں نشان موعودہ کے انتظار میں لوگ اختر شماری کر رہے تھے۔

آخر وقت مقررہ آ پہنچا غبارہ میں گیس بھر دی گئی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک ریشمی متحرک شامیانہ زمین سے اور کچھ اوپر کھڑا جھوم رہا ہے اور اگر وہ مضبوط رسی نہ ہو جس نے اسے مرزا صاحب کے پائین باغ کے ایک درخت کے تنہ سے جکڑ رکھا ہے تو طرفۃ العین میں تارہ ہو جاوے۔ مرزا صاحب ایک

شاندار لباس زیب تن کئے اور عطر میں بسے ہوئے خراماں خراماں حواریوں کے حلقہ میں غبارہ کے قریب پہنچے اور پہنچتے ہی فرمایا کہ اسے بٹھاؤ اب ہم سوار ہوں گے۔ شہباز بیگ نے جو یورپ کی آنکھیں دیکھے ہوئے تھے اپنے مرشد کے اس بے تکے فقرے پر باوجود حفظ مرتبت کے جی ہی جی میں مزے لئے اور کہا کہ حضرت یہ اونٹ نہیں جو گھٹنے ٹیک کے بیٹھ جائے۔ تامل فرمائیے میں سیڑھی لگاتا ہوں چنانچہ سیڑھی لگائی گئی اور مرزا صاحب نے بسم اللہ کر کے اس پر قدم رکھا یا تو سیڑھی ہی بے ڈھنگے طور پر رکھی گئی تھی اور یا بوجہ مشق اولین ہونے کے حضرت مرزا صاحب کا مرکز ثقل قائم نہ رہا، بہرحال سبب خواہ کچھ بھی ہو نتیجہ یہ ہوا کہ قدم رکھتے ہی حضرت امام زمان سلمہ الرحمٰن مہدی مسعود و مسیح موعود اپنی شان جلالی و آن جمالی کے دھڑام سے چاروں شانے چت زمین پر آ رہے۔ پیچھے حکیم الامت کھڑے تھے مسیح موعود کے ناگہانی ہبوط کو کشش ثقل نے جو زبردست تحریک پہنچائی تھی اس کا اثر ان پر بھی ہوا اور ان کے ساتھ وہ بھی اڑا اڑا دھیسم بقدر اپنے قد کی خمدار درازی کے زمین کی پیمائش کرتے نظر آئے۔ مالی کی بے احتیاطی سے باغ کی نالیوں میں سے پانی بہہ نکلا تھا اور صحن باغ میں سامان لغزش با بکثرت فراہم ہو گیا تھا مسیح موعود اور حکیم الامت کو سنبھالنے کیلئے مدیر الامۃ یعنی شیخ یعقوب علی تراب جو بھکے تو ان کا پاؤں بھی رپٹا ارانہوں نے بھی اپنے جسم کو اس مساحت نیم شی کی نذر کر دیا۔ مولوی محمد علی اور مفتی محمد صادق کا بھی یہی حشر ہوا۔ غرض بجز شہباز بیگ کے جو اپنی ہنسی کو ضبط کرنے کی فوق العادت کوشش میں اپنے جبڑوں اور پسلیوں کو تکلیف مالا یطاق دے رہا تھا باقی سب حواریوں کے کپڑے کیچڑ میں لت پت ہو گئے اور متانت وثقاہت سب ففرو ہو گئی۔ اس شان بوترابی کے ساتھ جب یہ حضرات اٹھے تو ان پر کسی رسول اور اس کے حواریوں کا گمان نہ ہوتا تھا کہ چند نباش ہیں جو مخدوم الملت کے مزار سے ابھی ابھی برآمد ہوئے ہیں۔

اس حادثہ کی وجہ سے ان سب میں کھلبلی سی پڑ گئی مدیر الامۃ جو سب میں زیادہ وہمی ہیں فرمانے لگے کہ نیا شگون ہوا حکیم الامت نے تشفی کی راہ سے کہا کہ شگون وگون سب لغو مسیح موعود جو حکیم الامت کی ہاں میں ہاں ملانے کو نشانات آسمانی کا سب سے زبردست اقتضاء خیال کرتے ہیں فرمایا سچ تو ہے بدشگونی کیسی؟ ایسے اتفاقات ہر روز پیش آیا کرتے ہیں۔ مفتی محمد صادق جن کیلئے جگ ہنسائی کا خیال سوہان روح ہے کہنے لگے اس موقع پر مولوی ثناء اللہ امرتسری اور عبدالحکیم پٹیالوی موجود نہیں ورنہ وہ فرمائشی قہقہہ پڑتا کہ مسیحیت و مشیخت سب بھول جاتے۔ مولوی محمد علی نے جو سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے اپنی انگریزی دانی کا ثبوت دیا کرتے ہیں ایک انگریزی مثل دہرادی جس کا ترجمہ یہ ہے: کام وہ اچھا جس کا مآل اچھا ہے۔

غرض کپڑوں کے چند نئے نئے پرتکلف جوڑے منگوائے گئے اور مسیح موعود معہ اپنے خدم وحشم کے نہا دھو کر

اوراز سرنو آراستہ و پیراستہ ہوکر مع الخیر غبارہ میں سوار ہو گئے۔

مقررہ پروگرام کے بموجب غبارہ ساڑھے چار بجے چھوٹ جانا چاہیے تھا لیکن بیچ میں اتفاقیہ طور پر جو کیچڑ میں لوٹ لگائی گئی تھی اسکی وجہ سے کوئی آدھ گھنٹہ کی دیر ہوگئی ٹھیک پانچ بجے کا عمل تھا کہ شہباز بیگ نے غبارہ کی رسی کھول دی مثیل مسیح کی سواری اوج ہوا پر بلند ہوئی اور غبارہ نشینوں نے جن کا کلیجہ مہد زمین سے الگ ہوتے ہی دھک دھک کرنے لگا تھا خلائے بیحساب کی طرف گھبرائی ہوئی نظر ڈالی اور یک زبان ہوکر کہا:

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا

دل افگندیم بسم اللہ مجریھا و مرساھا

غبارہ بلند ہوتا گیا کچھ دیر تک تو مسیح موعود اور ان کے حواری آنکھیں بند کئے ہوئے بلا بات چیت کئے پڑے رہے لیکن جب کرہ ہوا کی طبقہ فوقانی کی لطافت نے ان کے اضمحلال کا ردعمل کرنا شروع کیا تو ہاتھ پاؤں میں تھوڑی بہت سکت آگئی اور انہوں نے آنکھیں کھول کر ڈرتے ڈرتے نیچے نگاہ ڈالی۔ ابھی تک چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دریچہ افق میں سے صبح کاذب کی دھندلی دھندلی روشنی نمودار ہو چلی تھی لیکن یہ روشنی اتنی تیز نہ تھی کہ بلندی پر سے روئے زمین کا منظر صاف صاف دکھائی دے سکے مسیح موعود نے شہباز بیگ کو حکم دیا کہ تاوقتیکہ اچھی طرح پو نہ پھٹ لے غبارہ کو قادیان کے گرد چکر دے اور انہں خوب سیر کرائے اور جب طلوع آفتاب کا وقت قریب ہوتو آہستہ آہستہ غبارہ کو مینار پر جااتارے۔

صبح کاذب کا پردہ اٹھا ہی تھا کہ اس گروہ کثیر نے جو مینارہ کے چاروں طرف دور دور تک پھیلا ہوا تھا آسمان پر ٹکٹکی لگا دی تھوڑی دیر نہ گذرنے پائی تھی کہ ایک قبہ زمردیں بصد وقار و تمکنت مینارہ سے کوئی سو گز جانب شمال گھومتا ہوا نظر آیا سب کے سب کسی آسمانی نشان کے ظہور کے منتظر تو تھے ہی اسے دیکھتے ہی ایک ساتھ پکار اٹھے کہ ہو نہ ہو یہی وہ نشان ہے جس کی حضرت نے خبر دی تھی اور بآواز بلند اپنے نبی کو صلواتیں بھیجنی شروع کیں۔ اور جب غبارہ ذرا نیچے آیا اور ان کی اشتیاق آمیز نگاہیں جناب مرزا صاحب اور انکے حواریوں پر پڑیں تو ان کے جوش وخروش کی کوئی انتہا نہ رہی اور سب نے چلانا شروع کیا

بارك الله یا مسیح الموعود۔ السلام علیك یا مهدی المعهود۔ هنیئاً لك یا زبدة الاصفیاء۔ السلام علیك یا عمدة الانبیاء

یہ شور جو پانچ لاکھ گلوں سے نکل رہا تھا رہ رہ کر بلند ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی آواز دس میل تک پہنچتی مگر دفعۃً سب کے سب ساکت وصامت ہو گئے چاروں طرف سناٹا چھا گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر شخص پر گویا بجلی گری۔

یہ بلا کا سکوت جو شورِ محشر سے ہزار حصہ زیادہ ڈراؤنا تھا بے سبب اور بے محل نہ تھا کیونکہ وہ شخص جسے وہ مامور من اللہ اور مرسل برحق سمجھے ہوئے تھے جو سالہا سال سے مسند رسالت پر براج رہا تھا جس کی شان میں اللہ میاں آئے دن عرش پر قصیدہ خوانی کیا کرتے تھے اور جو آج انہیں اپنے آسمان سے نازل ہونے کا آخری ہتھکنڈا دکھا کر اپنی عقیدت کا ابدی سکہ ان کے دلوں پر جمانا چاہتا تھا بجائے مینارہ پر نازل ہونے کے یکا یک دھم سے زمین پر آ گرا۔

حقیقت حال یہ ہے کہ جس وقت شہباز بیگ نے غبارہ کے اس پیچ کو گھما کر جس سے کوئی خاص سمت اختیار کی جاسکتی ہے، مینارہ کی طرف جانا چاہا تو گیس کا خزانہ غبارہ کی بناوٹ کے کسی سقم کی وجہ سے دفعۃً بڑے زور سے پھٹا، اور ایسا دھما کا ہوا جیسا توپ کے چلنے سے ہوتا ہے۔ شہباز بیگ کا دم تو اسی وقت نکل گیا، لیکن دوسرے حواریوں کی صرف کان کے پردے پھٹ گئے اور سب کے سب بے ہوش ہو گئے اس کے ساتھ ہی غبارہ نیچے گرا۔ حسن اتفاق یا شومئی قسمت سے نیچے ایک بہت بڑا گھورا تھا حضرت مسیح موعود مع اپنے چاروں حواریوں کے اس گھورے پر گرے اگر زمین سخت ہوتی تو ہڈیاں چکنا چور ہو جاتیں لیکن زندگی کے ابھی کچھ دن باقی تھے گھورے کی وجہ سے جان بچ گئی۔ پھر بھی پانچوں میں سے ....ایک نہ بچ سکا۔ حضرت مرزا صاحب کی ایک ٹانگ بالکل ٹوٹ گئی اور ہمیشہ کے لئے بے کار ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی ایک تیز شیشہ کے ٹکڑے کے لگنے سے ناک آدھی اڑ گئی حکیم الامت کی آنکھ میں ایک کھپچی گھس گئی اور ڈھیلا پچی ہو گیا مفتی محمد صادق کی ریڑھ کی ہڈی کو سخت ضرب پہنچی شیخ یعقوب اور مولوی محمد علی کا ایک ایک ہاتھ شانہ کی ہڈی پر سے ٹوٹ گیا۔ غرض مثیل مسیح مع اپنے حواریوں کے آسمان سے اترے تو سہی مگر اس طرح کہ خود بدولت تو نکٹے اور لنگڑے تھے ایک حواری کانا تھا ایک لولا تھا اور دو لنجے تھے اور بہرے تو سب کے سب تھے۔

کچھ دیر تک امت قادیانی اس عبرت خیز اور وحشت زا نظارہ کو دیکھ کر مبہوت و بے خود رہی ان کے دلوں کی اس وقت جو حالت تھی قلم میں طاقت نہیں کہ اس کا پورا اندازہ کر سکے اور زبان میں قدرت نہیں کہ اسے اچھی طرح ظاہر کر سکے بجلی کی سی سرعت کے ساتھ ہزاروں خیالات یکے بعد دیگرے ان کے دلوں میں دوڑ گئے قادیانی طرز استدلال نے اگرچہ سالہا سال کی مزاولت نے ان کی عقلوں کو کند اور ان کی فہم و ادراک کو مسخ کر رکھا تھا لیکن اس اٹل اور زبردست منطق کا کیا جواب تھا کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو خاصہ خاصان رسل ظاہر کرتا ہو اور جس کی خدا کی نظروں میں اتنی بڑی وقعت ہو کہ موسی اور عیسی اور محمد ﷺ تک تو بسا اوقات ڈانٹ دیئے جائیں لیکن اس کی ہمیشہ تعریفیں اور خوش آمدیں ہی ہوا کریں وہی شخص اس ذلت اور رسوائی کے ساتھ بحال تباہ نجاست میں لتھڑا ہوا گھورے کے ایک ناپاک ڈھیر پر پڑا ہے اس وقت مرزا قادیانی کی

تاویلیں اور واویلیں سب دہری رہ گئیں لوگوں کے دلوں میں شک وشبہ اور بداعتقادی کا ایک تلاطم بپا ہو گیا اور سب ایک ساتھ پکار اٹھے۔

یہ شقی ازلی جھوٹا ہے جسے ہم عیسی سمجھتے تھے وہ تو دجال نکلا شکر ہے کہ اس کی حقیقت ہم پر خدا نے وقت پر کھول دی ورنہ ہماری گردنوں میں تو ابدی لعنت کا طوق پڑ ہی چکا تھا۔ کوئی ضرورت نہیں ہم کو کسی مثیل مسیح یا رسول کی خاتم النبیین کی نبوت ہمارے لئے کافی ہے اور ان کا دین جو ہر طرح سے کامل و مکمل ہے ہماری ضروریات کا پورا کرنے والا ہے

نشهد ان لا اله الّا الله و نشهد ان محمداً عبده و رسوله و نعوذ بالله من کل همزة لمزة الذی جمع ماله و عدده

اس کے بعد لوگوں نے اپنا رخت سفر باندھا اور ہر ایک کے دل میں یہی خواہش موجزن تھی کہ اس مقام ضلالت سے جو سالہا سال تک اس کی گمراہی کا باعث بنا رہا ہے جہاں تک جلدی بن پڑے چل دے۔....

قادیانی طلسم کو ٹوٹے ہوئے ایک سال کا زمانہ گذر چکا ہے اور آج مرزا کے آسمان سے نازل ہونے کی پہلی سالگرہ یعنی یکم اپریل ۱۹۱۱ء کا دن ہے مسیح قادیانی اور اسکے ضلالت انتساب گروہ کا جو حشر ہوا وہ ایسا عبرت خیز ہے کہ آئندہ ایک عرصہ کے لئے مدعیان نبوت و ملتبسین رسالت کے حوصلوں کو خود ان کی جبلی ڈھٹائی اور یا بے جگری کیسی ہی بڑھی ہوئی کیوں نہ ہو پستکر دینے کے لئے کافی ہے حکیم الامت تو نزول المسیح کی مشہور و معروف تاریخ کے بعد ہی سے آنکھ پر انگلی رکھے ہوئے روپوش ہو گئے ہم نے سنا ہے کہ آج کل وہ بہ تبدیل ہیئت راجہ سر امر سنگھ بہادر کے پرائیویٹ دوا خانہ کے کمپونڈر ہیں لیکن معلوم نہیں یہ روایت کہاں تک صحیح ہے۔ مولوی محمد علی شیخ یعقوب علی اور مفتی محمد صاق کی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں اول الذکر دفتر پیسہ اخبار میں مترجمی کی خدمت پر مامور ہیں اگرچہ ان کے ترجمہ میں بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں جن کی اصلاح منشی محبوب عالم صاحب کے بھائی منشی عبدالعزیز صاحب کو کرنی پڑتی ہے تاہم مولوی صاحب موصوف کی قدردانی کی بدولت ... ماہوار کا بیز قرار مشاہرہ پاتے ہیں ثانی الذکر اخبار وطن کے مطبع پر پریس مین ہیں اور ثالث الذکر مطبع اہل حدیث کے پیچ کس ہیں۔ سب سے زیادہ افسوس ناک انجام مرزا صاحب کا ہوا یعنی آپ کا قلب الٹ گیا اور آپ لاہور کے دارالمجانین (پاگل خانہ) میں بھیج دیئے گئے۔ دارالمجانین (پاگل خانہ) کا جو حجرہ آپ کی سکونت کے لئے مقرر کیا گیا ہے اس میں ایک آئینہ بھی لگا ہوا ہے سنا گیا ہے کہ آپ اکثر اس کی سیر کیا کرتے ہیں اور یہ شعر گنگناتے ہیں:

چہرے سے ان کی کٹوا کر فلک نے
خدا جانے ہماری ناک کیا کی

خدا کی شان دیکھو کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب آج کل لاہور میں مامور ہیں اور دارالمجانین کے ساکنین کی دیکھ بھال انہیں سے متعلق ہے دارالمجانین میں مرزا صاحب مسیح کے نام سے مشہور ہیں کیونکہ مسیحیت کا خبط باوجود مسلوب الحواس ہونے کے ابھی تک سر پر سوا ہے۔ڈاکٹر عبدالحکیم خان جب ان کو دیکھنے آتے ہیں تو ان کی قوت حافظہ کو جو فتور دماغ کے باعث معطل ہے دفعتہً ایک زبردست تحریک پہنچتی ہے اور وہ ڈاکٹر صاحب کو پہچان کر پہلے تو ہزاروں صلواتیں سناتے ہیں اور پھر ڈھیکلی کرتے ہوتے ہوئے ان پر حملہ کرنے کو جھپٹے ہیں اور کہتے ہیں اب تو خوش ہوا ہوگا کہ تیری پیش گوئی پوری ہوگئی۔...

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جون ۱۹۰۷ء ص ۷۔۱۱)

یادر ہے کہ اس زخم کے باعث حکیم صاحب اپنی باقی ماندہ زندگی کم وبیش صاحب فراش ہی رہے۔ اور مارچ ۱۹۱۴ء میں ان کی موت کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا محمود احمد کو قادیانیوں کے بڑے گروپ کا سربراہ بنایا گیا۔

حکیم نورالدین کا خطبہ خلافت

مرزا غلام احمد قادیانی مئی ۱۹۰۸ء کے آخر میں جب وہ اپنی اہلیہ کے علاج معالجے اور تبدیلی آب وہوا کے لئے لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اپنی بے شمار پیش گوئیوں اور دعاوی کو نامکمل چھوڑ کر آناً فاناً جہان فانی سے چل بسے اور ان کے جانشین حکیم نورالدین کو ان تمام اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا اور ۱۴ جون ۱۹۰۸ء کو اپنے مریدوں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

حضرت مرزا کی وفات پر جن مشکلات کا ہمیں خیال ہوسکتا تھا کہ ہمارے سامنے ہوں گی ان کے علاوہ لاہور کے عوام کا وہ شور وغل تھا جس کا مجھے وہم وگمان بھی نہ تھا۔قریب تھا کہ وہ لوگ ہمیں گاڑی تک بھی نہ پہنچنے دیتے کہ معاً اللہ تعالیٰ نے ابر رحمت کی طرح پولیس ہمارے لئے بھیج دی اور گورنمنٹ کا دل سے شکریہ کرتے ہوئے ہم پلیٹ فارم پر آرام سے سوار ہو

گئے ۔اگر مرزا صاحب اپنے امن اور سامان اشاعت اور ہر طرح کے سکھوں کے باعث اس گورنمنٹ کے شکر گزار تھے اور قوم کو اطاعت کی تاکید کرتے گئے تو اس کی وفات نے از سر نو اس کی قوم کو امن پسند اور گورنمنٹ کا شکر گزار بنا دیا ۔ (وفاۃ مسیح موعود۔ ص۱۴)

اب میں ان حملوں کا ذکر کرتا ہوں جو ہم پر ہو چکے ہیں اور تمام حملوں میں زبر دست حملہ جس کو دشمن یقین کرتا ہے کہ اس سے ہم کو پاش پاش کر دے گا ، اور اس حملہ سے ثابت کرتا ہے کہ اس نے مرزا کو ہلاک کر دیا اور اس کا نام و نشان نہیں چھوڑا، وہ یہ حملہ ہے کہ میرزا صاحب قبل از وقت انتقال کر گئے ۔ اور ان کے الہامات کی رو سے جوان کی عمر چاہیے تھی اس میں سے چار پانچ برس تو ضروری ہی کم ہو گئے کیونکہ عمر کی نسبت اصل الہام یہ تھا:

تیری (غلام احمد کی) عمر اسّی (۸۰) برس کی ہوگی یا پانچ کم یا پانچ زیادہ۔ ....

(مرزا قادیانی کی عمر کم ہونے کے) اس اعتراض کے جو شیلے معترض ایڈیٹر اہل حدیث اور امرتسر کے نرم دل مرنج و مرنجان مرحوم و مغفور انسان عبد اللہ الغزنوی کی طرف تلمذ کا مدعی عبدالحق ہے ۔ہاں ایک امرتسری وکیل بھی ہیں جو ایک طرف تو ہمیں متانت و بردباری کی تعلیم دیتے ہیں اور دوسری طرف علماء کرام اور اپنے خطبائے عظام کو ہماری مخالفتمیں تیز قلمیں اٹھانے کی ترغیب دیتے ہوئے ہمیں اور ہمارے امام کو جتنا برا کہنا اس کی کاروائی میں جس قدر زور لگانا اس کو مناسب تھا اس سے بہت زیادہ زور لگایا۔...

مرزا صاحب کی کیا عمر تھی جب آپ کا انتقال ہوا؟ اس کے لئے میں کوشش کر رہا ہوں کہ پتہ لگے ۔مرزا سلطان احمد نے تولّد کا سنہ ۳۶، ۳۷ بتایا ہے ۔پس اس سمشی حساب سے آپ کی عمر قمری حساب میں چوہتر پچھتر ہوتی ہے اور کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔اور حضرت (مرزا قادیانی) نے نصرۃ الحق میں قریباً یہی لکھا ہے ۔مگر قبل از اطلاع تام اگر مان لیں کہ آپ نے کچھ عمر کم پائی ہے تو اڈیٹر اہل حدیث اور عبدالحق کا علاج ایک حدیث شریف کے نسخہ سے شروع کرتا ہوں ....(وفاۃ مسیح موعود۔ص۱۴۔۱۶)

(اس کے بعد ایک حدیث نقل کر کے حکیم صاحب کہتے ہیں) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک عظیم الشان انسان (آدم) کی عمر سے چالیس برس کم ہو گئے اور ہمارے مرزا جی کو، میں آج نہیں کہتا، براہین احمدیہ کے لکھتے وقت یا آدم اسکن انت و زوجك الجنّة کا الہام ہو چکا تھا اور اسے آدم کہا گیا۔ پھر اگر یہاں مانا جاوے کہ چار پانچ برس کی کمی ہوئی، اگرچہ واقع میں کمی نہیں ہوئی، تو آپ لوگوں نے کیوں حسن ظن سے کام نہ لیا؟

(کتاب مذکور۔ص ۱۶۔۱۷)

(پھر حکیم صاحب کہتے ہیں) ایک لڑکی (محمدی بیگم بنت احمد بیگ) کے متعلق کہ اس سے آپ (مرزا غلام احمد) کی شادی ہوگی؛ اور ایک عورت (محمدی بیگم زوجہ منظور محمد) سے زلازل کے پہلے ایک لڑکا (عالم کباب) ہوگا؛ اور پانچویں اولاد (مبارک احمد کی موت کے بعد اس کی مثل ایک اور لڑکے) کی بشارت۔

(ان) پر جو اعتراض ہیں ان کا للہ و باللہ قرآنی جواب یہ ہے کہ کتب سماویہ کا طرز ہے کہ مخاطب گا ہے خود مخاطب ہی مراد ہوتا ہے، اور گا ہے وہ اور اس کا جانشین اور اس کی اولاد بلکہ اس کا مثیل مراد ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالی زمانہ نبوی میں فرماتا ہے: اقیموا الصلوة و آتوا الزّکوة ۔ اس حکم الہی میں خود مخاطب اور ان کے مابعد کے لوگ شامل ہیں جو ان مخاطبین کی مثل ہیں۔ اور جعلکم ملوکاً میں مخاطب تو مراد ہی نہیں مگر اور ان کے پس ماندوں میں سے بھی بعض مراد ہیں کیونکہ بنی اسرائیل اس خطاب کے وقت بادشاہ نہ تھے۔ (وفاۃ مسیح موعود۔ص ۲۰۔۲۱)

جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد، مخاطب کے جانشین اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی یا اس لڑکی کی لڑکی، کیا داخل نہیں ہو سکتی؟ اور کیا آپ کے علم الفرائض میں بنات البنات کو حکم بنات نہیں مل سکتا؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں؟ میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت (مرزا قادیانی) کی وفات ہو جاوے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آوے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آ سکتا، پھر یہی وجہ بیان کی۔

..اسی طرح مبارک احمد کے بدلہ میں اگر اللہ تعالی اس کا نعم البدل عطا کرے جس کا ہم کو یقین ہے ...اور جس دن پانچواں مبارک احمد کا بدلہ دنیا میں آیا (یعنی مرزا کے بیٹے کے ہاں بیٹا پیدا ہوگیا)، اور علم فرائض کے موافق و لابن الابن حکم الابن موجود ہے تو آپ لوگ کیا کریں گے ۔پس یہ تمام پیش گوئیاں اگر بظاہر منسوخ ہوں تو ہمیں حرج نہیں اور اگر اپنے شرعی رنگ میں اللہ تعالی سے پوری ہوئیں اور ہوں گی تو تم کیسے خطرہ میں ہو۔ (وفاۃ مسیح موعود ۔ص ۲۳)

(مرزا غلام احمد قادیانی کی) کم عمری کا اعتراض ہمارے زیر نظر ہے ۔مگر اس ملک پنجاب میں خاص گاؤں میں جو افراتفری سکھوں کے عہد میں آئی ہے اس سے اور جو خاندانوں اور شرفاء میں تکالیف پڑی اور ان کا ذکر حضرت مہدی نے اپنی تصانیف میں بھی مفصل فرمایا ہے ۔ایسے وقتوں میں گاؤں کے لوگوں میں تاریخ تولد کا پتہ لگنا ایک مشکل کام ضرور ہے اور الٰہی مصلحت بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسی میں ہے تاکہ دشمن ذرا ٹھٹھا کر لے ۔اسی لئے ہمیشہ حضرت مرزا صاحب نے تخمیناً سے اس معاملہ میں کام لیا ہے ۔اظہاروں (عدالتی بیانات) میں بھی آخر تخمیناً ہی کام لینا پڑا ۔اس واسطے کسی قدر اختلاف ہوا ۔اور نصرۃ الحق کے صفحہ ۹۷ میں ارقام فرماتے ہیں:

اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں ۔

اور صفحہ ۱۹۳ میں ارقام فرمایا ہے:

عمر کا اصل اندازہ تو خدا کو معلوم ہے مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے اب اس وقت تک جو ۱۳۲۳ھ ہے میری عمر ستّر کے قریب ہے ۔واللہ اعلم ۔

اسکو ایک عقل مند غور سے دیکھے ۔ خطبہ حکیم نورالدین ۱۴جون ۱۹۰۸ء ۔

(خطبات نورالدین ۔ص ۲۴)

یہ تو جیہات و دلائل قادیانیوں کے سربراہ کے ہیں ۔اور یہ ظاہر ہے کہ اگر ۱۳۲۳ھ میں مرزا صاحب کی عمر ۷۰ برس نہیں ہوئی بلکہ ۷۰ سال کے قریب

تھی، تو اس کے دو سال بعد ۱۳۲۵ھ میں (بوقت وفات) مرزا صاحب کی عمر ۷۲ سال نہیں بلکہ ۷۲ کے قریب ہونی چاہیے۔ اور پیش گوئی تو چوہتر سال سے زیادہ عمر ہونے کی تھی۔

اور جس حدیث سے دفاع کیا ہے اس میں تو حضرت آدمؑ کی عمر ۴۰ سال کم ہونے کا ذکر ہے اور یہاں حکیم صاحب نے مرزا کو آدمؑ کی مثل بتایا ہے تو مرزا کی عمر بھی چالیس سال کم ہونی چاہیے۔

غرض یہ تقریر حکیم صاحب کی بے بسی کا مظہر ہے اور ایسی تاویلات کی گئی ہیں جن کا کوئی وزن نہیں ہوسکتا۔

باپ کا بیٹا وارث تو ہوتا ہے اور پوتا بھی مثیل ہوسکتا ہے لیکن بیٹا، باپ کی بیوی سے شادی نہیں کرسکتا۔ یہاں محمدی بیگم کی شادی آسمان پر مرزا صاحب سے ہوچکی تھی، زمین پر اس کے ہونے کا انتظار تھا۔ اور اس تقریر کے بعد بھی مرزا صاحب کے کسی بیٹے کی شادی محمدی بیگم یا اس کی کسی بیٹی سے نہیں ہوئی۔ اور حکیم صاحب کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ۱۹۰۸ء تک یہ پیش گوئی منسوخ نہیں ہوئی تھی۔ اور مرزا قادیانی کی زندگی کے آخر میں جب سب کو اس بات کا امکان نظر آنے لگا تھا کہ اب یہ شادی شائد نہ ہو، اس وقت بھی حکیم نوردین نے یہ نہیں کہا، نہ مرزا قادیانی نے کہا، کہ یہ پیش گوئی منسوخ ہوچکی ہے۔

اور حکیم صاحب کا مرزا محمود احمد کو یہ کہنا:

شادی نہ ہونیکی صورت میں بھی مرزا صاحب سے اسکی عقیدت کم نہ ہوگی، دراصل ختم اللّٰہ علی قلوبھم کی مثال اور مرزا کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔ مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ یہ کام (محمدی بیگم سے ان کی شادی) نہ ہو تو مجھے جھوٹا کذاب دجال سمجھا جائے، بدتر سے بدتر سمجھا جائے وغیرہ (دیکھو انجام آتھم ضمیمہ)۔ اور حکیم نورالدین صاحب اپنے پیر کی بات نہیں مانتے بلکہ مرزا محمود احمد کو کہتے ہیں کہ تم تیار رہو، کیا معلوم محمدی بیگم کی بیٹی تمہارے نکاح میں آجائے۔

مرزا کے پانچویں بیٹے (مثل مبارک احمد) کے پیدا نہ ہونے کی کوئی توجیہہ حکیم صاحب نہیں کر سکے۔ اور محمدی بیگم زوجہ منظور محمد کے بطن سے عالم کباب کے پیدا ہونیوالی پیش گوئی کی طرف تو حکیم صاحب نے کوئی توجہ ہی نہیں دی۔ زلازل سے پہلے اس عورت کے ہاں بیٹا پیدا ہونے والی پیش گوئی کا یہ جواب دینا کہ اس کی بیٹی یا پوتی کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا، تو پیش گوئی پوری ہو جائے گی، کیوں کر پیش گوئی کو درست کر سکتا ہے کیونکہ یہاں مسئلہ یہ ہے کہ مرزا صاحب تو مر چکے اور عالم کباب نامی بیٹے نے مرزا کی زندگی میں پیدا ہونا تھا اور اس خاص عورت، محمدی بیگم زوجہ منظور محمد، کے بطن سے۔ اگر مرزا کی کسی آئندہ پشت کی زندگی میں اس عورت کی کسی آئندہ پشت میں کسی بیٹے کی پیدائش کی پیش گوئی ہے تو یہ کیا پیش گوئی ہوئی؟

مرزا صاحب کی عمر کے بارے میں تو حکیم صاحب نے تسلیم کر لیا یہ معاملہ ابھی ان کے ہاں زیر تفتیش ہے، طے نہیں ہوا۔ اور یہ کہ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ مرزا کی عمر ۷۵ سے ۸۵ کے درمیان ہوئی ہو۔

حکیم نور الدین اور جماعت لاہور

حکیم مولوی نور الدین نے احمدیہ بلڈنگس لاہور کی مسجد میں ۱۹۱۲ء میں تقریر کے دوران نہایت جلالی رنگ میں فرمایا:

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے...

اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں تم ان سے بچو پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رداء کو مجھ سے چھین لے۔

اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت حق کس کا ہے؟ ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے جو میرے آقا اور محسن کا بیٹا ہے پھر دامادی کے لحاظ سے نواب محمد علی کو کہدیں، پھر خسر کی حیثیت سے ناصر نواب صاحب کا حق ہے یا ام المومنین کا حق ہے جو حضرت صاحب کی بیوی ہیں یہی لوگ ہیں جو خلافت کے حق دار ہو سکتے ہیں مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ خلافت کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا حق کسی اور نے لے لیا ہے وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ سب کے سب میرے فرمان بردار اور وفا دار ہیں اور انہوں نے اپنا دعوی ان کے سامنے پیش نہیں کیا...مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمان برداری میرا پیارا محمود بشیر شریف نواب ناصر، نواب محمد علی خان کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔

میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں ان کو خدا کی رضا کے لئے محبت ہے بیوی صاحبہ کے منہ سے بیسیوں مرتبہ میں نے سنا ہے کہ میں تو آپ کی لونڈی ہوں..(حکیم نورالدین، نصرت جہان کو ام المومنین نہیں مانتے تھے ۔ جیسا کہ بدر میں منقول ہے: لفظ ام المومنین کا غلط استعمال: فرمایا(نورالدین صاحب نے) کسی شخص نے میری بیوی کو ام المومنین لکھا ہے ۔ مجھے یہ ناگوار ہے ۔ ہمارے دوستوں کو سوچ سمجھ کر لفظ بولنا چاہیے میری بیوی تمہاری ماں نہیں ۔ ہاں پیغمبر خدا ﷺ کی بیوی کو اللہ تعالی نے مومنون کی ماں فرمایا ہے ، دوسروں کو ماں نہیں کہا۔ ہاں ان معنوں میں ہوسکتا ہے کہ خدا تعالی ہمارے بچوں کو ایمان دار بنائے ، اور ان کی ماں ان مومنین کی ام ہے ۔ بدر ۲۳ نومبر ۱۹۱۱ء ص ۵)۔میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ وہ سچا فرمان بردار ہے ۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرمان بردار نہیں مگر نہیں میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمان بردار ہے اور ایسا فرمان بردار کہ تم (میں سے) ایک بھی نہیں ۔جس طرح علی فاطمہ عباس نے ابوبکر کی بیعت کی تھی اس سے بھی بڑھ کر مرزا صاحب کے خاندان نے میری فرمان برداری کی ہے اور ایک ایک ان میں سے مجھ پر فدا ہے کہ مجھے کبھی وہم بھی نہیں آ سکتا کہ میرے متعلق انہیں کوئی وہم آتا ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے ہاتھ سے جسکو حق دار

سمجھا خلیفہ بنا دیا جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے فرشتے بن کر اطاعت وفرمان برداری اختیار کرو ابلیس نہ بنو۔

(اخبار بدر قادیان۔۴ جولائی ۱۹۱۲ء) (مرقاہ الیقین نئی ص ۷۔۸)

شیخ الاسلام بٹالویؒ اور حکیم نورالدین کا مباحثہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ، اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ نمبر ایک میں لکھتے ہیں:

اب ہم وہ گفتگو نقل کرتے ہیں جو ہم میں اور خیالی مسیح (مرزا قادیانی) کے ایک فرضی حواری میں ہوئی ہے۔ اس کے بعد وہ گفتگو نقل کریں گے جو خیالی مسیح سے دوبارہ ہوئی۔ اس کے بعد اس سب گفتگو کے نتائج بیان کریں گے جن سے ناظرین اور منصفین کو پورا یقین ہوگا کہ آپ اور آپکے حواریوں کے سبھی دعاوی اور مقالات مغالطات پر مبنی ہیں۔

فرضی حواری سے ہمارے پرانے دوست مولوی حکیم نورالدین ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور مقیم و ملازم ریاست جموں مراد ہیں۔ وہ اپنے احباب کے سامنے اپنے حواری ہونے کا دعوی کر چکے ہیں ان کے اس ادعاء پر ہم نے ان کو فرضی حواری کہا ہے۔ آپ کے نام ہم نے ایک خط لکھا تھا جس کی نقل ذیل میں معروض ہے:

☆ لاہور۔۱۰ فروری ۱۸۹۱ء۔

محبی مولوی نورالدین صاحب السلام علیکم

اس کارسپانڈنس (correspondence) (یعنی خط وکتابت مرزا صاحب) کی نقل اس غرض سے آپ کے پاس بھیجی گئی ہے کہ آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہیں۔ میں مستعد ہوں کہ مرزا صاحب کے دعوی کی تغلیط کروں۔ آپ ہمیشہ اور لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں، مگر میں نے ایک دفعہ مرزا صاحب کی بابت آپ کو کچھ کہا تو آپ ناخوش ہو گئے (میں نے آپ کو صرف اس قدر کہا تھا کہ آپ قادیان گئے تھے، مرزا صاحب کو اتمام کتاب براہین احمدیہ کیلئے کیوں نہ کہا۔ آپ نے

جواب میں فرمایا کہ میں ان کی شان کو اس سے ارفع جانتا ہوں کہ ان کو ایسا کہوں ۔ میں نے کہا اس میں کوئی گستاخی یا بے ادبی نہیں ہے، یہ تو صرف ایک نصیحت ہے ۔ جس پر آپ خفا ہو گئے ۔ اس کے بعد آپ ایک دفعہ لاہور تشریف لائے تو اپنی عادت قدیم مہربانی کے مطابق مجھے نہ ملے ۔ اور اس کی وجہ میرے بھائی صاحب کے پاس یہ بیان کی کہ ہم ان کے پاس استفادہ کے لئے جاتے ہیں مگر وہ ہمارے پیر کی بدگوئی کرتے ہیں جس سے رنج پہنچتا ہے اور بجائے فائدہ نقصان حاصل ہوتا ہے ۔ اسی نظر سے ہم نے اس خط میں لکھا تھا کہ حوصلہ ہو تو آیئے ۔ یعنی اپنے پیر مرزا پر اعتراض سننے کا حوصلہ ہے تو آیئے) ۔ اب بھی وہی حال ہے تو خیر، اور اگر ان کی بابت کچھ کہنے سننے کا حوصلہ ہے تو بہتر ہے لاہور میں تشریف لاویں اور ان کے معاملے میں گفتگو کریں ۔ توضیح مرام اور ازالۃ الاوہام سے اس دعوی کی تصحیح نہ ہوگی ۔ آپ سے کچھ ہوسکتا ہے تو کریں ۔ ابھی وقت ہے ۔ اب کی دفعہ لاہور میں آپ سے ملا تو جو کچھ آپ نے مجھ سے اور میں نے آپ سے ان کے باب میں کہا (یعنی مرزا صاحب کے باب میں اس استفسار کی وجہ یہ ہے کہ سیالکوٹ کے بعض علماء اور حکیم جی کے دوستوں سے میں نے سنا تھا کہ حکیم جی نے ان لوگوں کے پاس بیان کیا تھا کہ مولوی محمد حسین مجھے اب کی دفعہ لاہور میں ملے تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب کو آپ دیوانہ جانتے ہیں ۔ انہوں نے کہا نہیں ۔ پھر میں نے کہا جھوٹا جانتے ہیں ۔ انہوں نے کہا نہیں ۔ پھر میں نے کہا کہ اس دعوی مسیحیت کو کیوں نہیں مانتے ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں صرف یہی عذر ہے کہ وہ موعود مسیح نہیں ہو سکتے ۔ ، اور چونکہ یہ بات خلاف واقعہ تھی ، اور میں نے ان سے بجز ، اسکے کہ مرزا صاحب کو میری طرف سے یہ پیام پہنچا دیں کہ ، آپ مسیح موعود کیونکر ہو سکتے ہیں؟ مرزا صاحب کے متعلق اور کچھ نہ کہا تھا ۔ اس لئے یہ استفسار کیا تھا ۔ میرے اس استفسار کا جواب آپ نے اسی وجہ سے نہ دیا کہ آپ کا بیان خلاف واقعہ تھا ۔ اس سے انکار کریں گے تو اس کی تفصیل ہم قلم میں لائیں گے)، اس کو بعینہ یا اس کا مضمون نقل کریں ۔ مجھے اس سے ایک مطلب نکالنا ہے ۔

محمد حسین

اس خط کا جواب جو حکیم نورالدین صاحب نے دیا، ذیل میں منقول ہے:

مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ جناب والا کو خاکسار بہت مدت

سے مرزا جی کے خلاف پر مستعد یقین کرتا ہے۔ جناب سورج کے سامنے نجوم کے شعاع کو کون دیکھتا ہے۔ ابھی مرزا زندہ ہیں۔ میں آپ کے دعاوی اور علم سے ناواقف نہیں۔ اور یہ امراب پبلک کے سامنے آ گیا ہے۔ اب پرائیویٹ خط و کتابت بند کیجئے۔ میں لوگوں سے مباحثہ کرونگا۔ مجھے ختیار ہے۔ مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عقائد کی اصلاح کروں۔ اس سے زیادہ میں اس لئے نہیں لکھتا کہ میں آپ سے مایوس ہوں

(آپ کے پیر جی تو مایوس نہیں ہیں۔ وہ اب تک مجھ سے مباحثہ کرنے کا دم مار رہے ہیں، اور اپنے خط نمبری ۵ منقولہ ص ۱۷۲ جلد ۱۲۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ میں اپنے تمام مخاطبین ومخاصمین سے اسی خاکسار کو گفتگو کیلئے منتخب کر چکے ہیں۔ آپ کیسے ان کے بااخلاص مرید ہیں کہ آپ مایوس ہو بیٹھے۔ حضرت حکیم صاحب آپ مایوس نہیں خائف ہیں۔ اور آپ یقیناً جانتے ہیں کہ گفتگو سے آپ عہدہ برآ نہ ہوسکیں۔ مسئلہ نسخ بعض آیات قرآن کے مباحثہ کے دن اور اشاعۃ السنہ کے مضامین جن کی ثنا میں آپ ہمیشہ سے رطب اللسان رہے ہیں، چنانچہ آپ کے خطوط شاہد عدل موجود ہیں، آپ بھول نہ گئے ہوں گے) نورالدین۔۳، پھاگن

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

اس خط کی تحریر سے حکیم صاحب نے تو مباحثہ کو ختم کیا۔ اور یہ جان لیا تھا کہ چلو چھٹی ہوئی، اس بلا سے جان بچی۔ مگر خدا نے نہ چاہا کہ اس سے ان کو بچاوے اور انکے انکار کا عجز پر مبنی ہونا چھپا رہنے دے، لہذا حق تعالی نے حافظ محمد یوسف ضلعدار انہار کے دل میں اس خیال کا القاء کیا کہ جس طرح ہو سکے جانبین کو ایک جگہ جمع کریں اور ان کی باہم گفتگو کرا دیں۔ پس پہلے تو حافظ صاحب بہمراہی منشی عبد الحق، حکیم صاحب کے پاس جموں پہنچے۔ مگر وہاں سے واپس آئے تو مایوسی کے مظہر ہوئے۔ پھر جب حکیم صاحب بہ شمولیت راجگان جموں، لاہور میں آئے تو اس وقت حافظ صاحب لاہور میں نہ تھے۔ اس وجہ سے حکیم صاحب ہمارے قابو میں نہ آئے (ہر چند اور لوگوں کے ذریعہ ہم طالب مباحثہ ہوئے) اور حکیم صاحب اپنے مسیح کے پاس لودھانہ جا پہنچے۔ ۱۲۔ اپریل کو مولوی فضل الدین ساکن گجرات لودہانہ سے آ کر خاکسار کو لاہور میں ملے تو

مظہر ہوئے کہ آپ کے مقابلہ اور مباحثہ کیلئے مرزا صاحب تیاری کر رہے ہیں ۔کل مولوی نورالدین اور ان کے ایک شاگرد کو روانہ کریں گے ۔۱۳، تاریخ اپریل کو حافظ محمد یوسف بھی لاہور پہنچ گئے اور ادھر سے حکیم صاحب رونق افروز لاہور ہو کر منشی امیر الدین کے مکان پر فروکش ہوئے ۔ رات کے دس بجے منشی امیر الدین کے بھائی حاجی محمد دین ، حافظ جی کا یہ پیغام لائے کہ حکیم صاحب تشریف لے آئے ہیں آپ صبح آویں اور ان سے گفتگو کریں ۔ میں نے ان کے پیغام کا جواب یہ دیا کہ میں گفتگو کیلئے تب آؤنگا جب حکیم صاحب کا دستخطی رقعہ متضمن درخواست مباحثہ پاؤنگا کیونکہ وہ اپنے خط میں گفتگو سے انکار کر چکے ہیں ۔ لہذا اگر میں بلا درخواست پہنچا تو وہ کہیں گے ہم تو مباحثہ سے انکار کر چکے ہیں پھر آپ کیوں آئے ۔

حاجی صاحب میرے جواب سے آشفتہ خاطر ہوئے اور یہ مضمون زبان پر لائے کہ آپ نہ آئیں گے تو وہ لوگ (مسیحائی پارٹی) ہم لوگوں کو (جو آپ کے ہم خیال ہیں) گریز کی طرف منسوب کریں گے ۔ اور اس بات کے مظہر ہوئے کہ حکیم صاحب اس مضمون کا رقعہ نہ لکھیں گے ۔ اس پر میں نے کہا حکیم صاحب نہ لکھیں تو یہ بات حافظ صاحب تحریر کر کے میرے پاس بھیج دیں کہ حکیم صاحب آپ کے نام رقعہ لکھنے سے انکار کرتے ہیں ، مگر ہم لوگ آپ کو ان سے گفتگو کیلئے بلاتے ہیں ۔ یہ جواب لے کر حاجی صاحب خفگی کے ساتھ واپس ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد میاں رجب دین کو لے کر میرے پاس آئے اور حافظ جی کا وہی پیام لائے ۔ میں نے اس کے جواب میں پھر وہی بات کہی ۔ مگر میاں رجب الدین نے میرے اس جواب کی مخالفت میں بہت زور دیا اور یہ کہا کہ اگر آپ نہ آئے تو ہم لوگوں پر گریز کا الزام قائم ہو جائے گا ۔ اور جب خط کا ذکر آیا تو انہوں نے ایک خط بھی حافظ صاحب کا جیب سے نکال کر پیش کیا (جس کا مضمون غالباً وہی تھا جو اڈیٹر پنجاب گزٹ نے اپنے پرچہ ۲۵ ۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں مشتہر کیا ہے) مگر چونکہ اس خط کا مضمون وہ نہ تھا جو میرا مطلوب تھا ، بلکہ وہ مضمونِ مطلوب اور قاصدوں کے زبانی پیام کے مخالف تھا ، لہذا میں نے اس خط کو پڑھ کر واپس کیا اور اسکے ساتھ خوش طبعی سے یہ بھی کہا کہ اس خط کو آپ یا حافظ صاحب شہد لگا کر چاٹ لیں ۔ اس پر بھی میاں رجب دین نے اپنی بات پر اصرار نہ چھوڑا ۔ آخر میں نے ان کے اصرار پر صبح کو

مجلس میں حاضر ہونا قبول کیا۔

صبح کو پھر میاں رجب دین اور ان کے بعد میاں محمد چٹو میرے بلانے کو آئے۔ میں ان کے ہمراہ صبح کے ساڑھے چھ بجے منشی امیر دین صاحب کے مکان پر پہنچا تو وہاں بڑا مجمع پایا جو میرے پہنچنے کے بعد اور زیادہ ہو گیا تھا۔ اس مجمع کے ارکان (سابق اور لاحق) سے خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر یہ اصحاب واحباب ہیں۔ مولوی عبد الرحمٰن خلف الرشید مولوی محمد بن بارک اللہ، مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور، فقیر سید جمال الدین جج عدالت خفیفہ لاہور، مولوی عبدالعزیز رکن انجمن حمایت اسلام وملازم سررشتہ تعلیم پنجاب، وغیرہ۔

خاکسار (محمد حسین بٹالوی) مجلس میں پہنچا تو بعد سلام ومزاج پرسی حضار سب سے پہلے جو کلمہ زبان پر لایا وہ یہ تھا کہ: حافظ (یوسف) صاحب آپ نے جو مجھے بلایا ہے تو کس غرض سے بلایا ہے؟ حافظ صاحب نے فرمایا کہ: اس غرض سے بلایا ہے کہ آپ مرزا صاحب کے متعلق حکیم صاحب سے گفتگو کریں۔ اس کلمہ (یا جو اس کے ہم معنی ہو) کے سوا حافظ صاحب نے اس وقت ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا۔ نہ مجھے کچھ کہا نہ حکیم (نورالدین) صاحب سے۔ پھر خاکسار نے حکیم صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے مولوی فضل الدین کی زبانی سنا ہے کہ آپ لودہانہ سے مجھ سے مباحثہ کرنے کو تشریف لائے ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ یہ بات غلط ہے (ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ حکیم صاحب کا بیان غلط ہے یا مولوی فضل الدین کا۔ اس سے ہم کو کچھ بحث نہیں۔ حکیم (نور الدین) صاحب نے آخر حافظ یوسف کے حکم سے بحث کرنا قبول کر لیا، یہی ہمارے اس مدعا کیلئے کہ حکیم صاحب سے ہمارا مباحثہ ہوا، کافی ہے) مگر میں حافظ محمد یوسف کے حکم میں ہوں۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں تو اب میں گفتگو کو حاضر ہوں۔

پھر خاکسار (محمد حسین) نے کہا کہ قبل از بحث مقصود چند اصول آپ سے تسلیم کرانا چاہتا ہوں، کیونکہ بحث سے پہلے یہ اصول طے ہو جائیں گے تو اثناء بحث میں دلائل کے ردّ وقبول میں اختلاف نہ ہوگا۔ انہی اصول موضوعہ مسلّمہ کو دلائل میں پیش کیا جائے گا۔ حکیم نورالدین صاحب نے اس امر کو منظور کیا اور حسب ذیل سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

۱۔محمد حسین : کتاب وسنت اتفاقی حجج شرعیہ ہیں (قرآن وحدیث کے شرعی دلائل ہونے میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں گو اجماع وقیاس کے دلیل شرعی ہونے میں بعض علماء کا اختلاف ہے)

حکیم (نورالدین) صاحب نے فرمایا: مسلّم ہے۔

۲۔محمد حسین : سنت سے وہ اقوال وافعال (لائق اقتداء) (یہ اسلئے کہا گیا ہے کہ بعض افعال آنحضرتﷺ کے آپﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ امت کو ان کی پیروی جائز نہیں، جیسے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح) وتقریرات نبویہ (تقریر سے وہ فعل یا قول مراد ہے جو آنحضرتﷺ کے سامنے کسی نے کیا یا کہا۔ اور آنحضرتﷺ نے اس سے منع نہ کیا) مراد ہیں جو کتب حدیث میں مروی ہیں۔

حکیم صاحب : مسلّم ہے۔

۳۔محمد حسین : کتب حدیث سے صحیحین بلا وقفہ ونظر سنت نبویہ کی مثبت وشاہد ہیں۔

حکیم صاحب : صحیحین کو میں بہت معتبر سمجھتا ہوں۔ بخاری کو اقدم جانتا ہوں۔

۴۔محمد حسین : اس تفاوت اور تقدیم مرتبہ بخاری کا اثر یہی ہوگا کہ عندالتعارض بخاری کی حدیث مقدم ہوگی۔ اور جو حدیث مسلم کی بخاری کے معارض نہ ہو وہ بھی بخاری کی طرح بلا وقفہ تسلیم کی جاوے گی۔

حکیم (نورالدین) صاحب : مسلّم ہے۔

۵۔محمد حسین : ان دو کتابوں میں جرح مدفوع ہے (یعنی ان کتب کی احادیث پر جو اعتراض کئے گئے ہیں، ان کو بعض محدثین نے اٹھا دیا ہے۔ اب ان کتب کی احادیث پر کسی کا اعتراض سنا نہیں جائے گا) اور ان کتابوں کی کسی حدیث کی توہین یا ردّ اہل بدعت کی شان ہے۔

حکیم صاحب۔: مسلّم ہے۔

۶۔محمد حسین : آپ اپنی رائے سے جرح وتعدیل احادیث غیر صحیحین کا منصب رکھتے ہیں۔

حکیم نورالدین صاحب : نہیں۔

۷۔محمد حسین : حدیث کی روایت اور راوی کی رائے میں فرق ظاہر ہے (روایت وہ ہے جس کو راوی آنحضرتﷺ سے نقل کرتا ہے۔ رائے وہ بات ہے جو وہ اپنی سمجھ اور فکر سے کہتا ہے)

حکیم نورالدین صاحب : مسلّم ہے۔

۸۔محمد حسین : الفاظ کتاب اللہ اور حدیث کو ظاہر معنی پر حمل کرنا واجب ہے اور ان کی

تاویل بلامانع قوی اور حجت قطعی جائز نہیں کیونکہ یہ تاویل لغت اور شرع سے امان کی رافع ہے (یعنی اگر لفظ کے ظاہری معنی بلا وجہ ترک کر کے اس کے تاویلی معنی مراد لینا جائز کہے جائیں تو نہ شرع کا اعتبار رہتا ہے نہ عام بول چال کا۔ اور ہر شخص کو اختیار ہو جاتا ہے کہ جس لفظ کے جو معنے چاہے مراد لے۔ مثلاً لفظ صلوۃ یا نماز سے اپنی خواہش نفسانی کو روکنا مراد لے، اور معمولی نماز چھوڑ بیٹھے۔ اور لفظ پانی سے پیشاب مراد قرار دے اور لفظ روپئہ سے کوڑی مراد ٹھہرا لے۔ و بناء علیہ کوئی پانی مانگے تو پیشاب کر دے اور ہزار روپئہ کا اقرار کر کے یہ کہدے کہ ہم نے ایک ہزار کوڑی دینے کا اقرار کیا تھا)

﴿حکیم نورالدین صاحب: رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور قرآن شریف کے کلمات طیبات ایسے معاملات میں جو عملی طور پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو کر کے دکھا دیا ہے، یا صحابہ کے زمانہ میں بلاانکار انہوں نے عمل میں لا کر دکھا دیا ہے انکے وہی معنے ہیں جو تعامل سے ثابت ہوئے۔ باقی پیشگوئیوں یا اخبار میں ایسا کوئی مجازی استعارہ لینا قوی دلیل سے ممکن ہے۔ (حکیم صاحب نے شروع تقریر میں تو ظاہری معنی مراد لینے کے لئے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کے عمل کو شرط ٹھہرایا، جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ جو اقوال نبوی اور آیات قرآنیہ عقائد کے متعلق ہیں یا وہ اخبار و پیشین گوئیوں کے متعلق ہیں، ان کے ظاہری معنی مراد لینا ضروری نہیں، ان میں جو تاویل کوئی چاہے کر سکتا ہے، مگر آخر تقریر میں آپ نے اس شرط عمل کو اٹھا دیا اور صاف فرما دیا کہ پیش گوئیوں کے متضمن اخبار و آیات میں بھی، کوئی مجازی استعارہ مراد لینا قوی دلیل سے ممکن ہے جس کا صاف یہ مفہوم ہے کہ اگر اس استعارہ کے مراد ہونے پر قوی دلیل نہ ہو تو معنی حقیقی، جو ظاہری معنی ہیں، چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں ہیں۔ ہم نے اس وقت حکیم صاحب کو اس اضطراب و تخالف کا الزام نہ دیا اور ان کی شروع تقریر کا کچھ لحاظ نہ کیا صرف ان کی تقریر کا آخری حصہ سے اپنا کام نکال لیا)

﴿محمد حسین: آپ کی تقریر سے یہ سمجھ میں آیا ہے کہ جن الفاظ نبوی یا کلمات قرآنی کے معنی عمل نبوی سے مفہوم نہ ہوئے ہوں ان الفاظ کے معنی لغوی میں تاویل جائز ہے اگر دلیل قوی ہو۔ اس کا لازمہ یہ ہے کہ اگر اس تاویل پر کوئی دلیل نہ ہو تو وہ تاویل بھی ویسی ہی ناجائز ہے جیسے کہ عملی معنوں میں تاویل ناجائز ہے۔

﴿حکیم نورالدین صاحب: بہر حال یہ میرا مسلّم ہے۔

﴿۹۔ محمد حسین: حقیقت مجاز سے مقدم ہے۔ اور حقیقت کی علامات یہ ہیں۔ ۱۔ معنی کا متبادر ہونا (معنی کا قریب الفہم ہونا) ۔۲۔ ایک امر جائز پر اس لفظ کا اطلاق (اطلاق جائز، ایک

چیز پر ایسا لفظ بولنا جو بحکم عرف یا لغت اس پر بولا جا سکے جیسے زید کو انسان)۔۳۔اس کے نفی کی عدم صحت (یعنی نفی کا صحیح نہ ہونا جیسے زید کے تئیں یہ کہنا کہ وہ انسان نہیں ہے، جو صحیح نہیں ہے)

علامات مجاز اس کے مخالف یہ ہیں: ۱۔قرینہ کا وجود۔۲۔امر محال پر لفظ کا اطلاق۔۳۔ نفی کی صحت

❁حکیم نور الدین: مجھے کچھ معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے یہ اصطلاح سلف صالحین سے کہاں سے لی ہے

(حکیم صاحب کے اس جواب کا یہ مطلب ہے کہ جو اصطلاح سلف صالحین صحابہ وتابعین سے منقول نہیں وہ لائق قبول و اعتبار نہیں ہے۔ان کے اس جواب کو سن کر خاکسار کے علاوہ علماء حاضرین مجلس، مولوی محمد عبد اللہ و مولوی عبدالرحمٰن لکھوی، بھی حکیم صاحب پر معترض ہوئے۔ان کے اعتراض اسی وجہ سے قلم بند نہ ہوئے تھے کہ وہ حکیم صاحب سے مباحثہ و مناظرہ کرنے والے نہ تھے۔ہوتے تو وہ اعتراض بھی قلم بند ہو جاتے۔ ان اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ پچھلی اصطلاحات علمیہ کا سلف صالحین صحابہ و تابعین سے منقول ہونا شرط قبولیت و اعتبار ہے تو آپ ہی، حکیم صاحب، اصطلاحات اصول حدیث، مرفوع، موقوف وغیرہ، یا اصطلاحات نحویہ مثلاً فاعل مرفوع ہوتا ہے اور مفعول منصوب، جن کو آپ مانتے، سلف صالحین سے ثابت کریں۔اور جو آپ نے خود اصل ہشتم کے جواب میں لفظ مجاز و استعارہ کو استعمال کیا ہے، اسی کو سلف صالحین سے ثابت کر دکھائیں۔حکیم صاحب اس پر بہت گھبرائے اور اس اعتراض کے جواب میں پہلے تو وہ یہ بولے کہ میں اپنے الفاظ، مجاز و استعارہ، کو واپس لیتا ہوں۔مگر آخر خاکسار کی جوابی تقریر، جس میں بحث لفظی کو چھوڑ کر مضمون اصول نہم آپ سے تسلیم کرایا گیا ہے، کو سن کر اس واپسی کو بھول گئے۔اور ہمارے اصل نہم کا مضمون مان گئے۔یا شائد وہ عمداً یہ سمجھ کر کہ میں لفظ مجاز و استعارہ کو واپس لونگا، تو اپنے پیر مرزا کے الہامات و تاویلات کے تمام تار و پود کو جو صرف مجاز و استعارہ پر مبنی ہیں توڑنے والا بنوں گا۔اس سخن پر آپ کی رائے قائم نہ رہی اور خاکسار کی جوابی تقریر کو مان گئے۔

حکیم صاحب کے اس جواب پر مولوی عبدالرحمٰن صوفی صافی جو اس سے پہلے چپ چاپ بیٹھے تھے بایں اعتراض معترض ہوئے کہ یہاں، مسئلہ حقیقت و مجاز میں، تو حکیم صاحب سلف صالحین کی نقل کے طالب ہوئے ہیں مگر آیات قرآن و حدیث نبویہ کی ان تاویلات میں جو مرزا غلام احمد کرتے ہیں، جیسے دجال سے مراد دنیا دار ہونا، اور ابن مریم سے مراد مثیل ابن مریم اور لیلۃ القدر سے زمانہ ظلمت وغیرہ، وہ سلف صالحین سے نقل و شہادت کے کیوں طالب نہیں ہوتے۔پھر مولوی صاحب نے دینی جوش میں آکر یہ

فرمایا کہ جو شخص الفاظ قرآن و حدیث کے ایسی تاویلی معنی کرے جو صحابہ و تابعین وغیرہ سلف صالحین نے نہ کئے ہوں وہ بدعتی و گمراہ وملحد ہے۔ اور یہ کہہ کر آپ اس مجلس سے چلے گئے۔ جس کا ذکر مرزا صاحب کے خط نمبری ۸ وضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء ص ۳ میں ہوا ہے۔ مولوی صاحب کے جوش میں آنے اور مجلس سے اٹھ جانے کی وجہ ایک تو یہی تھی کہ جو بات حکیم صاحب نے اس جواب میں اختیار کی تھی، اس کے وہ خود پابند نہ تھے، لہٰذا انکا یہ بات کہنا صرف جدال پر مبنی تھا جس سے مولوی صاحب کو نفرت ہوئی، اور ان کو حکیم صاحب کی ہدایت سے مایوسی ہوئی۔ دوسری وجہ یہ کہ حکیم صاحب کے حق میں مولوی صاحب کو خدا تعالی طرف سے ایک یہ الہام ہوا و ان تدعوهم الى الهدى فلن يهتدوا اذاً ابداً، یعنی اگر تو ان کو ہدایت کی طرف بلائے گا تو وہ کبھی ہدایت پذیر نہ ہوں گے۔ دوسرا الہام یہ ہوا: و يضلّ اللّه الظّا لمين و يفعل اللّه ما يشاء یعنی خدا ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ان الہامات سے مولوی صاحب نے روانگی فیروز پور کے وقت مجھے خاص اپنی زبان سے اطلاع دی تھی اور خود ہی اس کی یہ تفسیر فرمائی تھی کہ جو شخص صحابہ و تابعین وغیرہ سلف صالحین کے اتفاق سے اختلاف کرتا ہے وہ ان پر ظلم کرتا ہے۔ اور فرمایا کہ ہم لوگ اہل سنت والجماعت اسی وجہ سے کہلاتے ہیں کہ ہم سنت یعنی آنحضرت ﷺ کے قول وفعل کے پابند ہیں اور جماعت یعنی صحابہ و تابعین کے پیرو ہیں۔ ہم اس جماعت کی اتباع چھوڑنے سے اہل سنت سے خارج ہو جاتے ہیں اور ظالم بنتے ہیں۔ اور خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے قائم رہنے کی بابت خدا تعالی سے بطور استخارہ دعا کی تھی، اس کے جواب میں مجھے یہ الہام ہوا ہے لكلّ فرعون موسى۔ یعنی ہر فرعونے راموسی۔ لہٰذا آپ اس مقابلہ کے لئے قائم اور مستعد رہیں۔ ہم خدا تعالی سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خدا تعالی تمہاری مدد کرے۔ اس پر قائم و مستقیم رکھے)

محمد حسین: میں لفظی بحث کو ترک کر کے صرف اس کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ آپ پچھلے جواب میں تسلیم کیا ہے کہ لفظ کے ایسے معنی جس کو استعارہ کہا جاتا ہے قوی دلیل سے لئے جائیں گے۔ بلا دلیل ایسے معنی نہ لئے جائیں گے۔ پس میں انہیں معنی کو مجاز کہتا ہوں جن کو آپ نے استعارہ کہا ہے۔ اور آپ کے جواب سابق سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کوئی استعارہ بلا دلیل قوی کسی لفظ سے مراد نہ ٹھہرائیں گے۔ میرے لئے یہی تسلیم آپ کی کافی ہے۔ اس معنی کو آپ مجاز کہیں یا نہ کہیں۔

حکیم نورالدین صاحب نے، اس کے جواب میں کوئی عذر و انکار پیش نہیں کیا اور سکو

ت سے اس کو تسلیم فرمایا۔

۱۰۔محمد حسین ۔محال اور مجہول الکنہ میں فرق ہے۔اول کی تسلیم جائز نہیں، دوسرے کی جائز ہے۔

حکیم نورالدین صاحب: مسلّم ہے۔

۱۱۔محمد حسین : عادت کا خلاف جائز ہے ۔ بناء علیہ معجزات انبیاء وکرامات اولیاء جو عام عادات کے برخلاف معلوم ہوتے ہیں، واجب التسلیم ہیں اگر انکا ثبوت ہو۔

حکیم صاحب : یہ بھی ایک خاص عادت اللہ ہے (آپ فرماتے ہیں کہ معجزہ وکرامت بھی خدا کی ایک خاص عادت ہے اس میں آپ نے معجزہ کو تو دبی زبان سے مانا ہے۔مگر اس کے خوارق عادت ہونے سے انکار کیا۔اور یہ خیال نہ فرمایا کہ مخاطب نے بھی اس کو مطلق عادت کا خارق نہیں کہا۔صرف عام عادت اللہ کا خارق قرار دیا ہے جس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ معجزہ خدا کی خاص عادت کا جو انبیاء کے ساتھ رہی ہے اسکے نزدیک بھی خارق نہیں۔پھر اس بات کہنے کی آپ کو کیا حاجت تھی)

۱۲۔محمد حسین : قانون قدرت جسکو بعض لوگ خدا کا قانون بنائے بیٹھے ہیں واقع میں خدا کی قدرت کا قانون و معیار نہیں ہے۔

حکیم نورالدین صاحب : ہاں انسان کے محدود تجربے اور مشاہدے قانون قدرت پر حاوی نہیں ہو سکتے۔

۱۳۔محمد حسین : آپ آنحضرت ﷺ کے معراج جسمانی کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ (اس میں آپ خوب قابو میں آ گئے ہیں۔جس قانون قدرت کی دست آویز سے آپ کے پیر اور انکے مرید صحیح احادیث کو ردّ کر رہے ہیں، اس سے آپ تمسک نہ کر سکیں گے اور ان احادیث کو ردّ کرنے پر قادر نہ ہوں گے)

حکیم نورالدین صاحب : میں نے اس مسئلہ میں غور نہیں کیا کہ جسدی ہے یا روحانی۔ نفس معراج کا اقرار ہے ۔(اس میں آپ نے سفید جھوٹ سے کام لیا ہے۔آپ مدتوں سے کتب حدیث کی، جن میں معراج نبوی کا ذکر ہے، ورق گردانی کر رہے ہیں ۔اور عام مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ آنحضرت ﷺ کو جسمانی معراج ہوا ہے، جانتے ہیں ۔اور خاص کر اپنے استاد مولوی محمد سہارنپوری ثم المکی سے، جو پرانے خیالات کے آدمی ہیں، حدیث معراج کے یہی معنی سن چکے ہونگے کہ آنحضرت ﷺ اس جسم مبارک سے آسمانوں پر گئے ۔اور ادھر اپنے پیر مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے خیالات و مقالات

پبلک میں شائع ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ پھر کیا ایسی حالت میں ممکن ہے کہ آپ نے اس مسئلہ میں کچھ نہ سوچا ہو کہ ہمارے پیر کا خیال صحیح ہے یا پرانے مسلمانوں کا۔ بلا عذر و تامل محض تقلیداً اپنے پیر کا یہ خیال لکہ معراج صرف روحانی ہوا ہے مان لیا ہو؟ ہرگز نہیں۔ آپ سچے ہیں تو اس پر قسم کھائیں۔ مگر یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ قسم میں توریہ جائز نہیں اور قسم اسی معنی پر واقع ہوتی ہے جو اس کے معنی دوسرا سمجھے)

﴿۱۴۔ محمد حسین: غیر نبی کا الہام دوسرے شخص پر حجت شرعی ہے یا نہیں؟

﴿حکیم نور الدین صاحب: غیر نبی کا الہام نبی کے صریح الہام کے خلاف ہو تو حجت نہیں اور اگر کسی ایسے معاملے میں ہو کہ اس میں صریح حکم نبی کا خلاف نہیں ہے تو ممکن ہے کہ کسی کے لئے حجت ہو مگر حجت شرعی نہیں۔ (آپ کے جملہ، ممکن ہے، اور پھر اسکے استثنیٰ، مگر حجت شرعی نہیں، کو خیال میں لائیں۔ یہ کیسے اضطراب پر مبنی ہیں؟ غیر نبی کا الہام شرعی حجت نہیں تو پھر کیسی حجت ہے؟ اور یہاں شرعی حجت کے سوا کس حجت سے بحث ہے)

﴿۱۵ محمد حسین: صحابی کی ایسی تفسیر آیات قرآن جسکے معنی سمجھنے میں محض رائے کا دخل نہ ہو، حکماً مرفوع ہے یا نہیں

﴿حکیم نور الدین صاحب: صحابی کی ایسی تفسیر کوئی حکماً حجت نہیں۔ (اس جواب میں اور جواب سوال نمبر ۱۶ میں آپ نے سلف صالحین کا خلاف کیا۔ اور اپنی اور اپنے پیر مرزا کی تاویلات بدعیہ مخالفہ سلف صالحین کے لئے راستہ نکالا ہے۔ سلف صالحین تو ہر بات میں صحابہ کے اقوال و آثار کی پیروی کرتے اور ان کی آراء کو بھی اپنی آراء سے مقدم سمجھتے۔ آپ ان کی ایسی تفسیر کو بھی نہیں مانتے جس کا آنحضرتﷺ سے مسموع ہونا متعین ہے، اور اس میں رائے محض کا دخل نہیں ہے)

﴿۱۶۔ محمد حسین: درصورت عدم حجیت وہ دوسروں کی تفسیر بالرائے سے مقدم ہے یا نہیں

﴿حکیم صاحب: صحابی کی تفسیر کو مقدم کرنا کوئی ضرورت نہیں۔

﴿۱۷۔ محمد حسین: نبوت ختم ہو چکی ہے یا نہیں۔

﴿حکیم صاحب: نبوت تشریعی ختم ہو چکی ہے۔ کوئی شخص شرع جدید نہیں لا سکتا۔

﴿۱۸۔ محمد حسین: کوئی جدید نبی ہو سکتا ہے جو تشریع جدید نہ کرے۔ شرع محمدی کے تابع ہو اور نبی کہلائے جیسے انبیاء بنی اسرائیل توریت کا اتباع کرتے تھے اور نبی کہلاتے تھے

﴿حکیم نور الدین صاحب: کوئی بعید نہیں۔ ہو (اس میں تو آپ نے حد کر دی۔ پیروی قرآن و حدیث اور اتباع سلف صالحین و عام مومنین سب کو بالائے طاق رکھ کر اپنے پیر مرزا کی تقلید اختیار کی ہے۔

جس میں وہ سرسید احمد خان کے مقلد بنے ہیں جو ختم نبوت سے بتاویل انکار کر کے، کالون، لوتھر، بابو کیشب، چندرسین اور دیانند سرستی کو نبی یا پیغمبر قرار دے چکے ہیں)

۱۹۔ محمد حسین : آیت خاتم النبیین نبوت کو ختم کرتی ہے، آپ نبی جدید کی تجویز پر کیا دلیل رکھتے ہیں؟

حکیم صاحب : خاتم النبیین کی آیت تشریعی انبیاء کے ختم کی دلیل ہے ۔ نبی بلاتشریع کے وجود کی مانع نہیں ہے ۔ ایسے نبی کے دلائل میں اس وقت پیش نہیں کرتا (مجلس مناظرہ کے بعد آپ کو اپنے اس جواب کی مضرت سوجھی تو آپ نے حافظ محمد یوسف مہتمم انعقاد جلسہ سے یہ بات کہی کہ اس جواب میں کہیں علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل درج کرا دو۔ حکیم صاحب کے لودہانہ روانہ ہو جانے کے بعد حافظ صاحب نے منشی عبداللہ نقشہ نویس اور میاں الہ بخش درائی فروش کے سامنے خاکسار سے اس امر کی درخواست کی ۔ خاکسار نے اس کے جواب میں یہ بات کہی کہ اس جواب کے ساتھ یہ حدیث چسپاں نہیں ہوسکتی ۔ ہاں وہ اس جواب کو واپس لیں اور بجائے اس کے یہ جواب دیں کہ اس وقت نبی تو کوئی نہیں ہوسکتا، اس وقت کے علماء مشابہ انبیاء ہیں، تو اس جواب کے ساتھ وہ حدیث بخوبی چسپاں ہوسکتی ہے ۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے، جس مقام میں چاہیں اس حدیث کو درج کر دیں ۔ حافظ صاحب اپنے قلم سے اس حدیث کو درج نہ کر سکے، اور اپنی نوکری پر چلے گئے ۔ پھر خاکسار نے بذریعہ ڈاک وہ کاغذ جس میں اصول و سوالات درج تھے ان کے پاس بھیج دیا اور ان کو اختیار دیا کہ جہاں چاہیں، اس حدیث کو درج کریں۔ انہوں نے وہاں سے بھی اس کاغذ کو بلا تصرف و تبدل واپس کیا، اور کہیں اس حدیث کو درج نہ فرمایا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی کہیں اس کا مساغ نہ پایا۔ ہم اب بھی حکیم کو اختیار دیتے ہیں کہ جہاں چاہیں اس حدیث کو چسپاں کر دیں، اگر گنجائش پاویں ۔ ہمارے نزدیک تو یہ حدیث تب ہی ان کی متمسک ہوسکتی ہے جب کہ وہ اس جواب کو بدلدیں ۔ اور یہ جواب دیں کہ اب نبی کوئی نہیں ہوسکتا، علماء امت، انبیاء بنی اسرائیل کے مشابہہ ہیں)

۲۰۔ محمد حسین: لفظ عیسیٰ بن مریم اور دجال کے اصلی معنی (جس کی تاویل محتاج دلیل ہو) آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین کے زمانہ میں اس وقت تک کیا سمجھے گئے ۔

حکیم نورالدین صاحب : مجھے تمام لوگوں کے کل اقوال کی خبر نہیں ۔

۲۱۔ محمد حسین ۔ میں نے نہ تمام لوگوں کے اقوال پوچھے ہیں، نہ کل اقوال ۔ جن لوگوں کے اقوال پر آپ کو اطلاع ہے، ان کا کیا خیال تھا۔

﴿حکیم صاحب: ابن مریم سے قرآن میں عیسیٰ نبی اللہ اسرائیلی مراد ہے اور دجال کی نسبت مختلف خیال ہیں۔ ابن صیاد کو حضرت عمرؓ دجال سمجھتے اور اس پر قسم کھاتے تھے (اس میں دھوکہ ہے جس کا بیان تتمہ جواب نمبری ۲۴ میں عنقریب آئے گا)

﴿۲۲۔ محمد حسین: احادیث نبویہ میں جو ابن مریم کا لفظ وارد ہے اس کے معنی صحابہ و تابعین وغیرہ مسلمین نے جہاں تک آپ کو علم ہے، کیا سمجھے ہیں۔ اور دجال کی نسبت جو آپ نے اختلاف بیان کیا ہے، اسکی ایک شق آپ نے بیان کی ہے دوسری نہیں کی۔ اب بیان فرماویں کہ سوائے ابن صیاد کے بھی صحابہ و تابعین نے کسی کو دجال سمجھا ہے۔

﴿حکیم نورالدین صاحب: مجھے یاد نہیں کہ سوائے ابن صیاد کے کسی کو دجال کہا گیا ہو اور ابن مریم کے ساتھ کسی نے، جہاں تک مجھے یاد ہے، اسرائیلی کی قید نہیں لگائی۔

﴿۲۳۔ محمد حسین: آنحضرت ﷺ کے وقت میں ابن مریم کا لفظ قرآن میں اور پھر آنحضرت ﷺ کے کلام میں اور عام لوگوں کی کلام میں جب کبھی بولا جاتا تھا تو اس لفظ کے اصل معنی کیا سمجھے جاتے تھے۔ آیا وہی حضرت عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی یا کوئی اور معنی بھی کسی کے خیال میں آئے تھے۔

﴿حکیم نورالدین صاحب: قرآن شریف میں جہاں ابن مریم آیا ہے وہاں تو وہی عیسیٰ ابن مریم سمجھے جاتے تھے اور احادیث میں بھی جو ابن مریم بولا گیا تھا اس کی تصریح صحابہ کی جانب سے میں نے نہیں دیکھی کہ آیا وہ اس کو مثیل مسیح سمجھتے تھے، یا واقعی نبی اللہ بنی اسرائیلی مراد لیتے تھے۔

﴿۲۴۔ محمد حسین: آٹھویں اصول میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ احادیث اور اقوال کے اصلی معنی.......

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

سوال نمبری ۲۴، اس حد تک پہنچا تھا کہ حکیم صاحب مجلس سے رخصت کے خواستگار ہوئے۔ اس وقت جناب مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور نے فرمایا کہ ان اصول وسوالات و جوابات پر فریقین کے دستخط ثبت ہونے چاہییں۔ و بناء علیہ وہ اصول وسوالات و جوابات اس مجلس میں اول سے آخر تک لفظ بلفظ پڑھے گئے۔ پھر حکیم صاحب نے اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملاحظہ فرما کر تسلیم کیا، اور پہلے اس پر اپنا

دستخط کرنا چاہا مگر پھر فرمایا کہ یہ دوسرے کاغذ پر صاف ہو جائینگے تو اس پر دستخط کرونگا۔ اور یہ کہہ کر مجلس سے کھڑے ہو گئے اور دوسرے جگہ کھانا کھا کر اپنے آقا راجہ صاحب کے پاس چلے گئے۔ اس کے بعد اکثر ارکان مجلس اپنے اپنے مکانات کو تشریف لے گئے۔ صرف خاکسار اور جناب مولوی محمد عبد اللہ اور چند دیگر احباب تقریباً ایک گھنٹہ تک وہاں ٹھہرے۔ اور ان اصول وسوالات و جوابات کی دو نقلیں کرا کے اصل سے ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس کے بعد ہم بھی وہاں سے مرخص ہوئے اور ان دو نقلوں میں سے ایک نقل پر خاکسار نے اپنے دستخط کر کے حکیم صاحب کا دستخط ثبت کرانے کی غرض سے اس کو حافظ جی کے سپرد کیا اور یہ کہہ دیا کہ جس وقت حکیم صاحب واپس آئیں اور مباحثہ پورا کرنا چاہیں اس وقت ہم لوگوں کو بھی طلب کریں۔ تھوڑی دیر کے بعد حکیم صاحب اس مکان میں واپس آ گئے تو آپ نے اس صاف شدہ نقل کو ملاحظہ فرمایا اور مطابق اصل پا کر اس پر دستخط کرنا چاہا۔ مگر بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ محمد یوسف نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا، جس کی وجہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔ اس نقل میں حکیم صاحب نے اس قدر اضافہ کرنا چاہا کہ جواب نمبری ۱۸ یا ۱۹ میں کہیں پر حدیث علماء امّتی کانبیاء بنی اسرا ئیل کو درج کیا جائے جس کو حافظ صاحب نے منظور کر لیا، اور دوسرے دن کاغذ واپس دینے کے وقت اس کی تعمیل کیلئے مجھے مامور کیا۔ خاکسار اس وجہ سے جو قبل ازیں عرض کر چکا ہے، اس کو قبول نہ کر سکا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد۱۳۔ ص۱۳ تا ۳۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

اس دن بارہ بجے دن سے رات کے چار بجے تک حکیم صاحب لاہور میں رہے اور اپنے پیر کے بعض نئے حواریوں کو (جن میں حافظ محمد یوسف صاحب، منشی الٰہی بخش صاحب شامل و حاضر تھے) حضرت مسیح کے سولی پر چڑھائے جانے اور ہڈی نہ ٹوٹنے کے سبب سے سولی سے زندہ اتر آنے اور پھر اپنی موت سے وفات پانے کا حال، جیسا کہ سرسید احمد خان کی تفسیر میں درج ہے، سناتے رہے۔ مگر خاکسار سے مباحثہ کرنے کا حرف زبان پر نہ لائے۔ بلکہ باوجودیکہ میاں رجب الدین ومیاں محمد چٹو نے ان کو بہتیرا اکسایا اور مباحثہ پر آمادہ کیا مگر وہ اپنے کمان افسر حافظ محمد یوسف کی ماتحتی اور پھر ان کی

غیر حاضری کے عذر سے اس مباحثہ سے جان بچاتے رہے۔اور ادھر حافظ صاحب، جو مباحثہ سے ان کی جان بچانے کا ان کو شاید وعدہ دے چکے تھے، کہیں مفقود الخبر ہو گئے۔اور مزید تفحص و تفتیش کے بعد منشی محمد بخش کے ان کے پاس پہنچنے پر رات کے بارہ بجے کے قریب وہ اس مکان میں آئے۔

اس وقت حکیم صاحب نے حافظ یوسف صاحب اور دیگر حاضرین و معتقدین سے یہ عذر پیش کر کے کہ:

جموں میں ہمارا بہت جلد جانا ضروری ہے اور درصورت توقف مسلمانوں کا حرج عظیم متصور ہے،

رخصت کے خواستگار ہوئے۔حاضرین مجلس پر ان کے عذر و تقریر کا ایسا اثر پڑا کہ ان کو رخصت دینے کے سوا کچھ نہ سوجھا۔پھر آپ نے ایک شب کے لئے لودہانہ جانے، اور وہاں سے اسباب اور اہل بیت کو لانے کی ضرورت کو ظاہر کیا اور ۱۵ تاریخ کو پانچ بجے صبح کے لودہانہ کیطرف کوچ کیا۔وہاں جا کر آپ کو جموں کا وہ ضروری کام بھول گیا اور وہ عذر بھی آپ کے خیال سے جاتا رہا وہاں آپ نے ۱۸۔اپریل تک قیام و آرام فرمایا۔دوپہر ۱۹۔اپریل (۱۸۹۱ء) کو لاہور پہنچ کر جموں کی طرف منہ کیا۔

ہم لوگ جو حکیم صاحب کے شبینہ مشورہ اور دیرینہ ارادہ سے واقف نہ تھے ۱۴۔اپریل کو تمام دن ان کے منتظر رہے۔رات ہوئی تو ان کی یاد آوری اور طلبی سے مایوس ہو کر اس امر پر آمادہ ہو گئے کہ علی الصباح بلاطلب و اجازت حکیم صاحب کے فرودگاہ پر دھاوا کریں گے۔اور برطبق، تو مان نہ مان میں تیرا مہمان، خود جا کر خواستگار اتمام مباحثہ ہوں گے۔یہ سوچ کر رات ہی کو رقعات اطلاعی و طلبی بنام شرکاء مجلس تحریر کئے جو نماز صبح کے بعد ان لوگوں کے مطالعہ میں آئے۔ومنجملہ ان اصحاب و احباب مولوی محمد عبداللہ تو بعد نماز صبح اپنے مکان سے چل بھی پڑے تھے۔اور بعض دیگر احباب کے رقعات متضمن وعدہ شمولیت پہنچ گئے تو ایک مخبر صاحب یہ منحوس خبر لائے کہ حکیم صاحب تو کچھ رات رہتے یعنی ۴ بجے کے بعد لاہور کو چھوڑ گئے۔یہ سن کر ان حضرات عازمین شراکت مجلس کی خدمت میں اور قاصد روانہ کئے جو ان کو اس تکلیف تشریف آوری سے روکیں۔

اس کے بعد جو کاروائی ہم نے کی اور طرف ثانی سے ہوئی اس کا بیان ہم بعد میں کریں گے، اس سے پہلے ہم اس مباحثہ کے واقع ہونے، اور اس واقعہ کے صحیح ہونے اور ان سوالات و جوابات کے حکیم صاحب اور خاکسار کے مابین دائر ہونے پر اس مجلس کے ارکان واعیان کی جن کے نام نامی ہم قبل ازیں درج کر چکے ہیں شہادت پیش کرتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب، خاکسار اور حکیم صاحب کے مباحثہ کرنے کا انکار کر چکے اور یہ فرما چکے کہ: آپ کا تو درمیان قدم ہی نہ تھا یعنی تو تو اس مجلس میں بطور وزیٹروں کے بلایا گیا تھا اور بات چیت جو ہوئی تھی سو حافظ محمد یوسف کی حکیم صاحب یا مولوی عبدالرحمٰن سے ہوئی تھی۔ تو کون ہے کہ لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوتا ہے اور خود بخود مبارز و مباحث بن بیٹھا ہے۔

ان تقریرات و بیانات صداقت آیات ان حضرات تقدس سمات سے (جو ضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں شائع کر چکے ہیں) ممکن بلکہ بظن غالب مظنون ہے کہ اصلی حقیقت سے ناواقفوں پر برا اثر ہو۔ اور وہ ان بیانات پر اعتماد کر کے دعوی مباحثہ کو غلط سمجھیں۔ لہذا ضرورت ہوئی کہ حضار مجلس سے ایسے اعیان کی شہادت کو جن کی وجاہت اور صداقت میں الحضرات کو جائے کلام نہ ہو پیش کیا جائے۔ اس کے بعد جواب نمبری ۲۴ کا تتمہ درج کیا جائے گا۔ اس کے بعد پچھلی کاروائی فریقین کا بیان ہوگا

مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور کی شہادت

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ خاکسار اس گفتگو میں جو ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو منشی امیر الدین کے مکان پر مابین جناب مولوی حکیم نور الدین اور جناب مولوی ابوسعید محمد حسین ہوئی تھی، اول سے آخر تک حاضر تھا۔ خاکسار کے سامنے یہ سوال و جواب مرقوم الصدر مابین مولوی صاحب و حکیم صاحب ممدوحین کے ہوئے۔ آخری تقریر نمبری ۲۴ کے بیان میں جناب مولوی ابوسعید محمد حسین نے اصول ممہدہ میں سے اصل نمبری ۸ کا حوالہ دیا۔ اس پر خاکسار نے عرض کی کہ اس تمام تحریر پر، جواب تک ہوئی ہے، فریقین کے دستخط ہو جانے مناسب ہیں تا کہ حوالہ کے وقت کسی کو اپنے مسلمات سے اعراض و انکار کی گنجائش نہ رہے۔ خاکسار کی یہ گذارش مقبول و منظور ہوئی

اس پر منشی محمد دین (یہ سعادت مند نوجوان علی گڈھ کالج میں بی اے کی کلاس کے طالب علم ہیں اور لاہور کے باشندے ہیں اور ہمارے عزیز تلمیذ ہیں۔ محمد حسین) صاحب نے جو یہ سوال و جواب لکھتے جاتے تھے اول سے آخر تک تمام تقریر سنائی پھر جناب حکیم صاحب نے خود بھی اپنے ہاتھ میں لے کر اور اس تحریر کو پڑھ کر فرمایا کہ اسکو صاف کر لینا چاہیے، میں دستخط کر دونگا ۔ اب منشی محمد امیر الدین اور حافظ محمد یوسف نے کسی قدر اصرار کے ساتھ جناب حکیم صاحب کو مجلس سے اٹھا لیا اور حکیم صاحب ان کے ہمراہ کہیں تشریف لے گئے ۔ حکیم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد بہت سے اصحاب جن میں خاکسار بھی تھا قریباً ایک گھنٹہ یا اس سے کسی قدر زائد دیر تک اس مجلس میں حاضر رہے جب اس اثنا میں حکیم صاحب واپس تشریف نہ لائے تو خاکسار مولوی ابوسعید محمد حسین سے رخصت ہو کر اور یہ عرض کر کے چلا آیا کہ پھر گفتگو کے وقت سے آپ مجھے اطلاع دیجئے گا میں انشاء اللہ حاضر ہو جاؤنگا۔ چنانچہ میں اس روز تمام دن منتظر رہا۔ ۱۵۔ اپریل کو صبح کے وقت مولوی صاحب ممدوح کی طرف سے ایک رقعہ اس مضمون کا خاکسار کے پاس آیا کہ حکیم صاحب نے تو مباحثہ کے لئے نہیں بلایا مگر ہم چاہتے ہیں کہ خود وہاں جائیں اور ان سے مباحثہ پورا کرنے کی درخواست کریں لہذا آپ تشریف لے آویں، حسب وعدہ آپ کو مطلع کیا گیا۔ چنانچہ خاکسار یہ رقعہ دیکھنے کیبعد مکان سے چلا۔ اثنائے راہ میں مولوی صاحب ممدوح کا ایک اور آدمی ملا جس نے مولوی صاحب کی طرف سے بیان کیا کہ اب آپ تکلیف نہ کریں۔ حکیم صاحب رات کے پانچ بجے لودہانہ چلے گئے ۔ یہ پیام سن کر خاکسار راستہ سے واپس چلا آیا۔

العبد۔ محمد عبداللہ عفی عنہ اول مدرس عربی اورئینٹل کالج لاہور

☆ **خان بہادر جمال الدین** رئیس و آنریری اسسٹنٹ کمشنر لاہور کی شہادت:

جب راقم وہاں گیا تو اس وقت حکیم صاحب اور مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کے مابین سوال و جواب ہو رہے تھے ۔ اور راقم کے سامنے اخیر میں یہ سوالات و جوابات پڑھے گئے تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ صاف ہو جاویں تو پھر دستخط کر دونگا۔ پھر حکیم صاحب کسی ضرورت کے واسطے تشریف لے گئے ۔

راقم فقیر جمال الدین عفی عنہ

☆ **شیخ خدابخش جج عدالت خفیفہ لاہور کی شہادت:**

۱۴۔اپریل ۱۸۹۱ء کو میں مولوی محمد عبداللہ ٹونکی اور فقیر جمال الدین کے بعد اس مجلس میں گیا تھا، نہ اس خیال سے کہ میں مناظرہ میں شامل ہوں بلکہ مناظرہ کا مجھ کو علم بھی نہ تھا۔ میں وہاں مولوی نورالدین کے ساتھ کسی جگہ جانے کیلئے کسی اور معاملہ دنیاوی کی خاطر گیا تھا کہ وہ وقت مولوی نورالدین نے میرے ساتھ کہیں جانے کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ بہر حال میں نے گفتگو مابین مولوی محمد حسین اور مولوی نورالدین ہوتی سنی۔آخر کار تنگی وقت کے سبب مولوی نورالدین کو بعض ان کے احباب نے اٹھایا اور گفتگو مذہبی کے واسطے آئندہ کے لئے التواء کرنا پڑا۔

پھر ۱۷۔اپریل ۱۸۹۱ء کو لودہانہ سے میرے نام خط مولوی نورالدین صاحب کا آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ مولوی محمد حسین کی خبر تار برقی لودہانہ میں بنام مرزا غلام احمد پہنچی ہے کہ مولوی نورالدین جو بحث شروع کر کے بھاگ گیا ہے اس کو واپس کرو ،ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔مولوی نورالدین نے مجھ کو لکھا کہ عام جلسہ کا انتظام ہوتو مع مرزا صاحب کے لاہور وہ پہنچیں اور مجھ کو نیز ایماء تھا کی مولوی محمد حسین کی خدمت میں عرض کی جاوے کہ ۱۴۔اپریل کو قریب نو بجے دن کے جو ان کو یک لخت جانا پڑا کیسا ضروری امر تھا۔میری رائے میں ۹ بجے جو مولوی نورالدین نے گفتگو ختم کی اس میں ضرورت واقعی تھی ۔ بعد وصول رقعہ مولوی نورالدین کے منشی عبدالحق کے ساتھ بخدمت مولوی محمد حسین صاحب چپراسی روانہ کیا اور عبدالحق صاحب نے بخدمت مولوی محمد حسین خط مرزا غلام احمد کا پیش کیا۔

آخر ۱۷۔اپریل ۱۸۹۱ء کو منشی عبدالحق نے مجھ کو لکھا کہ مولوی محمد حسین نے بجواب خط مرزا صاحب لکھ دیا ہے کہ بعد مطالعہ کتاب ازالہ اوہام بحث کے واسطے تاریخ مقرر کریں گے۔الغرض ۹ بجے تک ۱۴۔اپریل ۱۸۹۱ء گفتگو ہر دو صاحبان کی ہوتی میں نے سنی ۔آخر کار سوالات و جوابات میرے سامنے بمواجہ ہر دو فریق پڑھے گئے اور ان کو صحیح مانا گیا،مگر مولوی نورالدین نے کہا کہ بعد صفائی کے دستخط کریں گے ۔

یکم مئی ۔احقر خدابخش۔

☆ **مولوی عبدالعزیز ملازم سررشتہ تعلیم ورکن انجمن حمایت اسلام کی شہادت:**

میں اس جلسے میں اول سے آخر تک موجود تھا اور جس قدر واقعہ مولوی محمد عبد اللہ ٹونکی نے تحریر فرمایا ہے، میرا اس سے کلی اتفاق ہے۔ عبدالعزیز۔ ۲ مئی ۱۸۹۱ء

مرزا قادیانی اور ان کے حواری، ان شہادات کو دیدہ عبرت سے پڑھیں اور تھوڑی دیر کے لئے اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں۔ اور پھر خوف آخرت و ننگ دنیا کو پیش نظر رکھ کر انصاف سے کہیں کہ اس واقعہ کے بیان میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ ان شہادتوں کو وہ صادق اور کافی نہ سمجھیں تو ان اعیان سے یا انکے برابر صادق القول اور وجیہہ اشخاص کی شہادت سے یہ ثابت کریں کہ یہ مباحثہ حافظ محمد یوسف اور حکیم صاحب یا مولوی عبدالرحمٰن کے مابین ہوا تھا۔ اور ان سوالات و جوابات کا سلسلہ انہی حضرات میں جاری تھا۔ ابوسعید محمد حسین ایک گوشہ میں وزیٹروں کی لائن میں چپ چاپ بیٹھا تھا۔ ایسے اعیان ان کو شہادت کے لئے میسر نہ آئیں تو اپنے ہی حامیوں اور تسلی یافتہ حواریوں میں سے جن کے نام ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں مشتہر کر چکے ہیں تین اشخاص حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش، منشی عبدالحق سے اس مضمون کی شہادت دلوا دیں۔ مگر ان کی شہادت ہم حلف سے لیں گے اور خاص مجلس میں جن الفاظ سے چاہینگے یہ مضمون کہلوائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انحضرات میں ایسے لوگ بھی ہیں جو دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز، عمل کر کے تاویل وتوریہ کے ساتھ تھوڑا سا جھوٹ بولنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ ہم ان سے ایسے الفاظ سے حلفی شہادت لیں گے جن میں وہ تاویل وتوریہ نہ کرسکیں گے۔ اور پہلے ان کو یہ مسئلہ سمجھا دیں گے کی حلف میں توریہ جائز نہیں، وہ دوسرے کی نیت پر واقع ہوتی ہے۔

تتمہ جواب نمبری ۲۴:

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس جواب کے شروع میں، ایک سطر، کا اعادہ کر کے جواب کو پورا کیا جاتا ہے:

آٹھویں اصل۔ (یا محاورہ عام کے مطابق آٹھواں اصول)۔

❁ محمد حسین: آپ (حکیم صاحب) تسلیم کر چکے ہیں کہ:

ا۔ احادیث وقرآن کے اصلی معنی (یعنی حقیقی) بلا دلیل قوی ترک کرنا اور اسکے مجازی معنی

بلا وجہ قوی مراد لینا جائز نہیں ہے اور امید ہے کہ صحابہ کو بھی آپ اس قاعدہ سے ناواقف یا دیدہ دانستہ اس کے مخالف نہ قرار دینگے کیونکہ وہ لوگ آپ سے اور اس وقت کے تمام لوگوں سے افقہ واورع تھے اور محاورات عرب اور خطابات سید العجم و العرب سے بخوبی واقف تھے اور اصول صحیحہ کے پابند۔

۲۔اور جواب نمبری ۲۳ میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ، یہ لفظ (مسیح ابن مریم) قرآن میں آیا تو صحابہ نے اس سے حضرت عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ کے اصلی معنی یہی (عیسی نبی اللہ) ہیں۔ یہ معنی اصلی نہ ہوتے تو قرآن میں وہ اس لفظ سے یہ مراد نہ سمجھتے۔

ان دونوں مقدمات مسلّمہ جناب کو ملانے سے صاف اور قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ لفظ حدیث میں وارد ہوا تو وہاں بھی صحابہ نے اس لفظ سے حضرت عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھا۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان (صحابہ) سے اس کے برخلاف اس لفظ سے مثیل مسیح یا اور معنی مجازی مراد سمجھنا اب تک ثابت نہیں ہوا، جس کا آپ نے بھی جواب نمبری ۲۳ میں اعتراف کرلیا ہے۔ اس قطعی نتیجہ کے ابطال و مقابلہ میں اگر آپ یہ کہیں کہ قرآن میں اس لفظ کے نازل ہونے کے وقت تو اس کے اصلی معنی حضرت عیسی نبی اللہ تھے مگر حدیث میں اس لفظ کے استعمال کئے جانے کے وقت وہ معنی اصلی نہ رہے۔ یا یہ کہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب اصلی معنی کو بلا وجہ ترک کرنے عدم جواز سے واقف نہ تھے۔ یا وہ باوجود واقفیت اس قاعدہ صحیحہ کے پابند نہ تھے، تو آپ کی بات کا کوئی جواب نہیں ہے: این ست جوابت کہ جوابت ندہم

جواب نمبری ۲۱ و ۲۳ میں تو حکیم نورالدین صاحب نے مسیح ابن مریم کے لفظ کا قرآن میں وارد ہونا تسلیم کرلیا تھا مگر اپنے پرائیویٹ جلسوں میں حضرت مسیح کا سولی دیا جانا، اور پھر اپنی موت سے فوت ہو جانا، تلقین فرماتے رہے تھے، اس لفظ کو قرآن میں وارد ہونے سے انکار کیا تھا، اور صاف فرما دیا کہ مولوی صاحب (یعنی محمد حسین) سخت غلطی کرتے ہیں کہ بار بار اس لفظ کے قرآن میں وارد ہونے پر زور دے رہے ہیں۔

آپ کے اس اقرار کو ان حواریوں نے مان لیا۔ اور ایک مولوی حافظ بھی آپ کے اس انکار کا مصدق ہوا۔ دوسرے دن اس امر کا تذکرہ خاکسار کے پاس میاں

رجب الدین اور خواجہ محمد دین نے کیا تو خاکسار نے اسی وقت قرآن سے ایسی آیات کا نشان دیا جن میں یہ لفظ وارد ہے۔ پھر مجمع عام وعظ جمعہ میں ان آیات قرآنیہ کو پڑھ کر سنا دیا (قرآن میں کئی جگہ لفظ عیسی بن مریم وارد ہے۔ دیکھو آل عمران۔ع ۵۔ نساء ع ۲۲ وغیرہ۔ کئی جگہ لفظ مسیح ابن مریم۔ دیکھو مائدہ۔ع ۳ و ۱۰، توبہ۔ ع ۵۔ کئی جگہ لفظ عیسی ابن مریم ہے، دیکھو بقرہ، ع ۱۱۔ مائدہ، ع ۵۔ مریم ع ۲۔ کئی جگہ صرف ابن مریم۔ دیکھو زخرف، ع ۶۔ مومنون ع ۳) ہمکوان حواریوں کی زود اعتقادی پر افسوس نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن سے ماہر نہیں اور بعض تو بالکل ان پڑھ ہیں۔ افسوس تو حکیم پر ہے جنھوں نے اس انکار میں غضب ڈھایا۔ اس میں آپ نے دیدہ دانستہ نئے حواریوں کو دہوکہ دیا تو محل افسوس ہے اور اگر یہ انکارنا واقفی پر مبنی ہے تو پھر آپ کا دعوی قرآن دانی محل تعجب ہے۔

جواب نمبر ۲۱ میں آپ نے اس لفظ کی مراد میں اختلاف ظاہر کیا ہے، اور اس اختلاف کی ایک شق کو کہ حضرت عمرؓ، ابن صیاد کو دجال کہتے اور اس پر قسم کھاتے تھے، بیان کیا۔ پھر سوال نمبری ۲۲ میں دوسرے شق اختلاف کے بیان کا آپ سے مطالبہ ہوا تو آپ نے یہ کہہ دیا کہ مجھے یاد نہیں کہ سوائے ابن صیاد کسی کو دجال کہا گیا ہو۔ اس سے آپ نے یہ جتایا کہ دجال صرف ابن صیاد بالاتفاق مراد ہے، اور ہماری یاد میں اسمراد کا کوئی مخالف نہیں۔ ان جوابات میں آپ نے کئی وجہ سے دجل (حق باطل کا خلط) اختیار کیا۔

وجہ اول یہ کہ حضرت عمر فاروقؓ کا ابن صیاد کو دجال کہنا یہی معنی نہیں رکھتا کہ وہ آپ کے نزدیک دجال موعود تھے۔ کیوں یہ جائز نہیں کہ آپ نے اسکو منجملہ ان تیس دجالوں کے سمجھا ہو جن کے پیدا ہونے کی خبر حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے:

عن ابی هریره عن النّبیّ ﷺ قال لا تقوم السّاعة حتی یبعث دجّالون کذا بون قریباً من ثلا ثین کلّهم یزعم انّه رسو ل اللّه ، (صحیح مسلم۔ص ۳۹۷)۔

قیل لعل عمر اراد بذلك ان ابن صیاد من الدجّالین الّذین یخرجون فیدعون النّبوّة او یضلون الناس و یلبسون الامر علیهم لا انه المسیح الد جال۔ (مرقاۃ حاشیہ مشکوۃ صفحہ ۴۷۹)۔

ملا علی قاری نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ شائد عمرؓ کے اس قول سے یہ مراد ہو کہ ابن صیاد ان دجالوں میں سے ہے جو نبوت کا دعوی کریں اور لوگوں کو بہکا دیں اور انکے دین کو گڈ مڈ کر دیں گے، نہ یہ کہ وہ مسیح دجال موعود ہے۔

اس وجہ سے معاملہ دجال و ابن صیاد کے متعلق ایک مغالطہ ثابت ہوا۔

وجہ دوم: یہ کہ فرض کیا اور مان لیا کہ حضرت عمرؓ کا یہی خیال تھا کہ ابن صیاد (ابن صیاد مدینہ کا یہودی تھا۔ آنحضرت ﷺ کے وقت میں اس نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور اس میں بعض ایسی عجیب باتیں موجود تھیں جو دجال میں ہونگی۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے حج بھی کیا۔ اس کے مسلمان یا دجال ہونے میں صحابہ میں اختلاف رہا) وہی دجال موعود تھا مگر جب اس فرضی خیال سے آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ فاروق کو روک دیا اور صاف فرما دیا۔

فقال عمر بن الخطاب ذرني يا رسول اللّه ا ضرب عنقه فقال له رسول اللّه ﷺ ان يكن فلن تسلط عليه وان لم يكن فلا خير لك في قتله (صحیح مسلم ص ۳۹۸)۔

فقال رسول اللّه ﷺ ان يكن هو فلست صا حبه انّما صاحبه عيسى بن مريم و الا يكن هو فليس لك ان تقتل ر جلاً من اهل العهد ۔ (مشکوۃ۔ ص ۴۷۹)۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں آیا ہے، کہ اے فاروق، یہ ابن صیاد وہی دجال (موعود) ہے تو تجھے اسکے قتل پر تسلط نہ ہوگا کیونکہ اس کا قاتل حضرت عیسیٰؑ ہوگا۔ اور اگر یہ اور دجال ہے تو اس کا قتل کرنا اچھا نہیں کیونکہ یہ ذمی (عہدی) ہے جن کا قتل کرنا جائز نہیں۔ ،تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ کا وہ فرضی خیال قائم رہتا؟ کیا یہ امر ممکن اور بلحاظ کمال حضرت عمرؓ کے اتباع و اتقاء میں جائز ہے کہ آنحضرت ﷺ آپ کو دجال موعود کی نسبت یہ خبر دیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے ہاتھ سے قتل کیا جائے اور پھر حضرت عمرؓ اسی کو دجال موعود سمجھیں۔ ہرگز نہیں۔ آپ نے قول فاروقی کے یہ معنی بتا کر اور اس کے مخالف قول نبوی سے چشم پوشی کر کے مسلمانوں کو سخت دھوکہ دیا ہے اور اس میں دجل سے خوب کام لیا ہے۔

وجہ سوم: سلف صحابہ میں جو اختلاف تھا، وہ ابن صیاد کے باب میں تھا کہ آیا

وہ دجال ہے یانہیں، نہ دجال موعود کے باب میں (جس کی علامات وخواص صحیح حدیثوں میں یہ آئے ہیں کہ۔ا۔ وہ مردہ کوزندہ کرے گا۔۲۔اس کے ساتھ دوزخ وبہشت ہوگا۔۳۔اس کی پیشانی پر ک ف ر یعنی کافرمکتوب ہوگا۔۴۔حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ سے مارا جائے گا، وغیرہ) کہ آیا وہ بجز ابن صیاد کوئی اور شخص ہے یانہیں۔امام نوویؒ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ امام ابوسلیمان خطابی نے فرمایا کہ ابن صیاد کے باب میں جب وہ بڑا ہوا، سلف کا اختلاف ہے۔ایک روایت یہ ہے کہ وہ اپنے کفریات سے تائب ومسلمان ہوا اور مدینہ میں فوت ہوا۔اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو اس کا منہ کھول کر لوگوں کو دکھایا گیا اور ابن عمرؓ و جابرؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ابن صیاد دجال ہے۔

قال الخطابی و اختلف السّلف فی امرہ بعد کبرہ فروی عنہ انّہ تاب من ذلك القول ومات بالمدینۃ و انّھم لما اردوا الصّلوۃ علیہ کشفوا عن وجھہ حتی رآ ہ الناس و قیل لھم اشھدوا قال و کان ابن عمر وجابر فیما روی عنھما یحلفان انابن صیادھو الدّجال لا یشکان فیہ فقیل لجابر انّہ اسلم۔ فقال و ان سلم۔ فقیل انّہ دخل مکہ و کان فی المدینۃ، فقال و ان د خل (صحیح مسلم۔ ص ۔۳۹۷)

اور یہ اختلاف صحابہ یا تابعین کا ہم نے کہیں نہیں دیکھا کہ دجال جس کے خواص وعلامات مذکورہ حدیث میں آئی ہیں وہ بجز ابن صیاد کوئی نہیں ہے۔

حکیم نورالدین صاحب نے اس (اول) اختلاف کو یہ (دوم) اختلاف قرار دیا اور دجل اختیار کر کے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالا۔آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک صحابی یا ایک تابعی سے بنقل صحیح یہ ثابت کر دکھائیں کہ ابن صیاد کے سوا کوئی دجال نہیں جس میں علامات مذکورہ کتب حدیث پائی جائیں گی۔حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ و حضرت جابرؓ کے اقوال کو اپنے خیال کی تائید میں پیش کریں گے تو سخت پچھتائیں گے ۔ان سے آپ یہ نفی ثابت نہ کرسکیں گے۔

بالجملہ دجال کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا ہے اس میں دجل سے پورا کام لیا ہے اور حق کو باطل سے ملا دیا ہے اور حق یہ ہے کہ دجال موعود اور اس کی صفات موجودہ

کتب حدیث کسی ختلاف کا محل نہیں گو بعض صحابہ نے دجال کی بعض صفات کا محل ابن صیاد کو بھی بنایا ہے، اور اس کو منجملہ دجاجلہ شمار کیا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ حکیم نور الدین صاحب مباحثہ چھوڑ کر لودہانہ چلے گئے تو خاکسار نے دوسرے دن اس پر اطلاع پا کر حافظ محمد یوسف صاحب اور میاں رجب الدین صاحب کو بلایا اور ان سے سبب تشریف بری حکیم صاحب دریافت کیا۔ حافظ صاحب نے بیان کیا کہ حکیم صاحب کو جموں میں جلد جانا ضروری تھا۔ وہ جلد نہ جاتے تو مسلمانوں کا سخت حرج ہوتا، اس لئے ہم نے ان کو مرخص کیا۔ اور کہا کہ کاغذ اصول و جوابات پر حکیم صاحب نے دستخط کرنا چاہا تھا، ولیکن ہم نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا۔ اور کہا کہ حکیم صاحب یہی خوف کرتے تھے کہ اگر میں بلا اتمام مباحثہ چلا جاؤنگا تو مولوی جی (محمد حسین) کہیں گے کہ وہ شخص بھاگ گیا مگر ہم نے اس خوف سے ان کو مطمئن کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ جو الزام وہ آپ پر لگائیں گے وہ ہم اپنے ذمہ لیں گے۔ آپ اس الزام سے بری سمجھے جائیں گے۔ پھر حافظ صاحب نے اپنے بیان کی تصدیق میاں رجب الدین صاحب اور خواجہ محمد دین صاحب سے کہ وہ بھی ان کے ساتھ آئے تھے کرادی۔ اور خاکسار سے یہ درخواست کی کہ آپ حکیم صاحب کی اس کاروائی پر جو کہنا چاہتے ہیں ہم کو کہیں حکیم صاحب پر کوئی الزام عائد نہ کریں۔

میں نے اس کے جواب میں حافظ جی سے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں اور جو آئندہ چاہتے ہیں وہ صرف آپ کی دوست پروری اور پردہ پوشی ہے۔ آپ نے جب حکیم صاحب کو دیکھا کہ وہ ان اصول و جوابات کی تسلیم سے بے دست و پا ہو گئے ہیں لہذا اب وہ مباحثہ کے لئے مجلس میں آئیں گے تو الزام کھائیں گے۔ اور خفت اٹھائیں گے۔ اور یہ امر آپ پر نہایت شاق گذرا اور دوستی کے اور حکیم صاحب اس مروت کے کہ وہ آپ کے کہنے سے مباحثہ کے لئے مستعد ہوئے مخالف معلوم ہوا لہذا آپ نے اس کاغذ پر ان کا دستخط نہ ہونے دیا اور ان کو یہ وعدہ دے کر کہ ہزیمت کا الزام ہم اپنے ذمہ لیں گے، ان کو بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔ مگر آپ کی اس کاروائی سے حکیم صاحب الزام ہزیمت سے بری نہیں ہو سکتے اگرچہ وہ آپ ہی کے کہنے سے خاکسار کے

مخاطب ومناظر ہوئے تھے مگر آخر مخاطب ہوئے اور مناظر بن گئے۔لہذا ان کا فرض تھا کہ وہ جاتے ہوئے خاکسار سے اجازت لیتے یا کم از کم یہ اطلاع دیتے کہ ہم نے صرف حافظ جی کے کہنے سے آپ سے مناظرہ شروع کیا تھا اب ہم حافظ جی کے حکم یا اجازت سے اس مناظرہ کوموقوف کر کے لودہانہ جاتے ہیں۔انہوں نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا، تو ہم ان کا تعاقب نہ چھوڑیں گے۔اوران کے نام تار دے کر ان کو اتمام مباحثہ کے لئے بلائیں گے۔جس پر ہم نے ۱۵۔اپریل کو ۱۱ بجے دن کے مرزا غلام احمد کے نام مضمون کا ٹیلی گرام دیا:

> ۱۵۔اپریل ۱۹۸۱ء۔تمہارے ڈی سائیپل (حواری)(disciple) نور الدین نے مباحثہ شروع کیا اور بھاگ گیا۔اس کو واپس کریں یا خود آویں ورنہ یہ متصور ہوگا کہ آپ نے شکست کھائی۔

اس تار کے جواب میں ہمارے مقدس اور شیر بہادر مرزا صاحب سے یہ نہ ہو سکا کہ فوراً تار کے ذریعہ مجلس مناظرہ میں حاضر ہو جانے کا وعدہ دیتے۔بلکہ دوسرے دن ۱۶۔اپریل کو ۶ بجے کی ٹرین میں ایک آدمی کے ہاتھ اس تار کے جواب میں اپنا خط ذیل روانہ کیا جو ۱۷۔اپریل کو ہمیں ملا۔اس خط میں پچھلے مباحثہ کو آپ نے کالن لم یکن (گویا کہ وہ ہوا ہی نہ تھا) ٹھہرایا۔اور نئے مباحثہ کے لئے ایسی فاسد شرائط کو پیش کیا جن سے مناظرہ کا وجود میں آنا محال تھا۔ان شروط کو گویا انہوں نے سپر بنایا اوران کے ذریعہ سے اپنے آپ کو اور اپنے حواری کو مباحثہ سے بچالیا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۳۳ تا ۴۵)

(یہ مباحثہ ۱۸۹۳ء میں انجام پذیر ہوا تھا، چنانچہ ذیل میں دوسرا حصہ بھی یہاں نقل کیا جارہا ہے۔بہاء)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ میں (بصفحات ۴۱۳ تا ۴۱۶) لکھتے ہیں کہ میں یکم مارچ ۱۸۹۳ء کو بارادہ سفر پورب، ریلوے سٹیشن لاہور پہنچا اور (ٹرین کے) ایک کمرہ میں اپنا سامان سفر رکھ کر پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ناگاہ حکیم نورالدین جمونی بھیروی تشریف لائے اور بحکم قضا وقدر اسی کمرہ میں بیٹھ گئے۔میں نے اس خوف سے کہ مبادا حکیم صاحب مجھے دیکھ کر اس کمرہ سے منتقل ہو جائیں، روانگی گاڑی تک پلیٹ فارم ہی پر ٹہلتا رہا۔جب روانگی کا وقت قریب پہنچا تو میں ٹرین کے کمرہ میں

داخل ہوا اور جاتے ہی حکیم صاحب کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ حکیم صاحب آپ کا مزاج اچھا ہے؟ یہی میرا اسلام تھا اور ایسا ہی غیر مسلم آشناؤں سے ملنے کا میرا دستور ہے۔اس کے بعد میں نے اپنا ایک خواب یا بیداری کا ایک خیال بیان کیا جو اسی شب یا اس سے پہلے روز وقوع میں آیا تھا کہ میں نے چاہا تھا کہ حکیم صاحب کے مسکن بھیرہ جاؤں اور ان کو تبلیغ احکام اسلام و دعوت عقائد اسلامیہ کروں ۔مگر مجھے اس سے یہ خوف مانع ہو گیا کہ مبادا ان کے مکان پر میرے لئے کوئی فتنہ پیش آجائے ۔اس وقت جو آپ کو اس کمرہ میں رونق افروز ہو کر میرے پاس بیٹھے ہیں،تو یہ واقعہ میرے اس خواب یا خیال کی تعبیر ہے۔اس کے بعد میں نے کہا کہ کمال افسوس کا مقام ہے کہ آپ سے ہمارا کئی وجہ سے اتحاد و تعلق تھا۔اسلام ، وحدت مذہب محدثانہ، دوستی، ہم وطنی وغیرہ،مگر مرزائی عقائد کے اختلاف سے وہ اتحاد و تعلق قطع ہو گیا اور تقطعت بهم الاسباب کا مضمون صادق آیا۔اس کو حکیم صاحب نے بھی تسلیم کیا اور اس پر افسوس ظاہر فرمایا۔

اسکے بعد میں نے کہا کہ حکیم صاحب مدت سے میں اس امر کا خواہاں تھا کہ ہماری آپ کی بالمشافہ گفتگو ہو، اور مباحثہ جو ۱۴ اپریل ۱۸۹۱ء کو بمقام لاہور شروع ہو کر ناتمام رہ گیا ہے، پورا ہو۔مگر ناجائز شروط نے، جو آپ کی طرف سے ہوتی رہی ہیں، یہ موقع نہ آنے دیا۔اب جو حسب اتفاق ہمارا اور آپ کا ایک جگہ جمع ہونا میسر ہے،آپ اجازت دیں تو میں اس گفتگو کو پورا کرلوں ۔

☆حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا کہ ہاں شروع کیجئے ۔

☆ اس پر خاکسار محمد حسین نے کہا کہ اس مباحثہ (لاہور، ۱۸۹۱ء) میں میرے سوال نمبر ۲۳ کے جواب میں آپ نے اس امر کو تسلیم کیا ہوا ہے کہ

احادیث میں جہاں لفظ ابن مریم آیا ہے اس کی نسبت مجھے یہ علم نہیں کہ صحابہ اس لفظ سے عیسی نبی الله کو مراد سمجھتے تھے یا کسی مثیل ابن مریم کو،

اور میرے آٹھویں سوال کے جواب میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ الفاظ قرآن و حدیث کے ظاہری معنی مراد لینا واجب ہے، جب تک ان ظاہری معنے سے کوئی مانع قطعی نہ ہو اور یہ بات بھی مسلم کل ہے کہ لفظ ابن مریم کے ظاہری معنی عیسی ابن مریم کے ہیں اسی وجہ سے قرآن میں اس لفظ سے صحابہ کا اسی معنی کو سمجھنا آپ نے سوال نمبر

۲۳ کے جواب میں تسلیم کر لیا ہے۔
اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حدیث کے لفظ ابن مریم کے بھی عیسی نبی اللہ کے معنے مراد ٹھہرانا واجب ہے، اور یہی معنے صحابہ نے سمجھے ہیں۔ پھر آپ اس لفظ حدیث سے مثیل ابن مریم کیوں مراد سمجھتے ہیں؟ اس کے حقیقی و ظاہری معنے سے آپ کی نظر میں کون سا مانع قطعی ہے؟
شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ میری باتیں سن کر حکیم صاحب پر یوں سکوت طاری تھا کہ کان علی رأسه الطیر کا معاملہ نظر آ رہا تھا۔ وہ کچھ نہ بولے تو میں نے کہا شائد آپ حدیث کے اس لفظ کے ظاہری و حقیقی معنے مراد لینے سے اس امر کو مانع قطعی سمجھتے ہوں گے کہ آپ کے نزدیک قرآن سے حضرت مسیح کی قطعی وفات ثابت ہے اور یہ خیال کرتے ہوں گے کہ جب وہ مر چکے ہیں تو پھر اس حدیث سے (جس میں مسیح بن مریم کے آنے کی خبر ہے) بجز مثیل مسیح کے کیا مراد ہو سکتا ہے۔
اس پر حکیم (نورالدین) صاحب نے فرمایا کہ ہاں میری یہی ایک دلیل ہے جو اس لفظ سے حقیقی اور ظاہری معنے مراد ہونے سے قطعی مانع ہے۔
شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس پر میں نے پوچھا کہ آپ کے پاس حضرت مسیح کے فوت ہو جانے پر کون سی قطعی دلیل ہے۔

حکیم نورالدین صاحب نے جواب میں آیت:

یا عیسی انی متو فیك و را فعك الی (یعنی اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ پھر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں)

پڑھی اور کہا کہ حضرت عیسی کے رفع کو تو آپ بھی مانتے ہیں، پس چاہیے کہ ان کی وفات کو بھی مان لیں۔ کیونکہ آیت میں تو فی کا ذکر پہلے ہوا ہے اور رفع کا ذکر پیچھے ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تو فی پہلے ہوئی اور رفع پیچھے۔ اس کی نظیر وہ آیت قرآن ہے جس میں افعال حج کے بیان میں خدا تعالی نے صفا پہاڑ کے طواف کا ذکر پہلے کیا اور مروہ کے طواف کا پیچھے۔ تو اس سے آنحضرت ﷺ نے سمجھ لیا کہ شروع طواف صفا سے چاہیے۔ اور آپ ﷺ نے صاف فرما دیا ابدوا بما بدء اللہ یعنی تم اسی پہاڑ سے طواف شروع کرو جس کا ذکر خدا نے پہلے کیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ اس پر خاکسار نے اپنا بیگ کھول کر اس میں سے اشاعۃ السنہ نمبر ایک لغایت ۴ جلد ۱۴ نکال کر حکیم نورالدین صاحب کو بتایا کہ:

اولاً تو اس آیت میں کسی دلیل سے توفی کے معنی وفات کے متعین و متیقن نہیں ہیں اور نہ لغت عربی میں توفی معنے وفات کے لئے مخصوص ہے۔ لہذا جائز و ممکن ہے کہ اس آیت میں توفی سے حضرت مسیح کا زندہ اٹھایا جانا مراد ہو اور وہی مراد لفظ رفع سے ہو۔ چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں:

ان التوفی هو القبض یقال و فانی فلان دراهمی .... فتوفیتها منه كما قال سلم فلان دراهمی الی و تسلمتها منه و قد یكون ایضاً توفی منه استوفی و علی كلا الاحتمالین لان اخراجه من الارض و اصعاده الی السماء توفیا له فان قیل فعلی هذا الوجه كان التوفی عین الرفع الیه فیصر قوله رافعك الی تكرارا ... قلنا قوله انی متوفیك یدل علی حصول المتوفی و هو جنس تحته انواع بعضها بالاصعاد الی السماء فلما قال بعد و رافعك الی كان هذا تعیینا للنوع و لم یكن تكراراً ۔ (تفسیر کبیر۔ ج ۲)

کہ توفی کے معنی قبض کرنا ہے۔ عرب کے یہ محاورات ہیں:

و فانی فلان دراهمی ۔ و اوفانی و توفیتها منه یعنی فلاں شخص نے میرے دراہم میرے قبضے میں دیدیئے اور میں نے اس سے قبض کر لئے۔

جیسے یہ محاورات ہیں: سلم فلان دراهمی الی و سلمتها منه یعنی فلاں شخص نے میرے دراہم میرے سپرد کئے اور میں نے اس سے لے لئے۔

اور کبھی توفی بمعنی استوفی آتا ہے یعنی پورا لینے کے معنی میں۔

ان دونوں معنے (قبض کرنے اور پورا لینے) سے حضرت مسیح علیہ السلام کو زمین سے نکال کر آسمان پر چڑھالے جانا ان کی توفی ہے۔ اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان معنی کی نظر سے توفی بعینہ رفع جسم ہوا۔ خدا کا متوفیك فرمانے کے بعد

را فعك کہنا تکرار بلافائدہ بنتا ہے (جس سے خدا کی شان پاک ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ متوفیك فرمانے سے صرف قبض کرنا معلوم ہوا۔ جو ایک جنس اور عام مفہوم ہے اور اس کے نیچے کئی انواع واقسام پائے جاتے ہیں۔ پھر جب متو فیك فرمانے کے بعد رافعك فرما دیا تو اس سے اس جنس کے ایک نوع کا تقرر ہو گیا اور تکرار لازم نہ آیا۔

ایسے ہی قاموس، صحاح، صراح، مجمع البحار کتب لغات اور بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لفظ تو فی کے معنی بیان کئے ہیں۔ اور:

ثانیاً، فرض کیا اور بطور تنزل مان لیا کہ یہاں تو فی سے موت کے معنی مراد ہیں تو بھی حرف واؤ کے ساتھ تو فی کا رفع سے پہلے مذکور ہونا اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ اس کا وقوع پہلے ہوا ہے۔ کیونکہ حرف واؤ قرآن اور عام عرب کے محاورہ میں مطلق ومعیت کیلئے ہے جس سے سابق (پہلے) لاحق (پچھلے) اور مقارن (ساتھ والے) کا عطف ہوتا ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ اس میں ترتیب کا لحاظ ہو۔ چنانچہ قاموس میں ہے:

قالوا و المفردة اقسام۔ الاولی العاطفه فتعطف الشی علی مصاحبه فانجیناه و اصحاب السفینة و هی سابقه۔ و لقد ارسلنا نوحا و ابراهیم و علی لاحقة و کذالك یوحی الیك و الی الذین من قبلك

کہ واؤ مفرد کئی قسم کا ہے، ایک عاطفہ جس کے ذریعہ سے کبھی ایک چیز کا دوسرے کے ساتھ ہونا بیان کیا جاتا ہے، جیسے قرآن میں نوح کے ساتھ کشتی والوں کا نجات پانا بیان ہوا ہے۔ کبھی پہلی چیز کا پہلے ہونا اور پچھلی کا پیچھے ہونا۔ جیسے نوح اور ابراہیم کے رسول ہونے کا بیان۔ کبھی پچھلی چیز کے پہلے اور پہلی چیز کے پیچھے ہونے کا بیان، جیسے خدا تعالی کا فرمانا کہ ہم نے تیری طرف وحی کی اور تجھ سے پہلوں کی طرف بھی۔

یہاں پہلوں کا ذکر پیچھے ہوا اور آنحضرت ﷺ کا، جو پیچھے ہوئے، پہلے ذکر ہوا۔ ایسے ہی شرح ملا اور مختصر معانی میں واؤ کے معنی بیان کئے ہیں۔ لہذا اس واؤ سے ہرگز یقیناً سمجھ میں نہیں آتا کہ تو فی پہلے ہوئی ہے اور رفع پیچھے۔

آنحضرت ﷺ نے جو صفا سے طواف شروع کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ نے قرآن میں صفا کے پہلے اور مروہ کے پیچھے مذکور ہونے سے حکم طواف

میں صفا کا مقدم ہونا نکال لیا ہے۔اس وجہ پر کوئی شہادت آپ کے کلام میں نہیں پائی جاتی، بلکہ آپ ﷺ نے حکم الٰہی اور وحی خفی سے یہ حکم دیا ہے کہ جس پہاڑ کا خدا نے پہلے ذکر کیا ہے اسی سے طواف شروع کرنا چاہیے۔اور یہ حکم بھی خاص اسی موقع کے لئے دیا ہے۔ یہ عام حکم نہیں دیا کہ جو پہلے مذکور ہو اس کو حکم میں مقدم سمجھا کرو۔ بلکہ اس کے برخلاف جو چیز قرآن میں پیچھے مذکور ہے اس کو مقدم کیا ہے۔ دیکھو آیت میراث میں قرض کا ذکر وصیت سے پیچھے ہوا ہے، مگر وہ حکم ادائی میں وصیت سے مقدم ہے اور بہت سے واقعات قرآن کا ذکر پیچھے ہوا ہے مگر وجود میں وہ مقدم ہیں

(صفحہ ۹۱ لغایت ۹۴۔اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۱۴ ملاحظہ ہو)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر حکیم نور الدین نے فرمایا: اگر توفی کا وقوع رفع سے پیچھے ہوا تھا تو خدا تعالیٰ نے اس آیت میں توفی کو پہلے ذکر کیوں کیا۔خدا تعالیٰ کا کلام عبث اور خالی از حکمت تو نہیں ہے۔ اس کے جواب میں خاکسار محمد حسین نے کہا کہ ممکن و محتمل ہے کہ حضرت عیسیٰ کو مخالفین کی پکڑ اور قتل اور ایذاء کا خوف واندیشہ ہو۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لئے یہ لفظ پہلے فرمادیا، جس سے (اس فرضی صورت میں توفی سے وفات مراد ہو) یہ جتایا کہ اے عیسے تجھے لوگ نہیں ماریں گے، ہم تجھے تیری اپنی موت سے ماریں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے بھی ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۲ میں متوفیك کے یہ معنی کئے۔ پھر اس قتل اور ایذاء کی فکر سے مطمئن کر کے فرمایا کہ ہم تجھے آسمان پر اٹھالیں گے۔

اس پر حکیم نورالدین صاحب نے پوچھا کہ پکڑ اور قتل و ایذاء کے خوف کا کہاں ذکر ہے؟ خاکسار محمد حسین نے بتایا کہ یہ ذکر انجیل میں صاف وارد ہے جس کی تصدیق قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ابن جریر نے کعب احبار سے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پیروان کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت کی خدا کے پاس شکایت کی، تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں تجھ کو وفات دونگا اپنی طرف اٹھا لونگا، میں تجھے عنقریب قتل دجال کیلئے بھیجوں گا۔ پھر تو اس کے بعد چوبیس برس زندہ رہے گا۔ پھر تجھے اور دیگر زندوں کو ماروں گا۔کعب نے کہا، اس کی تصدیق رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں ہے کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہو جس کے اول میں ہوں اور

آخر میں حضرت عیسیٰ۔ درمنثور میں ہے

و اخر ج ابن جر یر بسند صحیح عن کعب قا ل لما رای عیسی قلة من اتبعه و کثرة من کذ ب، شکی ذا لك الی الله فاوحی الله الیه انی متوفیك و رافعك الی و انی سابعثك علی الاعور الد جا ل فتقتله ثم تعیش بعد ذا لك ار بعاً و عشرین سنة ثم امیتك میة الحی؟ قا ل کعب ذا لك تصدیق حد یث رسو ل الله ﷺ حیث قا ل کیف تهلك امة انا فی اولها و عیسی فی آ خر ها

اور قرآن کریم کی آیات بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں جن میں ذکر ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کی تدبیر کی، خدا نے بچانے کی تدبیر کی، مثلاً

و مکروا و مکر الله ۔ و الله خیر الما کرین (آل عمرا ن۔ ع ۵)۔

و ما قتلوه و ما صلبو ه و لا کن شبه لهم (النساء۔ ع ۲۲)

کہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ ان کو شبہ پڑ گیا۔،

یہ سن کر حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث سے استدلال کرنا آپکی شان نہیں ہے۔ کیا یہ آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے؟ یہ تو کعب احبار کا قول ہے۔ جواباً خاکسار محمد حسین نے عرض کیا کہ میں مستدل نہیں ہوں، کہ اس خوف کے ثبوت میں آنحضرت ﷺ کی مرفوع اور اتفاقی صحیح حدیث کا پیش کرنا میرا فرض ہو۔ میں تو آپ کے دعوی کا مانع ہوں اور منع کی سند میں خوف قتل کو اور اس کی تقویت کے لئے حدیث کعب احبار کو لایا ہوں ۔ آپ اس کو نہیں مانتے تو آپ کا فرض ہے کہ اس احتمال کو بدلیل اٹھاویں ۔ میرا یہ فرض نہیں کہ میں اس احتمال کو بدلیل ثابت کروں ۔ بلکہ میرے لئے یہ احتمال پیدا کرنا کافی ہے کہ حضرت عیسے کو قتل کا خوف ہوگا جیسا کہ ظاہر قرآن اور اس قول کعب سے مفہوم ہوتا ہے، تب ہی خدا تعالی نے ان کو تسلی دینے کیلئے متو فیك کا لفظ پہلے فرما دیا۔ آپ مستدل ہیں اور اس آیت سے حضرت عیسے کا فوت ہونا نکالتے ہیں اور لفظ متو فیك کے پہلے ذکر ہونے سے رفع سے پہلے تو فی ہونے کے مدعی ہیں، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر توفی ، رفع سے پہلے نہ ہوتی تو اس آیت میں تو

فی کا ذکر پہلے اور رفع کا ذکر پیچھے ہونا عبث اور خالی از فائدہ ہے۔ اور یہ احتمال کہ آپ کو خوف قتل اعداء تھا۔ اس لئے آپ کو تسلی دینے کے لئے لفظ تو فی کو پہلے ذکر کیا فلاں دلیل سے مدفوع ہے اور لائق قبول نہیں ہے، لہذا آپ ہی کا فرض ہے کہ آپ پہلے لفظ تو فی کا معنی موت کے لئے مخصوص ہونا کسی قطعی دلیل سے ثابت کریں، پھر رفع سے پہلے تو فی کا وقوع کسی قطعی دلیل سے ثابت کریں۔ اس کی دلیل جو آپنے یہ پیش کی ہے کہ اگر تو فی کا وقوع رفع کے بعد ہوتو آیت میں تو فی کا ذکر رفع سے پہلے عبث اور خالی از فائدہ ہے، اس کے مقابلہ میں ہمارے اس احتمال کو کہ جائز ہے کہ خوف قتل سے مسیح کو تسلی دینے کے لئے تو فی کو مقدم کیا ہو، دلیل سے اٹھاویں، نہ یہ کہ ہم سے اس احتمال کی مئوید قطعی دلیل اور آنحضرت ﷺ کی حدیث پوچھیں۔

حکیم نورالدین صاحب یہ سن کر فرمایا مجھے اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا ۔آپ اس بحث کو جانے دیں۔ حضرت بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو حکیم نورالدین صاحب کس عذر پر اڑے اور پھر اتمام حجت کے بعد کیونکر بحث سے ساکت و عاجز ہوئے۔ کیا حضرت مسیح کا یہودیوں سے قتل وایذاء کا خائف ہونا ناظرین انجیل وقرآن وحدیث وتفسیر پر مخفی ہے؟ اور کیا اس امر میں حکیم صاحب کو کچھ شک ہے؟ ہرگز نہیں۔ ان کو یہ شک کیونکر ہوسکتا ہے جس حالت میں مرزا قادیانی کا ازالہ اوہام اس خوف کو بیان کررہا ہے۔ اس نے تو اس خوف کو اس حد تک پہنچا دیا کہ مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا مان لیا، اور آیہ انی متوفیك کا اشارہ اس طرف بتایا کہ حضرت مسیح نے سمجھ لیا کہ اب میں صلیب پر مرا۔ اور یہ کہہ یا کہ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ تب خدا نے ان کو وعدہ دیا کہ تو ان کے ہاتھ سے نہیں مرے گا اور یہ قول فرمایا (ان کے ازالہ اوہام کا صفحہ ۳۴۲ و ۳۹۴ ملاحظہ ہو)۔ مگر حکیم صاحب نے اس وقت ہٹ دھرمی سے کام لیا اور اپنے اعتقاد و کانشنس کا خلاف کرکے ایسی بات کہی جو ان کے اعتقاد کے مخالف تھی اور یہ بات جو بے سوچے انکے منہ سے نکل گئی تو اس کی پچ کرتے چلے گئے اور آخر دندان شکن جواب پاکر مباحثہ سے عاجز ہوئے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اسی گفتگو کے اثنا میں نماز کا وقت آگیا تو حکیم صاحب نے فرمایا نماز مل کر پڑھیں ۔آپ تو میری اقتداء نہیں

کریں گے، میں آپ کا مقتدی بنتا ہوں آپ نماز پڑھاویں۔ خاکسار نے نماز پڑھی اور گفتگو سابق کے قطع ہو جانے کے بعد خاکسار نے حکیم صاحب سے کہا کہ مسائل کی بحث آپ نہیں کرتے تو اتنا تو بتا دیں کہ مرزا قادیانی صاف اور صریح جھوٹ کیوں بولتا ہے ؟ایک بات اپنی کتاب میں لکھتا ہے، اور پھر اس سے صاف منکر ہو جاتا ہے ۔،ایکجگہ ایک بات لکھتا ہے دوسری جگہ اس کا خلاف بیان کرتا ہے، اور یہ اقرار نہیں کرتا کہ پہلے جو میں نے اس کے خلاف کیا ہے اس سے اب میں نے رجوع کیا ہے ۔اور اس میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔،

اسکی مثال ایک یہ ہے کہ فتح اسلام میں اس نے لیلۃ القدر سے رات مراد ہونے سے صاف انکار کیا ہے اور پھر اپنے ازالہ کے صفحہ ۴۳۰ میں اس انکار سے انکار کر دیا ہے۔،

دوسری مثال توضیح المرام کے صفحہ ۱۹ میں اس نے آنیوالے مسیح کے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۲۳ میں اپنے آپ کو مسیح قرار دے کر نبی بھی کہا ہے۔،

تیسری مثال توضیح مرام میں اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا ہے اور بعض اشتہارات وتقریرات میں دعوی نبوت سے انکار کیا ہے۔،

چوتھی مثال ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۴ میں آیۃ و مبشراً برسول یا تی من بعدی اسمه احمد کو اپنے حق میں بشارت قرار دیا ہے اور آنخضرتﷺ کے حق میں اس کی بشارت ہونے سے انکار کیا ہے ۔اپنے دافع الوساوس میں اس آیت کو آنخضرتﷺ کے حق میں بشارت قرار دیا ہے۔ (اور اس ہر ایک متعارض بات کو اصل کتابوں سے نکال کر حکیم صاحب کو اسی وقت دکھا دیا)۔

اس پر حکیم نور الدین صاحب نے فرمایا کہ میں نے ان باتوں کو مرزا صاحب کی تصانیف میں نہیں دیکھا، اب ان باتوں کو ان سے پوچھونگا اور اس تعارض کی وجہ دریافت کرونگا۔ اور فرمایا کہ میں مرزا صاحب کی تصانیف نہیں دیکھا کرتا، میں تو صرف ان کا چہرہ دیکھا کرتا ہوں اور اسی سے سبق حاصل کرتا ہوں ۔خاکسار محمد حسین نے کہا کہ آپ کی یہ بات درست نہیں، مرزا صاحب کی کتابوں اور تصانیف کو آپ کا نہ دیکھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ قادیانی تو جو کچھ لکھتا ہے آپ کا بتایا ہوا ہے ۔مضمون آپ کا ہے، عبارت اس کی۔ آپ جو قادیانی کے چہرہ سے سبق حاصل کرنے کے مظہر ہیں یہ

بھی درست نہیں ہے، کیونکہ آپ مرزا قادیانی کے مرید نہیں، پیر ہیں۔ اور آپ نے یہ مکر کیا ہوا ہے کہ ان کو پیر اور اپنے آپ کو مرید مشہور کر رکھا ہے۔ دراصل پیر و مرشد آپ ہیں اور وہ آپ کے مرید وشاگرد ہیں۔ آپ قدیم سے نیچری خیالات رکھتے اور اس قسم کے خیالات پسند کرتے ہیں۔ اور سرسید کی تصانیف کے شائق و عاشق و ناظر تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تصانیف براہین احمدیہ وسرمہ چشم آریہ میں اس قسم کی تاویلات کو دیکھا اور ساتھ ہی اس کا دعوی الہامات وکرامات دیکھا، تو آپ نے یہ سمجھا کہ اسکے ذریعہ سے مذہب نیچری خوب پھیلے گا۔ پس آپ قادیان پہنچے اور اس سے یہ طے کر لیا کہ تم پیر بنو، میں مرید بنتا ہوں، مسائل اور کتابوں کی عبارات وحوالہ جات میں بتایا کرونگا، ان کی عبارت آرائی آپ کریں اور مذہب نیچری کو پھیلا دیں۔ مرزا قادیانی پہلے سے لا مذہب اور نیچری تھا۔ اس نے اس امر کو غنیمت سمجھا اور یہ طریق اختیار کیا۔ آپ اس کو القاء والہام کرتے ہیں وہ آپ کو کچھ الہام نہیں کرتا۔ آج بھی اس کو کوئی نہ کوئی الہام کرنے کیلئے آپ قادیان جا رہے ہیں۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ میں اس کے چہرہ سے سبق لیتا ہوں کذب نہیں تو کیا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ میری بات سن کر حکیم نور الدین نے حیران ہوکر کہا یہ بات غلط ہے۔ اس پر خاکسار نے کہا کہ آپ غلط کہیں، مجھ کو تو یہی خیال ہے جس پر دلیل، ظاہر حال ہے۔ اس پر حکیم صاحب ساکت ہو گئے۔ اتنے میں امرتسر کا سٹیشن آ گیا تو حکیم صاحب گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑی میں سوار ہوکر قادیان کو گئے اور خاکسار اسی گاڑی میں پورب گیا۔

حکیم نور الدین کا مولانا عبدالمجید سے مباحثہ سے اعراض

مولانا عبدالمجید دہلوی، مولوی سید محمد احسن امروہی سے بھوپال میں مباحثہ کے غرض سے تشریف لے گئے تھے۔ امروہی صاحب سے ان کی اس سلسلہ میں خط وکتابت ہوئی لیکن وہ بے نتیجہ رہی۔ اس کی تفصیلات مولانا عبدالمجید صاحب کی بیان للناس میں درج ہیں جو ہمارے سلسلہ کتب کی کسی سابقہ جلد میں نقل ہو چکی ہے۔

مولانا عبدالمجید لکھتے ہیں کہ بھوپال سے عاجز آ کر بہ تقریب جلسہ انجمن حمایت اسلام لاہور گیا اور وہاں نوٹس نمبر۲ (جو آئندہ درج ہوگا) شائع کیا۔ اتفاقاً جناب مولوی حکیم نورالدین بھی لاہور میں آ گئے اور نوٹس نمبر۲ عاجز کا ان کو پہنچ گیا اور عاجز خود بھی ان کی خدمت میں کئی مرتبہ حاضر ہوا، مگر خوبی اتفاق سے ان کو فرصت بالکل نہ ہوئی جو گفتگو ہوتی۔ چنانچہ ایک روز زبدۃ الحکماء حکیم غلام نبی کے مکان پر حکیم نورالدین کی دعوت تھی، عاجز بھی بعد وقت اکل طعام وہاں حاضر ہوا۔ کرنل عطاء اللہ خاں نے عاجز سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولوی صاحب کا غذی گھوڑے تو آپ نے بہت دوڑائے، ہم نے آپ کے نوٹس بھی دیکھے، اس وقت اتفاق سے آپ دونوں یہاں موجود ہیں، حکیم صاحب سے کچھ گفتگو کیجئے۔ میں نے عرض کیا کہ جس بات کو میں حق جانتا ہوں اس کے بیان کرنے اور اس میں کلام کرنے سے مجھے کب تامل ہے، مگر حکیم صاحب کی اجازت ضروری ہے۔ آپ انہیں راضی کریں، مجھے کچھ عذر نہیں۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ میں بھی مرزا صاحب کے کلام کو حق جانتا ہوں اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ ان کا کوئی ارشاد غلط نہیں ہے، مگر مولوی (عبدالمجید) صاحب کو فرصت ہے، مجھے فرصت نہیں، اور نہ میں تقریر کو پسند کرتا ہوں۔ جانبین سے تحریریں ہو رہی ہیں آپ لوگ تامل کریں اور طرفین کی تحریروں کو ملاحظہ فرمائیں۔

عاجز کو اس امر کے اظہار میں تامل نہیں ہے کہ حکیم نورالدین نہایت درجہ وسیع الاخلاق اور لائق آدمی ہیں۔ جس طرح مرزا صاحب و مولوی محمد احسن کی کج اخلاقی اور درشتی کا میں شاکی ہوں، اسی طرح حکیم صاحب کے اخلاق کی شکر گزاری بھی میرا ذمہ ہے۔ حکیم صاحب عاجز سے اچھی طرح خندہ پیشانی سے ملے اور کمال مہربانی سے پیش آئے جیسا کہ شرافت کا مقتضا ہے اور ان کی مجلس کا رنگ بھی ایسا نہ تھا جیسا کہ دہلی میں مرزا صاحب کی مجلس کا رنگ دیکھا کہ جب کوئی ان کے پاس گیا ادھر ادھر سے حواریوں نے آوازے کسنے شروع کئے اور تبرے اڑانے لگے۔ جو شریف گیا، افسردہ ہی ہو کر آیا۔ اور جو ذرا کوئی بولا، مجلس سے نکلوا دیا۔ چنانچہ مولوی محمد ،مصحح مطبع انصاری کے ساتھ جو بے تہذیبی برتی گئی وہ مرزا صاحب کی مجلس کا ایک ادنی نمونہ ہے۔ مرزا صاحب کی مجلس میں کئی شخص تو ایسے تھے جن کی زبان قابو سے

باہر تھی۔ جہاں کوئی شریف گیا اور ٹانگ لی وہ اپنی شرافت سے چپ ہوا اور انہوں نے قہقہہ اڑایا کہ ہم نے شرمندہ کر دیا۔ آخر کار اس کا نتیجہ کسی قدر اپنے ہم پلہ لوگوں سے ان کو مل گیا۔

مجھے یاد آیا کہ بھوپال سے نواب ممتاز الدولہ مولوی سید عبدالحی خان صاحب انہیں ایام میں تشریف لائے تھے، انہوں نے مرزا صاحب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ میں ان کو لے گیا۔ ان کے ہمراہ جناب حکیم حاتم علی صاحب رئیس آگرہ اور جناب منشی عبدالعزیز رئیس دھولپور بھی تھے۔ جس وقت یہ صاحبان مرزا صاحب کے مکان پر پہنچے حواریوں نے اپنی عادت کے موافق آوازے کسنے اور تبرے کرنے شروع کئے اور ان کے سامنے ایسے نا ملائم اور بے جا الفاظ کہے کہ وہ حیرت سے منہ دیکھ کر رہ گئے اور مجھے مفت شرمندہ ہونا پڑا۔ آخر میں نے مرزا صاحب سے عرض کیا کہ حضرت مورد عتاب تو اہل دہلی ہیں، یہ لوگ تو مسافر آپ کی زیارت کو آئے ہیں، ان سے تو براہ مہربانی دو باتیں کر لیجئے۔ اس وقت جناب کو ہوش آیا اور فرمایا کہ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں۔ مگر حواری اس وقت بھی خاموش نہ ہوئے۔ میں کئی بار حکیم صاحب کی مجلس میں گیا، کبھی کوئی لفظ کسی سے ایسا نہ سنا جو باعث ملال ہوتا یا طبیعت کو ناگوار گذرتا۔ حکیم صاحب کی مجلس میں کبھی کوئی گفتگو کسی کی زبان پر ایسی نہیں آئی جس سے بوئے ملال آتی۔ عاجز کی رائے ناقص میں مرزا صاحب کے مشن میں اگر کوئی آدمی ہے تو حکیم نور الدین صاحب ہیں اور اکر کوئی لائق گفتگو ہے تو حکیم صاحب۔ افسوس کہ ان کو فرصت نہ ملی ورنہ گفتگو کا لطف آتا۔

چونکہ حکیم صاحب سے بھی بالفعل گفتگو کی امید قطع ہوئی لہذا اس عاجز نے اپنے خطوں کو طبع کر دینا مناسب سمجھا۔ یا اللہ تیرا یہ عاجز بندہ نہایت عاجزی سے تیرے حضور میں بکمال ادب اس دل سے عرض کر رہا ہے جس کو تو دیکھ رہا ہے کہ میرے قلم و زبان سے وہ الفاظ نہ نکلیں جن سے مجھے تیرے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ الٰہی مجھ کو تو اور تیری رضا مطلوب ہے، تو میری اس تحریر میں مدد کر۔ آمین و اللّٰه المستعان وعليه التكلا ن ، على كلّ امرٍ به استعين ، هو المستعان فنعم المعين

مرزا قادیانی کو یک ہزاری چیلنج

نوٹس اتمام حجت نمبرا

مرزا غلام احمد قادیانی اور انکے معتقد مولوی حکیم نور الدین بھیروی اور مولوی محمد احسن امروہی وغیرھم کے نام خاکسار محمد عبدالمجید مالک مطبع انصاری دہلی کا نوٹس

مرزا صاحب قادیانی کے یہ دعوی ہیں:

۱۔ میں مسیح موعود ہوں۔

۲۔عیسی ابن مریم کا نزول یعنی دوبارہ دنیا میں آنے کا خیال غلط ہے۔

۳۔عیسی بن مریم مرکر جنت میں داخل ہو گئے۔

۴۔ مرکر کوئی زندہ نہیں ہوتا۔

۵۔ جنت میں داخل ہو کر پھر کوئی باہر نہیں آ سکتا۔

باوجود ان دعووں کے مرزا صاحب قادیانی اقرار کرتے ہیں کہ میں مسلمان اہل سنت والجماعت ہوں اور اہل سنت کی تمام کتابوں کو مانتا ہوں۔ اور ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

میرے مسیح موعود ہونے کا سارا قرآن مجید مصدق ہے اور تمام احادیث صحیحہ اس کے صحت کے شاہد ہیں۔

لہذا یہ عاجز بذریعہ نوٹس ہذا مرزا صاحب اور انکے اتباع کو اطلاع دیتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کو اپنے دعووں کی صداقت پر کامل اطمینان ہے اور وہ جانتے ہیں کہ میں سچ کہتا ہوں تو بسم اللہ، درکار خیر حاجت استخارہ نیست۔

آپ تو فرماتے ہیں کہ سارا قرآن میرے دعووں کا مصدق اور تمام احادیث صحیحہ شاہد ہیں، میں عرض کرتا ہوں کہ اگر ایک آیت صریح الدلالت اور بتائید اس کے حدیث صحیح سے اپنے دعووں کو مجمع علماء میں بطریق اہل سنت و الجماعت ثابت کر دیں گے، تو میں مبلغ ایک ہزار روپئہ نقد ان کی خدمت میں پیش کرونگا اور ایک سال تک ہر روز بشرط صحت وحیات مرزا صاحب کی

صداقت کا اپنے وعظ میں اظہار کیا کرونگا۔

اور جس ادب و عزت کے ساتھ مرزا صاحب فرمائیں گے ان کے ساتھ گفتگو کی جائے گی۔ مرزا صاحب اس ثبوت کے لئے مناظرہ کرنے کو تیار ہو جائیں۔ مکان اور پولیس کے انتظام اور امن کے آپ خود ذمہ دار ہو چکے ہیں۔ اور اگر مرزا صاحب ایک ہفتہ میں اس مناظرہ کے لئے تیار نہ ہوئے تو ضرور یقین کر لیا جائے گا کہ مرزا صاحب خود اپنے دعووں کی صداقت پر مطمئن نہیں ہیں اور ان کا دل ان کی تکذیب کرتا ہے۔ فقط

انعام: بحالت پوری کرنے شرط کے مرزا صاحب کو مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد دیا جائے گا اور ایک سال ان کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔

اطلاع: آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ ایک ہفتہ کی میعاد میں کوئی تاریخ مقرر کر کے دو روز پہلے مجھے اطلاع دیں۔ اگر آپ نے اطلاع نہ دی اور ثبوت کے لئے تیار نہ ہوئے تو آپ کے دعوی کی تکذیب کے لئے یہ کافی ثبوت ہے۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ۔

راقم خاکسار محمد عبدالمجید عفی عنہ مالک مطبع انصاری دہلی

حکیم نورالدین اور ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، مرزا صاحب قادیانی نے اخص مریدوں میں سے تھے۔ اور انہیں دافع الوساوس میں مرزا صاحب نے: حبی اللہ عبدالحکیم خان، کے الفاظ میں بذریعہ الہام والقاء یاد کر کے اپنے انصار اور مخلصین میں شمار کیا ہے۔ پھر ایک وقت آیا کہ ڈاکٹر صاحب، مرزا قادیانی کے دعاوی سے منکر ہو کر ان کے خلاف خم ٹھونک کر کھڑے ہو گئے۔ ان دنوں حکیم نورالدین صاحب نے انہیں ایک خط لکھا جو درج ذیل ہے۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں:

جناب عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن بالقابہ

آپ کی تفسیر القرآن اردو زبان اور مفید عام اور تشخیص الامراض اس

خاکسار کے پاس تھی وہ اسلئے واپس ہے کہ آپ کے موجودہ تغیرات میں آپ کو مدد ملے۔

آپ کا خیال جو کچھ ہم لوگوں کی نسبت ہے اس کی تو اب شکایت نہیں کیونکہ خود ہمارا امام آپ کے خیالات میں ناگفتہ بہ ہے تو ہم کس ہستی کے ہیں۔ ہمیں بحمد اللہ کوئی ضرورت نہیں جو ہم ایسے شخص کی کتاب رکھیں جو ہمارے سے بدظن ہے۔ اللہ تعالی کے عجائبات ہیں جو ہم نے آپ کے متعلق دیکھیں۔ مرزا آپ کی اس تفسیر تک تو مسیح و مہدی تھا، اب دجال وضال ہو گیا تو آپ کا استقلال اور آپ کی تحقیق گزشتہ کی بے ثباتی تو ظاہر ہو گئی۔ آئندہ موجودہ حالت پر آپ ٹھہریں گے یا ترقی کریں گے، آئندہ ظاہر ہوگا۔ تمہارے متعلق ایک حیرت زدہ انسان۔ نورالدین ۲ مئی ۱۹۰۶ء

جواباً ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی لکھتے ہیں:

مولانا ومخدومنا مولوی نورالدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ معرفت مولوی عبداللہ خان میرے پاس تراوڑی پہنچا۔ میری تحقیق گزشتہ میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ میں اسی طرح مرزا صاحب کو مسیح الزمان اور ملہم من اللہ مانتا ہوں۔ آپ کو اسلام کا عملی نمونہ اور عالم قرآن جانتا ہوں۔ جماعت احمدی میں جو نئے خیالات پیدا ہوئے وہ قرآنی بینات کے صریح خلاف ہیں وہ بیشک میں نہیں مان سکتا جب تک قرآن کریم سے ان کی مطابقت ثابت نہ کی جائے مختصراً وہ مسائل حسب ذیل ہیں۔

ا۔ تمام غیر احمدی مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھنا، ان کے ساتھ السلام علیکم اور نمازیں ترک کر دینا۔ جو لوگ صریحاً ہم کو کافر کہتے ہیں ان کے ساتھ تو نمازیں اور سلام ترک کرنا درست تھا مگر جو لوگ خاموش ہیں یا کم علمی یا کم فہمی یا خلاف معلومات کی وجہ سے منکر یا مخالف ہیں ان کا کیا قصور؟ کیونکہ ان کا خلاف اس بنا پر ہے کہ یہ جدید مسائل قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں۔ پر جو تبلیغ کامل کے بعد عمداً خلاف قرآن وحدیث کریں وہ بے شک کافر ہیں۔ یہی ایمان میرا شروع سے تھا اور اب تک ہے۔

۲۔تمام انبیاء پیغام رساں اور ہادی خلائق ہوئے ہیں نہ کہ مدارنجات ۔ایسا ہی حضرت مرزا صاحب ہیں ۔وہ خداوند جو رب العالمین ،الرحمٰن الرحیم ،مالک یوم الدین، العلیم الحکیم، الملک القدوس ہے اس کے علوم پر کون محیط ہوسکتا ہے ۔پھر اس کی رحمت ومغفرت کے لا انتہاء قوانین کسی ایک انسان کے کیسے ماتحت ہوسکتے ہیں۔اس سے بڑھ کر اور کون سا شرک ہوسکتا ہے، اور خداوند عالم کی توہین اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کی رحمت و مغفرت کسی انسان کے ماننے پر منحصر سمجھا جائے۔

مدارنجات قرآن مجید نے توحید اور اعمال صالحہ کو بتایا ہے

من آمن باللّٰه و الیوم الآخر و عمل صالحاً۔ بلی من اسلم وجهه للّٰه و هو محسن ۔ انّ اللّٰه لا یغفر ان یّشرك به و یغفر ما دون ذلك لمن یشاء۔

پھر یہ کہنا کہ تیرہ کروڑ مسلمان جو تیرہ سو سال میں طیار ہوئے وہ خواہ کیسے ہی موحد، خدا پرست اور باعمل ہوں جو مرزا صاحب کو نہیں مانتے وہ سب کے سب خارج از اسلام ہیں اور قابل نجات نہیں ۔ یہ مسئلہ بینات قرآنی کے خلاف صریح طور پر معلوم ہوتا ہے یہ کیسے مانا جاسکتا ہے۔اگر میں غلطی پر ہوں تو از روئے بینات قرآنی میرا اطمینان کردیا جائے ۔مگر افسوس کہ میں مانگتا دودھ ہوں اور مجھے پلایا جاتا ہے زہر۔ میں طالب حق ہوں اور اطمینان ہونے پر ہر ایک پرانی بات کے چھوڑنے اور نئی بات کے اختیار کرنے پر تیار ہوں بشرطیکہ قرآنی اور فطری طور پر میرا اطمینان کردیا جائے ۔ میرا یہ ایمان بھی شروع سے ہے آج کا نہیں ۔

۳۔ حضرت مسیح الزمان کو مسیح ومہدی مانتا ہوں ساتھ ہی بشر بھی ۔ بشری طور پر جو کمزوریاں اور نقص ان میں ظاہر ہوتے ہیں میں اس وقت بھی دیکھتا تھا اور اب بھی دیکھ رہا ہوں ۔مثلاً براہین احمدیہ، منن الرحمٰن اور اربعین کا باوجود اشتہارات دینے کے آج تک مکمل نہ ہونا ،.. جماعت کی عملی اصلاح کی طرف توجہ نہ ہونا ۔سارا زور حیات وممات مسیح کے مسئلہ پر خرچ کرنا، قرآنی

تعلیمات پر علی التناسب توجہ نہ ہونا، تبلیغ کی غرض سے اور شہروں میں نہ جانا، دہلی کا سفر اگر کیا تو محض بیوی صاحبہ کی خاطر۔ لنگر کے نام پر روپیہ جمع کرنا، آپ بے فکری سے کھانا دوسروں کو کھلانا، اور اس کو درد اور کفایت کے ساتھ خرچ نہ کرنا، نہ اس کا کوئی حساب کتاب رکھنا۔ احمدی جماعت میں داخل ہوکر سوائے ایک وفات اور آمد مسیح، عملی اصلاح اور تزکیہ نفس کی طرف کوئی خیال نہ ہونا، جو لوگ پہلے سے جس حال میں ہیں اس میں کوئی نمایاں ترقی نہ ہونا۔

اب جب میں نے دیکھا کہ احمدیوں میں مرزا پرستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ سوائے اس کے سب اذکار برائے نام رہ گئے اور شرک تک نوبت پہنچی گئی، انبیاء کی توہین ہونے لگی، تب مجھ کو حضرت مرزا صاحب کے واقعی نقص اور کمزوریاں گنانی پڑیں۔ نہ اس نیت سے کہ ان کی توہین ہو بلکہ اس نیت سے کہ ان کو خدا یا شریک خدا نہ ٹھہرایا جائے جیسا کہ خود مرزا صاحب مسیح اور حسین کی کمزوریاں گناتے رہے ہیں وہی نیت میری ہے۔ اگر ان کمزوریوں میں کوئی خلاف واقعہ امر میں نے گنایا ہے تو مجھے بتلایا جائے، میں اسے واپس لے لوں اور تائب ہو جاؤں۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ میں تو آپ کی طرف آتا ہوں اور آپ مجھے دور سے دھکے دے رہے ہیں۔ میرا مرض کچھ اور ہے اور دوا کچھ اور زبردستی میرے حلق میں ٹھونسی جا رہی ہے۔ پھر اعلان بھی شائع کر دیا اور کتابیں واپس ہو رہی ہیں اور اس کا نام رکھا جاتا ہے انّما اشکو بثی و حزنی الی اللّٰہ کیا اس کے یہی معنی ہیں کہ بر سر بازار شور مچایا جائے۔ میرا کوئی خط شائع نہیں کیا۔ میرے مقاصد کچھ تھے مگر غیظ وغضب کی حالت میں کچھ سے کچھ سمجھ کر کوسنے پر آ پڑے اور میری تباہی کے منتظر ہو گئے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ میرا خدا مغلوب الغضب اور بدفہم نہیں ہے کہ ایک شخص جو قرآنی رو سے ایک امر کا فیصلہ چاہتا ہے اس کو کافر اور مرتد کہا جائے۔ جو آیات قرآنی میں اپنے استدلال میں پیش کرتا ہوں نہ ان کے دوسرے معنی کر کے دکھائے جاتے ہیں نہ کوئی اور معقول جواب ملتا

ہے، بلکہ شروع سے ہی خارج از اسلام، دشمن اور کذاب مفتری نام سے پکارا جاتا ہے۔ جو امر مجھ کو صریحاً قرآن کریم کے خلاف معلوم ہوں تو میں ان کو کیسے مان سکتا ہوں۔ جو تجاویز اصلاح اور استحکام جماعت کے واسطے میں نے پیش کی ہیں ان کو ارتداد شمار کیا جاتا ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ مسیح کا خلاف نہایت ہی خطرناک امر ہے مگر قرآن کریم کا خلاف اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ بدیہی امور اور واقعات سے انکار کرنا کذب اور سخت کفر ہے۔ خداوند عالم کو ایسا حقیر سمجھنا کہ وہ ایک انسان کے تابع ہو گیا ہے نہائت ہی غضبناک شرک اور ظلم ہے۔

۴۔ اللّٰہ یحمدك من السّماء۔ انت منی و انا منك ۔انت منّی بمنزلۃ اولادی

یا شمس و یا قمر۔ وغیرہ متشابہات میں سے ہیں۔انکی بنا پر کوئی شرعی مسائل قائم کرنا غلطی ہے۔ جیسے کہ آپ شمس وقمر ہیں ویسے ہی آپ محمد، احمد اور ابراہیم بھی ہیں۔ایسے ہی بہشتی مقبرہ اور تعمیر منار ہے۔ ان تمام کو قرآنی میزان میں رکھ کر دیکھنا چاہیے۔نزول خداوندی ہر بشر پر اس کی استعداد اور قابلیت کے مطابق ہوتا ہے۔قرآنی وحی سب سے اعلیٰ اور مصفیٰ اور اجلیٰ ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ حضرت مرزا صاحب کے الہامات انبیائے بنی اسرائیل کی وحی کے مشابہ ہیں جس میں استعارات بعیدہ بکثرت ہیں۔اس لئے یہ لا ریب فیہ نہیں ہو سکتے۔ لا ریب فیہ ایک ہی وحی ہے جو قرآن مجید ہے۔ ہر وحی کو اس کے تابع کرنا ضروری ہے۔محمد ﷺ کا کوئی مظہر اتم نہیں ہو سکتا، اسلئے کوئی وحی نہ اس کے ہم سر ہو سکتی ہے اور نہ اس کی ناسخ۔ یہی ایمان میرا براہین کے وقت تھا اور یہی اب ہے۔ایک ذرہ تفاوت نہیں۔اس نکتہ کی لاعلمی سے اکثر علماء کے لئے حضرت مرزا صاحب کے الہامات ٹھوکر کا موجب ہوئے۔ جب بشیر کی نسبت الہامات ہوئے کانّ اللّٰہ نزل من السّماء وہ ایک یوم میں ایسا بڑھے گا جیسا کہ ہفتوں میں، اور ہفتوں میں

ایسا جیسا کہ مہینوں میں ۔، اس وقت بھی میں یہی سمجھتا تھا کہ یہ ظاہری معنوں میں کبھی پورا نہیں ہوگا۔

۵۔ اسلام کے دو ہی جز ہیں ایمان باللہ اور احسان بالخلق ۔ السلام علیکم ایک ادنی درجہ کا احسان ہے اس لئے سلام کا ترک کرنا نہایت سخت درجہ کا بخل ہی نہیں بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ وہ شخص دشمن اور بدخواہ ہے ..قرآن مجید نے عباد الرحمٰن کی پہچان یہ بتلائی ہے

اذا خا طبهم الجاهلو ن قالوا سلا ماً

جب کفار تک سے سلام کی مناہی نہیں تو پھر کلمہ گو مسلمان سے سلام ترک کرنا قرآن مجید کے سخت مخالف ہے ۔ وہ اچھا محسن اور ہمدرد بنی نوع ہے جو ذرا سے اختلاف رائے پر بھی سلام ترک کر دیتا ہے۔ آپ خود مجھ سے دشمنی کریں میری تباہی کے منتظر رہیں مگر میں تو اے نورالدین تیرا وہی روحانی فرزند ہوں جو پہلے تھا۔ مسیح کا مرید ہوں اور تم سب کیلئے سلامتی اور کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ .. ہاں میری عقل میں اصل توحید اور تمجید اور تحمید باری تعالی کے یہی معنی ہیں کہ جہاں اس کے کلام یا جلال کا مقابلہ ہو وہاں دوسروں کو ہیچ سمجھا جاوے ۔ آپ یا آپ کے مسیح خواہ اس کو کفر کہیں یا ارتداد یا دشمنی یا گستاخی ۔ ہاں اس کے خلاف آپ مجھ کو قرآن مجید سے سمجھا دیں تو میں باز آجاؤنگا۔

٦ ۔ کل حز ب بما لد یهم فرحون ۔ افسوس کہ جماعت احمدی اس عمل میں سب سے بڑھ گئی یہاں تک کہ ریویو آف ریلی جنز میں جب عام اسلامی مضامین شائع ہونے کی تجویز پاس ہوئی اور ضمیمہ میں خاص ، تو کس قدر احمدی جماعت نے شور مچایا۔ حالانکہ ضمیمہ نے جماعت میں اور دیگر خواست گاروں میں جانا ہی تھا، خاص مضامین کی اشاعت میں اس سے کوئی کمی واقع نہیں ہوسکتی تھی مگر عام اشاعت زیادہ ہونے کے ساتھ رفتہ رفتہ خاص اشاعت بڑھنے کی امید تھی وہ دیوار جو مولویوں نے درمیان میں حائل کی تھی اس کو گرتے گرتے پھر کھڑا کر دیا گیا۔

نہ صرف اتنا ہی کیا بلکہ..قرآن مجید کو اور تیرہ سوسال کے اسلامی مضامین کو مردہ اسلام بتلایا گیا، گویا کہ خدا اور اسلام میں آج مرزا صاحب کی پیش گوئیوں سے جان آئی اور تیرہ سوسال تک وہ مردہ ہی تھے۔قرآن مجید (نعوذ باللہ)مردہ، محمد ﷺ (نعوذ باللہ)مردہ، تیرہ سوسال کے تمام مسلمان مردہ۔کیا قرآن مجید بذات خود ایک زندہ معجزہ اوراس کی تعلیمات بذات خود حیات بخش نہیں ۔کیا اس میں ہزار ہا پیش گوئیاں اور علمی اسرار نہیں ۔ افسوس انّهم فی طغیانهم یعمهون ۔کیا میری باتیں تمام افتراء اور دلخراش ہیں کہ ان پر مطلق غور نہ کیا جائے بلکہ فوراً لعنت شروع کر دی جائے اور انتظار کیا جائے کہ کب یہ تباہ ہوتا ہے۔میں اگر اس حرکت سے تباہ بھی ہو جاؤں تو ہو جاؤں مگر خداوند عالم کا عظمت وجلال اور قرآن مجید کی عزت و مرتبت دوسرے انسان یا کلام کو نہیں دے سکتا ۔پس اگر توحید ہی ارتداد ہے تو گواہ رہو کہ میں سخت مرتد ہوں۔اگر قرآنی وحیوں کو تمام وحیوں کا حکم اور میزان ماننا ہی گستاخی اور کذب ہے، تو میں سخت گستاخ اور کذاب ہوں ۔میرا خداوند گواہ ہے کہ جو کچھ میں نے اس وقت کیا، مسیح کی کمزوریاں، خطا کاریاں گنائیں ،ان کو ناراض کیا، یہ سب کچھ رب العالمین کے جاہ وجلال اور قرآنی وحی کی عظمت وشوکت کی خاطر۔اگر میں نے خالصتاً خدا کے واسطے اور اسکی عظمت و جلال کی خاطر نہیں کیا تو میں آج ہی تباہ ہو جاؤں۔

۵۔مسیح (مرزا) تو میری ہلاکت اور تباہی اپنی نفسانی اغراض کی بنا پر کسی اور وقت چاہتا ہے مگر میں کہتا ہوں اے خداوند! میں نے اگر یہ سب کچھ تیری عظمت وجلال کی خاطر نہیں کیا تو مجھے ابھی ایک منٹ کے اندر ہی اس دنیا سے اٹھا لے۔آمین آمین آمین۔ و السلا م الف الف سلا م علیکم و علی کل من لد یکم ۔

اے خداوند رب العالمین میں کیسے سمجھ لوں کہ ایک کمزور انسان جو سیدھی سیدھی تحریرات بھی نہیں سمجھ سکتا ،جو آج کچھ اور کل کچھ کہتا ہے ،جو بڑے بڑے ارادے کرتا اور ناکام رہتا ہے، میں کچھ لکھتا ہوں اور وہ سمجھتا کچھ ہے

۔ جو آرام طلب ہے اور عیش پسند ہے۔ جو ایک گاؤں میں بیٹھے بٹھائے محض اپنے نہ ماننے کی بنا پر تیرہ کروڑ مسلمانوں اور کل دنیا کو محروم النجات قرار دے دیتا ہے۔ جو مجھ جیسے طالب حق کو جو محض قرآنی دلائل کا طالب ہے، مرتد اور کافر اور اپنا دشمن اور تیرا مغضوب علیہ قرار دے رہا ہے۔ جو بہت ہی کم علم اور کم فہم زود رنج ہے۔ وہ تیری خدائی میں شریک ہے یا اس کے ماننے پر نجات منحصر ہے، یا محض اس کے نہ ماننے سے تمام خدا پرست اور نیک انسان ناقابل نجات اور جہنمی ہیں۔ اے خداوند اگر میری سمجھ ناقص یا کج ہے تو اسے کامل اور درست کر۔..

۷۔ مہدی خونی پر طنز کئے جاتے ہیں مگر آپکا یہ حال ہے کہ دنیا تباہ ہو جائے اور اپنی عید ہو۔ زلزلہ سانفرانسسکو میں آئے، یا فارموسا میں، یا کولمبیا میں، یا اٹلی میں، کہیں طاعون ہو، کہیں کالرا پھیلے، اس کو تکذیب مرزا کا نتیجہ بتلایا جائے۔ کیا دنیا میں سوائے اس ایک جرم کے اور کوئی جرم جناب خداوندی میں قابل سزا نہ رہا۔

کیا تمام عالم کے ہر شہر اور گاؤں میں اور ہر مقام کے ہر فرد بشر پر مرزا صاحب کی تبلیغ اس کمال کو پہنچ چکی کہ سارے جرموں پر یہی ایک جرم غالب آ گیا۔ کیا خداوند عالم کا کام سوائے اس کے اور کچھ نہیں رہا کہ مسیح کی خاطر تمام عالم کو تباہ کرتا پھرے۔ کیا دہریت، کفر، شرک، زنا، توہین اسلام، افتراء علی اللہ، توہین قرآن، توہین محمد، خلاف فطرت وغیرہ کوئی جرم قابل مواخذہ نہیں رہے۔ کیا اس سے بڑھ کر خداوند تعالی کی کوئی اور تحقیر ہوسکتی ہے کہ اس کی لاانتہاء قدرت وحکمت ایک مرزا کے تابع ہوگئی۔ کیا مرزا کے لئے اس سے بڑھ کر اور کبریائی ہوسکتی ہے کہ خداوند عالم کے سار یکاموں کو مرزا کی خوشی اور ناخوشی کے ماتحت مان لیا جائے۔ نعوذ باللّٰہ۔

ہاں جن مصائب یا تباہیوں کی نسبت خداوند عالم خود بتلا وے کہ یہ میرے مسیح کی تکذیب کا نتیجہ ہے تو اسکی نسبت ایسا ظاہر کرنا علیحدہ امر ہے مگر اوروں کی نسبت جن میں محض اسی قدر علم دیا گیا ہو کہ زلزلہ آئے گا، یا مری

پڑے گی، تو اس کو ایک ہی وجہ یا مقام یا وقت سے مخصوص کرنا نہ محض افتراء علی اللہ بلکہ اس کی لا انتہاء حکمتوں کی سخت توہین ہے۔ پر اس وقت نہ توہین باری تعالی کی پرواہ کی گئی، نہ توہین قرآن کی، نہ توہین محمدی کی، نہ توہین اسلام کی، نہ توہین فطرت کی، بلکہ ذاتی توہین کے خیال سے ایک غیظ و غضب سے بھرا ہوا اعلان جو سراسر غلط فہمی اور شتاب کاری پر مبنی ہے شائع کر دیا گیا۔ غور کرو، خدا کے واسطے غور کرو شتاب کاری اور بیجا غضب بڑے شیطان ہیں۔ وہ خدا بڑا غیور اور متکبر خدا ہے اسکے حکموں کو ذلیل مت سمجھو۔ اسے پامال مت کرنا چاہو، اسکے قرآن سے اس قدر اعراض مت کرو۔

اگر آپ نے موجودہ خط و کتابت کو جو میرے اور مرزا صاحب کے درمیان ہوئی ہے غور سے پڑھا ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ میں نے ہر اختلاف کے ثبوت میں آیات قرآنی پیش کیں مگر مرزا صاحب نے ان تمام سے اعراض کیا اور جواب میں ایک دلیل بھی پیش نہ کی، بلکہ بے محل اور خلاف واقعہ باتیں لکھتے رہے۔ میں حیران ہوں کہ یہ کیا تماشہ ہے۔

والسلام ۸ مئی ۱۹۰۶ء (الذکر الحکیم نمبر ۴)

حکیم نور الدین اور مولانا عبید اللہ سندھی

حکیم نور الدین بڑے فاضل شخص تھے، اور قادیانی ہو جانے کے باوجود علماء اسلام سے ان کے تعلقات قائم رہے، کئی حضرات ان کے مداح رہے، کئی حضرات سے خط و کتابت رہی۔ مولانا عبید اللہ سندھی تو حکیم صاحب کے علم و فضل کے اتنے معترف تھے کہ انہوں نے دار العلوم دیو بند سے فارغ التحصیل ہونے کے باوجود تفسیر قرآن حکیم نور الدین سے قادیان جا کر پڑھی۔ ابو سلمان شاہجہان پوری، مولانا عبید اللہ سندھی کے دیو بند سے اخراج پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک اور مسئلہ ہے جو مولانا عبید اللہ سندھی کی تکفیر اور دیو بند سے ان کے اخراج کا باعث بنا تھا۔ اس مسئلے کی طرف خود مولانا سندھی نے اقبال شیدائی کے نام

ایک خط میں اشارہ کیا ہے۔مولانا (عبید اللہ سندھی) کہتے ہیں:

> آپ کو معلوم نہیں کہ میں مولانا نورالدین مرحوم کی خدمت میں کس طرح حاضر ہوا۔آپ مولانا محمد علی (لاہوری) اور مولانا صدرالدین سے دریافت کر سکتے ہیں کہ مولانا مرحوم میرے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔ان کی دعاؤں کو میں اپنے لئےایک ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔محض اس وجہ سے میرے دیوبندی کشمیری دوستوں نے میری تکفیر سے گریز نہیں کیا۔مگر میری محبت اس پارٹی سے کم نہیں ہوئی۔

(یہ خط حکیم نورالدین بھیروی کی وفات یعنی ۱۹۱۴ء کے بعد کا ہے۔ بہا) مولانا عبید اللہ سندھی مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کو ہرگز کوئی وقعت نہ دیتے تھے۔وہ انہیں باطل سمجھتے تھے اوران کے پیروکاروں کا ان دعاوی پراعتقاد رکھنا ان کی صریح غلطی سمجھتے تھے۔مولانا سندھی کے یہ خیالات ان کے خطوط بنام اقبال شیدائی اورافادات وملفوظات (مرتبہ محمد سرور) میں موجود ہیں۔.....اس لئے ان کے خلاف اس عقیدے کی بنا پراشتعال پھیلایا گیا ہوتو تعجب نہ کرنا چاہیے۔لیکن جن حضرات نے مولانا سندھی کے خلاف یہ حربہ استعمال کیا تھا ان کا اوران کے اسلاف کا طرزعمل بعد میں بالکل مختلف ہوگیا تھا۔وہ دیوبند میں مولانا سندھی کو گوارا کرنے کیلئے تیار نہیں ہو سکے۔لیکن تحریک پاکستان کے دور میں انہوں نے نہ صرف قرآن کی ایک آیت کے مئولین کو برداشت کیا بلکہ ان کی قیادت پر بھی ایمان لائے جو پورے قرآن کو محرف اور ناقص مانتے تھے اوراس کے آخری ہدائت ہونے کے منکر تھے۔جو عقیدہ رسالت پرامامت کو ترجیح دیتے تھے بلکہ بعض تو توحید ورسالت ہی کے منکر تھے۔وہ نہ مسلمانوں کے کلمہ میں شریک تھے۔نہ نماز روزہ میں۔نہ زکوۃ میں مسلمانوں کے ہم عقیدہ تھے۔ان کا پورا نظام عقائد و عبادات الگ تھا۔ان کے مدارس ومساجد جدا تھیں۔اعلی درجات کا ان کا نصاب دینیات تو جدا تھا ہی، ابتدائی درجات میں بھی انہوں نے اپنا نصاب الگ کرلیا۔حتی کہ نظام عقائد وعبادات کی علیحدگی کے بعد اخلاق ومعاملات (جو دینیات کے نصاب کا ایک حصہ ہے) کو بھی الگ کروایا اسے ایک مسلمان استاد سے پڑھوانے پرآمادہ نہ ہوئے۔جو لوگ سرزمین دیوبند میں سندھی کے طالب علمانہ وجود کو گویا برداشت کرنے پرآمادہ نہ

ہوئے تھے قادیانیوں، آغاخانیوں، اسماعیلیوں، بہائیوں، ملحدوں، کمیونسٹوں اور خدا و رسول کے دشمنوں کی قیادت پر نہ صرف ایمان لائے اور ان کی عظمت کے گن گائے بلکہ پورے پاکستان میں مسلمانوں پر ان کے اقتدار کو مسلط کرنے کی کوششوں میں حصہ لیا۔ یہ زمانے کی کیسی ستم ظریفی ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی تحریک چلی تو قادیانیوں کو جو پر جوش وکیل صفائی (دریابادی) ملا وہ سہارن پور کی اسی خانقاہ علم وتصوف کا ارادت کیش تھا جسکے اکابر و اصاغر مولانا سندھی کو دیو بند سے نکلوانے میں پیش پیش تھے۔ مولانا دریابادی مولانا شبیر احمد عثمانی کے صدیق ومخلص اور قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم کے ممدوح تھے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھا بلکہ انہیں کو سچا مسلمان قرار دیا۔ اور نہ صرف مسلمانوں کی انٹی قادیانی موومنٹ کو غلط قرار دیا اور اس پر سخت تنقید کی۔ بلکہ پاکستان میں مسلمانوں کے اجتماعی اور اس کی دستور ساز اسمبلی کے متفقہ فیصلے پر بھی تنقید کی۔ اسکے باوجود اگر مولانا عبدالماجد دریابادی اس خانقاہ علم وتصوف کے اخلاف کے نزدیک بہت بڑے مسلمان تھے تو مولانا سندھی کے مسلمان اور اسلام اور قرآن کے خدمت گذار ہونے میں کون شک کرسکتا ہے۔

اگر سرسید احمد کے جنت دوزخ ملائک جن شیطان وغیرہ کے خارجی وجود سے انکار حور وغلمان کا مذاق اڑانے قرآن حکیم کی آیات کی نہائت رکیک تاویلات کرنے۔ حتی کہ غلام احمد قادیانی سے زیادہ باطل عقائد رکھنے کے باوجود اگر دیو بند کے عثمانی اور سہارنپور کے تھانوی خاندانوں اور شمس العلماء محمد احمد کے اخلاف نے سرسید اور ان کے پیروکاروں کی تکفیر نہیں کی اور علی گڈھ مکتبہ فکر کی شخصیات سے نہائت اخلاص اور محبت کے تعلقات استوار رکھے تو محض اس وجہ سے کہ مولانا (عبیداللہ) سندھی کے بعض قادیانیوں سے تعلقات تھے یا وہ ان کے علم کے معترف تھے، دیو بند سے ان کے اخراج اور ان کی تکفیر کا عمل کیوں کر انجام دیا جاسکتا تھا۔

قادیانی جماعت کے بعض لوگوں کے بارے میں جو خیالات مولانا سندھی کے تھے وہ کوئی عجوبہ نہ تھے بلکہ وقت کے مشاہیر شبلی، اقبال، محمد علی، ابوالکلام، سلیمان ندوی کے وہی خیالات تھے۔ ان کے دعاوی وعقائد میں انہیں گمراہ سمجھتے تھے۔ حکیم نور

دین کو بلند پایہ عالم دین، مولوی محمد علی لاہوری کو مفسر قرآن، خواجہ کمال دین کو مبلغ اسلام سمجھا جاتا تھا اور مابین کسی نہ کسی حد تک سب کے تعلقات تھے۔ اس لئے واقعتاً مولانا سندھی کی تکفیر کی اصل وجہ ان حضرات سے ان کے تعلقات نہیں ہو سکتے۔ عثمانی تھانوی مکتبہ فکر کے دور آخر کے بزرگ عبدالماجد دریابادی تو قادیانیوں کو کافر نہیں سمجھتے تھے۔ تو جن بزرگوں کے وہ فیض یافتہ تھے وہ مولانا سندھی کو ان سے تعلقات رکھنے کا الزام کیوں کر دے سکتے ہیں؟

(مولانا عبیداللہ سندھی ان کے چند معاصر۔ صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۷)

پروفیسر محمد سرور سابق استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے مولانا سندھی کے افادات وملفوظات مرتب فرمائے تھے جو سندھ ساگر اکیڈیمی لاہور سے اکتوبر ۱۹۹۶ء ،یں شائع ہوئے تھے۔ اس کتاب میں پروفیسر محمد سرور لکھتے ہیں:

ڈاکٹر فضل الرحمان سابق ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد نے بتایا کہ ایک دفعہ مولانا سندھی ہمارے مکان واقع چوبرجی میں آکر رہے۔ ڈاکٹر صاحب کے والد مولانا شہاب الدین اور مولانا سندھی ایک ہی زمانے میں دارالعلوم دیوبند میں تھے اور دونوں میں کافی دوستی تھی۔۔ دونوں بارگ ایک دفعہ ایک ساتھ حکیم نورالدین سے ملنے قادیان گئے تھے۔ (افادات وملفوظات مولانا سندھی۔ ص ۱۲۷)

ایک دفعہ کہنے لگے کہ دیکھو! مجھے دیوبند سے کتنی محبت ہے اور میں کتنا سخت دیوبندی ہوں میں مولانا محمد قاسم (نانوتوی) اور حضرت شیخ الہند (محمود حسن) کا نام لیتے نہیں تھکتا مجھے ان بزرگوں سے بے حد عقیدت ہے اور میں اپنی علمی و دینی زندگی کو انہیں کا فیض سمجھتا ہوں اب میں دیکھ رہا ہوں کہ زمانہ بدل رہا ہے اور دیوبند کا نظام تعلیم اسی فرسودہ ڈگر پر چل رہا اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ موجودہ دیوبندی بعض لغویات میں مبتلا ہیں مجھے ڈر ہے کہ اگر یہی حالات رہے اور دیوبند میں ضروری اصلاح نہ ہوئی تو اس دارالعلوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ میں ان لغویات کے خلاف آواز اٹھاتا ہو ں جس کی زد ان اشخاص پر پڑتی ہے وہ اپنے مفاد کی خاطر مجھے دیوبند کا دشمن گمراہ اور سرپھرا قرار دیتے ہیں (کتاب مذکور۔ ص ۱۲۶)

ان کے دل میں ۱۹۱۵ء تک مولانا محمد علی (جوہر) کے بارے میں جونقوش

ثبت ہو گئے تھے وہ آخر تک رہے۔یہی حال حکیم نورالدین کے ساتھ ان کی خوش عقید گی کا تھا۔مولانا سندھی، مرزا غلام احمد کونہیں مانتے تھے لیکن حکیم صاحب کے تبحر علمی اور خلوص نیت کے بڑے قائل تھے۔ایک دفعہ فرمانے لگے کہ میرا جوانی کا زمانہ تھا دیوبند سے فارغ ہو کر سندھ میں اپنے بزرگوں کے ساتھ رہتا تھا اور کچھ روحانی ریاضتیں کر رہا تھا۔ مجھے مرزا غلام احمد اور ان کی دعوت کی خبریں پہنچیں میں نے ان کی کتابیں منگوائیں اور انہیں پڑھ ڈالا۔مولانا کہنے لگے کہ انہیں پڑھ کر میرا تاثر یہ تھا۔

ا۔مجھ میں مرزا غلام احمد سے زیادہ نبی بننے کی صلاحیتیں ہیں۔

۲۔میں نے اپنی ذات کے ساتھ عہد کیا کہ عوام میں کبھی تقدس کا جامہ پہن کر یا مقدس بن کرنہیں جاؤنگا۔

اس کے باوجود کہ حکیم نورالدین مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مانتے تھے اور مسلکاً احمدی وقادیانی تھے ،مولانا ان کی علمی عظمت کے برابر قائل رہے۔راقم الحروف کا خیال ہے کہ مولانا جب ان سے ملنے قادیان جاتے تھے تو وہ ان کی قرآن فہمی اور قرآن سے ان کی غیر معمولی محبت سے بہت متاثر ہوتے۔اور پھر یہ کہ مولانا سندھی کی طرح حکیم نورالدین بھی شاہ ولی اللہ کے خانوادہ علمی کے گرویدہ وشیدا تھے

(کتاب مذکور۔ص ۳۱۰۔۳۱۱)

... یورپین غیر مسلم لوگوں کو تبلیغ حق پوری طرح نہیں ہوئی اس لئے اگر ان کے اخلاق اچھے ہیں تو وہ نجات کے مستحق ہیں۔مولانا انورشاہ (کشمیری) ان کا یہ کلام سن کر بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور آگ بگولہ ہو کر یہ کہتے ٹوٹ پڑے کہ آسمان اور زمین پر تبلیغ ہو چکی ہے وہ سب کافر جہنمی ہیں اگر تیرا بھی یہی عقیدہ ہے تو تیرا مقام بھی جہنم ہی ہے۔،

جیسا کہ مفتی عزیز الرحمٰن نے اپنی تصنیف تذکرۃ شیخ الہند میں لکھا ہے،

یہ سب حقیقت میں مولانا سندھی کے نکالنے کے لئے ایک بہانہ تھا۔،

اس کے اصل محرکات سے مولانا مناظر احسن گیلانی پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

دیوبند مدرسہ کے کارکنان مولانا (عبیداللہ) سندھی سے خوش نہ تھے کیونکہ یہ انگریزوں کا دشمن ،حضرت شیخ الہند کا صحیح تابعدار اور پیروکار تھا۔ان کے خیال میں مولانا شیخ الہند کو اس نے بگاڑ دیا تھا،اور اس کی تحریک سے آپ

نے مولانا محمد علی (جوہر) مرحوم کے سر پر اپنی پگڑی رکھ دی اور ہمارے اسلامی مدرسہ کے احاطہ میں نیچریوں کو داخل کیا گیا ہے۔ حالانکہ جس موقع پر یہ واقعہ رونما ہوا اس وقت مولانا سندھی حاضر نہ تھے حضرت شیخ الہند خود امام تھے انہوں نے یہ کام اپنی صائب رائے سے کیا تھا۔

مدرسہ کے مہتمم اور نائب مہتمم کو بھڑکایا کہ عبیداللہ کا عقیدہ فاسدانہ اور کافرانہ ہے کہتا ہے کہ موجود کفار نجات کے مستحق ہیں اور عام مولوی اور طلبا کا جلسہ بلا کر مولانا سندھی کو بھی بلایا اور کہا کہ تم نے کفر کا کلمہ کہا ہو۔ اب توبہ کر کے ایمان کی تجدید کرو۔ مولانا سندھی نے دیکھا کہ جماعت برافراختہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر یونہی ہے تو میں آمنت باللہ پڑھ دیتا ہوں اور ساتھ ہی کلمہ شہادت بھی پڑھ سنایا۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے کہ جب محکمہ احتساب کی یہ کاروائی ہو رہی تھی، حضرت شیخ الہند گنگوہ تشریف لے گئے تھے مولانا سندھی اس کاروائی کے بعد گنگوہ روانہ ہو گئے اور راستے میں حضرت سے مل کر تمام حالات سے ان کو مطلع کر دیا اور کہا کہ میں نظامت جمیعت الانصار سے استعفا دے دیا ہے۔ اس پر مولانا شیخ الہند بہت خوش ہوئے اور فرمایا اچھا ہوا کہ تمہیں اس جماعت سے نجات مل گئی۔ پھر فرمایا، اب دہلی جاؤ اور وہاں جا کر کام شروع کر دو میں جلد آ جاؤنگا۔ مولانا سندھی نے دہلی آ کر نظارۃ المعارف القرآنیہ قائم کیا۔ (کتاب مذکور۔ ص۳۷۴-۳۷۵)

اس کتاب میں کئی بار حکیم نورالدین اور ان کے علم وفضل کے متعلق مولانا سندھی کی بڑی اچھی رائے کا ذکر ہو چکا ہے۔ راقم السطور نے پہلی بار جب مکہ معظّمہ میں مولانا کی زبان سے حکیم صاحب کے علوم قرآن پر کامل عبور رکھنے اور ان میں ان کے محقق ہونے کا سنا تو عرض کیا کہ ایک ایسا صاحب علم شخص جو آپ کے نزدیک صاحب تحقیق اور صاحب عقل وفکر بھی تھا مرزا غلام احمد جیسے مضحکہ خیز اور عقل وخرد سے یکسر عاری دعاوی کرنے والے پر کیسے، ایمان، لے آیا۔ اور اپنے خلوص وصدق دل سے اس کا مرید کیسے بن گیا، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ مولانا نے ایک سے زیادہ

بار اس مسئلے پر اور ساتھ ہی قادیانی تحریک پر گفتگو کی ۔مولانا کی اس گفتگو کی یادداشتیں نقل کرنے سے پہلے یہ عرض کر دیا جائے کہ مولانا نے قادیانی تحریک کا خود مطالعہ کر رکھا تھا چنانچہ اپنی گفتگو میں انہوں نے اس تحریک کا جو تجزیہ کیا تو وہ اسکی جملہ تالیفات پر نظر رکھنے والے ایک آزادفکر عالم دین کا تجزیہ تھا۔اور پھر مولانا تو حکیم صاحب کے، عہد خلافت ، میں قادیان بھی جا چکے تھے ۔غرض انہوں نے اس تحریک کا علمی مطالعہ بھی کیا تھا ،عینی مشاہدہ بھی اور اس کا انہیں خود ذاتی تجربہ بھی ہو چکا تھا(مولانا شہاب الدین نے مجھے بتایا کہ مولانا سندھی اور میں دونوں قادیان میں تھے ۔مولانا کا ایک شاگرد جو قادیانی ہو چکا تھا انہیں وہاں ملا۔مولانا نے اس سے بات چیت کی تو وہ واہی تباہی بکنے لگا۔مولانا سندھی نے اس سے کہا کہ اچھا تم ہمیں آگے تک پہنچا تو آؤ۔ وہ ہمارے ساتھ چل دیا۔ جب ہم گاؤں سے باہر نکلے تو مولانا نے مجھ سے کہا کہ مجھے اس سے کوئی ذاتی بات کرنا ہے تم ذرا الگ ہو کر چلو۔مولانا سندھی اس سے باتیں کرتے کرتے تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ وہ کہنے لگا کہ میں قادیانیت سے تائب ہوتا ہوں آپ مجھے اجازت دیں کہ میں سامان لے آؤں ۔ پھر آپ کے ساتھ چلوں گا۔مولانا نے اس سے کہا کہ سامان کو چھوڑو اور بس ہمارے ساتھ ساتھ چلو، وہ اس پر راضی ہو گیا اور ہمارے ساتھ چل دیا۔مولانا شہاب الدین فرماتے تھے کہ مولانا نے ان سے بعد میں کہا کہ اگر ہم اسے جانے دیتے تو یہ پھر قادیانی ہو جاتا۔حاشیہ) نیز وہ اس کے سماجی و تاریخی پس منظر سے خوب واقف تھے۔

یہاں یہ بھی ذکر کر دیا جائے کہ خود مرزا غلام احمد بھی حکیم صاحب کے تبحر علمی کے بڑے قائل تھے.....حکیم نورالدین مرزا غلام احمد کے ان تمام دعاوی کو مانتے ہیں وہ انہیں امام مجدد دین، مسیح موعود اور (غیر تشریعی) نبی تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اڈیٹر رسالہ البیان کے نام ماہ ستمبر ۱۹۰۸ء میں اپنے خط میں یہ بھی لکھتے ہیں:

> کتاب وسنت پر ہمارا عمل ہے اگر بتصریح وہاں مسئلہ نہ ملے تو فقہ حنفیہ پر اس ملک میں عمل کر لیتے ہیں (حیات نورالدین۔ص۳۲)۔

حکیم نورالدین کی شخصیت کا یہ جو اتنا بڑا تضاد ہے اس بارے میں مولانا عبید اللہ سندھی نے فرمایا:

> مولوی نورالدین ایسے بے نظیر عالم اور صاحب فضل شخص کا مرزا غلام احمد جیسے شخص کا مرید اور عقیدت مند بن جانا بظاہر عجیب سا معلوم ہوتا لیکن اگر

اس معاملے میں قدرے تعمق سے کام لیا جائے تو یہ بات نا قابل فہم نہیں رہتی۔ مولوی نورالدین صاحب پنجابی تھے اور اتفاق سے میں بھی نسلاً پنجابی ہوں (گو وطناً سندھی ہوں) اس لئے ایک پنجابی کی ذہنیت کو سمجھنا میرے لئے آسان ہے۔ مولانا کہنے لگے جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں مولوی صاحب موصوف کے مرزا صاحب کا حلقہ بگوش ہونے کی وجہ یہ ہے

مولوی نورالدین قرآن کے بہت بڑے عالم تھے انہیں قرآن سے انتہائی شغف تھا انہیں یہ لگن تھی کہ جس طرح بھی ہو قرآن کی اشاعت ہو اس کی خوبیوں سے لوگوں کو آشنا کیا جائے ان کو قرآن کی دعوت دی جائے اور انہیں قرآن کے اصولوں پر اپنی زندگیاں ڈھالنے پر آمادہ کیا جائے۔ مولوی صاحب کے اندر یہ تڑپ تھی انہیں اس بات کی لو لگی ہوئی تھی لیکن بدقسمتی سے ان کو خود اپنے اوپر اتنا اعتماد نہ تھا کہ وہ اس دعوت کے نبفس نفیس علم بردار بنتے اور اس کے قائد اور امام بن کر لوگوں کو اپنے پیچھے چلاتے۔ بے شک ان میں علم تھا ان کی نظر وسیع تھی وہ حقیقت شناس دل اور دماغ کے مالک تھے میرے نزدیک وہ مرزا کی شخصیت کے مالہ و ما علیہ کو بھی خوب جانتے تھے (ایک احمدی دوست نے جو کافی عرصہ قادیان میں وہاں کے اہل علم کے بہت قریب رہے راقم الحروف کو ایک دفعہ بتایا کہ مخصوص حلقوں کی روایت ہے کہ مولوی نورالدین صاحب حضرت مرزا صاحب کی کتابیں نہیں پڑھا کرتے تھے کسی نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے حضرت صاحب کی ذات کو اس کے اصل روپ میں دیکھا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں، وہ میں پہلے ہی جان گیا ہوں، اس بات کی اطلاع جب حضرت صاحب کو پہنچی تو انہوں نے اپنی کتابوں کی کاپیاں مولوی صاحب کو پڑھوانا شروع کریں تاکہ اس طرح ہی وہ حضرت صاحب کی کتابیں پڑھ لیا کریں۔ دراصل شروع ہی سے مولوی صاحب کا اپنا ایک مخصوص حلقہ تھا۔ حاشیہ)

اور ان کے دعاوی کی اصل حقیقت اور اس دور کے عوامی ذہن اور جذباتیت کے ماحول کی رعایت سے ایسے بلند بانگ دعاوی کا قابل معافی ہونا، اس سے بھی پوری طرح باخبر تھے۔ مولانا سندھی نے فرمایا مولوی نورالدین کا

ذہن ایک مذہبی مقلد کا ذہن نہ تھا وہ فقہی تقلید کا جوا گردن سے کبھی کا اتار چکے تھے لیکن ان میں جرأت ادعاء اور ولولہ اقدام کی کمی تھی اور علمی لوگوں میں بالخصوص وہ جو عقلیت پسند ہوتے ہیں اقدام اور ادعائیت کی کمی عام طور سے پائی جاتی ہے۔

مولانا سندھی کا کہنا تھا کہ مولوی نورالدین صاحب بے تاب تھے کہ کسی طرح قرآن کی دعوت کو عام کریں۔ وہ خود اس دعوت کے امام بننے کی ہمت نہ رکھتے تھے حسن اتفاق سے ان کو مرزا صاحب جیسی صاحب جرأت اولوالعزم اور اپنے اوپر اعتماد رکھنے والی شخصیت مل گئی جس کے اعتماد کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے آپ کو مامور من اللہ سمجھتی اور مہدی اور مسیح کے آنے کے بارے میں جن احادیث کا ان دنوں بہت چرچا تھا ان کا اپنے آپ کو مصداق قرار دیتی تھی چنانچہ مرزا صاحب جو پیشوا و امام ماننے میں مولوی صاحب کو مطلق کوئی تامل نہ ہوا کیوں کہ وہ ان کی قیادت میں اپنے نقطہ نظر کے مطابق قرآنی دعوت کو عام اور دین حق کی خدمت کر سکتے تھے اور اس کام کے لئے جن اوصاف کی وہ اپنے اندر کمی پاتے تھے مرزا کی شخصیت میں وہ خوبیاں انہیں بدرجہ اتم مل گئی تھیں۔

پروفیسر محمد سرور بتاتے ہیں کہ ایک اور موقع پر مولانا سندھی نے کہا:
میں مولوی نورالدین کو واقعی بڑا آدمی سمجھتا ہوں میں ان کے علم تفقہ فی الدین خلوص ایثار بے غرض خدمت دین اور سب سے بڑھ کر ان کا اپنے آپ کو ایک مقصد کے لئے وقف کر دینا، ان چیزوں کا میں بڑا معترف ہوں۔ ان کے مقابلے میں مرزا غلام احمد کی شخصیت میں علمی وفکری گہرائی کم ہے اور باطنیت کے بجائے ان کا سارا زور خارجیت پر ہے۔ جذبات پرستی ادعا پسندی اور شخصی عظمت کی آرزومندی کا یہ لازمی خاصہ ہوتا ہے۔ وہ طبعاً ایک خارجیت پسند اشتہاری قسم کے آدمی تھے انہوں نے بڑے بول بول کر اور چلتی ہوئی باتیں کہہ کر لوگوں کو اپنے ارگرد جمع کر لیا اور ان کے بلند بانگ

دعاوی سے سادا دل اور زود اعتقاد مذہبی لوگ مرعوب ہو گئے۔ خوش عقیدہ لوگوں کی اس بھیڑ میں مولوی نورالدین کی عقل کی باتیں بتدریج بے اثر ہوتی گئیں (مولانا شہاب الدین دارالعلوم دیو بند سے فارغ ہو کر طب پڑھنے کے لئے مولوی نورالدین صاحب کے پاس قادیان گئے تھے کہتے تھے کہ طب پڑھنے والوں کے لئے لازمی تھا کہ وہ مولوی صاحب کے درس قرآن میں شریک ہوں چنانچہ میں ان کے درس میں شریک ہوتا تھا مولانا شہاب الدین نے کہا کہ مولوی نورالدین کی باتیں تو برداشت ہو جاتی تھیں لیکن وہاں جو دوسرے لوگ تھے ان کی لایعنی باتوں کا برداشت کرنا میرے لئے مشکل ہو گیا۔ اس لئے میں طب پڑھے بغیر قادیان سے آ گیا۔ حاشیہ) اور ان کی وفات کے بعد مرزا غلام احمد کی شخصیت کے پرستاروں نے قادیان کے احمدی مرکز کو ان کی ادعا پسندی اور جذبات پرستی کا صحیح مظہر اور پیکر بنا دیا جس سے کہ مولوی نورالدین کی عقلید پسندی درویشی اور مقصد پرستی خارج کر دی گئی تھی۔

(یادرہے کہ مولوی شہاب الدین وہی ہیں جنہوں نے مرزا قادیانی کی منکوحہ آسمانی محترمہ محمدی بیگم کا جنازہ پڑھایا تھا جو ۱۹ نومبر ۱۹۶۶ء کو بحالت اسلام لاہور میں فوت ہو کر قبرستانی میانی صاحب میں مدفون ہوئیں۔ بتایا جاتا ہے کہ مولوی منظور احمد چنیوٹی جون ۱۹۶۵ء میں (پنجاب پاکستان میں) بورے والا اور عارف والا کے درمیان ایک گاؤں چک شہزادیاں والا میں محمدی بیگم سے ملنے کی خاطر گئے جہاں وہ اپنے بیٹے محمد اسحاق قادیانی کے پاس رہتی تھیں۔ بصد مشکل ملاقات ہوئی محمدی بیگم ایک بڑے پلنگ پر لیٹی ہوئی تھیں وہ قدرے اونچا سنتی تھیں اور موٹے شیشوں کی عینک بھی لگا رکھی تھی۔ مرزا اسحاق نے کہا کہ بے بے جی! ایہہ غیر قادیانی مولوی تہانوں ملن آئے نے (یہ غیر احمدی مولوی آپ سے ملاقات کے لئے آئے ہیں)۔ محمدی بیگم نے اپنے بیٹے سے پوچھا کہ احمدی ہیں یا غیر احمدی؟ اس نے جواب دیا کہ غیر احمدی۔ ان کے چہرے پر بشاشت پھیل گئی اور مسکرا دیں پھر باری باری ہمارے سروں پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرا۔ ہم نے دعا کے لئے عرض کیا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر ہمیں دعائیں دیں... پھر حضرت چنیوٹی نے محمدی بیگم کے باقی بیٹوں کا کھوج لگایا، اسی دوران محمدی بیگم شدید بیمار ہو گئیں۔ مرض الوفات میں ان کے دیگر چار مسلمان بیٹے انہیں لاہور چوبرجی کے نزدیک واقع اپنی رہائش گاہ لے آئے... ۱۹ نومبر ۱۹۶۶ء کو محمدی بیگم وفات پا گئیں۔ ان کا جنازہ پڑھانے کی سعادت دار

العلوم دیو بند کے ایک فاضل حضرت شیخ الہند کے شاگرد حضرت مولانا شہاب الدین چوبرجی لاہور والوں کو نصیب ہوئی، (قصہ محمدی بیگم کا، از قاری محمد رفیق، در ضیائے حدیث، لاہور۔ اپریل مئی ۲۰۰۹ء ص ۱۹۹۔۲۲۰)

مولانا سندھی مولوی نورالدین کی عقلیت پسندی کے فکری رجحان پر بہت زور دیتے تھے ایک بار اس کا ذکر آیا تو فرمانے لگے کہ مولوی صاحب سمجھ دار تھے صاحب فہم تھے ان کو قرآن پر بڑا عبور تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ قرآن کی تعلیمات کو جدید عقلی انداز میں دنیا کے معقولیت پسند انسانوں کے سامنے پیش کریں۔ وہ صحیح معنوں میں اس طرح جہاد بالقرآن کرنا چاہتے تھے۔ مرزا صاحب میں یہ عقل نہ تھی وہ علم وحکمت کے بجائے دعاوی اور مناظروں اور مباہلوں پر زور دیتے تھے بدقسمتی سے مولوی صاحب میں خودی کی کمی تھی وہ خود قرآن کی اس عقلی تحریک کے بانی نہیں بن سکتے تھے انہوں نے مرزا صاحب کا تابع بن کر اس تحریک کو چلانے کا سوچا۔ اس کے برعکس سرسید فہیم و زیرک تھے اور ان میں خودی اور اعتماد بھی تھا چنانچہ وہ قرآن کی عقلی تحریک کے خود بانی بنے۔ انہوں نے مذہبی جمود کو توڑا اور آزادی فکر کی طرح ڈالی۔

مولانا (عبیداللہ سندھی) نے حکیم صاحب کی عقلیت اور مرزا (غلام احمد) صاحب کی ادعائیت کا مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا: احمدیت میں نورالدین کی یہی عقلیت تو سب کچھ ہے (مولوی نورالدین کی عقلیت مرزا غلام احمد کی ادعا پسندی اور تحکمیت سے بالکل دبی نہیں تھی۔ وہ مرزا صاحب کی زندگی میں اور ان کے بعد بھی حضرت عیسی کو سرسید کی طرح بن باپ کا نہیں مانتے تھے اور اس پر ان کا برابر اصرار رہا باوجود اس کے کہ مرزا صاحب حضرت عیسی کو عام عقیدے کے مطابق بن باپ کے مانتے تھے) اگر احمدیت سے اس کو نکال دیا جائے تو پھر تو یہ تحریک کسی بھی قابل نہیں رہتی۔ واقعہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد اور مولوی نور الدین عقلاً اور فکراً دو تھے۔ وہ کبھی ایک نہیں ہوئے۔ احمدیوں کا دو جماعتوں میں بٹ جانا دراصل مولوی صاحب کی ذہنیت والوں کا عام جماعت سے الگ ہو جانا تھا۔ لاہوری جماعت

مولوی نورالدین کی ذہنیت کی ترجمان ہے مولانا سندھی کہتے تھے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو مغل سمجھتے تھے اور ان کے آباء واجداد کا شمار اس علاقے کے بڑے زمین داروں میں ہوتا تھا اس خاندانی ترفع کے احساس نے ان میں یہ حوصلہ پیدا کیا کہ وہ امام الزمان مہدی مسیح نبی یہاں تک کہ آریاؤں کا بادشاہ بنیں۔ جب مولوی صاحب کا انتقال ہوگیا اور انکے ہم خیال قادیان سے نکال دیئے گئے اور مرزا صاحب کے صاحبزادہ مرزا محمود احمد نے باپ کی ظلی نبوت کو جسے نورالدین مکتب فکر محض ضرورتاً اور بدرجہ مجبوری مانتا تھا (مولوی نورالدین کے ستمبر ۱۹۰۸ء کے خط میں ہے: مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میں تشریعی نبی نہیں،، اور یہی مذہب تمام صوفیائے کرام کا ہے) مستقل نبوت بنا دی اور خود صاحبزادہ ،مثیل عمر فاروق، بن گیا۔ (افادات وملفوظات مولانا سندھی۔ص ۴۰۰۔۴۰۵)

راقم السطور (محمد سرور) نے مولانا (سندھی) سے پوچھا کہ مرزا غلام احمد اور ان کی تحریک احمدیہ کا ہندوستانی مسلمانوں کی حالیہ مذہبی تاریخ میں آخر مقام کیا ہے۔ مولانا فرمانے لگے کہ یوں سمجھو کہ مرزا صاحب اس دور کے مذہبی طبقے کے سرسید تھے۔ سرسید کا انداز اور پہنچ بالکل عقلی تھی چونکہ سرسید یورپ سے متاثر تھے اس لئے وہ وحی الہام دعا معجزہ اور اس طرح کے امور کی خالص عقلی اور غیر روحانی تعبیریں کرتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے پیدائش مسیح۔ وفات مسیح ،نزول مسیح اور آمد مہدی کے بارے میں عقلی بحثیں کیں اور مسلمانوں کے مروجہ عقاید اور ان سے متعلق احادیث وروایات کا نکار کیا۔ ظاہر ہے مذہبی طبقے سرسید کی ان تعبیرات کو کسی طرح نہیں مان سکتے تھے۔ مرزا صاحب بشمول مولوی نورالدین نے سرسید کے انہی افکار کو کچھ کمی بیشی کے ساتھ مذہبی طبقوں میں پہنچایا چونکہ مذہبی طبقے سرسید کی عقلیت پسندی کو کسی طرح تسلیم نہ کر سکتے تھے اس لئے قدرتی بات تھی کہ مرزا صاحب کا انداز فکر اور پہنچ دوسری ہوتی۔ غرض کہ مرزا صاحب بشمول مولوی صاحب اور ان کی جماعت نے سرسید کی اس قدر عقلیت ہضم کر لی جتنی کہ اس زمانے اور اس ماحول میں مذہبی طبقے قبول کر سکتے تھے...

(افادات وملفوظات ۔ص ۴۰۷)

مولانا سندھی نے فرمایا میرا یہ خیال ہے کہ مولوی نورالدین، مرزا صاحب کے دعاوی کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے میں یہ نہیں کہتا کہ وہ انہیں غلط سمجھتے تھے البتہ اس بارے میں میری رائے یہ ہے کہ وہ دیکھ رہے تھے کہ ان دعاوی کی وجہ سے لوگ مرزا صاحب کی طرف کھنچ رہے ہیں اسلئے ان میں آخر کیا حرج ہے جماعت بن جائے گی تو دینی کام زیادہ آسانی سے ہو سکے گا اور یوں بھی جب عملی کام کی گرماگرمی ہوتی ہے تو ذہن عقلی موشگافیوں اور منطقی تضادات کی طرف کم ہی متوجہ ہوتا ہے اور ایسی باتوں کی وہ زیادہ پرواہ نہیں کرتا مناسبتِ طبیعت عمل ذہن کو یکسو رکھتا ہے۔

یہ باتیں کرتے کرتے مولانا سندھی خود مرزا غلام احمد کی ذات پر آ گئے کہنے لگے میں مرزا صاحب کو نہ بڑا خدا رسیدہ مانتا ہوں اور نہ انہیں بڑا عالم اور زیرک وصاحب عقل وفکر ہاں ان میں ایک بات تھی اور وہ تھا حکومت کا جذبہ اور بڑا بننے کا جوش وولولہ اس لئے وہ آگے بڑھے بڑے بڑے دعوے کئے اور اپنی جماعت بنائی حکیم نورالدین میں یہ جذبہ نہ تھا اس لئے وہ مرزا صاحب کے مرید بنے اس طرح اپنی سمجھ کے مطابق دین کی اشاعت کرنا چاہی (افادات وملفوظات ۔۴۱۶ ۔۴۱۷)

بقول پروفیسر محمد سرور، مولانا سندھی کا خیال ہے کہ

مرزا صاحب میں یہی (بڑا بننے کا) جذبہ تھا۔ ہندوستان کے اس وقت کے حالات کسی قسم کے سیاسی غلبے کے لئے سازگار نہ تھے اس لئے مرزا صاحب نے سیاسی غلبے کی بجائے مذہبی سربلندی میں اپنی ذات کا اظہار کیا اور وہ مہدی مسیح موعود اور نبی بنتے چلے گئے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ کوئی بڑے عالم اور خدا رسیدہ بزرگ بھی تھے۔

مرزا غلام احمد میں جو جذبہ حکومت تھا اس کی عملی تکمیل ان کے صاحبزادے

مرزا محمود خلیفہ ثانی کے ہاتھوں ہوئی ۱۹۱۴ء میں خلیفہ منتخب ہونے کے بعد اس ڈر سے کہ لاہوری جماعت کے قائدین جن میں سے اکثر مرزا صاحب کے رفیق و معتمد رہ چکے تھے، عام احمدیوں کو ان سے منحرف نہ کر دیں، مرزا محمود نے حفظ ما تقدم کے طور پر سب سے پہلے تو مرزا صاحب کے نبی ہونے پر بہت زور دیا اور جماعت سے یہ منوایا کہ مرزا صاحب کو نبی نہ ماننے والا نجات کا حق دار نہیں ہوسکتا اور نہ وہ صحیح مسلمان ہے۔ پھر وہ، مصلح موعود، بنا۔ پھر جماعت کے اندر یہ یقین پیدا کیا کہ میں، خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں، اور مجھے جماعت معزول کرنے کا حق نہیں رکھتی۔

یہ تو مذہبی جبروت کا عالم تھا اسی کے ساتھ معاشی اور سماجی تسلط بھی قائم کیا اور وہ یوں کہ قادیان کی پوری زندگی کے معاشی سماجی اور انتظامی اختیارات اس کے ہاتھ میں تھے۔ اور اس کو ناراض کر کے اگر ایک احمدی خدا اور اس کے رسول کا، مردود، قرار پاتا تھا تو ساتھ ہی خلیفہ کا عتاب اسے فوری طور پر بے گھر، بے آسرا، بے یار و مددگار اور دو وقت کی روٹی کا محتاج بنا دیتا تھا، اس میں انگریز اور اس کی افسر شاہی کی پوری تائید بھی ملتی۔ غرض مرزا محمود، خدا کا مقرر کردہ خلیفہ اور مطاع الکل، بھی تھا اور سیاسی حاکم اور ان کا داتا بھی۔ وہ پوپ بھی تھا اور قیصر بھی۔ مرزا غلام احمد کی نبوت مہدیت اور امامت کا تمام ماحصل یہ ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ نور الدین جیسا عالم فاضل اور درویش طبع ایثار پیشہ زیرک اور حکمت و فلسفہ پر عبور رکھنے والا بزرگ ایک ایسے شخص کا مرید کیوں بنا تو مولانا سندھی مسکرائے اور کہا:

ہر ابوالفضل کسی نہ کسی اکبر کی تلاش میں رہتا ہے۔

(افادات و ملفوظات۔ ص ۴۱۷۔ ۴۱۹)

حکیم نورالدین اور شاہ عبدالقادر

حکیم نورالدین بھیروی سے ملاقات کرنے والے ایک مسلمان بزرگ کا ذکر مولانا اللہ وسایا نے ،شاہ عبدالقادر رائے پوری کے زیرعنوان یوں کیا ہے:

ابوالحسن ندوی نے لکھا ہے کہ شاہ عبدالقادر رائے پوری تحصیل تلہ گنگ ضلع کیمپ پور کے رہنے والے تھے ولادت انداز اً ۱۸۷۳ء۔۱۲۹۰ھ میں۔ ہوئی تحصیل علم کے لئے سفر کئے ۔ سہارن پور گئے وہاں مولوی ثابت علی اور مولوی حبیب الرحمٰن بن احمد علی محدث سہارن پوری سے پڑھا۔۱۳۱۴ھ، یں پانی پت گئے اور قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے قرأت سنی اس کے اس کے اٹھارہ جمعے بعد قاری صاحب کی وفات ہوئی ۔ رام پور گئے معقولات پڑھنے۔

رام پور میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب بستوی سے خاص تعلقات اور دوستی ہو گئی (مولوی عبدالرحمٰن مولانا سید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے اور بہت متشدد اہل حدیث تھے ان کی علمی استعداد بالخصوص نحو بہت اچھی تھی۔ اخیر زمانہ میں رائے بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں شادی کر لی۔ حاشیہ) یہ صاحب بانسی ضلع بستی کے رہنے والے تھے اور عدم تقلید اور مسلک اہل حدیث کی طرف ان کا شدید رجحان تھا اکثر ان سے بحث بھی ہوتی تھی آپس میں ایک دوسرے سے روٹھ بھی جاتے ،اور پھر جیسا کہ نوعمری کا تقاضا اور طالب علموں کا طریقہ ہے پھر خود ہی من بھی جاتے۔ انہیں کی معیت میں آپ نے رام پور سے دہلی کا قصد کیا،ممکن ہو کہ انہوں نے وہاں حدیث پڑھنے کا شوق دلایا ہو۔ رام پور سے دہلی پیدل سفر ہوا..اغلب یہ ہے کہ یہ سفر ۱۳۱۷ھ یا ۱۳۱۸ھ میں ہوا ہوگا (اس اندازہ کی بنیاد یہ ہے کہ حضرت نے کئی بار اس کا تذکرہ فرمایا کہ جب ہم طالب علموں کے درمیان حنفیوں اور اہل حدیث کے مابہ النزاع مسائل پر بہت بحث ہوئی تو ہم نے آپس میں یہ طے کیا کہ ان مسائل پر فریقین کے دو جید عالموں کا مناظرہ ہو جائے تاکہ اس قضیہ کا کلی طور پر تصفیہ ہو جائے ہم نے اپنی طرف سے مولانا انور شاہ صاحب کو جو مدرسہ امینیہ کے استاد تھے طے کیا اور شاہ

صاحب نے اس کو منظور بھی فرمالیا۔ ہمارے اہل حدیث ساتھیوں نے مولانا عبدالوہاب صاحب صدر بازار کو تیار کیا۔لیکن کسی وجہ سے مناظرہ کی نوبت نہیں آئی) غالباً مولوی عبد الرحمٰن صاحب کی رہبری اور مشورہ سے اور ان کے تعلقات کی بنا پرابتداء آپ کا قیام مولانا عبدالوہاب کے مدرسہ واقع صدر بازار میں رہا۔آپ کی نشست و برخاست زیادہ تر اہل حدیث طلباء وعلماء کے ساتھ رہتی تھی، اختلافی مسائل پر طالب علمانہ بحث وگفتگو اور مناظرہ رہتا اور چونکہ نوعمری اورنو جوانی تھی گفتگو میں تیزی اور تندی بھی پیدا ہو جاتی اور مناظرہ کی بھی ٹھن جاتی۔

مولوی عبد الرحمٰن صاحب سے زیادہ بے تکلفی اور صحبت تھی۔حضرت اکثر تذکرہ فرماتے تھے کہ ہم آپس میں لڑتے بھی بہت تھے اور ایک دوسرے کو چھوڑتے بھی نہیں تھے۔

اس وقت میاں سید نذیر حسین صاحب کا درس اہل حدیث طلباء کا مرکز و مرجع بنا ہوا تھا۔حضرت فرماتے تھے کہ میں ان کے درس میں شریک ہوا مگر دل نہ لگا۔ مدرسہ امینیہ کے حدیث کے اسباق بھی بھی جو اس وقت سنہری مسجد میں تھا شرکت کی، وہاں مولانا انورشاہ صاحب کے درس کی تقریر سنی تو معلوم ہوا کہ حنفیوں کے پاس بھی دلائل ہیں۔ مدرسہ حسین بخش میں مولانا عبدالعلی صاحب کے اسباق میں میں بھی کبھی کبھی شرکت کی نوبت آتی۔ (ص ۴۹۔۵۰)

بریلی میں آپ نے مدرسہ مصباح التہذیب میں پڑھا۔وہاں اس زمانہ میں مولوی محمد دین پنجابی پڑھایا کرتے تھے.. بریلی کا زمانہ قیام ۱۳۱۹ھ ہے۔ ان مختلف مقامات پر علوم کی تحصیل اور درسیات کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی، شائداس کا سلسلہ بریلی میں تکمیل کو پہنچا۔ وہیں بریلی قدیم کے ایک رئیس مولوی خدایار خان کے ہاں ان کے صاحبزادے...کو پڑھانے پر ملازم ہوئے...اسی کے آگے پیچھے آپ نے دس گیارہ مہینے مولوی احمد رضا خان صاحب کے ہاں ان کے لڑکوں غالباً مولوی مصطفیٰ رضا خان وغیرہ کی

تعلیم کے سلسلہ میں قیام کیا۔آٹھ روپۓ تنخواہ تھے۔فرماتے تھے کہ وہ جس طرح علماء دیو بند کی تردید و مذمت کرتے تھے اور اتنی حقانیت اور عظمت ثابت کرتے ، اس سے طبیعت کھٹی ہوئی اور اندازہ ہوا کہ یہ سب نفسانیت اور حب جاہ ہے ۔مولانا احمد رضا خان کے بعض معاصر علماء کے ساتھ مناظرے بھی دیکھے، اس وقت رام پور مور اور بریلی کے بڑے بڑے علماء تشریف لاتے تھے (ص۵۲۔۵۳)

اس زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی اور دعوت کا بڑا غلغلہ تھا۔خاص طور پر مسلمانوں کی کم بستیاں اس تذکرہ سے خالی تھیں ان کی کتابیں اور رسائل مسلمانوں میں پڑھے جاتے تھے اور ان پر بحث و گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔حضرت کے وطن کے قریب ہی بھیرہ ہے، وہاں کے ایک عالم جو حضرت کے خاندانی بزرگوں کے شاگرد بھی تھے،حکیم نورالدین مرزا صاحب کے خاص معتقدین اور معاونین میں سے تھے اور ان کی نصرت و رفاقت کے لئے مستقل طور پر قادیان میں سکونت پذیر تھے ۔مرزا صاحب کے عنداللہ مقبول اور مستجاب الدعوات ہونے کا ان کے معتقدین اور حلقہ اثر میں عام چرچا تھا،حضرت نے مرزا صاحب کی تصنیفات میں کہیں پڑھا تھا کہ ان کو خدا کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ

اجیب كل دعا ئك ا لا فى شر كا ئك (میں تمہاری تمام دعائیں قبول کرونگا، سوا ان دعاؤں کے جو تمہارے شراکت داروں کے باعث میں ہوں)،

حضرت نے مرزا صاحب کو اسی الہام اور وعدہ کا حوالہ دے کر افضل گڑھ سے خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ میری آپ سے کسی بھی طرح کی شرکت نہیں ہے اس لئے آپ میری ہدایت اور شرح صدر کے لئے دعا کریں ۔وہاں سے مولوی عبدالکریم کے ہاتھ کا لکھا ہوا جواب ملا کہ تمہارا خط پہنچا تمہارے لئے خوب دعا کرائی گئی تم کبھی کبھی اس کی یاد دہانی کر دیا کرو ۔حضرت فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں ایک پیسہ کا کارڈ تھا میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ایک کارڈ دعا کی درخواست کا ڈال دیتا (مولوی عبدالکریم

سیالکوٹی کی موت ۱۹۰۵ء میں ہوئی، اسلئے یہ خط وکتابت اس کے سے پہلے کی ہوگی۔ بہاء)
ایک مرتبہ فرمایا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے ایک دفعہ مرزائیوں کی کتابیں منگوائیں تھیں اس غرض سے کہ ان کی تردید کریں۔ میں نے بھی دیکھیں، قلب پر اتنا اثر ہوا کہ اس طرف میلان ہوگیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ سچے ہیں (صفحہ:۵۵-۵۶)

(عبدالقادر نے) رائے پور کا قصد فرمایا تو آپ کے چچا زاد بھائی مولوی سعید اللہ کے بیٹے مولوی امام الدین نے جو بیمار تھے فرمائش کی کہ راستہ میں ہمیں حکیم نور الدین کو دکھاتے چلو۔ والد صاحب کے شاگرد حافظ روشن دین ساتھ تھے، آپ کے ایک ساتھی مولوی صدیق صاحب نے جو اہل حدیث تھے اور آپ کے ساتھ دہلی میں اکٹھے رہے تھے حکیم صاحب سے آپ کا ذکر کیا تھا اور تعارف کرایا تھا کہ آپ کے استادوں کے خاندان سے ہیں۔ حکیم نور الدین صاحب نے لکھا بھی تھا کہ تم یہاں ایک مرتبہ مرزا صاحب کے پاس آجاؤ۔ غرض آپ قادیان گئے اور سات آٹھ روز حکیم صاحب ہی کے مہمان رہے۔ ایک مرتبہ راقم سطور کے اس سوال پر کہ حکیم صاحب مخلص تھے؟ آپ نے قادیان کے سفر کا تذکرہ کرتے ہوئے تفصیل سے اس کا قصہ سنایا، ارشاد فرمایا:

مولوی عبدالرحمٰن کے والد امام الدین جب بیمار ہوئے تو مجھ سے کہا کہ مجھے حکیم نور الدین کے پاس لے چلو میں لے گیا۔ عصر کے بعد ان کی مجلس عام ہوا کرتی تھی۔ قسم قسم کے لوگ آئے پوچھتے پاچھتے رہے۔ جب تنہائی ہوئی تو میں نے پوچھا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ حق صرف ہمارے پاس ہی ہے اور باقی سب باطل ہیں اور قرآن ان کے دلوں میں نہیں اترا ہے تو اسکی کیا دلیل ہے کہ آپ ہی حق پر ہیں اور دوسرے باطل پر؟

انہوں نے کہا ہمیں انوار نظر آتے ہیں اور کہا کہ مجھے تو مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ آریوں اور عیسائیوں کے رد میں ایک کتاب لکھو میں نے لکھ دی، میرا سلوک تو اسی میں طے ہوگیا۔ میں نے کہا کہ انوار تو دوسروں کو بھی نظر

آتے ہیں حتی کہ ہندوؤں کو بھی، وہ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ ہم سے مکالمہ باری ہوتا ہے۔ اس پر میں خاموش ہو گیا کیونکہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ دوسروں کو مکالمہ باری ہوتا ہے یا نہیں۔ چونکہ میں رائے پور سے ہو کر گیا تھا میں نے اتنا کہا تم حق پر ہو یا نہ ہو جس شخص کو میں دیکھ کر آیا ہوں وہ ضرور باطل پر نہیں ہے یقیناً حق پر ہے۔ میں نے حضرت (شاہ عبدالرحیم رائے پوری) کو قرآن مجید پڑھتے بھی دیکھا تھا تہجد میں طویل تلاوت کرتے تھے ...اگر میں نے حضرت کو نہ دیکھا ہوتا میں قادیانی بن گیا ہوتا۔..

(ص ۶۰۔۶۱)

(شاہ عبدالقادر نے) ایک مرتبہ موقع دیکھ کر اپنے حضرت (عبدالرحیم) کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت، قادیانی انوار کا دعوی کرتے ہیں۔ ان کو نماز وغیرہ میں بہت حالات اور کیفیات پیش آتے ہیں اور گریہ خشیت کا غلبہ ہوتا ہے، اسکا کیا سبب ہے؟ حضرت (عبدالرحیم) سنبھل کر بیٹھ گئے اور جوش سے فرمایا: مولوی صاحب سنو و من يشا قق الرسول من بعد ما تبين له الهدى و يتبع غير سبيل المو منين نو له ما تو لى ۔حضرت کچھ اس کی تشریح فرمانا چاہتے تھے میں نے کہا حضرت بس میں سمجھ گیا، اس کے بعد پھر اس مسئلہ میں کبھی کوئی کھٹک نہیں ہوئی۔..(ص ۶۳۔سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری۔از سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام۔کراچی)

مولانا محمد ابراہیم (حنفی) نے کہا، میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ کے چند صفحات دیکھے تھے سیاہی ہی سیاہی قلب پر آ گئی۔ پھر میں نے کتاب بند کر دی۔ حضرت نے فرمایا اس کی کتابیں دیکھنی ہی نہ چاہییں۔ پھر حضرت رائے پوری نے فرمایا مولوی احمد رضا خان صاحب نے ایک دفعہ مرزائیوں کی کتابیں اس غرض سے منگوائیں تھیں کہ ان کی تردید کریں گے۔ میں نے بھی دیکھیں۔ قلب پر اتنا اثر ہوا کہ اس طرف میلان ہو گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ سچے ہیں۔ چنانچہ میں قادیان گیا

حکیم نورالدین بھیروی سے ملاقات ہوئی پھر سارا قصہ بیان فرمایا جو پہلے گذرا۔حکیم مذکور نے حضرت سے فرمایا:
ہمیں انوارنظر آتے ہیں، تکلم باری ہوتا ہے۔
فرمایا میں نے استخارہ کیا اور اللہ تعالی سے گڑ گڑا کر دعا کی کہ اللہ ہمیں حق دکھا دے۔اللہ تعالی نے فضل فرمایا کہ اسطرف سے طبیعت بالکل ہٹ گئی۔
(تذکرہ مجاہدین ختم نبوت۔ص ۱۸۶)

حکیم نورالدین اور مولوی غلام محمد ہوشیار پوری

حکیم نورالدین کے علم وفضل کے باعث ان کے مداحوں میں ایک مولوی غلام محمد ہشیار پوری بھی تھے جو ندوۃ العلماء کے متعلقین میں سے تھے۔قادیانی اخبار بدر میں، اچھے اور برے مولوی، کے زیرعنوان لکھا ہے:

دنیا میں سب یکساں نہیں اختلاف عقاید تو ہوتا ہی چلا آیا ہے مگر جہاں متعصب اور معاند مخالفین ہوتے ہیں وہاں ایسے بھی ہوتے ہیں جو شرافت سے کام لیتے ہیں ایسے ہی ایک مولوی صاحب کا ہمارے دوست ... اپنی مراسلت میں ذکر کرتے ہیں جن کا اسم گرامی مولوی غلام محمد ہوشیار پوری ہے جب بعض جہلاء نے ہمارے دوست کا مولوی صاحب سے مباحثہ کرانا چاہا تو مولوی صاحب نے اس امر کو پسند نہ کیا اور فرمایا، مولوی نور الدین صاحب سے میرا خاص تعلق ہے میں ان کی بڑی تعظیم کرتا ہوں میں ایک دفعہ قادیان نسخہ لینے گیا تھا تو انہوں نے مجھے اپنا مہمان رکھا میری عزت کی جناب مرزا صاحب بھی مجھ پر بڑی مہربانی فرماتے تھے مولوی محمد احسن صاحب سے میرا بخوبی رابطہ ہے یہ سب ذی علم لوگ ہیں۔

انہیں مولوی صاحب (غلام محمد) کی زبانی یہ قصہ بھی سننے میں آیا کہ دیر کی بات ہے جب اہل حدیث اور حنفیوں کے درمیان مباحثہ اور فتوی بازی ہوئی تھی تو اس کی رپورٹ شائع کرنے کے وقت مولوی ولی محمد مناظر جالندھری نے

اپنے نام کے ساتھ خود ہی افضل الفضلاء اور اکمل الکملاء لکھ دیا۔ وہ کہیں باہر گئے تو مولوی محمد لدھیانوی نے یہ الفاظ مسودہ سے کاٹ دیئے۔ واپس آ کر مولوی ولی محمد نے لکھوائے اور اسی طرح چھپوائے ۔ چھپنے پر پھر کسی نے اعتراض کیا کہ یہ شخص تو اجہل الجہلاء اور احمق الحمقاء ہے اس کے نام کے ساتھ یہ القاب موزوں نہیں ۔ اس پر عدالت تک نوبت پہنچی ۔ مقدمہ چلا ،مولوی غلام دستگیر قصوری نے کوشش کر کے ہندوستان کے مولویوں سے فتوی حاصل کیا کہ مولوی ولی محمد اس القاب کے لائق ہے اور مقدمہ مولوی صاحب کے حق میں فیصلہ ہوا ۔ مگر بعد میں مولوی ولی محمد اور مولوی غلام دستگیر کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا تو موخر الذکر نے اپنی پہلی کوشش کے خلاف پھر سعی کر کے علماء ہند سے یہ لکھوالیا کہ یہ شخص اس القاب کے لائق نہ تھا۔ (اخبار بدر قادیان ۲۶ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۵)

حکیم نورالدین اور عبداللہ تیماپوری

تیماپور علاقہ حیدرآباد دکن کے رہنے والے مولوی عبداللہ قادیانیوں کے اکابرین میں سے تھے ۔ ایک دفعہ مرزا صاحب سے ملاقات کے لئے قادیان آئے ۔ اس واقعہ کا ذکر ایڈیٹر اخبار بدر قادیان نے بایں الفاظ کیا ہے:

> مقام تیماپور سے ایک احمدی صاحب، جناب مولوی عبداللہ صاحب .. حضرت کی زیارت اور حصول فیض وانوار احمدی کے لئے آئے تھے۔ برادرم شیخ یعقوب علی نے ان کو حضرت اقدس سے ملاقات کروائی ۔ مولوی صاحب نے کل جماعت تیماپور کی طرف سے سلام علیکم اور درخواست دعا عرض کی اور کچھ چندہ جو کہ جماعت کی طرف سے پیش کیا۔

(بدر قادیان یکم جنوری ۱۹۰۵ء ص ۳)

یہ مولوی عبداللہ تیماپوری، علاقہ حیدرآباد دکن کے قادیانیوں کے سرکردہ افراد میں سے تھے ۔ لیکن مرزا صاحب کی وفات کے بعد ان کا خیال ہو گیا کہ وہ مرزا

صاحب کی موعودہ قدرت ثانیہ ہیں، اور حکیم نور الدین سے بھی بلند مرتبت ہیں۔ وہ اپنی تقاریر اور اشتہارات وغیرہ کے ذریعے قادیانیوں کو حکیم نور الدین کے خلاف اکساتے تھے جب کہ حکیم صاحب انہیں مجنون قرار دیتے تھے اور حکیم ساحب مریدین انہیں فتنہ قرار دیتے تھے۔ چنانچہ منشی یعقوب علی اڈیٹر الحکم قادیان ۱۹۱۱ء میں لکھتے ہیں:

آج کل مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری کا فتنہ ہے وہ اپنے آپ کو ملہم اور قدرت ثانیہ قرار دیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح (نورالدین) سے ہمیشہ لوگوں نے اس کے متعلق استفسار کیا ہے اور آپ نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ وہ مجنون ہے اس کیلئے دعا کرو۔ چونکہ آپ (یعنی نورالدین) نے بہت سے مجنونوں کا ہمیشہ علاج کیا ہے اور آپ نے بارہا فرمایا ہے کہ مجنونوں کو بھڑ کنے کا موقعہ نہیں دینا چاہیے، اس لئے جس قدر نرمی ان کے ساتھ روا رکھی گئی، اور ان کے معاملہ میں خاموشی سے کام لیا گیا وہ ان کے لئے مضر ثابت ہوئی۔ اور اب وہ کھلم کھلا اپنے ماموراور صاحب بیعت ہونے کا اعلان کرتے اور تقریریں کرتے ہیں (اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ پاگل نہیں تھا کیونکہ اگر پاگل ہوتا تو نورالدین کا طریق علاج کہ ایسے لوگوں سے نرمی کرو کچھ نہ کہو، کامیاب ہو جاتا۔ بہاء)...

حضرت مسیح موعود نے جو جماعت تیار کی وہ ایک ربانی جماعت ہے اور آپ کے بعد اس کا ہاتھ ایسے ہاتھ میں دے دیا جو نہایت زبردست ہے۔ اس جماعت کی اصلاح کے لئے اس وقت کسی دوسرے وجود کی ضرورت نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی دوسرا ہاتھ اور دوسری شخصیت جماعت کی اصلاح میں ممدو معاون ہوسکتی ہے تو وہ اپنی ذات میں کیسی پاک اور اعلیٰ کیوں نہ ہو اسے دوسرے لفظوں میں فرشتہ بھی کہہ لو تو بھی میں کہوں گا کہ اگر ایسے ملائک آدم کے مطیع نہیں تو شیطان ہیں میرا یہی مذہب ہے اور میں اسی پر قائم رہنے کی خدا سے توفیق چاہتا ہوں خلیفہ وقت اپنے وقت کا آدم ہوتا ہے ملائکہ کو بھی جو اصلاح کے لئے نیک تحریکیں کرتے رہتے ہیں اس کے ماتحت ہوکر ہاں اس کے لئے جدہ؟؟ کر کے اپنی ترقی کرنی پڑتی ہے۔ پس

سننے والے سنیں اور یاد رکھیں کہ کواہ کوئی ہو زید ہو یا بکر مولوی عبد اللہ ہو یا عبدالحکیم، کسے باشد۔ خواہ اپنے الہام سنائے یا خواب اور پیشگوئیاں کرے یا بددعائیں۔ جب وہ اپنے مامور ہونے کا دعوی کریں اور لوگوں سے بیعت لینے کا اعلان کریں انہیں رد کردو...

نور الدین اگر خلیفہ برحق ہے اور لاریب وہ بلافصل خلیفہ ہے، تو پھر اس کی زندگی میں جو شخص اس قسم کا دعوی کرتا ہے وہ سراسر جھوٹا ہے۔ وہ ایک فتنہ ہے اور مستقل مزاجوں کے لئے ایک امتحان ہے۔...

میں سچ کہتا ہوں کہ عبد اللہ تیماپوری کی باتیں سننا اور اسکی مجلسوں سے الگ نہ ہونا، ایک قسم کی روحانی موت ہے جو قلبی قوتوں کو زائل کر دیتی ہے۔

قلب ربانی علوم کا سرچشمہ ہے جس قدر قلبی قوتیں طاقت ور ہوں معرف الہیہ کھلتے ہیں، اور جس قدر کمزور ہوں انسان روحانی طور پر اسی قدر مرتا جاتا ہے۔ اسی لئے منافق کے قلب میں مرض ہے فی قلوبھم مرض

اسلئے اگر چاہتے ہو کہ منافق نہ بنو اور نفاق کے اثر سے اللہ تمہیں محفوظ رکھے ..تو مرے دوستو! ایسی مجلسوں کو ترک کردو۔ قرآن مجید میں کونوا مع الصادقین کا حکم ہے۔ ایسی مجلسوں سے تو منع کیا ہے جہاں کفر بآیات اللہ ہو۔ پس مسیح ومہدی (مرزا قادیانی) کو اپنے دعوی میں غلطی پر کہنا، اس سے بڑھ کر کفر بآیات اللہ کیا ہے؟ پس تم ایسی مجلسوں سے الگ رہو۔

پھر یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ حضرت امام (مرزا قادیانی) کے بعد جو شخص ہمارا امام ہوا وہ بھی آیات اللہ ہے۔ اس لئے کہ وہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی لا انتہاء دعاؤں کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔ کوئی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے کیا کیا دعائیں اپنے صادق دوست او معاون پیدا کرنے کیلئے کی ہونگی اس کا اندازہ کسی قدر اس سے ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت عمرؓ ایسے جلیل القدر انسان کے لئے کیسی دعائیں کرتے تھے۔ ماموروں کو ضرورت ہوتی ہے ایک صادقوں کی جماعت کی اسلئے وہ نہایت بے چینی کے ساتھ ایسے وجودوں کیلئے دعاؤں میں لگے رہتے ہیں

۔ پس یہ اس جہت سے اور ان ارشادات کی بنا پر جو آئینہ کمالات اسلام وغیرہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ؟؟؟ میں درج ہیں بجائے خود ایک آیت ہیں۔ اب جس مجلس میں اس کے انکار پر گفتگو ہو، وہ مجلس کفر ہے ۔ اس کی خلافت میں دوسرا مدعی اگر کہے کہ میں خلیفہ ہوں ،تو وہ صریح ایک آیت اللہ کا انکار اور استہزاء کرتا ہے۔

میرے دل میں اس وقت ایک جوش ہے اور اگر میرے ہاتھ میں چار قلم بھی ہوں تو وہ چل سکتے ہیں۔ میں آئینہ کمالات کے ان مقامات کو جب پڑھتا ہوں تو میرے دل میں جوش، میری روح میں وجد پیدا ہو جاتا ہے جہاں حضرت خلیفۃ المسیح کا ذکر ہمارا مہدی کرتا ہے جس کو تیاپوری پاگل اپنے دعوی میں جھوٹا قرار دیتا ہے اور افسوس ہے کہ تم ٹھنڈے دل سے اس کی باتیں سن لیتے ہو۔ سنو! وہ مہدی کیا کہتا ہے کس قدر دعاؤں سے وہ نور الدین کو پاتا ہے۔ کیا تمہارا قلب ہے؟ کہ اس کا اندازہ کرے اور تمہارا دماغ ہے کہ سوچ سکے ؟ ہرگز نہیں

و کنت ا صر خ فی لیلی و نہاری و اقول یار ب من انصاری یارب من انصاری انی فرد مہین فلما توا تر رفع ید الدعوا ت و امتلأ منه جوّ السما وا ت اجیب تضر عی و فا رت ر حمة ر ب العا لمین فا عطا نی ر بی صد یقاً صدوقاً ھو عین اعوانی و خالصة خلصا نی و سلالة ا حبا ئی (یہاں موجود حاشیے کو نقل نہیں کیا گیا کیونکہ مرزا صاحب نے اپنے انصار اور مخلصین میں ڈاکٹر عبد الحکیم وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے جو بعد ازاں قادیانیوں کے بقول مرتد ہو گئے تھے۔ بہاء) فی الدین المتین اسمه کصفا ته النورا نیة نور الدین ھو بھیروی مو لداً و قر شی ھا شمی نسباً (ویب سائیٹ پر جلد پنجم روحانی خزائن میں موجود دافع الوساوس میں اس مقام پر تحریف کر دی گئی ہے ۔ وقرشی فاروقی نسباً لکھ دیا گیا ہے۔ بہاء۔ یب کہ مرقاۃ میں جو ترجمہ دیا گیا ہے اس سے بھی ہاشمی ہی کا لفظ معلوم ہوتا ہے تاہم وہاں نسباً کا ترجمہ نسبت کر دیا گیا ہے بجائے نسب، یا نسباً کے) من سا دة ا لا سلا م و من ذریة النجیبین الطیبین فو صلت بو صو له الی الجذ ل

المفروق و استبشر ت به کا لستبشار السید (ﷺ) با لفاروق و لقد انیست ا حزا نی مذ جاء نی ولقاء نی (اس میں تو فاروق بتاتے ہیں نہ کہ صدیق۔ نیز اسے ہاشمی بتاتے ہیں جب کہ وہ خود اپنے کو فاروقی بتاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی یہ تحریر ان کے کذب کا ثبوت ہے۔ وہ اس تحریر کے آخر میں فرماتے ہیں کہ میں یہ باتیں الہام والقاء سے لکھ رہا ہوں۔ اگر حکیم صاحب بروئے الہام قادیانی، ہاشمی ہیں تو نورالدین صاحب جو اپنے آپ کو ساری عمر فاروقی النسل کہتے رہے، جھوٹے ہیں۔ اور مرزا صاحب اپنے خلیفہ اول کے جھوٹے ہونے کا اعلان بذریعہ الہام کر رہے ہیں۔ اگر حکیم نورالدین صاحب سچے ہیں یعنی وہ واقعی فاروقی النسل ہیں تو مرزا صاحب اور ان کے دعوی الہام جھوٹا ہے، یا ان کا الہام کنندہ خدا علیم و خبیر کی بجائے شیطان لعین ہے۔ بہاء)

پھر ایک لمبی تحریر کے بعد فرماتے ہیں

انی اری الحکمة قد فاضت علی شفتیه، و انوارالسماء قد نزلت لدیه، و اری توا تر نزو لها علیه کالمتضیّفین

پھر فرماتے ہیں:

وکا ن العلماء معروق العظم صفر الرا یحة من دولة العلو م الروحا نیة و جوا هرالاسرار الر حما نیة فقا م هذا الفتی و سقط علی اعداء الرسول الله ﷺ کسقو ط الشهب علی الشیاطین فهو کحدقة العیو ن فی العلماء و فی فلك الحکمة کالشمس البیضاء

پھر ایک لمبی دعا کرتے ہیں:

رب انزل علیه بر کا ت من السما ء و ا حفظ من شرور الاعداء

اور...وجد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ایسی نعمت ہے کہ

امو ت وانا شا کر نعما ئك بحا لی و قا لی و کلا می- یشکرك عظا می فی قبری و عجا جی جی جد ثی و روحی فی السماء

غرض آئینہ کمالات اسلام کا عربی مکتوب کا آخری حصہ اسی پر ختم ہوتا ہے

ان اقتباسات کا ترجمہ یہ ہے:

اور میں دن رات خدا تعالی کے حضور چلا تا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب میرا کون ناصر و مددگار ہے میں ایک یکہ وتنہاء کمزور وبیکس انسان ہوں۔

پس جب کہ میری ان دعاؤں میں بہت کثرت واقع ہوئی اور میرے ہاتھ متواتر اٹھتے رہے اور آسمان کا فضا میری دعاؤں سے بھر گیا، تو اللہ تعالی نے میری دعا کو اور تضرع کو سنا، اور رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی۔ تب اس نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا اور وہ میرے مددگاروں کی آنکھ یا میرے مددگاروں کے لئے بطور چشمہ کے ہے جس سے دوسرے سیراب ہوں۔ اور وہ میرے مخلصوں کا عطر اور خلاصہ ہے۔ اور وہ میرے دوستوں میں برگزیدہ ہے۔ ہاں وہ میرا محبّ فی الدین ہے اس کا نام اس کے نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے وہ بھیروی ہے۔ اورنسب کے لحاظ سے ہاشمی قریشی ہے۔ وہ اسلام کے سرداروں میں سے ہے اور نجیب اور طیب ذریت میں سے ہے۔

پس مجھے اس کے ملنے پر ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی الگ شدہ عضو مل گیا۔ اور ایسا مسرور ہوا جس طرح پر حضرت نبی کریم ﷺ فاروق کے ملنے سے خوش ہوئے اور یقیناً میں اپنے ہم وحزن کو بھول گیا جب سے وہ میرے پاس آیا مجھ سے ملا۔

اور میں دیکھتا ہوں کہ اس کے لبوں پر حکمت کے چشمہ جاری ہیں، اور آسمانی انوار اس کے پاس اتر رہے ہیں اور میں ان سماوی انوار کے متواتر نزول کو ایسے طور پر مشاہدہ کرتا ہوں کہ گویا وہ اس پر مہمانوں کی طرح آتے ہیں۔

اور علماء کی حالت یہ تھی وہ رحانی علوم کی دولت سے محض بے نصیب اور برہنہ ہڈیوں کی طرح تھے اور خدا تعالی کے اسرار سے محض خالی ہاتھ اور ناواقف۔ پس ایسی حالت میں یہ جوان (نورالدین) کھڑا ہوا اور نبی کریم ﷺ کے دشمنوں پر اس طرح گرا جس طرح شہاب ثاقب شیاطین پر گرتا ہے وہ علماء میں حلقہ آنکھ کی طرح ہے اور حکمت آسمان میں آفتاب درخشاں ہے۔

اے میرے رب اس پر آسمانی برکات نازل فرما اور دشمنوں کی شر سے محفوظ رکھ اور اس کے ساتھ ہو جہاں کہیں وہ ہو اور اس پر دنیا و آخرت میں رحم فرما و انت ار حم الرا حمین

میں مرونگا ایسی حالت میں کہ تیری اس نعمتوں کے مجموعہ پر شکر گزار ہوں۔ ہاں میں اپنے حال سے قال سے اور کلام سے شکر یہ میں رطب اللسان رہوں گا، بلکہ میری ہڈیاں قبر میں بھی تیرا شکر کریں گی (عجا جی فی جد ثی) اور میری روح آسمان میں شکر گزار ہوگی پھر بھی تیری نعمت میرے شکر یئے پر غالب آئی۔

(مرزا صاحب کی عبارت کے ترجمہ کے بعد اڈیٹر الحکم لکھتا ہے) اب غور کا مقام ہے کہ یہ کس قدر عظیم الشان آیت اللہ ہے حضرت مسیح موعود کی لا انتہاء اور جوّ السماء کو پر کر دینے والی دعاؤں کا نمونہ اور نتیجہ ہے نور الدین کی قدر ہماری آنکھ سے پوشیدہ اور ہمارے دل سے فی الواقعہ مخفی تھی مجھے تو یہ نور آج نظر آیا ہے اور میں اس جگہ اس ذکر سے رک نہیں سکتا کہ یہ ربانی تحریک تھی جو میرے قلب کو آئینہ کمالات اسلام کی طرف پھیر دیا

الغرض یہ مقام بلند کا انسان مہدی اور مسیح کی دعاؤں کا نشان ہم کو دیا گیا ہے جس کے نسب؟ کا بھی مہدی نے خصوصا ذکر کیا (یعنی مرزا قادیانی نے بتایا کہ وہ قریشی ہاشمی ہے۔ جب کہ وہ فاروقی النسل تھا۔ اور اسی لئے ویب سائٹ پر موجود روحانی خزائن جلد ۵ میں دافع الوساس کے نسخے میں قادیانیوں نے اپنے مرشد کی، یا ایک ملہم کی، یا اپنے مہدی کی غلطی کی اصلاح کر دی ہے اور وہاں ہاشمی کی بجائے فاروقی لکھ دیا ہے۔ لیکن اس بات کا کیا جائے کہ اخبار الحکم قادیان کا یہ شمارہ بھی قادیانیوں ہی کی ویب سائٹ پر موجود ہے جس میں اصل عبارت نسباً ہاشمی ہونے والی موجود ہے، اور مرقاۃ الیقین بھی انہی لوگوں کی ویب سائیٹ پر موجود ہے جہاں اس عبارت کا ترجمہ: نسبت کے لحاظ سے ہاشمی ہونا، موجود ہے۔ بہاء) اور اس کے آباء و اجداد کے طیب اور نجیب ہونے کا بھی اظہار فرمایا۔ یہ اسرار ہیں جو دوسرے لوگ نہیں سمجھ سکتے۔

مختصراً میں یہاں بتاتا ہوں کہ چونکہ یہ ضروری امر ہے کہ جو شخص مامور ہو اور

ایک قوم کا روحانی امام ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ذاتی وجاہت اور شرف رکھتا ہو۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی ادنی درجہ کا انسان ہو جس کی ماتحتی کے لئے دوسروں کو عار آئے چونکہ نورالدین نے قوم کا امام ہونا تھا اس لئے حضرت مسیح موعود نے خدا سے وحی پا کر اس کے علو نسب اور شرافت و نجابت کی تصدیق کی۔ و للہ الحمد

یہ سچ ہے کہ اسلام نے تفریق ذات اور امتیاز قوم کو اٹھا دیا ہے مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ اس کے ماموراور ان کے مخلص نائب ہمیشہ ایسا شرف رکھتے ہیں کہ دوسروں کو کراہت نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب تریاق القلوب میں صفحہ ۶۶ پر اس کی مفصل بحث کی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ جو لوگ دوسروں کی اصلاح کے لئے مامور ہوتے ہیں وہ ان معروف ادنی اقوام سے کبھی نہیں ہو سکتے جو دوسری قوموں کی خادم اور نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں۔ مامورین کے لئے ضروری ہے کہ ان میں علو نسب اور شرافت اور نجابت ہو۔ پھر ان قوموں کی ...دیتے ہوئے جن میں سے کوئی مامور نہیں ہوسکتا بتایا ہے کہ جولاہے بھی ان میں سے ہیں۔ میاں عبد اللہ بھی اسی قوم سے ہیں ہمیں نعوذ باللہ ان کی حقارت مقصود نہیں اور تکریم کے لئے قرآن مجید کا یہی معیار ہے ان اکرمکم عند الله اتقاکم مگر جیسا کہ مسیح موعود نے بیان فرمایا ہے کہ مامور کے لئے علو نسب اور شرافت ضروری ہے (یعنی مرزا صاحب قرآن کی مخالفت اور تکذیب کر رہے ہیں۔ بہاء) اور میاں عبد اللہ کو اپنے مامور ہونے کا گمان ہے اسلئے اس نکتہ کو بھی یہاں لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ بہر حال میاں عبد اللہ تیماپوری کی حالت نہایت خطرناک ہے۔ قرآن مجید سے میں نے بتایا ہے کہ ایسے لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھنا اور ان کی باتیں سننا شعبہ نفاق ہے۔ یا نفاق اس سے پیدا ہوتا ہے۔ پس مومن کا کام نہیں کہ ایسی مجلسوں میں بیٹھے اس کی باتیں سن کر اور تصدیق کر کے حضرت مسیح موعود کا انکار اس سے لازم آتا ہے خدا تعالی نے ہمیں وہ امام دیا ہے جس کی شان او پر بیان کر دی ہے فما ذا بعد

الحق لا الضلال (الحکم قادیان ۲۸ اکتوبر ۷ نومبر ۱۹۱۱ء ص ۹۔۱۰۔۱۱۔۱۲)

اڈیٹر الحکم قادیان نے مرزا صاحب قادیانی کی طویل تحریر سے چند فقرات نقل کئے ہیں اور بعض ایسی چیزیں کو نقل کرنے سے گریز کیا ہے جن سے مرزا صاحب کے ملہم ہونے کے دعوی کی بھی تکذیب ہوتی ہے۔ اور اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ مرزا صاحب اپنے جھوٹ اور غلط بیانی پر اڑے رہتے تھے ۔یعنی ۱۸۹۳ء میں جو غلط بات لکھی، اپنی باقی ماندہ ۱۵ سالہ زندگی میں اس کی اصلاح کی کوشش نہیں کی ۔کبھی نہیں کہا کہ مجھ سے بشری غلطی ہوگئی ہے یا الہام کو سمجھنے میں غلطی ہوگئی ہے اب چونکہ لوگوں نے مجھے صحیح بات بتا دی ہے یا الہام نے مجھے میری غلطی سے آگاہ کر دیا ہے یا خود مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ میں نے الہام کو سمجھے میں غلطی کی تھی اسلئے میری فلاں فلاں بات کی تصحیح کر لی جائے۔

اور چونکہ اس عبارت کو مرقاۃ الیقین میں بھی نقل کیا گیا ہے اور وہاں مرزا صاحب کی غلطی کو چھپانے کے لئے مرزا صاحب قادیانی کے استعمال کردہ عربی لفظ کا نسبتاً اردو میں غلط ترجمہ کیا گیا ہے، اس لئے مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عبارت کو بتمام وکمال دافع الوساوس سے ، اور اس کا اردو ترجمہ مرقاۃ الیقین کے اس اڈیشن سے جو قادیانیوں کی ویب سائیٹ پر موجود ہے، نقل کروں ۔ نیز مرقاۃ الیقین والے نے بھی مرزا صاحب کی عربی عبارت کا ایک حاشیہ ترک کر دیا ہے جو بظاہر تو غیر مناسب بات معلوم نہیں ہوتی اور خیال گذرتا ہے کہ شائد بغرض اختصار ایسا ہوا ہے لیکن جب اس حاشیے کی عبارت دیکھی جاتی ہے تو اندرونی کہانی کا پتہ چلتا ہے کیونکہ اس حاشیے کی عبارت سے مرزا صاحب کے دعاوی کی تکذیب کرہوتی ہے۔ لہذا ذیل میں اصل متن کی عبارت کے ساتھ حاشیہ بھی نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نیز اصل عربی عبارت اور ترجمے سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کس قدر درست فرما رہے تھے جب انہوں نے حکیم نورالدین کو بالمشافہ کہا:

مرزا قادیانی تو جو کچھ لکھتا ہے آپ کا بتایا ہوا ہے۔مضمون آپ کا ،عبارت اس کی ،۔

آپ جو قادیانی کے چہرہ سے سبق حاصل کرنے کے مظہر ہیں (اظہار کرتے

ہیں) یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ آپ مرزا قادیانی کے مرید نہیں، پیر ہیں۔ اور آپ نے مکر کیا ہوا ہے کہ ان کو پیر اور اپنے آپ کو مرید مشہور کر رکھا ہے۔ دراصل پیرومرشد آپ ہیں وہ آپ کے مرید وشاگرد ہیں...آپ اس کوالہام والقاء کرتے ہیں وہ آپ کو کچھ الہام نہیں کرتا...

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ میری بات سن کر حکیم نور الدین نے حیران ہو کر کہا کہ یہ بات غلط ہے۔

اس پر خاکسار (بٹالوی) نے کہا کہ آپ غلط کہیں، مجھ کو تو یہی خیال ہے جس پر دلیل، ظاہر حال ہے۔

اس پر حکیم صاحب ساکت ہو گئے۔

(یادرہے کہ یہ بات چیت لاہور سے امرتسر جاتے ہوئے ٹرین میں قریب امرتسر ہوئی تھی۔

(اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۴ص ۴۱۳۔۴۱۶)

ملاحظہ فرمائیں۔مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ذکر بعض الانصار شکراً لنعمة الله الغفار

ما زلت مذ أمِرت من حضرة الربّ و أحييت من الحی ذی العجب احنّ الی عيان انصار الدين ، و لا حنين العطشان الی الماء المعين و كنت أصرخ فی ليلی و نهاری و أقول يا رب من انصاری يا رب من انصاری انّی فرد مهين ۔ فلما تواتر رفع يد الدعوات و امتلأ منه جوّ السماوات ، أجيب تضرعی ، و فارت رحمة رب العالمين ، فأعطانی ربی صديقاً صدوقا ، هو عين اعوانی ، و خالصة خلصانی ، و سلالة احبائی

(حاشيه :و من الاحباء فی الله منشی زين الدين محمدابراهيم بمبی ، و المولوی غلام امام منی پوری ، و حبی فی الله مولوی غلام حسن پشاوری ، ومحی الدين الشريف تونتی کورن ، و السردار محمد و لايت

خا ن المدراسی ، و حبی فی الله السید النجیب المو لوی محمد ا حسن ، و حبی فی الله عبدالکر یم السیا لکو تی المه الله الذی ایّد نی و امدّنی فی ترجمة مکتو بی هذا و هو من المحبین المخلصین ، و هو فی هذه ا لا یام عندی ،کا ن لهوی ملا قا تی و استحسا ن مقا ما تی ا ر غب فی ا لاغترا ب و استعذب السفر الذی هوقطعة من العذا ب فجزا ہ الله و ثبته علی سبیل الصدق و الصوا ب و ر حمه و هو خیر الرا حمین ، و منهم میرزا خدا بخش و هو فی هذه ا لا یام عندی شا ب صا لح مخلص شر ح الله صدره لحبی و أتر ع ذیله من ثمرات ا لا خلا ص ، و ثبته مع الثا بتین ، و منهم حبی فی الله الحکیم فضل الدین البهیروی ، و حبی فی الله الشیخ ر حمة الله الکجراتی ، و حبی فی الله السید امیر علی شا ہ و السید حا مد شا ہ و حبی فی الله المنشی غلام القادر المعروف بالفصیح السیا لکو تی ، و حبی فی الله النواب محمد علی خا ن رئیس ما لیر کو تله ، و حبی فی الله السید محمد تفضل حسین ا تا وی و حبی فی الله السید الهادی ، و حبی فی الله محمد خا ن، و المنشی محمد اورا ، و المنشی ظفر ا حمد کفو ر تلوی، و حبی فی الله المو لوی بر هان الدین الجهلمی ، و حبی فی الله میر نا صر نواب الدهلوی ، و حبی فی الله القا ضی ضیاء الدین قا ضی کو تی ، و حبی فی الله المو لوی السید محمد عسکری خا ن، و حبی فی الله القا ضی غلا م المر تضی، و حبی فی الله عبد الحکیم خا ن ، و حبی فی الله رشید الدین خا ن، و حبی فی الله السید خصلت علی شا ہ ،و حبی فی الله المنشی رستم علی و حبی فی الله عبد الله السنوری ، و المیر زا محمد یوسف بیگ السا ما نوی ، و المنشی محمد حسین المراد آ با دی ، و القاضی خوا جه علی اللد هیا نوی ، هؤلا ء من ا حبا ئی منهم من قصصنا و منهم لم نقصص و کلهم من المخلصین ---۔

(ان میں سے کم ازکم دوافراد یعنی غلام قادر فصیح ،اورعبدالحکیم توبعدازاں قادیانیت سے نکل کر مرزا صاحب کے مخالفین میں شامل ہو گئے تھے جب کہ مرزا صاحب انہیں حبی فی اللہ اورمن المخلصین قرار دیتے ہیں ۔ اورمحمد

احسن امروہی بھی ۱۹۲۰ء میں فرماتے ہیں کہ ایک دو الہام مرزا صاحب کے تو میں بھی نہیں مانتا اور نہ ہی میں نے ان کی بیعت کی ہے۔ نیز انہوں نے مرزا محمود کو کی خلافت تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ بہاء۔
مرقاہ الیقین میں جو ترجمہ عربی عبارت کا دیا گیا ہے وہاں اس حاشیے کا ترجمہ نہیں کیا گیا کیونکہ عبدالحکیم خان بعد میں بقول قادیانی، دجال ہو گیا تھا اور دونوں کی الہامی جنگ بھی شروع ہو گئی تھی، اور بقول عبدالحکیم خان، مرزا صاحب قادیانی کی موت بھی اسی کی پیش گوئی کے مطابق ہوئی ہے۔)

فی الدین المتین اسمه کصفا ته النو را نية نور الدين هو بهيروی مو لداً و قر شی فاروقی نسباً ، (یہاں مرزا صاحب قادیانی نے حکیم نور الدین کو فاروقی النسب بتایا ہے۔ مرقاۃ الیقین میں جو ترجمہ دیا گیا ہے وہاں لکھا ہے: وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسبت کے لحاظ سے ہاشمی ہے صفحہ ۳۶ مرقاۃ)من سا دة الاسلام و من ذرية النجيبين الطيبين ۔ فو صلت بو صو له الى الجذ ل المفروق ، و استبشر ت به کاستبشار السيد (صلى الله عليه وسلم) بالفاروق ، و لقد أنيست احزا نی ، مذ جا ء نی و لقّا نی ، و و جد ته فی سبل نصرة الدين من السا بقين ، و ما نفعنی مال احد کماله الذی آ تاه لو جه الله و يؤتی من سنين ، قد سبق ا لاقران فی البرا عة و التبرع و الجدوی ، و مع ذلك حلمه ار سخ من ر ضوی نبذ العلق لله تعا لی و جعل کل اهتشا شه فی کلا م ر ب العا لمين ، رأيت البذل شر عته ، و العلم نجعته ، و الحکم سير ته ، و التو کل قو ته ، و ما رأيت مثله عا لماً فی العا لمين ، و لا فی خلق مملا ق من المنعمين ، و لا فی الله و لله من المنفقين ، و ما ر أيت عبقريا مثله مذ کنت من المبصرين۔ و لما جا ء نی و لا قا نی و وقع نظری عليه ر أيته آ ية من آ يا ت ر بّی و أيقنت انّه دعا ئی الذی کنت ادا وم عليه و أشر ب حسی و نبّأنی حدسی انه من عبا د الله المنتخبين۔ و کنت اکر ہ مدح الناس و حمد هم و بث شما ئلهم خو فاً من انه يضر انفسهم، و لکننی

اری انه من الذین انکسرت جذ باتهم النفسیة و ا زیلت شهواتهم الطبعیة و کان من ا لآ منین، و من آ یات کماله انّه لما ر أی جروح ا لاسلام، و و جده کالغر یب المستها م ، او کشجر أزعج من المقام ، اشعر همّا و انکدر عیشه غمّا و قام لنصرة الدین کالمضطرین ، و صنف کتبا ا حتو ت علی افادة المعا نی الوا فرة و انطوت علی الد قا ئق المتکا ثرة ، و لم یسمع مثلها فی کتب ا لا و لین، عبا را تها من رعا یة الا یجاز مملوّة من الفصا حة، و الفا ظها فی نها یة الرشا قة و الملا حة، تسقی شرا بها طهو را للنا ظرین ، و مثل کتبه کحر یر یضمّخ بعبیر ، ثم یلفّ فیه من درر و یوا قیت و مسك کثیر ، ثم یر تن فیه العنبر و یجعل کله کا لعجین۔

و لا شك انّها جا معة ما تفرق فی غیر ها من الفوا ئد، فا قت ما عدا ها لکثرة ما حوا ها من الشوا رد و الز وا ئد ، و لجذب القلو ب بحبا ل ا لا دلة و البرا هین۔ طو بی لمن حصّلها و عرفها و قرأها بامعا ن النظر فلا یجد مثلها من معین ، و من اراد حلّ غوا مض التنز یل و استعلا م اسرار کتا ب الر ب الجلیل ، فعلیه بالاشتغال بهذه الکتب و بالعکو ف علیها فانها کا فلة بما یبغیه الطا لب الذهین ۔ یصبی القلو ب ار یج ر یحا نها ،۔ و الثمرا ت مستکثرة فی ا غصا نها ، و لا شك انها جنه قطو فها دا نیة لا یسمع فیها لا غیة نز ل للطیبین ،منها فصل الخطا ب لقضا یا اهل الکتا ب، ومنهاتصدیق البرا هین، تناسق فیها جز یل المعا نی مع متا نة الالفاظ ولطا فة المبا نی ، حتی صا رت اسوة حسنة للمو لفین ، و یتمنی المتکلمو ن ان ینسجوا علی منوا لها و تر نمت بالثنا ء علیها السنة النحریر ین ۔ جوا هر ها تفوق جوا هر النحور ،و در ر ها

فا قت درر البحور ، و انها ا حسم د ليل على كما لا ته ، و اقطع بر ها ن على ر يّا نفحا ته ، و ستعلمو ن نبأها بعد حين۔
قد شمر المو لف الفا ضل فيها لتفسير نكات القر آ ن عن ساق الجد و العنا ية ، و اعتنى فى تحقيقه باتفاق الروا ية و الدرا ية فوا هاً لهممه العا لية، و افكاره الوقا دة المر ضية ، فهو فخر المسلمين ، و له ملكة عجيبة فى استخراج دقا ئق القر آ ن ، و بثّ كنو ز حقا ئق الفرقا ن ، و لا شك انه ينور من انوا ر مشكوة النبوة ، و يأخذ نو راً من نور النبى (ﷺ) بمنا سبة شا ن الفتوة ، و طهارة الطين ، امر ؤ عجيب و فتى غر يب، تتفجر انهار انوار ا لا سرا ر بلمحة من لمحا ته و تتدفق منا هل ا لا فكا ر بر شحة من رشحاته ، و هذا فضل الله يهب لمن يشاء و هو خير الوا هبين ۔ لا ريب فى انه نخبة المتكلمين ، و زبدة المؤلفين، يشرب الناس من عبا ب زلا له ، و يشترى كشرا ب طهو ر قوارير مقا له ، هو فخر البررة و الخيرة و فخر المو منين ، فى قلبه انوار سا طعة من اللطائف و الد قا ئق و المعارف و الحقا ئق ، والا سرار و اسرار الا سرار و لمعات الرو حا نيين ، اذا تكلم بكلما ته النظيفة الطيبة ، و ملفو ظا ته البد يعة المر تجلة المبتكرة فكا نه يصبى القلو ب و ا لاروا ح با لا غا نى اللطيفة ، و المزا مير الداؤد ية الذ فيفة ، و يجىء بخارق مبين ۔ يخر ج الحكمة من فمه عند سرد الحد يث و سوق الكلا م كا نها عبب مندفقة متوا لية متصا عدة الى افواه السا معين، و انى قد اطلقت اجر د فكرى الى كما لا ته فو جد ته و حيد الد هر فى علو مه و اعما له و برّه و صد قا ته و انه لو ذعِى المعىّ نخبة البررة ۔ و زبدة الخيرة ، اعطى له السخا ء و المال ، و

علّقت به ا لآما ل ، فهو سيد خد م الدين ، و انى عليه من الغابطين ، ينز ل اهل ا لآ ما ل بسا حته ، و يستنز لو ن الراحة من راحته فلا يلوى عذاره عمن از دا ره و امّ دا ره ، و ينفح بعرفه من وا فاه من المملقين، و هو يجد للقيا نى بكمال ميل الجنا ن ، كو جد المثرى بالعقيان ، يأتى من بلاد نا ز حة على اقدا م المحبة و اليقين ـ فتى طيب القلب يحبّنا و نحبه يسعى الينا بجهد طا قة و لو و جد فواق نا قة ـ انثال الله عليه من جوا ئز المجا زات و وصا ئل الصلات ، و ايد ببقا ئه ا لاسلا م و المسلمين، له بقلبى علق عجيبة و قلبه نفو ح غر يبة ـ يختا ر فى حبى انوا ع الملا مة و التعنيف، و مفارقة المألف و الا ليف ،، و يتسنى له هجر الوطن لسماع كلا مى ، و يد ع التذ كر للمعا هد لحبّ مقا مى ، و يتبعنى فى كل امر ى كمايتبع حر كة النبض حركة التنفس و اراه فى رضا ئى كا لفا نين ، اذا سئل اعطى و لم يتبا طأ و اذا دعى الى خطّة فهو او ل الملبين ، قلبه سليم و خلقه عظيم كر مه كغزارة السحب و صحبته يصلح قلو ب المتقشفين ـ و و ثبه على اعداء الدين و ثبة شبل مثار ، قد امطر ا لا حجا ر على كفار ، و نقرّ عن مسائل الو يد يين و نقّب و نز ل فى بقعة النّو كى و عا قب فجعل سا فل ارضهم عاليها و ثقّف كتبه تثقيف العوا لى لافضاح المكذ بين۔ فاخزى الله الو يديين على يده فكان و جو ههم اسفّت ر ما دا ، و اشر بت سوا دا ، و صا روا كا لميتين ، ثم ارا دوا الكرة ولكن كيف يحى الا موات بعد مو تهم فر جعوا كا لمخفقين ، و لو كا ن لهم نصيب من الحيا ء لما عا دوا و لكن صار الوقاحة كالتحجيل فى حلية هذا الجيل فهم يصو لو ن

كمذبو حين ۔ و الفا ضل النبيل المو صو ف من ا حب احبائى و هو من الذين با يعو نى و اخلصوا معى نية العقد ، و اعطو نى صفقة العهد ، على ان لا يؤثروا شيئا على الله الاحد، فو جد ته من الذين يرا عو ن عهو د هم و يخا فو ن رب العا لمين ، و هو فى هذا الز من الذى تتطاير فيه الشرور كا لما ء المعين الذى ينزل من السماء و من المغتنمين ، ما آنست فى قلب ا حد محبة القر آ ن ۔ كما أرى قلبه مملوّا بمودة الفرقا ن ، شغفه الفرقا ن حبّا و فى ميسمه يبرق حب آ يا ت مبين ۔ يقذف فى قلبه انوار من الله الر حمن ، فيرى بها ما كا ن بعيداً محتجبا من دقا ئق القر آ ن و يغبطنى اكثر مآ ثره و هذا رزق من الله ير زق عباده كيف يشا ء و هو خيرالر از قين۔ قد جعله الله من الذين زوى الايدى و ا لا بصار ، و او دع كلا مه من حلا وة و طلا وة لا يو جد فى غيره من الا سفار، و لفطر ته منا سبة تا مة بكلا م الر ب الجليل، و كم من خزا ئن فيه او دعت لهذا الفتى النبيل و هذا فضل الله لا منا زع له فى ار زا قه ۔ فمن عبا ده ر جا ل ما اعطى لهم بلا لة ، و ر جا ل آ خرو ن اعطى لهم غمر ۔ و ما هم به من المتعللين۔ و لعمرى انه امر ء موا طن عظيمة صدق فيه قو ل من قا ل :

لكل علم ر جا ل و لكل ميدا ن ابطا ل ۔

و صدق فيه قول قا ئل :

ان فى الزوا يا خبا يا ، و فى الر جا ل بقا يا ۔،

عا فا ه الله و رعا ه و اطا ل عمره فى طا عته و ر ضا ه و جعله من المقبو لين ، انّى ارى الحكمة قد فا جت على شفتيه و انوار السماء قد نز لت لد يه ، و ارى توا تر نزو لها

علیه کا لمتضیّفین ، کلما تو جه الی تا و یل کتا ب الله بجمع ا لا فکار، فتح ینا بیع الاسرار وفجر عیو ن ا للطا ئف ، و ا ظهر بدا ئع المعا رف التی کا نت تحت الا ستار ، و دقّق ذرا ت الد قا ئق ، و و صل الی عرو ق الحقا ئق ، و اتی بنور مبین ۔ یمد العقلا ء اعناقهم فی وقت تقاریر ہ متسلمین لا عجاز کلا مه وعجا ئب تأثیره، یر ی الحق کسبیکة الذ هب و یزیح شبها ت المخا لفین ، انّ الوقت کا ن وقت صرا صر الفلسفة بل فسد و خبث و ململ کل حد ث ما حد ث ، و کا ن العلماء معروق العظم صفر الرا یحة ، من دو لة العلوم الروحانیة و جوا هر ا لا سرار الر حما نیة فقا م هذا الفتی و سقط علی اعدا ء الرسو ل ﷺ کسقوط الشهب علی الشیاطین فهو کحد قة العیو ن فی العلماء و فی فلك الحکمة کالشمس البیضا ء لا یخاف الا الله و لا یر ضی با لآ را ء السطحیة التی منبتها النّجدغیر خور، بل یبلغ فهمه الی اسرار دقیقة المآ خذ المخفیة فی ار ض غور ۔ فلله دره و علی الله اجره ۔ قد اعاد الله الیه دو لة منهو بة ، و هو من المو فقین ، و الحمد لله الذی و هب لنا هذا الحب فی حینه و وقته و ایام ضرورته ، فنسأل الله تعا لی ان یبا ر ك فی عمره و صحته و ثروته ، و یعطینا او قا تا مستجا بة للا دعیة له و لعشیرته ، و یشهد فراستی ان هذه الا ستجا بة امر محقو ق لا مظنو ن و نحن فی کل یو م من ا لآملین

و الله انی اری فی کلا مه شأنا جد یداً و أراه فی کشف اسرار التنز یل و فهم منطوقه و مفهو مه من السا بقین، و انی اری علمه وحلمه کا لجبلین المتنا و حین ما ادری ایهما فاق الآخر انما هو بستا ن من بسا تین الدین المتین۔ رب انز ل علیه

بر كات من السماء ، و ا حفظه من شرور ا لاعداء۔ و كن معه حيث ما كا ن و ار حم عليه فى الد نيا و لآ خر ة و انت ارحم الرا حمين، آ مين ثم آ مين ۔

والحمد لله اولا و آخراً و ظا هرا و باطناً ،هو وليّى فى الد نيا وا لآ خرة انطقنى رو حه و حر كتنى يده فكتبت مكتو بى هذا بفضله و ايماء ه و القاء ه و لا حو ل و لا قوة ا لا با لله و هو القادر فى السماء و الا ر ضين ۔

رب كتبت هذا المكتو ب بقو تك و هو لك و نفخات الها مك فالحمد لك يارب العالمين ۔ انت محسنى و منعمى و نا صرى و ملهمى و نور عينى و سرور قلبى و قوة اقدا مى ، امو ت و انا شا كر نعما ئك بحا لى و قا لى و كلامى، يشكر ك عظا مى فى قبرى و عجا جى فى جد ثى ، و رو حى فى السماء ۔

(دا فع الوساوس ص ۵۸۱۔ ۵۸۹)

مرزا صاحب قا دیانی کی اس عربی عبارت کا تر جمہ حکیم نورالدین کی سوانح مرقاۃ الیقین میں بایں الفاظ دیا گیا ہے۔

جب سے میں خدا تعا لی کی در گا ہ سے ما مور کیا گیا ہوں اورحی و قیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں ، دین کے چیدہ چیدہ مدد گا روں کی طرف شوق کرتا رہاہوں۔ اور وہ شوق اس شوق سے بڑ ھ کر ہے جوایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے۔ اور میں رات دن خدا تعا لی کے حضور چلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب! میرا کون نا صر و مدد گا ر ہے۔ میں تنہا اور ذلیل ہوں۔ پس جب کہ ہاتھ پے در پے اٹھا اور آسمان کی فضا میری دعا سے بھر گئی تو اللہ تعا لی نے میری عا جزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا، اور اللہ تعا لی نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فر مایا جو میرے مدد گا روں کی آنکھ ہے، اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلا صہ ہے جو دین کے بارہ میں میرے دوست ہیں۔اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور

الدین ہے۔ وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسبت (نسب ہونا چاہیے تھا۔ بہاء) کے لحاظ سے ہاشمی ہے جو کہ اسلام کے سرداروں میں سے اور شریف والدین کی اولاد میں سے ہے۔

پس مجھ کو اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا اور ایسا سرور ہوا جس طرح کہ حضرت نبی کریم ﷺ حضرت فاروقؓ کے ملنے سے خوش ہوئے تھے۔ اور میں اپنے غموں کو بھول گیا۔ جب سے وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میں نے دین کی نصرت کی راہوں میں اس کو سابقین میں سے پایا اور مجھ کو کسی شخص کے مال نے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر کہ اس کے مال نے، جو کہ اس نے اللہ تعالی کی رضا کے لئے دیا اور کئی سال سے دیتا ہے۔ وہ علم و فضل اور نیکی وسخاوت میں اپنے ہم چشموں پر فوقیت لے گیا ہے۔ اور باوجود اس کے اس کا حکم کوہ رضوی سے زیادہ مضبوط ہے۔ اس نے اپنا تمام چیدہ مال اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کر دیا ہے اور اپنی تمام خوشی خدا تعالی کے کلام میں رکھی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ سخاوت اس کی عبادت ہے، اور علم اس کی غذا ہے، اور حلم اس کی سیرت ہے، اور توکل اس کی قوت۔

اور میں نے اس کی مانند جہان میں کوئی عالم نہیں دیکھا، اور منعمین میں ہو کر اس کی مانند مخلوق میں فقیر نہیں۔ اور نہ خدا تعالی کی راہ میں اس کی مانند کوئی خرچ کرنے والا دیکھا۔

میں نے جب سے عقل و سمجھ پائی ہے اس کی مانند کوئی وسیع علم والا نہیں دیکھا۔ اور وہ جب میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اس پر پڑی تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری اسی دعا کا نتیجہ ہے جس پر میں مداومت کرتا تھا۔ اور میری فراست نے مجھ کو بتا دیا کہ وہ اللہ تعالی کے منتخب بندوں میں سے ہے۔

اور میں لوگوں کی مدح کرنا اور ان کے شمائل کو پھیلانا اس خوف سے برا جانتا

ہوں کہ مبادا ان کے نفسوں کو ضرر دے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ تو ایسے لوگوں میں سے ہے جن کے نفسانی جذبات شکستہ ہو گئے ہیں، اور جن کی طبعی شہوات فنا ہو گئی ہیں، اور ان پر کوئی خوف نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس کے کمال کے نشانوں میں سے یہ ہے کہ جب اس نے اسلام کو مجروح دیکھا اور اس کو ایک مسافر سرگرداں کی طرح، یا اس درخت کی طرح پایا جو اپنی جگہ سے ہلایا جائے، تو اس نے غم کو اپنا شعار بنالیا۔ اور مارے غم کے اس کا عیش مکدر ہو گیا۔ اور وہ مضطر کی دین کی مدد کو کھڑا ہو گیا۔ اور ایسی کتابیں تصنیف کیں جو دقائق اور معارف سے بھری ہوئی ہیں۔ اور جس کی نظیر پہلے لوگوں کی کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ ان کی عبارتیں باوجود مختصر ہونے کے فصاحت سے بھری ہوئی ہیں۔ اور ان کے الفاظ نہایت دل ربا خوبصورت اور عمدہ ہیں جو کہ دیکھنے والوں کو شراب طہور پلاتی ہیں۔ اور اس کی کتابوں کی مثال اس ریشم کی ہے جو مشک کے ساتھ آلودہ کیا جائے، پھر اس میں موتی اور یاقوت اور بہت سی کستوری ملائی جائے، اور پھر اس میں عنبر ملا کر معجون کی طرح بنادیا جائے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی کتابیں جامع ہیں۔ ہم ان میں فوائد کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں کرسکتے وہ تمام سے بڑھ گئی ہیں۔ اس لئے کہ اس نے تمام کمی وزیادتی کا احاطہ کرلیا ہے۔ اور بسبب اس کے کہ دلائل و براہین کے رسوں کے ساتھ دلوں کو کشش کرتی ہیں اپنے غیر پر فوقیت لے گئی ہیں۔

مبارکی ہے اس شخص کو جو ان کو حاصل کرے اور پہچانے اور غور سے پڑھے، ان کی مانند کوئی مددگار نہیں مل سکتا۔

جو کوئی یہ چاہے کہ قرآن شریف کے عقدوں کو حل کرے اور خدا تعالی کی کتاب کے اسراروں پر واقفیت ہو، تو اس کو چاہیے کہ ان کتابوں میں مشغول ہو کیونکہ وہ چیز کی متکفل ہیں جس کو ذہین طالب تلاش کرتا ہے۔ ان کے ریحان کے خوش بو دلوں کو فریفتہ کرتی ہے۔ ان کی شاخوں میں کثرت سے میوے ہیں۔ اور کوئی شک نہیں کہ وہ اس باغ کی طرح ہیں جس کے خوشے

جھکے ہوئے ہیں۔ اوراس میں کوئی لغو بات نہیں سنائی دیتی۔ اور پاکوں کے لئے مہمانی ہے۔ ان میں سے ایک کا نام فصل الخطاب ہے۔ اور ایک کا نام تصدیق براہین احمدیہ ہے۔ باوجود متانت الفاظ اورلطافت بیانی کے قیمتی معانی پرودیئے گئے ہیں یہاں تک کہ وہ مولفین کے لئے اسوہ حسنہ ہوگئی ہیں اور متکلمین آرزو کرتے ہیں کہ وہ انہیں کتابوں کی طرز پر لکھیں۔ اور بڑے بڑے عالموں کی زبانوں نے ان کتابوں کی مدح سرائی کی ہے۔ ان کے جواہرات جواہرالنحو (چھاتیوں کے ہاروں میں پروئے ہوئے جواہر) پر فوقیت لے گئے اوران کے موتی دریاؤں کے موتیوں پر فائق ہو گئے ہیں۔ اور وہ اس کے کمالات پر ایک دلیل قاطع ہیں۔ ان کی خبر کو ایک وقت کے بعد جان لوگے اورمولف فاضل نے ان کتابوں پر قرآن شریف کے نکات کی تفسیر کرنے کے لئے کمر باندھی ہے، اوراپنی تحقیق میں روایت اوردرایت کے متفق کرنے کی مشقت اٹھائی ہے۔ پس آفرین ہے اس کی عالی ہمت کے لئے اوراس کے روشن افکار کے لئے۔ پس وہ مسلمانوں کا فخر ہے اور اس کو قرآن کریم کے دقائق کے استخراج میں اورفرقان حمید کے حقائق کے خزانوں کو پھیلانے میں عجیب ملکہ ہے۔ بلا شک وہ مشکوۃ نبوت کے انوار سے منور ہے اورشان مردمی اوراپنی پاک طینی کے مناسب نبی ﷺ کے نور سے نور لیتا ہے۔ وہ ایک عجیب وغریب مرد ہے اس کے ایک ایک لمحہ کے ساتھ انوار کی نہریں بہتی ہیں۔ اس کے ایک ایک رشحہ کے ساتھ فکروں کے مشرب پھوٹتے ہیں۔ اور یہ خدا تعالی کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرتا ہے اورخدا تعالی کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرتا ہے اورخدا تعالی خیر الواہبین ہے۔

وہ نخبۃ المتکلمین ہے اور زبدۃ المولفین ہے۔ لوگ اس کے زلازل سے پیتے ہیں اوراس کی گفتگو کی شیشیاں شراب طہور کی طرح خریدتے ہیں۔ وہ ابرار اوراخیار اورمومنین کا فخر ہے۔ اس کے دل میں لطائف اور دقائق اور معارف اورحقائق کے انوار ساطعہ ہیں۔ جب وہ اپنے پاک وصاف کلمات

اوراچھوتے فی البدیہہ عجیب وغریب ملفوظات کے ساتھ کلام کرتا ہے، تو گویا دلوں اورروحوں کولطیف راگوں اور داؤدی مزامیر کے ساتھ فریفتہ کرتا ہے۔اور کھلے کھلے معجزوں کے ساتھ لوگوں کو گھٹنوں کے بل بٹھالیتا ہے۔ جب کلام کرتا ہےتوایسی حکمتیں منہ سے نکالتا ہے کہ گویا وہ پانی ہے جو پے در پے ٹپک رہاہے، اورسامعین کے مونہوں کی طرف جارہاہے۔

اور میں نے اپنے فکر کے گھوڑے کواس کے کمال کی طرف چلایا تو میں نے اس کواس کے علوم، اوراعمال اور نیکی اورصدقات میں یکتائے زمانہ پایا۔ وہ نہایت ذکی الذہن، حدیدالفوائد، فصیح اللسان، نخبۃ الابرار اورزبدۃ الاخیار ہے۔اس کوسخاوت اور مال عطا کیا گیا ہے۔امیدیں اس کے ساتھ وابستہ کی گئی ہیں۔ پس وہ خدام دین کا سردار ہے۔ اور میں اس پر رشک کرنے والوں میں سے ہوں۔ امیدوں والے اس کے صحن میں اترتے ہیں اوراس کی ہتھیلی سے ابرسخاوت طلب کرتے ہیں۔ جواس کے گھر کا قصد کرتا ہے اوراس کی ملاقات کرتاہے،تو وہ اس سے منہ نہیں پھیرتا۔اورفقراء میں سے جواس پاس آتا ہے وہ اس کی خوش بو سے معطر ہوجاتا ہے۔

اور وہ میری ملاقات کے لئے نہایت میلان دل کے ساتھ ایسا مضطرب رہتا ہے جیسے دولت مندسونے کے ساتھ۔محبت ویقین کے پاؤں سے چل کر دور دراز ملکوں سے میرے پاس آتا ہے۔ وہ ایک دلربا جوان ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے اور میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اپنی تمام طاقت سے میری طرف سعی کرتا ہے اگر چہ اس کواتنی ہی فرست مل جائے جواونٹنی کے دودفعہ دودھ دوہنے کے درمیان ہوتی ہے۔

اورخداتعالی نے اس پرقسم قسم کے انعام کئے ہیں اوراس کی بقاء کے ساتھ اسلام اورمسلمانوں کی مدد کی ہے۔

اس کومیرے دل سے عجیب تعلقات ہیں میری محبت میں قسم قسم کی ملامتیں اور بدزبانیاں اوروطن مالوف اور دوستوں کی مفارقت اختیار کرتا ہے۔ میرے کلام کے سننے کیلئے اس پر وطن کی جدائی آسان ہے۔ اورمیرے مقام کی

محبت کے لئے وہ اپنے اصلی وطن کی یاد کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور میرے ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔ اور میں اس کو اپنی رضا میں فانیوں کی طرح دیکھتا ہوں۔ جب اس سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ بلا توقف پورا کرتا ہے، اور جب کسی کام کی طرف مدعو کیا جاتا ہے، تو وہ سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں سے ہوتا ہے۔ اس کا دل سلیم ہے اور خلق عظیم اور کرم ابر کثیر کی طرح ہے اس کی صحبت بد حالوں کے دلوں کو سنوارتی ہے اور اس کا حملہ دین کے دشمنوں پر شیر ببر کے حملہ کی طرح ہے۔ کفار پر اس نے پتھر برسائے ہیں۔ آریوں کے مسائل کو اس نے کھودا اور نقب لگا کر ان بیوقوفوں کی زمین میں اترا اور ان کا تعاقب کیا، اور ان کی زمین کو تہ و بالا کر دیا، اور اپنی کتابوں کو مکذبین کے رسوا کرنے کیلئے نیزوں کی طرح سیدھا کیا۔ پس خدا تعالی نے اس کے ہاتھ پر ویدیوں کو شرمندہ کیا۔ پس ان کے منہ پر راکھ ڈالی گئی اور سیاہ کر دیا گیا اور مردوں (اموات) کی طرح ہو گئے۔ پھر انہوں نے دوبارہ حملہ کرنا چاہا لیکن مردے موت کے بعد کس طرح زندہ ہو سکتے ہیں، لرزتے ہوئے واپس چلے گئے۔ اگر ان کے لئے حیاء میں سے کچھ بھی حصہ ہوتا تو وہ دوبارہ حملہ نہ کرتے۔ لیکن بے حیائی سے اس قوم کا حلیہ اس طرح ہو گیا ہے جس طرح محجل گھوڑوں میں تحجیل۔ پس وہ ذبح کئے ہووں کی طرح حملہ کرتے ہیں۔

اور فاضل نبیل موصوف میرے سب سے زیادہ محبت کرنے والے دوستوں میں سے ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے میری بیعت کی ہے اور عقد نیت کو میرے ساتھ خالص کر دیا ہے۔ اور جنہوں نے عہد کا سودا مجھے اس بات پر دیا کہ وہ خدا تعالی پر کسی کو مقدم نہ کریں گے۔

پس میں نے اس کو ان لوگوں میں سے پایا ہے جو اپنے عہدوں کی محافظت کرتے اور رب العالمین سے ڈرتے ہیں۔ اور وہ اس پر شر زمانہ میں اس ماء المعین کی طرح ہے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ جس طرح اس کے

دل میں قرآن کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، ایسی محبت میں اور کسی کے دل میں نہیں دیکھتا۔ وہ قرآن کا عاشق ہے اور اس کی پیشانی میں آیات مبین کی محبت چمکتی ہے۔ اس کے دل میں خدا تعالی کی طرف سے نور ڈالے جاتے ہیں۔ پس وہ ان نوروں کے ساتھ قرآن شریف کے وہ دقائق دکھاتا ہے جو نہایت بعید و پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور اس کی اکثر خوبیوں پر مجھے رشک آتا ہے، اور یہ خدا تعالی کی عطا ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ خیر الرازقین ہے۔

اور خدا تعالی نے اس کو ان لوگوں میں سے بنایا ہے جو قوت و بصارت والے ہیں۔ اور اس کے کلام میں وہ حلاوت وطلاوت ودیعت کی گئی ہے جو دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتی اور اس کی فطرت کیلئے خدا تعالی کے کلام سے پوری پوری مناسبت ہے۔ خدا تعالی کے کلام میں بے شمار خزانے ہیں جو اس بزرگ جوان کیلئے ودیعت رکھے گئے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالی کا فضل ہے اس کے لئے کوئی اس کے رزقوں میں جھگڑنے والا نہیں کیونکہ اسکے بندوں میں سے بعض وہ مرد ہیں جن کو تھوڑی سی نمی دی گئی ہے اور دوسرے کئی آدمی ہیں جن کو بہت سا پانی دیا گیا اور وہ اسکے ساتھ حجت بازی کرنے والے ہیں۔
مجھے میری زیست کی قسم ہے کہ وہ بڑے بڑے میدانوں کا مرد ہے۔ اس کیلئے کسی کا یہ قول صادق آتا ہے

لکل علم رجال و کل میدان ابطال،

اور نیز یہ بھی صادق آتا ہے

ان فی الزوایا خبایا و فی الرجال بقایا

خدا تعالی اس کو عافیت دے اور اس کو محفوظ رکھے اور اس کی عمر کو اپنی رضامندی اور اطاعت میں لمبا کرے۔ اور اس کو مقبولین میں سے بنائے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس کے لبوں پر حکمت بہتی ہے، اور آسمان کے نور اس کے پاس نازل ہوتے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ مہمانوں کی طرح اس پر نزول انوار متواتر ہو رہا ہے۔ جب کبھی وہ کتاب اللہ کی تاویل کی طرف توجہ

کرتا ہے تو اسرار کے منبع کھولتا ہے اور لطائف کے چشمے بہاتا ہے اور عجیب وغریب معارف ظاہر کرتا ہے جو پردوں کے نیچے ہوتے ہیں۔ دقائق کے ذرات کی تدقیق کرتا ہے اور حقائق کی جڑوں تک پہنچ کر کھلا کھلا نور لاتا ہے۔ عقل منداس کی تقریر کے وقت اس کے کلام کے اعجاز اور عجیب تاثیر کی وجہ سے تسلیم کے ساتھ اس کی طرف اپنی گردنوں کو لمبا کرتے ہیں۔ حق کو سونے کی ڈلی کی طرح دکھاتا ہے، اور مخالفین کے اعتراضات کو جڑھ سے اکھیڑ دیتا ہے۔ موجودہ زمانہ فلسفہ کے طوفانی حملہ کا وقت تھا جس نے فاسد اور گندہ کر دیا اور اضطراب میں ڈال دیا ہر ایک جوان کو اس چیز نے جو واقع ہوئی اور علماء علوم روحانیہ کی دولت اور اسرار رحمانیہ کے جواہرات سے بے گوشت ہڈی کی طرح خالی ہاتھ رہ گئے۔ پس یہ جوان کھڑا ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں پر اس طرح ٹوٹ پڑا جیسے شیاطین پر شہاب گرتے ہیں۔ سو وہ علماء میں آنکھ کی پتلی کی طرح ہے اور حکمت کے آسمان میں روشن سورج کی طرح ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور وہ ان سطحی رایوں سے خوش نہیں ہوتا جن کا منبت اونچی زمین ہے نہ نیچی زمین۔ بلکہ اس کا فہم ان دقیق الماخذ مخفی اسرار کی طرف پہنچتا ہے جو گہری زمین میں ہوتے ہیں فلله دره و علی الله اجره۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی طرف کھوئی ہوئی دولت کو واپس کر دیا ہے۔ اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جو توفیق دیئے جاتے ہیں۔

اور سب حمد اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے مجھ کو یہ دوست ایسے وقت میں بخشا جب کہ اس کی سخت ضرورت تھی۔ سو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کی عمر وصحت وثروت میں برکت دے، اور مجھ کو ایسے اوقات عطا کرے جن میں وہ دعائیں قبول ہوں جو اس کے اور اس کے قبیلہ کے لئے کروں۔ اور میری فراست گواہی دیتی ہے کہ یہ استجابت ایک محقق امر ہے نہ ظنی، اور میں ہر روز امیدواروں میں سے ہوں۔

خدا تعالیٰ کی قسم! میں اس کے کلام میں ایک نئی شان دیکھتا ہوں اور قرآن

شریف کے اسرار کھولنے میں اور اس کے کلام اور مفہوم کے سمجھے میں اس کو سابقین میں سے پاتا ہوں۔ اور میں اس کے علم وحلم کو ان دو پہاڑوں کی طرح دیکھتا ہوں جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کون سا دوسرے پر فوقیت لے گیا ہے۔ وہ دین متین کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اے رب! تو اس پر آسمان سے برکتیں نازل کر اور دشمنوں کے شر سے اسکو محفوظ رکھ، اور جہاں کہیں وہ ہو تو اس کے ساتھ ہو اور دنیا و آخرت میں اس پر رحم کر اے ارحم الراحمین آمین ثم آمین تمام تعریف اولاً و آخراً و ظاهراً وباطناً اللہ تعالی کے لئے ہے وہی دنیا و آخرت میں میرا ولی ہے اسی کے کلام نے مجھے بلوایا اور اسی کے ہاتھ نے مجھے ہلایا۔ سو میں نے یہ مسودہ اللہ تعالی کے فضل اور اشارے اور القاء سے لکھا ہے و لا حول و لا قوۃ الا باللہ وہ ہی قادر ہے آسمان و زمین میں۔ اے رب! جو میں نے لکھا ہے محض تیری قوت و طاقت اور تیرے الہام کے اشارے سے لکھا ہے۔ پس تمام تعریف تیرے ہی لئے ہے اے رب العالمین۔ (مرقاۃ الیقین۔ص ۳۵۔۴۴)

مرزا صاحب قادیانی کی تحریر بالا اور اس کا ترجمہ ملاحظہ کرنے کے بعد حکیم نور الدین اور مولوی عبداللہ تیماپوری کی باہمی چپقلش سے متعلق ذیل کی تحریریں بھی دیکھ لیجئے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ،

<u>خلیفہ قادیان سے چند سوال</u>

کے زیر عنوان ایک تحریر میں فرماتے ہیں کہ سائل عبداللہ تیماپوری، مرزا صاحب کا بڑا راسخ الاعتقاد مرید ہے۔ مگر قادیانی جماعت اس کو دماغی عارضہ میں مبتلا کہتی ہے۔.... تیماپوری نے دفتر اہلحدیث (امرتسر) میں آکر یہ مضمون ہم کو دیا۔ ہم نے ہرچند کہا کہ اہلحدیث میں درج ہونے سے آپ کے پیر بھائی (قادیانی) کہیں گے کہ ہمارا مخالف ہے اسی لئے اہلحدیث جیسے مخالف اخبار میں مضمون دیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا

کوئی حرج نہیں۔ وہ ایسا نہ کہیں گے۔ مجھے خواب آچکا ہے۔ہم نے کہا بہتر۔

سائل تیما پوری کو حکیم نورالدین صاحب کی بدعہدی اور اخفاء حق کا بہت رنج ہے۔ سائل کہتا ہے خلیفہ (نورالدین) صاحب نے مجھے بیعت لینے کی اجازت دی مگر اجازت نامہ کھوئے جانے پر پھر نہیں دیا اور مجھے پاگل مشہور کردیا۔

ہم نے بھی سائل سے باتیں کیں۔ بڑی متانت اور ہوشیاری سے بولتے ہیں۔ مرزا صاحب کے بڑے مداح ہیں۔ کہتے ہیں میں بھلا مرزا صاحب کا کیوں نہ مداح ہوں جبکہ مجھے الہامات کا فیض انہی سے ملا ہے۔

میں نے بہت آرام سے پوچھا کہ آپ اس پیشگوئی کی بابت بھی کچھ کہہ سکتے ہیں جو جناب مرزا صاحب نے میری بابت شائع کی تھی کہ مولوی ثناء اللہ مجھ سے پہلے نہ مرے تو میں جھوٹا۔

بولے اس سے زیادہ وہ ہے جو ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی بابت لکھا تھا کہ چودہ ماہ کے اندر مرجائیگا۔ اس قسم کی باتوں کا جواب ہمارے پاس کوئی نہیں ،مگر میں مرزا صاحب کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو خدا نے اسلامی خدمت کا بدلہ دیا۔

یہ ہے پیری مریدی اور یہ ہے صادق القولی۔

سائل کا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب نے جس قدرت ثانیہ کے آنے کا وعدہ کیا تھا وہ میں (عبداللہ تیماپوری) ہوں۔ مرزا صاحب مسیح تھے اور میں مہدی ہوں۔ چنانچہ آپ نے ایک کتاب قدرت ثانیہ کے نام سے لکھی ہے جس میں آپ لکھتے ہیں:

> ''اے دعا کرنے والو! قدرت ثانی کو بغیر دیکھے مرجانا یقینی امر ہے۔ پھر بے فائدہ دعا کیوں کرتے ہو۔ اگر حضرت اقدس کو ذرہ بھی اس بات کا خیال ہوتا کہ قدرتِ ثانی ایک لمبی مدت کے بعد آئے گی۔ تو قوم کو دعا کرنے کے لئے ہرگز نہیں فرماتے بلکہ یہی کہتے کہ وہ آنے والی ہے۔ وبس دعا کی تاکید کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قریب میں آئے گی۔ اور تم اس کو پاؤ گے وگرنہ فضول وصیت ہے اور بے وقت نصیحت ہے۔ نیز اور بھی وصیت میں ہے۔ خدا نے مجھے کہا ہے کہ ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام ونشان نہیں چھوڑ ینگے جن کا ذکر تیری رسوائی کا موجب ہوا اور ایک آپ کی الہامی دعا

ہے۔اے میرے رب رسوا کرنے والی چیزوں میں سے کوئی باقی نہ رکھ۔اب غور کرو آپ کے مخالفین آپ کی وفات کے بعد اُن پیشگوئیوں کی وجہ سے جو پوری ہونے سے رہ گئی ہیں کیسی کیسی منہ زوریاں کیں۔ مثلاً نکاح والی پیشگوئی منظور محمد کو لڑکا پیدا ہونے والی پیشگوئی آپ کی عمر والی پیشگوئی اور ایک لڑکا پیدا ہونے کی پیشگوئی۔جس کا نام یحییٰ ہے۔ قیامت خیز زلزلہ کی پیشگوئی۔ ان تمام پیشگوئیوں کے پوری نہ ہونے پر آپ کی جماعت ایسا سخت ابتلا آیا کہ بہت سارے لوگ جن میں ایمان کی کمزوری تھی۔ ڈھل مل ہوگئے اور مخالفین کے اعتراضوں کو اٹھا نہ سکے اور بعض منصف مزاجوں نے صاف اقرار کیا کہ ان اعتراضوں کا کوئی تشفی بخش جواب ہمارے پاس نہیں۔ احمد کے جوانمردوں نے کچھ کچھ جواب بھی دیئے۔مگر وہ شرمندگی دامن سے نہ گئی۔انشاءاللہ تعالیٰ خاکسار کے ہاتھ پر باقیماندہ نشان پورے ہوکر کوئی ذکر آپ کی رسوائی کا باقی نہ رہیگا۔اگر یہ خیال صحیح ہوتا کہ قدرت ثانی ایک ہزار برس بعد آئے گی تو اس سے ثابت ہوا کہ اتنی مدت تک آپ کے دشمنوں کی رسوائی کا دھبہ آپ کے دامن پر رہیگا۔'' (قدرت ثانیہ صفحہ ۲۸-۲۹)

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سائل (مولوی عبداللہ تیما پوری) کا آنا مرزا صاحب کی پیشگوئی پر مبنی ہے۔ پھر مرزائی لوگ کیوں ان کو نہیں مانتے بلکہ مولوی صاحب کا بیان ہے کہ میں قادیان میں گیا تو میری نسبت سراجلاس فتویٰ دیا گیا کہ اس سے کوئی نہ ملے نہ کوئی اس کی کتاب لے۔ ہائے افسوس ان کو یاد نہیں رہا ابھی کل کا ذکر ہے یہی فتویٰ ان پر اور ان کے پیر پر تھا۔

ہم سے کوئی پوچھے تو ہمارے رائے تو اس بارے میں صاف ہے کہ چونکہ مولوی عبداللہ صاحب حسب بیان مرزا صاحب قدرت ثانیہ ہوکر آئے ہیں اس لئے سردست قدرت اولےٰ کے ماتحتوں پر اپنا اثر ڈالیں ہم تو آپ کے ویسے ہی قائل ہیں جیسے قدرت اولےٰ کے تھے۔

بہرحال آپ کے سوالات درج ذیل ہیں:

خلیفہ صاحب!

(۱) جناب نے مجھے اجازت نامہ بیعت لکھ دیتے وقت اپنی جنون والی رویا بیان کر کے مجھے اذن دینے کو کہہ کر یہ بھی کہا کہ اجازت نامہ بیعت لکھ دینے کیلئے مجھے حکم ہوا ہے اسے کیوں نہیں ظاہر کرتے؟

(۲) کیا اجازت نامہ بیعت بذریعہ انشراح صدر مجھے لکھ دیا تھا۔ یا فقط میرے مانگنے پر بلاسوچے سمجھے آپ نے مجنون کو اجازت نامہ لکھ دیا؟

(۳) جب جنون والی رویا دیکھنے کے بعد مجھے اجازت بیعت با شراح صدر دی گئی تو خود ثابت ہوا کہ میں وہ مجنون نہیں ہوں۔ جو میرے الہامات کی بے قدری کریں اور مجھے بیعت لینے سے روکیں؟

(۴) میں اس یقین پر کہ اس وقت مجھ پر جنون کا فتویٰ از روئے انصاف نہیں لگایا جائے گا۔ دکن کی جماعت میں یہ اقرار نامہ لکھ دے کر آیا ہوں کہ اگر مولوی نورالدین صاحب اب بھی میرے مجنون ہونے کا فتویٰ لگائیں تو میں یتماپور کے احمدیوں کو جو میری معتقدین ہیں نماز میں امامت نہیں کرتا۔ اُس کے فیصلہ کے لئے قادیان کو آیا۔ مگر جناب نے میرے سوال کا ابھی تک جواب نہ دیا۔ اب بھی کہتا ہوں اگر میرے مجنون ہونے کا دلی یقین ہے تو مجھے اپنی تحریر سے اطلاع دیجئے۔ پھر خدا خود میری تائید میں نشان ظاہر کریگا۔ کیا خدا بھی مجنونوں کی مدد کرتا ہے پھر سچے مرسل اور مجنون میں فرق کیا رہا۔

(۵) آپ نے پہلا اجازت نامہ کھوئے جانے پر۔ دوبارہ اجازت نامہ روانہ کر کے اخباروں میں اوس کو شائع کرنے کا وعدہ کیا ہے یا نہیں؟

(۶) اگر کیا ہے تو کیوں پورا نہیں کیا؟

(۷) جب آپ فقط ایک مبہم رویا پر اتنا زور دیتے ہو تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مرسل من اللہ ہوں۔ پانچ جز کے اوپر میرے الہامات ہیں پھر کیوں میں اپنے دعویٰ میں سچا نہیں اور کیوں اس کی تبلیغ نہ کروں۔

(۸) حسب وصیت امام۔ جب قدرت ثانی کا مظہر آجائے تو کیا کسی اور

صاحب کوخلافت کرنے کا حق ہے۔
(۹) مظہر قدرت ثانی کی اتباع آپ پر اور تمام احمدیوں پر واجب نہیں ہے؟
(۱۰) جناب نے تو مریدوں کی بیعت لینے کا بعد میں کارڈ لکھا ہے جو اس وقت وہ بھی میرے پاس ہے پہلے عام اجازت دی تھی یا خاص؟ جن لوگوں پر آسمان سے حق کھل جائے اور وہ بیعت کرنے پر آمادہ ہوں۔ کیا میں ان کو رد کروں خواہ احمدی ہوں یا غیر احمدی۔
(۱۱) خاکسار فقط احمدیوں کے لئے مامور نہیں ہے۔ سارے جہان کے لئے مامور ہے، احمدی کہیں ہم پر کیوں اتمام حجت کرتے ہو۔ غیر احمدیوں میں کرو۔ غیر احمدی کہیں پہلے گھر میں اپنا دعویٰ منواؤ۔ اب کس کی سنیں کیا خدا کا مامور تبلیغ ہی کرنا چھوڑ دے؟
(۱۲) یہ آپکا خیال ہے کہ عاجز فقط احمدیوں میں تبلیغ کرتا ہے۔ یا دیگر جگہ گلبرگہ بمبئی وغیرہ میں غیر احمدیوں کی جماعت میں پکار کر تبلیغ کی ہے۔ اب بھی پکار کر کہتا ہوں میرا کام فقط بلانا ہے۔ آنیوالے آئیں ایمان تازہ کریں۔
(۱۳) اب بھی اگر آپ اپنے اجازت نامہ کو بحال رکھ کر میری صداقت مشتہر کریں۔ میں بھی جناب کی خلافت کو بحال رکھ کر آپ ہی کے ماتحت میں ہوکر کام کرتا ہوں مجھے یہی حکم تھا۔ جب آپنے اجازت نامہ بیعت کو فسخ کیا تو میں نے صاف لکھا کہ۔ آپکی خلافت پر میری بیعت مشروط تھی۔ جب شرط کو پورا نہیں کرتے ہو تو پھر بیعت کیسے بحال رہ سکتی ہے جو مشروط با جازت تھی؟
(۱۴) اب بھی مجھے مامور من اللہ یقین کرکے اپنے اجازت نامہ کو بحال رکھیں۔ آپ اور میں دونوں مل کر اسلام کی خدمت کرسکتے ہیں۔ آپ میری مدد کرو۔ میں آپ کی مدد کرتا ہوں اور جو کچھ جلدی کی وجہ سے مجھ سے غلطی ہوئی ہے میں اوس کو واپس کیا ہے تا کہ آئندہ کوئی الزام مجھ پر نہ رہے۔ میں اوس سے بری ذمہ ہوں۔
(۱۵) آپ قادیان میں کام کریں میں دکن میں کام کرتا ہوں ان سوالوں کا جواب اب بھی نہیں دینگے تو پھر آپ کو میرے انکار کے ساتھ خلافت کا حق

نہیں ہے۔ میرا کام سنا دینا ہے۔ بروز محشر اس کے آپ جوابدہ ہونگے۔
اطلاع: میری کتاب قدرت ثانیہ کے صفحہ ۴۰ سطر ۱۶ میں ''افترا'' کا لفظ ہے اس کو ''اظہار'' کے لفظ سے بدل دیں۔ اور ۲/ قیمت پر مجھ سے منگالیں۔
محمد عبداللہ تیما پوری حال وارد امرت سر مطبع ریاض ہند دروازہ رام باغ
(ہفت روزہ اہلحدیث جلد ۹۔ نمبر ۱۱۔ مورخہ ۲۱ محرم ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۱۲ء ص ۳-۴)

اڈیٹر اخبار بدر قادیان

عبداللہ تیما پوری کا ابتلاء:

کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

(حکیم نورالدین خلیفہ قادیان کہتے ہیں) عبداللہ تیما پوری کا ایک ابتلا ہے مجھے دکھایا گیا اور وہ مجنون ہے میں نے اس کو یہ کہہ دیا۔ اس نے کہا پھر توجہ کرو۔ تب میں اس کو کہا کہ یہ اللہ تعالی کے حضور بے ادبی ہے۔ مجھے اب توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس پر اس نے کہا کہ ہاں اگر میں روزہ رکھوں جنون ہو جاتا ہے۔ پھر اس نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور اللہ تعالی نے میرے دل میں ڈالا میں نے اس سے بیعت ارشاد کر لی۔ اس کے بعد اس نے ایک کتاب لکھی اور میرے پاس لایا۔ اور کہا کہ یہ مجھ کو براہ راست ملا ہے۔ میں نے کہا تم نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور کیا وہ بیعت ارشاد نہیں ہے؟ آخر اس نے اقرار کیا۔ تب میں نے کہا اب تم پر اللہ تعالی کی طرف سے حجت پوری ہوگئی۔ اب وہ لکھتا ہے کہ میں تمہیں خلافت سے معزول کرتا ہوں۔ پھر یہاں تک ہی بس نہیں کی بلکہ کہتا ہے کہ حضرت صاحب نے بھی مجھے شناخت نہیں کیا اور اسی وجہ سے ان کی عمر میں ۱۵ سال کی کمی ہوگئی۔ پھر یہ دعوی کیا ہے کہ حضرت صاحب کی تعلیم کمزور تھی۔ پھر اپنے دعوی کے ثبوت میں کہا کہ مجھ میں چالیس آدمی کی قوت ہے اور جو کوئی میری بیعت کرے اس میں ۱۵ آدمی کی قوت آ جاتی ہے حافظ روشن علی نے ہاتھ پکڑا تو چلا اٹھا اور کہا کہ

میری غلطی تھی اس قوت سے مراد روحانی قوت تھی۔

یہ ایک ابتلاء ہے مجھے خدا تعالی نے اس کو مجنون دکھایا ہے ان دعاوی کے ساتھ وہ اپنے آپ کو پیش کرتا ہے بعض لوگ معذور ہیں جیسے شیخ نور احمد وہ رات کو کچھ لکھتا ہے تو شیخ نور احمد کہہ دیتے ہیں کہ اس کو چھاپ دو۔ میں دوستوں کو چوکس کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں سے پرہیز کرو۔

اس قسم کے لوگوں کی ایک جماعت ہے جو ایسے دعوے کرتے پھرتے ہیں۔ ایک نے مجھے لکھا کہ اگر تم راست باز ہو تو مجھے اپنے جلسہ میں تقریر کرنے کی اجازت دو جب تک چاہوں بولتا رہوں۔ اور یہ بھی لکھا کہ تمہارا سر اس لئے کچلا گیا کہ اور کتابیں پڑھتے ہو قرآن کو چھوڑ دیا میں نے اس کو لکھا کہ جب قرآن مجید کے سوا کچھ نہیں اور ہر شخص کو اس کا فہم دیا جاتا ہے تو تم کیا سمجھانے آؤ گے؟ پھر مجھے لکھا کہ اجازت دو ورنہ حجت ہو گی۔

(بدر قادیان ۲۵ جنوری ۱۹۱۲ء ص ۲)

اخبار الحکم قادیان کے اڈیٹر نے لکھا ہے:

مرزا صاحب قادیانی کی گدی پر کوئی جھگڑا نہیں

(اخبار) پرکاش مطبوعہ ۲ پھاگن ۱۹۶۸ میں یہ پڑھ کر کہ، اس گدی کی بابت آج کل مرزائیوں میں جھگڑا ہو رہا ہے، مجھے بڑا تعجب ہوا۔ میں کہ اس سلسلہ کے مرکز میں رہتا ہوں اگر اس قسم کا کوئی جھگڑا ہوتا تو اس سے ناواقف نہیں رہ سکتا۔ یہ خبر آپ کو غلط پہنچی ہے اور الحکم کی عبارت سے اگر آپ نے ایسا استدلال کیا ہے تو وہ غلط فہمی پر مبنی ہے تمام احمدی جماعت یک زبان ہو کر اپنے قول و فعل سے مولانا نور الدین کو خلیفہ اول تسلیم کرتی ہے اور کسی گوشہ قلب میں ان کے خلاف کوئی بات نہیں اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ حضرت مرزا نے اپنے متبعین اور اپنے اہل بیت کے اندر ایثار و اطاعت کی وہ سپرٹ پھونک دی ہے کہ موجودہ دنیا اس کی نظیر دینے سے عاجز ہے یہی وجہ ہے سید

نا مرزا کے خلف الرشید جن کی قابلیت اور اثر سے اڈیٹر پر کاش بھی لاعلم نہیں اس خلیفہ اول کے مخلص فرمانبرداروں میں سے ایک ہیں اور اپنی اطاعت کے اس مقام پر ہیں کہ ہم لوگوں کو دیکھ دیکھ کر ندامت آتی ہے کہ ہم بھی یہ مقام پالیں
عبداللہ تیما پوری کا جو ذکر آپ نے کیا ہے وہ اپنی ذات میں صرف اکیلا شخص ہے کوئی اس کا حامی و مددگار احمدیوں میں سے بالخصوص اس دعوی میں نہیں اس کی دماغی حالت درست نہیں اور وہ بچارے معذور ہیں ۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۱ فروری ۱۹۱۲ء ص ۷)

اڈیٹر بدر قادیان لکھتے ہیں:

ہم عصر آریہ گزٹ نے اخبار الحکم کی کسی روایت کی بنا پر یہ غلط استدلال کیا ہے کہ قادیانی مرزا کی جماعت میں جھگڑا ہو رہا ہے یہ محض جھوٹ ہے الحکم نے کوئی ایسی بات نہیں لکھی اور نہ کوئی جھگڑا ہے مولوی عبداللہ تیما پوری جن کا ذکر کیا گیا ہے ایک نیک آدمی ہیں جن پر فوق الطاقت زہد کی خشکی کے سبب کچھ خلل دماغ کا ابتلاء وارد ہوا ہے اور کچھ کلمات جوش وجنون کے ان کے منہ سے نکلتے رہتے ہیں ایسے لوگ ہر جگہ ہوا کرتے ہیں اور قوم انہیں ترحم سے دیکھتی انہیں انکے حال پر چھوڑ دیا کرتی ہے نہ ان سے کوئی جھگڑا تنازع برپا ہوتا اور نہ اب ہوا (بدر ۲۲ فروری ۱۹۱۲ء ص ۴ کالم ۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ،

قادیان میں تثلیث

کے زیر عنوان سے لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کو ناز تھا کہ ہم میں یکتائی ہے۔ ہمارا امام ہی ہماری سچائی کی دلیل ہے۔ خدا کی شان جہاں اور دلائل اس مشن کی اپنی قوت میں مضبوط تھیں اس دلیل کو بھی خدا نے ویسی ہی قوت بخشی۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

قادیانی مشن میں موجودہ خلافت ہی میں کئی ایک گل نے نکل آئے ہیں۔ عرصہ ہوا اہلحدیث میں لکھا گیا تھا کہ قادیانی مشن میں ایک دوسرا خلیفہ بھی پیدا ہوگیا ہے جس کا نام ''عبداللہ'' تیماپوری ہے۔خلیفہ دوم کا بیان ہے کہ میں حسب پیشگوئی مرزا صاحب قدرت ثانیہ ہوں بیعت لینے کا حق مجھے حاصل ہے۔جس پر خلیفہ اول نے اس کو پاگل کا فتویٰ دیا۔ ہوسکتا ہے کہ خلیفہ اول نے اپنی طبی قابلیت سے اس کی تشخیص ایسی ہی کی ہو۔ہمیں اس سے کیا مطلب۔محتسب را درونِ خانہ چہ کار۔

تیسرے خلیفہ اَور پیدا ہوئے جنکا اشتہار ہم کو ملا ہے اس کی چند ابتدائی سطور درج ہیں:

واضح ہو کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کی وفات حسرت آیات سے چند ماہ پیشتر اسلامیہ سکول ہوشیار پور سے ایک اشتہار بعنوان

''محض اللہ تعالیٰ کے لئے ایک سچی شہادت''

شائع کیا تھا۔ اُس اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند الہامات درج تھے جو صراحتاً وکنایتاً میرے متعلق تھے۔اور ساتھ ہی اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے عین قرآن کریم کی منشاء کے مطابق خلافت عطا فرمائی ہے۔یعنی جیسے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر کا درجہ تھا۔ ویسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد مجھے وہ درجہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔''

ان سطور کا مضمون صاف ہے کہ یہ حضرات جن کو ہم نے بلحاظ ترتیب زمانہ خلیفہ سوم کا لقب دیا ہے دراصل خلیفہ اول ہونے کے مدعی ہیں۔ دیکھئے خلیفہ صاحب قادیانی کی بارگاہ سے ان بیچاروں پر کیا فتویٰ صادر ہوتا ہے ممکن ہے اسی طرح کوئی اَور صاحب بھی پیدا ہوں اس لئے تاوقتیکہ خلفاء قادیان باہمی مل کر خلافت کا تصفیہ نہ کرلیں ہم کسکو مانیں اور کس کو نہ مانیں؟ یہی معنی ہیں ؎

دل بکہ کند اقتدا　　　　قبلہ یکے امام دو

سردست تو ان خلفاء کی نسبت ہمارا وہی اعتقاد اور فیصلہ ہے جو ان کے اصل منیب (پیغمبر) کی نسبت تھا کہ ؎

رسول قادیانی کی رسالت ۔ جہالت ہے جہالت ہے جہالت

(اہل حدیث جلد۹۔ نمبر۱۹۔ مورخہ ۱۸؍ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۸؍مارچ ۱۹۱۲ء ص:۱)

و لانبقی لك من المخزیا ت ذکرا

دسمبر ۱۹۰۵ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوی کیا کہ انہیں خدا تعالی نے بذریعہ الہام مندرجہ ذیل خبر دی ہے:

قرب اجلك المقدر ۔ و لانبقی لك من المخزیا ت ذکرا۔ قلّ میعاد ك ر بّك۔ و لا نبقی لك من المخزیا ت شیئاً ....

عربی زبان میں دی گئی اس الہامی خبر کا اردو ترجمہ مرزا قادیانی نے بایں الفاظ فرمایا:

تیری (اے مرزا) اجل قریب آ گئی ہے اور ہم (اے مرزا) تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام ونشان نہیں چھوڑیں گے جن کا ذکر تیری (یعنی مرزا قادیانی کی) رسوائی کا موجب ہو۔ تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ تھوڑی رہ گئی ہے اور ہم ایسے تمام اعتراض دور اور دفع کر دیں گے اور کچھ بھی ان میں سے باقی نہیں رکھیں گے جن کے بیان سے تیری (یعنی مرزا قادیانی) رسوائی مطلوب ہو۔..

(مرزا صاحب فرماتے ہیں) اس جگہ یاد رہے کہ خدا تعالی کا یہ فرمانا کہ ہم تیری (یعنی مرزا کی) نسبت ایسے ذکر باقی نہیں چھوڑیں گے جو تیری رسوائی اور ہتک عزت کا موجب ہوں، اس فقرہ کے دو معنی ہیں۔

اول یہ کہ ایسے اعتراضات کو جو رسوا کرنے کی نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ہم دور کر دیں گے اور ان اعتراضات کا نام ونشان نہ رہے گا۔

دوسرے یہ کہ ایسے شکایت کرنے والوں کو جو اپنی شرارتوں کو نہیں چھوڑتے

اور بد ذکر سے باز نہیں آتے دنیا سے اٹھالیں گے، اور صفحہ ہستی سے معدوم کر دیں گے۔تب انکے نابود ہونے کی وجہ سے ان کے بے ہودہ اعتراض بھی نابود ہو جائیں گے۔

(الوصیت۔ص ۵۔۶۔ یہ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کی تحریر ہے)

نشان آسمانی بروایت قادیانی

نشان آسمانی کے نام سے مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک رسالہ ۱۸۹۲ء میں شائع کیا جس کا نام آپ نے شهادة الملهمين بھی رکھا کیونکہ اس میں انہوں نے دو بزرگوں کی پیشین گوئیوں کو اپنے حق میں آسمانی شہادت ونشان قرار دیا تھا۔

ایک شہادت حضرت نعمت اللہ شاہ ولی کا قصیدہ مے بینم ہے، اور دوسری شہادت میاں گلاب شاہ نامی ایک مجذوب کا کشف وغیرہ ہے۔

شاہ نعمت اللہ ولی کے قصیدہ میں موجود شہادت کو بعض وہابی حضرت سید احمد بریلوی پر منطبق کرتے تھے۔لیکن مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اس قصیدہ کو سید احمد بریلوی پر منطبق نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس میں خود انکے بارے میں پیش گوئی کی گئی ہے۔

ہمارے سامنے اس وقت نشان آسمانی کا دوسرا اڈیشن ہے جو جنوری ۱۸۹۶ء مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپ کر شائع ہوا تھا۔ اس میں ترک عیار کے حاشیہ پر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس جگہ منشی محمد جعفر صاحب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ شعر یعنی ترک عیار گویا اس عاجز کی تکذیب کی نسبت پیش گوئی ہے لیکن ایک عقل مند جو انصاف اور تدبر سے کچھ حصہ رکھتا ہو، وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ شعر اس قصیدہ کا ایک آخری مضمون ہے اور قصیدہ کی ترتیب سے یہ ببداہت معلوم ہوتا ہے کہ اول مسیح موعود کا ظہور ہو، اور پھر اس کے بعد کوئی ایسا واقعہ پیش آوے جو ترک عیار سست نظر آوے، اور اسکا دشمن بھی خمار میں دکھلائی دے۔اور ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں بجز اس عاجز کے کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعوی نہیں

کیا تا اسکے دعوی کے بعد ایک ناقص الفہم اس عاجز کو ترک قرار دے۔ پس اس شعر کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اس مسیح کے ظہور کے بعد ترکی سلطنت کچھ سست ہو جاوے گی اور سلطنت کا مخالف بھی یعنی روس فتح یابی کا کچھ اچھا پھل نہیں دیکھے گا اور آخر کار فتح کا سرور جاتا رہے گا اور خمار رہ جائے گا۔ اور نیز یہ شعر یعنی مہدیء وقت وعیسی دوراں صاف دلالت کرتا ہے کہ وہی مہدی موعود مسیح موعود بھی ہو گا حالانکہ سید احمد صاحب نے کبھی یہ دعوی نہیں کیا کہ میں مسیح موعود بھی ہوں۔ اور حدیثوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مہدی کے ظہور کے وقت ترکی سلطنت کچھ ضعیف ہو جائے گی اور عرب کے بعض حصوں میں نئی سلطنت کے لئے کچھ تدبیریں کرتے ہوں گے اور ترکی سلطنت کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ سو یہ علامات مہدی موعود اور مسیح موعود کی ہیں، جس نے سوچنا ہو سوچے۔ محمد جعفر صاحب کی سمجھ پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس مصرعہ پر بھی غور نہیں کیا کہ پسرش یادگارے بینم۔ یہ پیش گوئی سید احمد صاحب پر کیونکر صادق آ سکتی ہے۔ اگر آج یعنی ۲۷ جنوری ۱۸۹۶ء کو زندہ ہو کر آ جائیں تو ایک سو بارہ برس کے ہوں گے، تو کیا اس عمر میں جورو کریں گے اور لڑکا پیدا ہو گا۔ پھر ماسوا اس کے یہ لڑکا پیدا ہونا اور جورو کرنا مسیح موعود کی بہت حدیثوں میں لکھا ہے اور اس کے مطابق نعمت اللہ صاحب کا الہام ہے کیونکہ مسیح موعود کی بہت حدیثوں میں ہے کہ

یتزوّج و یولد له۔

لیکن سید صاحب نے تو کبھی مسیح موعود ہونے کا دعوی نہیں۔ پس وہ کیوں کر اس پیش گوئی کے مصداق ہو سکتے ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ مصرعہ ترک عیار میں لفظ عیار کا محل ذم میں نہیں ہے بلکہ یہ لفظ فارسیوں کے استعمال میں محل مدح میں آتا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں

خیال زلف تو پختن نہ کار خامان ست
کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری ست

(گویا مرزا صاحب نے خود ہی اپنے دلائل اور استدلال کا ردّ بھی کر دیا۔ سلطان القلم ہو تو ایسا ہو)

.. ما سوا اس کے ایک اور پیش گوئی ہے جو ایک مرد با خدا نعمت اللہ نام نے جو ہندوستان میں اپنی ولایت اور اہل کشف ہونے کا شہرہ رکھتا ہے اپنے ایک قصیدہ میں لکھی ہے اور یہ بزرگ سات سو انچاس برس پہلے ہمارے زمانہ سے گذر چکے ہیں اور اسی قدر مدت ان کے اس قصیدہ کی تالیف میں بھی گذر گئی ہے جس میں یہ پیش گوئی درج ہے۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی جس زمانہ میں اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح ان کے مرشد سید احمد صاحب مہدی وقت قرار دیئے جائیں اس زمانہ میں انہوں نے اس قصیدہ کو حاصل کر کے بہت کچھ سعی کی کہ یہ پیش گوئی ان کے حق میں ٹھہر جائے ۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی کتاب کے ساتھ بھی اسکو شائع کر دیا۔ لیکن اس پیش گوئی میں وہ پتے اور نشان دیئے گئے تھے کہ کسی طرح سید احمد صاحب ان علامات کے مصداق نہیں ٹھہر سکتے تھے ۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس پیش گوئی کے مصداق کا نام احمد لکھا ہے۔ یعنی اس آنے والے کا نام احمد ہو گا ۔ اور نیز یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ وہ ملک ہند میں ہو گا۔ اور نیز یہ بھی لکھا ہے کہ وہ تیرھویں صدی میں ظہور کرے گا ۔ پس بنظر سرسری خیال گذر سکتا ہے کہ سید احمد صاحب میں یہ تینوں علامتیں تھیں ۔ لیکن ذرہ غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ اس پیش گوئی کو سید احمد صاحب موصوف سے کچھ بھی تعلق نہیں کیونکہ اول تو ان اشعار سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ مجدد موعود تیرھویں صدی کے اوائل میں نہیں ہو گا، بلکہ تیرھویں صدی کے سر پر ہو گا۔ مگر ظاہر ہے کہ سید احمد صاحب نے تیرھویں صدی کے نصف تک بھی زمانہ نہیں پایا پھر چودھویں صدی کا مجدد ان کو کیونکر ٹھہرایا جائے ۔ ما سوا اس کے سید موصوف نے یہ دعوی جو ان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے اپنی زبان سے کہیں نہیں کیا اور کوئی بیان ان کا ایسا پیش نہیں ہوسکتا جس میں یہ دعوی موجود ہو۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ امر ہے کہ شیخ نعمت اللہ ولی نے ان اشعار میں اس آنے والے کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مہدی اور عیسی بھی کہلائے گا حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ سید احمد صاحب نے کبھی عیسی ہونے کا دعوی نہیں کیا ۔ پھر

انہیں اشعار میں ایک یہ بھی اشارہ کیا ہے کہ اس کے بعد اس کے رنگ پر آنے والا ان کا بیٹا ہوگا کہ اسکی یادگار ہوگا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ سید احمد صاحب نے ایسے کامل بیٹے کی نسبت کوئی پیش گوئی نہیں کی اور نہ کوئی ان کا ایسا بیٹا ہوا کہ وہ عیسوی رنگ میں رنگین ہو۔ پھر انہیں اشعار میں ایک یہ بھی اشارہ ہے کہ وہ مبعوث ہونے کے وقت سے چالیس برس تک عمر پائے گا۔ مگر ظاہر ہے کہ سید احمد صاحب اپنے ظہور کے وقت سے صرف چند سال زندہ رہ کر اس دنیا فانی سے انتقال کر گئے لیکن براہین احمدیہ کے دیکھنے سے ظاہر ہوگا کہ یہ عاجز تجدید دین کے لئے اپنی عمر کے سن چالیس میں مبعوث ہوا، جس کو گیاراں برس کے قریب گذر گیا۔ (۱۸۹۲ سے گیارہ سال پہلے ۱۸۸۱ء میں آپ کی عمر چالیس برس تھی جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی ولادت ۱۸۴۱ء میں ہوئی۔ بہاء) اور باعتبار اس پیش گوئی کے جو ازالہ اوہام میں درج ہے یعنی یہ کہ ثما نین حولاً او قریباً من ذلك ایام بعثت چالیس برس ہوتے ہیں و الله اعلم ...

واضح ہو کہ نعمت اللہ ولی رہنے والے دہلی کے نواح کے اور ہندوستان کے اولیاء کاملین میں سے مشہور ہیں۔ ان کا زمانہ پانسو ساٹھ ہجری ان کے دیوان کے حوالہ سے بتلایا گیا ہے اور جس کتاب میں ان کی پیش گوئی لکھی ہے اس کے طبع کا سن بھی ۲۵ محرم ۱۲۶۸ھ ہے۔ اس حساب سے اکتالیس برس ان ابیات کے چھپنے پر بھی گذر گئے اور یہ ابیات رسالہ

ار بعین فی ا حوا ل المهديين

کے ساتھ شامل ہیں جو مطبوعہ تاریخ مذکورہ بالا ہے۔ اور جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں ان بیتوں کو رسالہ اربعین میں شامل کرنا اسی غرض سے ہے کہ تا کسی طرح سید احمد صاحب کا منجملہ مہدیوں کے ایک مہدی ہونا ثابت کیا جائے۔ اگرچہ اس میں کچھ شک نہیں کہ احادیث میں جہاں جہاں مہدی کے نام سے کسی آنے والے کی نسبت پیش گوئی رسول اللہ ﷺ کی درج ہے اسکے سمجھنے میں لوگوں نے بڑے بڑے دھوکے کھائے ہیں اور غلط فہمی کی وجہ

سے عام طور پر یہی سمجھا گیا ہے کہ ہر ایک مہدی کے لفظ سے مراد محمد بن عبد اللہ ہے جس کی نسبت بعض احادیث میں پائی جاتی ہیں، لیکن نظر غور سے معلوم ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کئی مہدیوں کی خبر دیتے ہیں منجملہ ان کے وہ مہدی بھی ہے جس کا نام حدیث میں سلطان مشرق رکھا گیا ہے جس کا ظہور مما لک مشرقیہ ہندوستان وغیرہ سے اور اصل وطن فارس سے ہونا ضرور ہے۔ درحقیقت اسی کی تعریف میں یہ حدیث ہے کہ اگر ایمان ثریا سے معلق یا ثریا پر ہوتا تب بھی وہ مرد وہیں سے اس کو لے لیتا۔ اور اسی کی یہ نشانی بھی لکھی ہے کہ وہ کھیتی کرنے والا ہوگا۔ غرض یہ بات بالکل ثابت شدہ اور یقینی ہے کہ صحاح ستہ میں کئی مہدیوں کا ذکر ہے اور ان میں سے ایک وہ بھی ہے جسکا مما لک مشرقیہ سے ظہور لکھا ہے مگر بعض لوگوں نے روایات کے اختلاط کی وجہ سے دھوکا کھایا ہے لیکن بڑی توجہ دلانے والی یہ بات ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے ایک مہدی کے ظہور کا زمانہ وہی زمانہ قرار دیا ہے جس میں ہم ہیں اور چودھویں صدی کا اسکو مجدد قرار دیا ہے جیسا کہ ہم آئندہ انشاء اللہ بیان کریں گے۔

بہرحال اگرچہ یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے سر پر ملک ہند میں ایک عظیم الشان مجدد پیدا ہونے والا ہے لیکن یہ سراسر تحکم ہے کہ سید احمد صاحب کو اسکا مصداق ٹھہرایا جائے کیوں کہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں سید صاحب نے چودھویں صدی کا زمانہ نہیں پایا۔ اب چند اشعار نعمت اللہ ولی کے جو مہدی ہند کے متعلق ہیں معہ شرح ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

قدرت کردگار مے بینم
حالت روز گار مے بینم
از نجوم این سخن نمے گویم
بلکہ از کردگار مے بینم

یعنی جو کچھ میں ان ابیات میں لکھوں گا وہ منجمانہ خبر نہیں بلکہ الہامی طور پر مجھ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا ہے۔

غین و رے (۱۲۰۰) سال چوں گذ شت از سال
بو العجب کاروبار مے بینم

یعنی بارہ سو سال کے گذرتے ہی عجیب عجیب کام مجھ کو نظر آتے ہیں مطلب یہ کہ تیرھویں صدی کے شروع ہوتے ہی ایک انقلاب دنیا میں آئے گا اور تعجب انگیز باتیں ظہور میں آئیں گی اور ہجرت کے باراں سو سال گذرنے کے ساتھ ہی میں دیکھتا ہوں کہ بوالعجب کام ظاہر ہونے شروع ہو جائیں گے۔

گر در آئینۂِ ضمیر جہان
گرد و زنگ و غبار می بینم

یعنی تیرھویں صدی میں دنیا سے صلاح وتقوی اٹھ جائے گی۔فتنوں کی گرد اٹھے گی۔ گناہوں کا زنگ ترقی کرے گا۔ اور کینوں کے غبار ہر طرف پھیلیں گے یعنی عام عداوتیں پھیل جائیں گی ۔تفرقہ اور عناد بڑھ جائے گا ۔اور محبت اور ہمدردی اٹھ جائے گی ،مگر ان باتوں کو دیکھ کر غم نہیں کرنا چاہیے۔

ظلمت ظلم ظالمان دیار
بے حد و بے شمار مے بینم

یعنی ملکوں میں ظلم کا اندھیرا انتہا کو پہنچ جائے گا حاکم رعیت پر اور ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر اور شریک شریک پر ظلم کرے گا اور ایسے لوگ کم ہوں گے جو عدل پر قائم رہیں۔

جنگ و آشوب و فتنہ و بیداد
درمیان و کنار مے بینم

یعنی ہندستان کے درمیان میں اور اس کے کناروں میں بڑے بڑے فتنے اٹھیں گے اور جنگ ہو گا اور ظلم ہو گا۔

بندہ را خواجہ وش ہمی یابم
خواجہ را بندہ وار می بینم

یعنی ایسے انقلاب ظہور میں آئیں گے کہ خواجہ بندہ اور بندہ خواجہ ہو جائے گا یعنی امیر سے فقیر اور فقیر سے امیر بن جائے گا۔

سکہ نو زنند بر رخ زر
درہمش کم عیار مے بینم

یعنی ہندوستان کی پہلی بادشاہی جاتی رہے گی اور نیا سکہ چلے گا جو کم عیار ہو گا۔ اور سب یہ کچھ تیرھویں صدی میں سلسلہ وار ظہور میں آ جائے گا۔

بعض اشجار بوستان جہان
بے بہار و ثمار می بینم

یعنی قحط پڑیں گے اور باغات کو پھل نہیں لگیں گے۔

غم مخور زانکہ من دریں تشویش
خرمی وصل یار مے بینم

یعنی اس تشویش اور فتنہ کے زمانہ میں جو تیرھویں صدی کا زمانہ ہے غم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ وصل یار کی خوشی بھی ان فتنوں کے ساتھ اور ان کے درمیان ہے۔ مطلب یہ کہ جب تیرھویں صدی کے یہ تمام فتنے کمال کو پہنچ جائیں گے تو وصل یار کی خوشی اخیر صدی میں ظاہر ہو گی یعنی خدا تعالی رحمت کے ساتھ توجہ کرے گا۔

چوں زمستان بے چمن بگذشت
شمس خوش بہار مے بینم

یعنی جب کہ زمستان بے چمن مراد یہ ہے کہ جب تیرھویں صدی کا موسم خزاں گذر جائے گا تو چودھویں صدی کے سر پر آفتاب بہار نکلے گا یعنی مجدد وقت ظہور کرے گا (حالانکہ اس سے قبل مرزا صاحب صدی کے آخر کو صدی کا سر قرار دے چکے ہیں، اسلئے چودھویں صدی کا سر تو اس وقت ہوا جب مرزا صاحب کی ہڈیاں بھی خاک ہو چکی ہوں گے، بہاء)

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

یعنی اسکا زمانہ کامیابی کے ساتھ گذر جائیگا تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ خدا تعالی اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا جو اسی کے نمونہ پر ہو گا اور اسی کے رنگ میں رنگین ہو جائیگا اور وہ اس کے بعد اس کا یادگار ہو گا، یہ درحقیقت اس عاجز کی اس پیش گوئی کے مطابق ہے جو ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے۔

بندگان جناب حضرتِ او

سر بسر تاج دار مے بینم

یعنی یہ بھی مقدر ہے بالآخر امراء اور ملوک اس کے معتقد خاص ہو جائیں گے اور اس کی نسبت ارادت پیدا کرنا بعضوں کیلئے دنیوی اقبال اور تاجداری کا موجب ہوگا ۔ یہ اس پیش گوئی کے مطابق ہے جو اس عاجز کو خدا تعالی کی طرف سے ملی کیونکہ خدا تعالی نے اس عاجز کو مخاطب کر کے کہا کہ میں تجھ پر اس قدر فضل کروں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے ۔اور ایک جگہ فرمایا کہ تیرے دوستوں اور محبوں پر بھی احسان کیا جائے گا۔

گلشن شرع را ہمی بویم

گلِ دین را ببار مے بینم

یعنی اس سے شریعت تازہ ہو جائے گی اور دین کے شگوفوں کو پھل لگیں گے ۔یہ اس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ میں درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر یک دین پر بذریعہ اس عاجز کے دین اسلام غالب کیا جائے گا اور پھر صفحہ ۴۹۱ براہین میں یہ الہام ہے کہ خدا تجھ کو ترک نہیں کرے گا جب تک کہ خبیث اور پاک میں فرق کر کے نہ دکھلائے

تا چہل سال ای برادر من

دور آن شہسوار می بینم

یعنی اس روز سے جو وہ امام ملہم ہو کر اپنے تئیں ظاہر کرے گا چالیس برس تک زندگی کرے گا۔اب واضح رہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا۔اور بشارت دی گئی کہ اسّی برس تک یا اس کے قریب تیری عمر ہے سو اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے جن میں سے دس برس کامل گذر بھی گئے ۔دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۸۔ و اللہ علی کل شیء قدیر۔ اگرچہ اب تک حضرت نوح کی طرح دعوت حق کے آچار نمایاں نہیں لیکن اپنے وقت پر تمام باتیں پوری ہوں گی

عاصیان از امام معصومم
خجل و شرمسار می بینم

اس بیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس امام کے جو چودھویں صدی کے سر پر آئیگا مخالف اور نافرمان بھی ہوں گے جن کیلئے آخر خجالت اور شرمساری مقدر ہے۔ اسی کی طرف اس الہام میں اشارہ ہے جو فیصلہ آسمانی میں چھپ چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں فتاح ہوں تجھے فتح دوں گا ایک عجیب مدد تو دیکھے گا اور سجدہ گاہوں میں گریں گے یعنی مخالف لوگ یہ کہتے ہوئے کہ خدایا ہمیں بخش کہ ہم خطاوار تھے

ید بیضا کہ باو تابندہ
بباز با ذوالفقار می بینم

یعنی اس کا وہ روشن ہاتھ جو اتمام حجت کی رو سے تلوار کی طرح چمکتا ہے پھر میں اس کو ذوالفقار کے ساتھ دیکھتا ہوں۔ یعنی ایک زمانہ ذوالفقار کا تو وہ گذر گیا کہ جب ذوالفقار علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں تھی۔ مگر خدا تعالی پھر ذوالفقار اس امام کو دے دے گا اس طرح پر کہ اس کے چمکنے والا ہاتھ وہ کام کرے گا جو پہلے زمانہ میں ذوالفقار کرتی تھی۔ سو وہ ہاتھ ایسا ہوگا کہ گویا وہ ذوالفقار علی کرم اللہ وجہ ہے جو پھر ظاہر ہوگئی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ امام سلطان القلم ہوگا اور اس کی قلم ذوالفقار کا کام دے گی۔ یہ پیش گوئی بعینہ اس عاجز کے اس الہام کا ترجمہ ہے جو اس وقت سے دس برس پہلے براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے اور وہ یہ ہے

کتاب الولی ذوالفقار علی یعنی اس ولی کی کتاب ذوالفقار علی کی ہے۔ یہ اس عاجز کی طرف اشارہ ہے۔ اسی بنا پر بارہا اس عاجز کا نام مکاشفات میں غازی رکھا گیا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے بعض دیگر مقامات میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

غازی دوست دار دشمن کش
ہمدم و یار غار مے بینم

وہ خدا تعالی کی طرف سے ایک غازی ہے دوستوں کو بچانیوالا اور دشمنوں کو مارنیوالا۔

صورت و سیرتش چو پیغمبر
علم و حلمش شعار مے بینم

یعنی ظاہر و باطن اپنا نبی کی مانند رکھتا ہے اور شان نبوت اس میں نمایاں ہے اور علم اور حکم اس کا شعار رہے مراد یہ کہ بباعث اپنی اتباع نبی کریم کے گویا وہی صورت اور وہی سیرت اس کو حاصل ہوگئی ہے۔ یہ اس اا الہام کے مطابق ہے جو اس عاجز کے بارے میں براہین میں چھپ چکا ہے اور وہ یہ ہے:

جر ی الله فی حلل ا لا نبیاء یعنی فرستادہ خدا درحلہ ہائے انبیاء

زینت شرع و رونق اسلام
محکم و استوار مے بینم

یعنی اسکے آنے سے شرع آرائش پکڑ جائے گی اور اسلام رونق پر آ جائے گا اور دین متین محمدی محکم اور استوار ہو جائے گا۔ یہ اس الہام کے مطابق ہے جو اس عاجز کی نسبت اس وقت سے دس برس پہلے براہین میں چھپ چکا ہے اور وہ یہ ہے:

بخرام کہ وقت تو رسید و پائے محمدیان بر منار بلندتر محکم افتاد۔

اور نیز یہ الہام:

هو الذی ارسل رسول با لهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله دیکھوص ۲۳۹ براہین احمدیہ حاشیہ

ا ح م و دال مے خوانم
نام آں نامدار مے بینم

یعنی کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا ہے کہ نام اس امام کا احمد ہوگا۔

دین و دنیا از و شود معمور
خلق زو بختیار مے بینم

یعنی اس کے آنے سے اسلام کے دن پھریں گے اور دین کو ترقی ہوگی اور دنیا کو بھی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ اس کے ساتھ بدل و جان ہو جائیں گے خدا تعالیٰ ان کے گناہ بخش دے گا اور دین میں استقامت عطا کرے گا اور وہی اسلام کی دنیوی ترقی کا بھی پودہ ٹھہریں گے کہ خدا انکونشو ونما دے گا اور ان میں اور ان کی ذریت میں برکت رکھے گا یہاں تک کہ دنیا میں بھی وہ ایک با اقبال قوم ہو جائے گی۔اسی کے مطابق براہین احمدیہ میں الہام درج ہے

و جا عل الذين اتبعو ك فو ق الذين كفروا الى يو م القيامة

اور یہ جو اشارہ کیا کہ اس کے آنے سے اسلام کی دینی و دنیوی حالت صلاحیت پر آجائیں گی اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے وہ اسلام کے لئے رحمت ہو کر آتا ہے اور اسی کے ساتھ جلد یا دیر سے رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے مگر اوائل میں قحط اور وبا وغیرہ کی تنبیہیں بھی اترا کرتی ہیں اور اہل کشف انجام کا حال بیان کرتے ہیں نہ ابتداء واقعات کا

بادشاہ تمام ہفت اقلیم
شاہ عالی تبار می بینم

یعنی مجھ کو کشفی نظر میں وہ ایک شاہ عالی خاندان ہفت اقلیم کا بادشاہ نظر آتا ہے۔ یہ مطابق اس پیش گوئی کے ہے جو ازالہ اوہام میں درج ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے:

حکم الله الر حمن لخليفة الله السلطان سيؤتى له الملك العظيم ۔ الخ،

یہ اس عاجز کی نسبت الہام ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ خلیفۃ اللہ بادشاہ جس کو ایک ملک عظیم دیا جائے گا اور جس پر زمین کے خزانے کھولے جائیں گے۔ اس بادشاہی سے مراد اس دنیا کی ظاہری بادشاہی نہیں بلکہ روحانی بادشاہی ہے (حضرت عیسی کی نسبت بھی پہلی کتابوں میں یہ پیش گوئی تھی کہ وہ بادشاہ ہوگا اور اس کے ساتھ لشکر ہوگا مگر آخر مسیح غریبوں مسکینوں کے لباس میں ظاہر ہوا اور یہودی بوجہ نہ پائے جانے ظاہری نشانوں کے منکر ہو گئے۔ قادیانی)

مہدی وقت و عیسی دوران
ہر دو را شہسوار می بینم

یعنی وہ مہدی بھی ہوگا اور عیسی بھی دونوں صفات کا حامل ہوگا اور دونوں صفات سے اپنے تئیں ظاہر کرے گا۔ یہ آخری بیت عجیب تصریح پر مشتمل ہے جس سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے حکم پا کر عیسی ہونے کا بھی دعوی کرے گا اور ظاہر ہے کہ یہ دعوی تیرہ سو برس سے آج تک کسی نے بجز اس عاجز کے نہیں کیا کہ میں عیسی موعود ہوں۔

یہ چند اشعار ہیں جو ہم نے نعمت اللہ ولی کے قصیدہ سے جو طول طویل ہے

برعایت اختصار لکھے ہیں ہر ایک کو چاہیے جو اپنی تسلی کیلئے اصل ابیات کو دیکھ لے۔

و السلام علی من اتبع الهدی

مرزا صاحب کے اس دعوی کا جواب منشی محمد جعفر تھانیسری نے تائید آسمانی کے نام سے فوراً دے دیا تھا جسے ہم اس سلسلہ کتب کی کسی سابقہ جلد میں نقل کر چکے ہیں۔ لیکن قادیانیوں نے مرزا صاحب کے دعوی پر اصرار جاری رکھا اور جب نعمت اللہ شاہ کے قصیدہ کی مختلف روایات سامنے آنا شروع ہوگئیں تو پھر بھی ان کا اصرار جاری رہا جیسا کہ ۱۹۱۲ء کے ایک قادیانی اخبار میں لکھا ہے:

> نعمت اللہ ولی کے اکثر قصائد اخباروں میں چھپ رہے ہیں اور بعض احباب ان کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔سو واضح ہو کہ ولی اللہ کے اکثر قصائد جدا الفاظ میں ہیں سب سے زیادہ قابل اعتبار جو ہے وہ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے۔ایک قصیدہ بعض اخباروں میں شائع ہوا ہے ظہور مہدی کا وقت ۱۲۷۹ھ لکھا ہے جس کو گذرے ۱۴ سال ہوئے ہیں اور وہ ایام قریب تحریر براہین احمدیہ کے ہیں۔ بہرحال باوجود اختلاف کے مہدی کے دن یہی ہیں۔(اخبار بدر قادیان ۲۸ مارچ ۱۹۱۲ء ص ۱۷)

قادیانیوں کی از سرنو تکذیب کے لئے بعد ازاں ایک کتاب شائع ہوئی، جس کے نام اور مصنف کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔عزیزم محمد سہیل اظہر نے اسے جناب ضیاء اللہ کھوکھر صاحب آف گوجرانوالہ کی لائبریری سے حاصل کیا ہے۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں:

نا معلوم مصنف کا تبصرہ بر قادیانی نشان آسمانی

بسم اللہ الر حمن الر حیم

الیو م اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی

بعد از ہمہ آمدہ است ظاہر

سورہ پسِ ابجد آید آخر

تمہیدی گذارشات

کارگاہ ہستی ایک پیہم و مسلسل انقلاب ہے جس کی رفتار کبھی تیز ہوتی ہے کبھی سست۔ جس کی سحر آفرین نیرنگیاں چشم ظاہر پر کبھی یک رنگ ہو کر نمایاں ہوتی اور اسے مست و غافل کر جاتی ہیں، اور کبھی ایک ہی رنگ کو سو جلووں میں ظاہر کر کے اسے دنگ و ششدر کرتی ہیں۔

روز و شب، صبح و شام، گرما و سرما ایسے تغیرات ہیں جو کوئی انقلابی دلچسپیاں نہیں رکھتے۔ بیج کا بونا، اس کا اگنا، نشو و نما پانا، انسان کی پیدائش، تربیت، موت، معمولی مشاہدات ہیں۔ غم و شادی آنی جانی کیفیتیں ہیں۔ مگر پھر بھی طمانیت و سکون ہوتا ہے کہ دفعۃً حرکت و جولانی سے متبدل ہو جاتا ہے۔ نہ روز و شب، وہ روز و شب رہتے ہیں۔ نہ صبح و شام، وہ صبح و شام دکھائی دیتے ہیں۔ گرما و سرما کی تمیز اڑ جاتی ہے۔ غم اور غم بن جاتے ہیں، شادیاں اور شادیاں۔

نسیم صبح کے جانفزا جھونکے صرصر عاد کی جانسوز شدتوں سے متبدل ہوتے ہیں۔ گلشن میں پھول تبسم کی تمام ادائیں چھوڑ کر گریبان چاک دکھائی دیتے ہیں۔ بلبلوں اور قمریوں کے ترانہ ہائے مسرت، فریاد و شیون کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ بہار خزاں ہو جاتی ہے۔ عیش و عشرت رنج و ماتم سے بدل جاتے ہیں۔ تبسم گریہ کی شکل

اختیار کرتا ہے۔ تمام سکون و امن جا چکتا ہے۔ بجز فتنہ و آشوب کچھ نظر نہیں آتا۔

اس انقلاب کی تیزی کے زمانہ میں کبھی حق باطل پر غالب اور کبھی باطل حق پر مرجح ہوتا ہے۔ زبردست، زیردست ہو جاتے ہیں۔ زیردستوں کا پائے ہمت سربلندی کی منزل پر جا اٹکتا ہے۔ مگر یہ کل تبدیلیاں، یہ سارے انقلاب، یہ تمام نیرنگیاں، اپنے زمان و مکان سے پابند، صرف اس وقت ظہور میں آتی ہیں جب مقتضائے مشیت ہو، اور جب اس علیم وقدیر کی حکمت انہیں نمایاں کرنا چاہے۔

صفحہ زمین پر چشم فلک نے سینکڑوں آبادیاں برباد ہوتی دیکھی ہیں، اور ہزاروں ویرانے آباد ہوتے چلے گئے ہیں۔ قومیں بنی بھی ہیں اور بگڑی بھی۔ قدرت کا قانون اقوام کی نسبت یہی نظر آیا کہ ایک دفعہ معراج کی طرف گامزن رہیں، پھر مائل بہ زوال ہوئیں۔ مٹیں اور کٹیں۔ ان کے اقبال وعروج کے زمانے اسی نسبت سے لمبے اور طویل رہے جس نسبت سے ان میں عصبیت و استقلال، ہمت و جوانمردی، ایثار و بے نفسی کے گراں بہا جوہر موجود رہے۔ جوں ہی دولت و آسودگی نے بے عملی و کاہلی کے سبق دیئے، قعر مذلت میں گریں اور ہمیشہ کے لئے فنا ہو گئیں۔ مگر اصول جن پر اقوام ماسلف اور اپنے مدارج عروج کی بنا رکھتی تھیں وہ بھی ان زمانوں کے حالات کے مطابق اس قسم کے ہوتے تھے کہ زمانہ کا ایک خاص عرصہ ان پر عمل پیرا ہونے سے وہ اقوام دنیا میں پھول پھل سکتی تھیں۔ اور چونکہ اس عہد کے ختم ہو جانے کے بعد نیا زمانہ نئے اصول کا مقتضی ہوتا، اور وہ لوگ خوشی سے انہیں پرانی باتوں پر کاربند رہتے، اسلئے کسی فوری انقلاب کے بعد وہ اپنے رتبہ سے گر جاتے اور مٹ جاتے تھے۔

نئے نصب العینوں کی طرف بڑھنے والے پھر نئے لوگ ہوتے۔ اور ایک مخصوص عہد تک پھر ان کا زمانہ رہتا۔

وقت مگر آخر ایسا آنا چاہیے تھا، اور وہ آیا، کہ اصول زندگی وہ بودے اور کمزور اصول نہ رہیں جن پر چل کر ایک زمانہ خاص کے بعد زندگی بسر کرنا مشکل ہو جائے۔ جس طرح اس عالم موجودات کی اور اشیاء کا یہ خاصہ ہے کہ وہ تمام انقلابات سے گذر کر بالآخر اپنے انتہائی نقطہ ترقی کو پہنچتی ہیں، اسی طرح خود انسانی زندگی کی بھی یہی فطرت ہے کہ وہ بھی کسی نہ کسی طرح، پیشتر اس کے کہ یہ عالم فانی فنا ہو، اپنے منتہائے کمال کو پائے۔

بنا بریں آخر وہ وقت آیا کہ وحی حق کے وہ تمام وکمال، غیرمتبدل وغیر فانی اصول انسانی زندگی کو اس کے منتہائے اوج پر دکھانے کے لئے انسانوں کو عطا کئے، اور کہہ دیا کہ

الیو م اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی

یہ فرض ہو چکا کہ اب قیامت تک تمام نوع انسان انہیں اوامر ونواہی کی نشر و اقتداء میں اپنی سعی و ہمت کو صرف کرے۔

جو فی الفور اس طرف آ جائیں وہ سا بقو ن ا لا و لو ن میں شمار ہوں، اور جو قبل از قیامت آخری زمانہ میں منسلک ہوں، آخرین منهم لمایلحقوا بهم کی پچھلی صف میں کھڑے ہوں۔

ان کے ما سوا شومئی قسمت سے جو اس سمت نہ رخ پھریں اور نہ قدم بڑھائیں وہ رہیں طغیان وضلالت میں، کیونکہ وہ جو ہر قابل ہی نہیں، ان کی فطرت میں رشد وہدایت ہی نہیں فلا ھا دی لهم

اسلام دنیا کا آخری مذہب ہے اور حق کی وہ صراط مستقیم جس کا اختیار کرنے والا قدم اٹھاتے ہی منزل پر ہوتا ہے۔ آخری مذہب ہونے کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اسکے ظہور کے بعد فوراً ہی ہستی فنا ہو جائے، اور ارض، غیر الارض سے بدل جائے۔ اگر یوں مقدر ہوتا تو اس کے یہ معنی تھے کہ انسانی حیات کا آفتاب تابندہ لمحوں کے لئے افق پر نمودار ہوتا اور پھر الٹے پاؤں وہیں غروب ہو جاتا۔ یہ آخری عہد کم از کم اس قدر لمبا ہونا چاہیے تھا اور ہو رہا ہے کہ تمام دنیا یعنی اس کے تمام اقوام و مذاہب زینہ بہ زینہ اسباب وعلل کو پیدا کرتے اور ارتقاء کے تمام کرشمے دکھاتے بالآخر باہم دگر اس طرح جذب ومتحد ہوں کہ تمام کی تمام نوع انسان ایک اخوت کے سلسلہ میں بندھ جائے، اور نسل و وطن کی تمام قیدوں کو چھوڑ کر اس طریق پر حبل اللہ سے اعتصام کرے کہ شرقی وغربی، عربی وعجمی کی سب تمیز مٹ جائے۔

اسلام کا دنیا اور اس کی اقوام پر یہ اثر ہو رہا ہے یا نہیں چشم بصیرت سے اوجھل نہیں۔ ہم یہ لکھ رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ الفاظ سن کر ہزاروں کے دل میں آئے گا کہ بحالات موجودہ دنیا تو اسلام کو زوال میں دیکھ رہی ہے۔ یہ کس بنا پر کہہ رہے ہیں کہ اسلام کے تمام نوع کو متحد و منسلک کرنے کے اثرات اقوام پر اپنا ڈورہ

ڈال رہے ہیں۔

یہ ایک وسیع اور گہرا مضمون ہے جس پر بحث اس مضمون کی حدود سے خارج ہے ۔اور اگر کی گئی تو ایک بے محل گریز ہوگی۔ یہ اشارہ کر دینا کافی ہوگا کہ اسلام ایک چوتھائی انسانوں کو بلا واسطہ اپنے اندر داخل کر چکا ہے۔تمام نوع سے وہ بت پرستی اور اوہام پرستی چھڑا چکا ہے جو تمام روحانی و مادی ترقی کے لئے سنگ راہ تھی۔عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں کے مذاہب میں جتنے اصلاحی انقلاب پیدا ہوئے ہیں وہ سب اس کے ظہور کے بعد ہوئے ہیں اور اسی کے اثر کا نتیجہ ہیں۔ان مذاہب کے نئے فرقے، اگر بالکلیت نہیں،تو نیم اسلامی ضرور ہیں۔توحید کا مہر عالم تاب تمام عالم پر چمک رہا ہے۔رسالت کے مہ چاردہم کی کرنیں منکرین برونِ در ہرجگہ جلوہ فگن دیکھ رہے ہیں۔ اگر اندرون خانہ ابھی نہ گھسنے دیں تو یہ وقت کا انتظار ہے۔ بات قبضہ سے باہر ہوئی جارہی ہے۔ اقوال میں اگر کچھ نہیں مانتے، اعمال میں سب کچھ تسلیم کر رہے ہیں۔ زبانیں اظہار تسلیم میں بخل کریں اور گنگ رہیں ،دل اندر ہی اندر معترف ہوئے جارہے ہیں۔ یہ وہ شراب ہی نہیں جو مدت العمر چھپ چھپ کر پی جا سکے ۔وقت قریب ہے کہ اس مستی کا تشنہ لب قیود و رسوم کے پردوں سے باہر آ جائے اور پھوٹ کر منہ سے ببانگ دہل کہدے کہ

تا کے درونِ پیرہن او بیمِ محتسب
پنہاں کنم چو غنچہ نرگس پیالہ را

اس تمام عبارت سے بتانا یہ مقصود تھا کہ اسلام نے ابھی تک اپنا کمال نہیں دیکھا۔ ابھی تک راہ میں ہے،منزل پر نہیں پہنچا۔و لکل نبأ مستقر ۔کمال اس کا جب ہوگا جب تمام بنی نوع انسان اس کے اندر داخل ہو چکے گی،اور لسان وقلب سے اس کی برکات کی مدح سرا ہوگی۔ابھی تک جو نشیب وفراز دنیا میں ہورہے ہیں، یا یوں کہو کہ اسلام دیکھ رہا، یہ سب اس کے عروج کی زنجیر کی ضروری کڑیاں ہیں، اور وہ منزلیں ہیں جن سے اس کو لابدّ گذرنا ہے۔ ہزار کامیابیاں ناکامیوں کی راہیں ہیں اور لاکھوں ٹھوکریں ثبات قسم کا ذریعہ۔

پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ و السلام دنیا میں اپنے زمانہ قیام کے اندر اسلام

کے عالم گیر و مکمل اصولوں کی تبلیغ کو حد انتہاء تک پہنچا گئے۔ کوئی ملک نہ رہا، کوئی بستی نہ رہی جہاں آوازہء حق پہنچ کر نہ رہا۔ فالحمد لله علی ذلك اس: فرستادہ خاصِ پروردگار، اور: رسانندہِ حجت استوار، پر یہی فرض تھا اور یہی اس نے کیا

خلایق را ز دعوت جام در داد
بہر کشور صلائے عام در داد

اس پر یہ فرض نہ تھا کہ دوران حیات ہی میں تمام مخلوق کو مومن بنا جاتا۔ اس کا جی چاہتا ہو اور وہ اندر ہی اندر کڑھتا ہو کہ کیوں اکثر حصہ میری نوع کا بوجہ نادانی و جہالت اصلیت و حقیقت کا قائل نہیں ہوتا۔ مگر یہ اسکے بس نہ تھی۔ فطرتاً رؤف و رحیم تھا مگر مشیت کے مقتضا سے بھی مجبور تھا۔ اس کے سینہ میں اس تمنا کے لئے جو سیلاب اٹھتے تھے، ان کا اندازہ حکیم مطلق کے اس فرمان سے ہوسکتا ہے، اور پھر ایک بار نہیں کئی دفعہ اس مضمون کو دوہرایا گیا:

و لو شاء ربك لآمن من فی الارض کلهم جمیعا ۔افا نت تکره الناس حتی یکونوا مومنین (یونس:۹۹)

آخری حجت اپنی تکمیل کو پہنچ چکی، مگر قبول حجت کا زمانہ ابھی تا قیام قیامت جاری ہے۔ یہ تبلیغ توحید کی امانت اپنے متبعین یعنی ملت اسلامیہ کو سپرد کرتے وقت اس ختم المرسلین نے وہ رموز و اسرار بھی ایک خاص حد تک ان پر افشا کر دیئے جو ابھی آغوش مستقبل میں مستور و محجوب تھے۔ بطور پیش گوئیوں کے وہ تمام اہم ترین انقلابات جو اس ملت کی زندگی میں واقع ہونے والے تھے، سب کے سب کہہ دیئے۔ جہاں یہ پیش گوئیاں اپنے پورے ہونے کے وقت پیغمبر کی صداقت و دیانت پر حجت تھیں، وہاں ملت کو بطور حفظ ما تقدم احتیاط و حزم کے اعلان بھی تھے۔

ملت کا حلقہ چونکہ اتنا وسیع ہونا مطلوب تھا کہ اس سے اوسع کبھی نہ ہو سکے، اور پھر زندگی بھی اس کی اتنی طولانی کہ ختم ہو تو حشر ہی پر جا ہو۔ ساتھ ہی ادھر فطرتِ بشر میں بشریت کے سب تقاضے جن سے کسلان و غفلت پیدا ہوتے ہیں اور انسان اپنے فرائض سے غافل و کوتاہ پڑ جاتا ہے، معلوم تھے۔ اس لئے جن جن مواقع پر تقدیر میں یہ تھا کہ قاصدانِ توحید سستی کی وجہ سے اپنی رفتاروں کو ڈھیلا کر دیں گے، ان کی طرف

بھی خاص اشارے کر دیئے اور بتلا دیا کہ جب عوام میں یہ کمزوریاں ایک خاص حد تک رونما ہو جایا کریں گی، ہمارے نائبِ خاص، جن کا کام ایجاد نہیں بلکہ تجدید ہوا کرے گا، دفعۃً نمودار ہوا کریں گے۔ ہمارے دیئے ہوئے، مگر بھولے ہوئے، سبق از سرنو پڑھا کر لوگوں کو سعی عمل پر کمربستہ کر دیا کریں گے۔ غفلتیں پھر ایک خاص عرصہ کے لئے اڑ جایا کریں گی۔ ہمتوں میں برکت پیدا ہو جایا کرے گی۔ اور فراموش کردہ پیمانوں کی اہمیت آشکارا ہوا کرے گی۔ اور ملامت کے تازیانے سمندِ عمل کو گرم سبک سیری کیا کریں گے۔ روح القدس کا فیض عام پھر دکھا دیا کرے گا کہ

دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

فداك روحی یا محمد

بر زمینے کہ نشانِ کف پائے تو بود
سالہا سجدہء صاحب نظراں خواہد بود

مدعیان مجددیت ومہدویت

مسیح باش ز اعجاز لافہا میزن
میانِ دعوی و حجت ہزار فرسنگ است

رسول عربی علیہ الصلوۃ نے ایسے اربابِ ارشاد کے ظہور کا وقت، جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، عام طور پر ہر سو سال کے بعد بتایا اور ان کو مجددین دین کے نام سے تعبیر کیا۔ ان کے متعلق اس زبان اطہر سے جو وارد ہوئے، وہ یہ الفاظ ہیں

انّ اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدّد لھا دینھا

ان الفاظ سے یہ مترشح نہیں ہوتا کہ جو شخص تجدید دین پر مامور ہوگا، وہ از خود مدعی بھی ضرور ہوگا۔ کوئی حقیقت اپنے پاس ہو، تو اس کا دعوی اگر مذموم نہیں تو عبث و فضول ضرور ہے۔ دعووں کی خاص طور پر ضرورت جب بھی ہوئی ہے باطل مدعیوں کو ہوئی ہے، ورنہ یہ کون نہیں جانتا کہ

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

تیرہ سو سال سے زیادہ گذر رہے ہیں ۔ ہم سب کا عقیدہ ہے کہ ہر سو سال کے اختتام پر دین کی رونق و زینت کو دوبالا کرنے والا کوئی نہ کوئی مرد خدا ضرور پیدا ہوا ہے۔ پورے سو سال کے بعد یا اس سے کم وبیش بھی، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں لفظ رأس کی قید اتفاقی ہے۔ مراد مقدارِ یک مایہ ہے، خواہ مجدد سو سال کے سر پر ظاہر ہو، یا درمیان میں، یا آخر میں۔ غرض ایک ایسے وجود کے ظہور سے ہے جو تجدید کا کام سرانجام دے۔ تجدید کے معنی پرانی چیز کے تازہ کرنے کے ہیں، نہ کہ احداث وابتداع شیء۔

دین میں تجدید کے جو معنی ہو سکتے ہیں وہ یہ ہیں کہ لوگوں کو غلو سے روکا جائے ۔ جہلاء کی تاویلوں کی نفی کی جائے اور حق و باطل میں تمیز دکھائی جائے ۔ جو یہ نہ کرے ،وہ کیسا ہی فاضل ہو، عامل ہو، فقیہہ ہو، صاحب دل ہو، صاحب مکاشفہ ہو، مجدد نہیں ہوسکتا ہے ۔ یہاں یہ بتلا دینا بھی غیر محل نہ ہوگا کہ لفظ من کا اطلاق واحد اور متعدد دونوں پر ہوسکتا ہے۔ یہ قطعی طور پر لازمی نہیں کہ مجدد ایک صدی میں ایک ہی ہو۔ ایک سے زاید بھی ہو سکتے ہیں۔ خیر تاریخ مذہب اسلام ان واقعات پر پورے طور پر روشنی ڈالتی ہے۔

مجدد ین برحق کوئی چھپی ہوئی ہستیاں نہیں، بات مدعی ہونے سے متعلق تھی۔ بے شک یہ چند ایک حالات میں واضح ہے کہ ان کے ایام زندگی ہی میں لوگوں نے ان کی خدمت ملت و دین سے یہ اندازہ لگالیا کہ وہ بموجب حدیث نبوی مجدد ہیں۔ ان کو اس لقب سے یاد بھی کیا گیا۔ مگر انہیں خدمت کی دھن تھی۔ وہ کام کرنا تھا جو کرنے آئے تھے، نہ کہ اس لقب کو اختیار کرنے کی خاص فکر۔

وہ پیغمبر نہ تھے کہ دنیا کو مذہب از سر نو سکھانا تھا، نئے احکام دینے تھے، اپنے منکرین پر اپنے دعوؤں کی حجتوں کو پورے زور سے عیاں کرنا تھا، اور اس لئے تحدی ان کا فرض تھا۔ پیغمبر کے دعوی میں چونکہ اس کی تبلیغ مضمر ہوتی ہے، اسے بغیر تحدی بن نہیں پڑتی۔ اس کے انکار سے خلقت خدا صرف اس کی منکر ہی نہیں ہوتی بلکہ اپنے خالق کی بھی منکر ٹھہرتی ہے۔ اس لئے اس کا ہر اس قسم کا اعلان ہمیشہ بطور دعوی ہی پیش ہوسکتا

ہے۔ اسے متعدد خداؤں سے مخلوق کو روگرداں کرنا ہوتا ہے۔ حقیقی معبود کی عبادت پر سب کو لانا ہوتا ہے۔ اس لئے اسکے دعوی اس کے نہیں ہوتے، بلکہ وہ خود اس کے مامور کرنے والے کے ہوتے ہیں۔

مجددین کے لئے کہیں واجب نہیں اور کسی صورت اولی نہیں کہ وہ بھی اسی حیثیت میں مدعی ہوں۔ اور سچ یہ ہے کہ حقیقی مجددوں کو، جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے، شغل اصلاح وفکر تجدید ایسے عبث دعووں کے خواب بھی کیوں آنے دیتی ہے

بدیں صفت کہ منم از شرابِ عشق خراب
مرا چہ جائے کرامات و نام یا ننگ است

مگر بفحوائے الا شیاء تعرف با ضدادھا جہاں سچے برحق اور غیر مدعی مجددین (مثلاً امام غزالی، شیخ القادر جیلانی، حضرت مجدد الف ثانی وغیرھم) کو ظاہر ہونا تھا، وہاں کا ذبوں اور مدعیوں کو بھی موقعہ تھا کہ حدیث پیغمبر کو حجت پکڑتے اور اس سے تمسک کر کے اپنی ڈینگ مارتے۔ ایک دفعہ نہیں، کئی بار ہو چکا ہے اور قریباً ہر صدی کے گذرنے پر ہوا ہے کہ اصلی مجدد نے تو چپ چاپ خاموشی سے اپنا کام شروع کیا، بغیر اس احساس کے کہ وہ مجدد ہے بھی یا نہیں۔ اور ادھر ایک دو بلکہ اس سے زیادہ مدعیوں نے اپنے مکر وحیلہ کے جال پھیلا مناظروں اور پیشگوئیوں کے اعلان کر کے اپنے حواریوں کی جماعتیں پیدا کر لیں۔ جو انہیں اس صدی کا مجدد کہیں اور ان کے نام کا ہر طرف ڈنکا بجائیں۔ اکثر نے تو اچھی خاصی لاکھوں کی تعداد میں گروہ بھی پیدا کئے ہیں جو ان کے بعد بھی اس زہر کو پھیلانے میں کچھ عرصہ کوشاں رہے۔ مگر آخر فنا ہو گئے انّ البا طل کان زھو قا

اس تمہیدی مبحث کو چھوڑ کر اپنے اصل مدعا کو پکڑتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جیسا اوپر بیان ہو چکا ملت اسلامیہ اپنے تمام نشیب وفراز دیکھتی آخر اس نکتے پر پہنچنے والی ہے، جہاں یہ تمام اقوام و مذاہب کو اپنے اندر گھیر لے گی۔ مگر چونکہ وہ اس کے انتہائی فراز کا دور ہوگا، اس لئے اس سے پہلے اس کو اپنا انتہائی نشیب بھی دیکھنا ہوگا۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول مقبول ﷺ نے اپنی احادیث میں جہاں اور مجددین اسلام کا ذکر فرمایا، وہاں یہ بھی بطور پیشگوئی کے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت ان ان

حوادث وواقعات کی بنا پر اپنے انتہائی انحطاط کو پہنچ چکے گی، یا یوں کہو کہ فتنہ آخر الزمان کو دیکھ چکے گی، تو اس کے بعد آخری مگر سب سے بڑا اور افضل ترین مجدد جو مہدی کے لقب سے ملقب ہوگا، رونما ہوگا۔ اور آخری مقصدِ تبلیغ کو تکمیل دے گا۔

الفاظ: نشیب وفراز، کو مدنظر رکھتے ہوئے پیغمبر خدا ﷺ کے حسب ذیل ارشادات مطالعہ کرنے دل چسپی سے خالی نہ ہوں گے

عن عبد الله ابن مسعود قا ل قا ل رسو ل الله و لا تذ هب الدنيا حتى يملك العرب ر جل من اهل بيتى يوا طىء اسمه اسمى۔ رواه التر مذى و ابو دا ؤد

و فى روا ية له قال لو لم يبق من الد نيا ا لا يو م لطوّ ل الله تعا لى ذلك اليوم حتى يبعث فيه ر جلا ّمنى او من اهل بيتى يوا طى اسمه اسمى و اسم ابيه اسم ابى يملأ الار ض قسطاً و عد لًا كما ملئت ظلماً وجوراً۔

(ترجمہ: عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک کہ ایک شخص میرے اہل بیت میں سے عرب کا مالک ہو جائے جسکا نام میرے نام کے مطابق ہوگا (ترمذی وابوداؤد)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر مدت دنیا سے صرف ایک دن بھی رہ گیا ہو، تو اللہ تعالی اس کو اس قدر لمبا کر دے گا کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جس کا نام میرا نام اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا)

عن ابى سعيد قال ذكر رسو ل الله ﷺ بلا ءً يّصيب هذه الامة حتّى لا يجد الر جل ملجأ اليه من الظلم فيبعث الله رجلاً من عتر تى و اهل بيتى فيملأ به الا ر ض قسطاً و عد لًا كما ملئت ظلماً و جوراً ير ضى عنه سا كن السّما ء و سا كن الار ض لا تدع السماء من قطر ها شيئاً ا لّا صبته مدا راً و لا تدع ا لا ر ض من نبا تها شيئا ا لا ا خر جته حتّى يتمنّى الاحيا ء ا لا موا ت ليعيش فيه ذلك سبع و سنين او ثما ن او

سبع ۔(ابی سعید سے مروی ہے فرمایا نبی ﷺ نے اس امت پر ایک ایسی بلا نازل ہوگی کہ کسی شخص کو اس سے جائے پناہ نہیں ملے گی ۔تب اللہ میرے اہل بیت سے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسی کہ وہ جور وظلم سے پر ہوگی اور ساکنان زمین و آسمان اس سے خوش ہو جائیں گے اور آسمان کوئی قطرہ پانی کا برسائے بغیر نہ رہے گا اور زمین کوئی انگوری اگائے بغیر نہیں رہے گی یہاں تک کہ زندہ لوگ مردوں کے جی اٹھنے کی خواہش کریں گے ۔ وہ سات یا آٹھ یا نو سال زندہ رہیں گے)

عن علی قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ یخر ج ر جل من وّراء النّهر یقا ل له الحا ر ث حرّا ث علی مقدِ مته ر جل یقا ل له منصور یوطن او یمکن لآ ل محمد کما مکنّت قر یش لرسو ل الله ﷺ و جب علی کل مو من نصرة او قال ا جا بته رواه ابودا ؤد (حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ایک شخص ماوراءالنہر سے نکلے گا جس کا نام حارث ہوگا۔جس کے سرلشکر ایک شخص منصور نام ہوگا ۔وہ آل محمد کو تسلی اور اطمینا ن دے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو قریش نے دی تھی۔ ہر ایک مومن کو اس کی امداد و اطاعت واجب ہوگی ۔ابوداؤد)

و عن ثو با ن قا ل قال رسو ل الله ﷺ اذا ر أیتم الرا یا ت السّود قد جا ء ت من قبل خراسا ن فأتو ها فانّ فیها خلیفة المهدی ۔رواه ا حمد و البیهقی

(حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سیاہ جھنڈے خراسان کی طرف سے آتے دیکھو، تو ان کی طرف متوجہ ہو جاؤ کیونکہ ان میں اللہ کا خلیفہ ہوگا)

گو یا وہ علم بردار مساوات وحریت یعنی حضرت مہدی علیہ السلام جن جن آثار وقرائن سے آشکار ہونے والا ہے ،وہ سب اظہر من الشّمس کر دیئے ہیں۔ ان تصریحات کے مقابلہ میں تاویلیں لایعنی ومہمل ہیں۔ اپنے منہ سے ہر شخص کو باتیں بنانے کا اختیار ہے۔

مگر جہاں مجدد کا لفظ اتنا ہوس انگیز ثابت ہوا کہ ہزاروں مدعیوں نے اسے اختیار کیا ،کیسے ہوسکتا تھا کہ بڑے دعوے کے مدعی مہدی بن کر نہ رہتے۔ چنانچہ اکثر

نے دعوی کئے اور دعوے کے وقت ہمیشہ کہا کہ

یہی زمانہ وہ آخری ابتلاء کا زمانہ ہے،

بے دینی کا رواج اس سے بڑھ کر نہ کبھی آگے ہوا ہے اور نہ ہوگا،

ہمیں اس تجدید پر مامور کیا گیا ہے،

اور بجز ہمارے دعوے کے تسلیم کئے نجات اخروی محال قطعی ہے۔

جمہور ملت نے نہ ایسے مدعی کو آج تک کسی وقعت کی نظر سے دیکھا، اور نہ ہی آج تک کوئی حق بجانب ثابت ہوا۔ مجددین جو حقیقت میں مجددین تھے وہ خود آشکار ہو کر رہے۔ مدعیان تجدید مرمٹ گئے مگر مہدویت کا سکہ آج تک بالکل کسی کا نہ جم سکا۔

مشتے نمونہ از خروارے ہم ذیل میں چند ایسے شخصوں کے نام دے دینا مناسب سمجھتے ہیں جنہوں نے مہدویت کے دعوے کئے یا جن کے مریدوں نے کچھ عرصہ انہیں مہدی بنائے رکھا۔ مہدویت چھوڑ ان میں سے بعض نبوت کے مدعی بھی تھے

اسود عنسی۔ زکریا بن امام محمد باقر۔ مغیرہ ابن صیاد۔ طلیحہ بن خویلد۔ عبداللہ بن معاویہ۔ احمد بن محمد بن حنفیہ۔ سلیمان قرمطی۔ یحی۔ عیسی بن مہرویہ۔ ابوجعفر۔ محمد بن اسماعیل۔ عبداللہ بن احمد فاطمی۔ محمد نفس زکیہ۔ محمد بن قاسم، قاسم بن مرّہ۔ عباس۔ محمد بن تومرت۔ استاذ سیس۔ عطا۔ عثمان بن نہیک۔ حسن عسکری۔ محمد بن حسن عسکری۔ محمد مہدی عباسی۔ احمد بن کیّال۔ شیخ محمد خراسانی۔ محمد احمد سوڈانی۔ پوشیا۔ واہیہ۔ بہبود۔ ابراہیم بزلہ۔ علی محمد باب۔ محمد مسجوانی۔

قطع نظر ان سے خود ہندوستان میں ایسے بزرگوار پیدا ہوئے ہیں:

سید محمد جون پوری وغیرہ کو سب لوگ جانتے ہیں۔ اور پھر آخری بزرگ تو وہ ہے جسے رحلت فرمائے ابھی چند سال ہی ہوئے ہیں، اور جس کے کارناموں کے چرچے اپنی مدھم رفتار سے ابھی جاری ہیں۔ ہمارا اشارہ صاف ہے اور جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف ہے۔

انہوں نے مجدد ہونے کا دعوی کیا۔

مہدی آخرالزمان بنے۔

مسیح موعود اپنے آپ کو کہا (یہ جرأت ان سے قبل آج تک کسی اور نہ ہوئی تھی)۔

ہندؤوں کے لئے کرشن بنے۔

اوران سب پرطرہ کہ مرسل ونبی ہونے کا پیغام بھی دنیا کو دیا۔

ان سب دعووں کی تائید ہزار ہا الہاموں سے کی جن میں سینکڑوں وعدے اور سینکڑوں وعیدیں تھیں۔تحدیاں کیں۔پیش گوئیوں کورواج دیا۔نئی نئی باتیں بنائیں۔ بنی ہوئی سینکڑوں بگاڑنے کی کوشش کی۔ ماشاءاللہ علم وفضل کے مالک تھے۔مناظرے کے میدانوں میں بھی قدم مارے۔ہارے یا جیتے ،یہ قسمت کے کھیل تھے :

مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

لمبی تقریروں اورتحریروں سے ایک دونہیں، ہزاروں سادہ لوح متاثر ہوئے۔

مجذوبانہ بڑوں کے پھندوں میں کئی عقیدت شعار پھنسے۔

جہاں،محکمات،کو، متشابہات، کر دکھایا، وہاں خود ایسی ایسی ،متشابہات ، سے ارادت مندوں کومسحور کیا کہ وہ ،خصوصیات احمدیہ، ومرموزات مہدویہ، کے عقدوں سے تاقیامت کسی اورطرف آنکھ نہ پھیریں۔

پیر پرستوں کے لئے اکبراکابرالمشائخ ظاہر ہوئے۔

انتظارمہدی کے مریضوں کیلئے نہ صرف مہدی، بلکہ مسیحا بنے۔

سائنس دانوں کی خاطر معجزات کو نئے نئے رنگ دیئے۔

معجزہ کے طلب گاروں کے لئے پیشگوئیوں کے دفتر کھولے۔علماء کی تواضع تفسیر واجتہاد سے کی۔

گویا ہر محفل کے صدر بنے اور ہر رنگ پر اپنا رنگ غالب کرنے کی سعی کی۔ جس خیال کا کوئی دیکھا ،اسی خیال کے پردے میں اپنا خیال چھپا کر اس کے پیش کر دیا۔پھرکون تھا جواس کرشمہ کا شہید نہ ہوتا۔اوراس دعوت کوقبول نہ کرتا

بیک کرشمہ کہ نرگس بخود فروشی کرد
فریب چشم تو صد فتنہ در جہاں انداخت

جو بچ گئے اپنی قسمت کو دعائیں دیں،اورخدا بخشندہ کا شکرادا کریں:

کیں سعادت بزور بازو نیست

متبعین کی تعداد ابھی لاکھوں میں ہے۔ ہمارے بھائی ہیں، دل نہیں چاہتا

جوایک دفعہ ایک رشتہ میں ہمارے ساتھ منسلک ہو چکے تھے پھر کبھی ہم سے الگ ہوتے۔ مگر کیا کریں جس قطع و برید پر وہ تلے بیٹھے ہیں وہ انہیں کی ایجاد ہے نہ ہماری۔ مرزا صاحب موصوف میں کوئی ایسی خوبی ہوگی جسے دیکھ کر وہ باقی سب امت محمدیہ سے جدا ہوئے۔ مگر خدائے واحد شاہد ہے کہ ہمیں آج تک بجز دعووں اور بے جا تاویلوں اور تحریفوں کے کچھ نظر نہیں آیا۔ دل آزاری اپنے بھائیوں کی مطلوب نہیں، یہ لکھتے ہوئے اپنا دل دکھتا ہے، مگر مذہب کا معاملہ ہے، کتمان حقیقت یہاں گناہ ہے۔

مرزا صاحب کی ان کے مریدوں کی آنکھوں میں اگر کوئی ظاہری خوبی ہے بھی تو وہ یاد رکھیں کہ ہر جگہ ایسی ظاہری خوبی کے ساتھ کوئی نہ کوئی چھپی ہوئی بلا ایسی ضرور ہوگی جو اگر اس خوبی پہ جاتے ہیں تو اس بلا میں بری طرح گرفتار ہوتے ہیں

دلِ خالِ تو دیدہ است و ندیدہ خمِ زلفت
اے مرغ مرو درپئے ایں دانہ کہ دام است

یہ بہتان نہیں، جو لکھ رہے ہیں۔ بے جا حملہ نہیں، جو کر رہے ہیں۔ ایسا دعوی نہیں، جس کے محض دو چار سو ثبوت ہوں۔ حقیقت ہے اور حقیقت ظاہرہ صداقت ہے اور صداقت باہرہ۔ اسی حقیقت وصداقت کو کلی طور پر نہیں، تو جزوی طور پر کھولنے کا ارادہ ہے کہ یہ طول طویل مبادیات لکھنے پڑے۔

مرزا صاحب کے جو دعاوی قرآن وحدیث پر مبنی تھے، ان کا ردّ بارہا قرآن وحدیث سے کیا گیا اور وہ غیر معروف نہیں۔ آئے دن یہی جھگڑے ان کے مقلدین سے پیش رہتے ہیں۔ جو پردہ ہم اپنے بھائیوں، یعنی مرزا صاحب قادیانی کے پیرووٴں ،کی چشموں سے آج اٹھانا چاہتے ہیں، وہ وہ ہے جس کے اٹھتے ہی حقیقت کا رخ نگارین وہ خود دیکھ لیں گے۔ جو شہادت نہایت معتبر وغیر متزلزل سمجھ کر مرزا صاحب اپنی مہدویت کے ثبوت میں ہمارے بھائیوں دے گئے ہیں، وہی شہادت اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہوگی اور پکارے گی کہ میں کتنی مبدل اور محرف تھی جس صورت میں کہ جناب مرزا صاحب نے مجھے پیش کیا، میرے معنی کیا تھے اور کیا بنا کر دنیا کے سامنے پیش کئے گئے۔ مجھے نہ صرف یہ شکایت ہے کہ مرزا صاحب وہ مہدی نہ تھے، جس مہدی کیلئے میں کہتی ہوں، اور مجھے بے محل پیش کیا، بلکہ یہ کہ میرے حق میں مرزا صاحب اپنے علم و

فضل سے دور چلے گئے ۔میں ایک منظوم شہادت تھی ، مجھ کو مذاق ادب کی محک پر نہ پرکھا ۔حالانکہ ان کے حواریوں کا دعوی ہے کہ آپ عروض ومصرع سازی میں بھی یدطولی رکھتے تھے۔قرآن وحدیث کی طرح میری طرف بھی چشم تحقیق کو ہر گز ملتفت نہ ہونے دیا۔مجھے یہ شک ہے، شک نہیں گمان غالب ہے، کہ میری شکل کو دانستہ بگاڑا گیا ہے تا کہ میں کسی کی ہم شکل بن جاؤں۔میں مدتوں سے جو ہر زنگ زدہ تھی، انصاف کرتے ،چشم حق بین وا کو کرتے، تو یہ زنگ مجھ سے دور کرنے کی کوشش کرتے ،نہ کہ اور چڑھاتے۔خیر انہوں نے جتنا پردہ زنگاری میں مجھے چھپایا میری اتنی ہی قدر اور بڑھی اور میرے شوق دید نے آخر دلوں کو گرمایا، اور مجھ کو اصلی رنگ میں دیکھنے پر آمادہ کیا۔ یعنی ہر رنگ کے جامہ میں میرا انداز قد وہی رہا، جو تھا۔

شاہ نعمت اللہ کرمانی کی پیش گوئی اورمرزا قادیانی

کلام شاہ کرمانی نشان آسمانی ہے
کہ کاذب جس سے ثابت مدعیء قادیانی ہے

موجودہ مستشرقین یورپ میں پروفیسر براؤن چوٹی کے ادباء میں شمار ہیں۔ فارسی علم ادب وتاریخ پر آپ سند ہیں۔اس وقت جب کہ تمام مشرقی علوم وفنون کے خزانے اہل مغرب کے گھروں میں منتقل ہو گئے ہیں، پروفیسر موصوف جیسے فراخ حوصلہ آدمی جب کبھی ہم شرقیین کو ہماری لٹی ہوئی دولت سے بطور صدقہ وخیرات کچھ عنایت فرمائیں تو اسے قبول کرتے وقت بے شک ہم کو پشیمان بھی ہونا چاہیے اور غیرت میں بھی آنا چاہیے،مگر ساتھ ہی ان کے جائز شکریہ میں بھی بخل سے کام نہ لینا چاہیے۔

اورتصانیف کے علاوہ فارسی علم ادب کی تاریخ پر آپ ہمیں گراں بہاء ومستند کتابیں لکھ لکھ کے دے رہے ہیں۔اس سلسلہ کی تیسری کتاب ابھی ابھی ولایت میں چھپ کر یہاں پہنچی ہے، اس کا نام ہے:

فارسی علم ادب درعہد تاتاریاں

اس کتاب میں تاتاری زمانہ کے شعرا کے تذکرہ میں پروفیسر صاحب نے

شاہ نعمت اللہ کر مانی کے حالات وسوانح لکھے ہیں۔ اور ان کے مشہور مگر غیر مطبوع قصیدہ (برردیف ے بینم) کو، جس میں بہ سبیل کنایات امام مہدی علیہ السلام کے ظہور اور دیگر ملحقہ واقعات کے متعلق پیش گوئی کی گئی ہے، درج کیا ہے۔

اس معاملہ میں پروفیسر موصوف کی تحقیق وتدقیق کا اندازہ صرف اسی امر سے ہوسکتا ہے کہ وہ خود اپنے سفر ایران میں ہامان ، جہاں شاہ(نعمت اللہ) صاحب کا مزار ہے، گئے ہیں اور وہاں سے اس قصیدہ کا وہ نسخہ حاصل کیا ہے جس کو وہ نہایت معتبر اور سب سے قدیم بتاتے ہیں۔

ایسی قومیں کیوں نہ دنیا پر حکمرانی کریں جن میں اس قسم کے محقق افراد موجود ہوں جو غیر مما لک میں علمی تحقیقوں کی خاطر سفروں میں اتنی زحمتیں گوارا کریں۔

یہ تحقیقات خواہ اسی بنا پر کی جاتی ہوں کہ اقوام، جن پر حکومت کرنا مطلوب ہوان ، کے قلب ودماغ کے رجحان کا پتہ چلائیں، تاہم اس میں شک نہیں کہ یہ ہنر مند وہوشیار لوگ جو تحقیق بھی کرتے ہیں، اور خاص کر علمی اور ادبی تحقیق ، وہ تعصب اور طرف داری کی لوث سے پاک ہوتی ہے۔ایک اجہل سے اجہل بھی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایک غیر مذہب غیر ملک کا آدمی جس کو محض علمی وادبی ذوق مختلف مما لک میں کشاں کشاں لئے پھرتا ہے، وہ جو بات بھی اپنے فن کے متعلق پیش کرے گا وہ تعصب کی آلودگی سے پاک ہوگی۔

ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں، اور ہر وہ شخص جس نے یورپ کے مصنفین کی اس قسم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے وہ اس امر کو باور کرے گا، کہ یہ لوگ اگر مذہب اسلام نہیں تو اسلامی لٹریچر پر ضرور اپنی رائیں آزادانہ دیتے ہیں، اور وہی لکھتے ہیں جس کو وہ صحیح سمجھتے ہیں۔

مذہب اور تاریخ اسلام پر حملہ کرنے والے بھی عام طور پر اس گروہ سے نہیں ہیں، بلکہ وہ وہ اشخاص ہیں جن پر مذہبی رنگ زیادہ غالب ہے۔کم از کم ادباء کی نسبت ہر ایک کو ماننا پڑے گا کہ یہ اسلام کے اندرونی تفرقوں پر بحث کرتے اور اپنی رائے دیتے وقت طرف داری کے عیب سے پاک ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان کو طرفداری کی ضرورت بھی کیا ہوسکتی ہے۔ پروفیسر براؤن کو کیا غرض ہے کہ وہ حضرات

تشیع کی خاطر اہل تسنن کی کسی خوبی کو چھپائیں، یا ان کے ایک شاعر کو محض اس لئے برا کہیں کہ دوسرے کو خوش کرسکیں۔

شاہ نعمت اللہ کرمانی کے سوانح پروفیسر براؤن نے نہایت تحقیق کے بعد لکھے ہیں۔ان کتابوں کا حوالہ دیا ہے جہاں سے اخذ کئے ہیں۔گویا ہمارے لئے شاہ صاحب کو دنیا میں پھر زندہ کر دکھایا ہے۔شاہ (نعمت اللہ) صاحب کا قصیدہ: مے بینم ، جو ہمارا اصلی مبحث ہے، وہ اپنی دیانت کی بنا پر انہوں نے ویسے کا ویسے ہی کتاب میں درج کر دیا ہے جیسا ان کو ملا ہے اور جس کو وہ اپنی تحقیق پر سب سے معتبر اور قدیم بتا رہے ہیں۔

یہی شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی کا، قصیدہ، ،مے بینم ، وہ معرکہ آراء قصیدہ ہے جس میں شاہ نعمت اللہ صاحب نے اپنے وہ مکاشفات بیان فرمائے ہیں جو واقعات وحالات فتنۂ آخرالزمان اور ظہور امام مہدی پر مشتمل ہیں۔اس قصیدہ سے بھی بعض مدعیان مہدویت نے ویسا ہی تمسک کیا ہے جیسا کہ احادیث نبوی سے۔

چنانچہ پروفیسر براؤن ،جیسا کہ ان حالات سے جو انہوں نے شاہ صاحب کے لکھے ہیں آگے چل کر ظاہر ہو جائے گا، لکھتے ہیں کہ ایران میں بابیوں نے،ظہور باب ،کے متعلق بھی اسی سے استشہاد کیا اور اس کے ظہور کی تاریخ ایک شعر کے ان حروف ابجد سے نکالی جو ظہور مہدی کے متعلق اس میں دیئے گئے ہیں۔خواہ یہ حروف بدل کر ایسا گیا گیا ہو، کیا ضرور گیا۔

بقول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، ہندوستان میں سید احمد بریلوی صاحب کے پیرؤوں نے اسی شعر سے سید احمد صاحب موصوف کے ظہور کو اس پیش گوئی کے مطابق سمجھا، اور کہا کہ یہ پیش گوئی صرف ان ہی کے متعلق کی گئی تھی۔پھر ان کے اس دعوی کا ابطال کرتے ہوئے مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ ان پر (یعنی سید احمد پر) چسپاں کرنے والوں کی یہ صریح غلطی تھی۔پیش گوئی دراصل میرے (یعنی مرزا قادیانی کے) حق میں ہے۔تاریخ بھی چودھویں صدی برآمد ہوتی ہے، نہ کہ تیرھویں۔اور باقی حالات بھی میرے حسب حال ہیں، نہ کہ اس سے پہلے کسی اور کے۔

ان امور سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس پیشگوئی کی کتنی اہمیت ہے اور مدعیوں نے اس سے کس کس طرح تمسک کیا ہے۔

جو معتبر شہادت، کہ ہم نے اوپر لکھا ہے، مرزا صاحب سے بزبان حال شاکی اور نالاں ہے، اور ان کے صریح مخالف ہے، وہ یہی شہادت ہے۔ مرزا صاحب نے اسے اپنے حق میں ۱۸۹۲ء میں شائع کیا تھا۔ اٹھائیس سال بعد پروفیسر براؤن کی عنایت سے آج یہ شہادت طشت از بام ہوئی ہے۔ اور اپنے اصلی رنگ میں کھلے طور پر دنیا کے اور خاص کر مسلمانوں کے سامنے پیش ہوئی ہے۔

مسلمان، پروفیسر براؤن صاحب کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں، کم ہے۔ اگر وہ اسے اپنی کتاب میں درج کر کے شائع نہ کرتے، تو باطل اپنے آپ کو حق کی شکل میں پیش کر ہی چکا تھا، اور ہم بزدلوں میں سے کسی کو اسکے باقاعدہ ردّ کی جرأت نہ تھی۔ پروفیسر براؤن صاحب نے اپنی طرف سے محض ادبی دنیا پر یہ احسان کیا تھا، ان کو کیا معلوم تھا کہ مسلمانوں کے ہاں کسی فرقہ کی بنیاد ہی ایک حد تک اس خشت (اینٹ) پر قائم ہے۔ سو وہ اب دو شکریوں کے مستحق ہیں۔ ادبی لوگ بھی ان کے ممنون ہیں، اور مذہبی بھی۔

ہندوستان میں یہ پیش گوئی، جہاں تک ہمیں اس وقت تک معلوم ہوا ہے، پانچ چھ افراد سے زائد کے پاس موجود نہ تھی۔ ایک نسخہ لاہور میں تھا۔ ایک ندوۃ العلماء میں۔ ایک بہاولپور میں بتلایا جاتا ہے۔ ایک وہ ہوگا جس سے مرزا صاحب قادیانی نے نقل کیا اور اپنے حق میں شائع کیا۔ شائد ایک آدھ اور بھی بزرگ ہوں جن کے پاس قلمی نسخے ہوں۔

مرزا صاحب نے تمام دنیا کو چیلنج دیتے ہوئے جب اس آسمانی شہادت کو بطور حجت کے پیش کیا، تو اس کی تردید کسی طرف سے نہ ہوئی۔ حالانکہ ایسے نسخے جب بھی موجود تھے جو مرزا صاحب کی نقل سے اختلاف رکھتے تھے، اور جن سے کئی قسم کی قلعی کھل سکتی تھی۔ مگر اس وقت جو کسی کو تردید اور مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی، تو اس کی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ جس جس صاحب کے پاس یہ نسخہ تھا، وہ جانتا رہا کہ یہ میرے ہی پاس ہے اور کسی کے پاس نہیں۔ اگر میں نے شائع کیا اور مرزا صاحب قادیانی کے نسخے سے اختلاف ظاہر کیا، تو وہ کہیں گے کہ

دیکھو ہم تو مولوی اسماعیل شہید کی کتاب سے اسے نقل کر رہے ہیں، ہمارے

لئے یہ سند ہے۔تم بتاؤ کہاں سے اسے لے رہے ہو۔تم ہمارے نسخے کو جھوٹا
اور غلط کہتے ہو، تمہارا ہم سے زیادہ غلط ہے۔کیا ثبوت ہے تمہارے پاس
کہ تمہارا صحیح ہے اور ہمارا غلط۔

اگر ایک کو بھی اس کے شائع کرنے کی ہمت پڑتی اور بات چھڑ جاتی تو اور بھی اس کی مدد کو پہنچتے، بات کھل جاتی، مگر ہر ایک اسی ڈر سے چپ رہا اور ضبط کئے رہا۔ اور مرزا صاحب قادیانی بلا خوف تردید اپنی شہادت کو آسمانی شہادت کہہ گئے اور اپنی مہدویت کا سکہ جما گئے۔

اب جو پروفیسر براؤن کی کتاب آئی، بعض ادبی مذاق کے لوگوں میں اس کا چرچا ہوا، تو کئی احباب کو یاد آ گیا کہ مرزا صاحب قادیانی نے بھی اس قصیدہ کو اپنی مہدویت کا سنگ اساسی قرار دیا تھا، اور اسے شائع کیا تھا۔آؤ تو ان کے شائع کردہ قصیدہ اور اس کو ملائیں، کہاں تک مطابقت کھاتے ہیں۔

ایسا کرنے سے معلوم ہوا کہ فرق زمین آسمان کا نہیں، بلکہ تحت الثری اور فوق السماء کا ہے۔شک یہ ہونے لگا کہ دال میں اور بھی کالا ہے۔مرزا صاحب قادیانی نے اشعار کی جو ترتیب دی ہے، اس میں کئی طرح سے شکوک ہیں۔

بعض الفاظ و تراکیب اس طرح غلط اور الٹ پلٹ لکھے ہیں کہ معانی کو آسمان سے زمین کر دیا ہے۔

پھر جن اشعار کی اپنے حق میں تشریح کی ہے، ان میں تو اور بھی غضب ہے۔ کوئی بات نہیں چھوڑی جو ان کے مخالف ہو سکتی تھی اور اسی کو اپنے حق میں ثابت نہیں کیا۔

جن اشعار کی تشریح کر کے مضمون کا سلسلہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے وہ بھی اپنی مرضی کے مطابق تمام نظم میں سے کہیں کہیں سے اٹھا کر رکھ دئے ہیں۔

جو صریحا مخالف تھے، جن کی تاویل کی کوئی سبیل نہ تھی ان کو چھوا تک نہیں۔ گویا میٹھے میٹھے (جن کو خود میٹھے بنانے کی کوشش کی گئی ہے) سب چن کر رکھ لئے ہیں اور کڑوے کڑوے سب چھوڑ دیئے ہیں۔

خیر اس مضمون کو مفصل طور پر ہم اگلے باب میں لکھیں گے۔ یہاں پر یہ جتا

دینا ضروری ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اس شہادت کو معتبر ترین شہادت سمجھا ہے اور شہادتوں کے سلسلہ میں اس کو پہلے نمبر پر رکھا ہے۔ جہاں اس کو کتابی شکل میں شائع کیا ہے، اس کے ساتھ ایک اور مجذوب کے اقوال کو بھی بطور سند پیش کیا ہے جسکی نسبت اس جگہ کچھ لکھنا بے محل ہے۔ ان دونوں پیش گوئیوں کو ایک جگہ شائع کر کے مرزا صاحب قادیانی نے ان کو، حجت اللہ، سے تعبیر کیا ہے۔ کتاب کا ایک نام نشان آسمانی رکھا ہے اور دوسرا شہادت الملهمین۔ سرورق پر پہلا جملہ یہ کہتا ہے کہ:

الحمد لله و المنة کہ رسالہ شافیہ کافیہ جو مخالفوں پر حجت اللہ اور موافقوں کے لئے موجب زیادت ایمان وعرفان ہے..

حسب ذیل قطعہ بطور چیلنج اسی ٹائیٹل پر بحروف جلی رقم فرمایا ہے

این ست نشان آسمانی
مثلش بنما اگر توانی
یا صوفی خویش را بروں آر
یا توبہ بکن ز بد گمانی

قارئین کے دلوں پر اس شہادت کا اعتبار جو مرزا صاحب بٹھانا چاہتے ہیں وہ منقولہ صدر عبارتوں اور قطعہ سے پورے طور پر عیاں ہے۔ قطعہ کا دوسرا مصرع جس دعوی پر دال ہے وہ مخفی نہیں۔ گویا فأتوا بسورة من مثله کا جواب لکھا ہے۔ کوئی شخص ان الفاظ کو پڑھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ شہادت مرزا صاحب قادیانی کے خیال میں کوئی معمولی اور محض ضمنی سی شہادت تھی۔

ہمارے خیال میں اور کسی شہادت کی مرزا صاحب قادیانی کے خیال میں اتنی وقعت نہ تھی جتنی اس کی، اس لئے کہ اور شہادتیں زیادہ تر عقلی و نقلی ثبوتوں پر مبنی تھیں، اور یہ خاص الہام پر۔ جب ایک الہام کی تائید دوسرا الہام کرے تو وہ الہام کس حد تک صحیح اور معتبر نہ ہوگا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے اس سے زیادہ اور کیا بن پڑ سکتی تھی کہ وہ الہام کی تائید میں الہام ہی پیش کرتے۔ اس پر بھی جو نہ مانتے، وہ انہیں شقی ازلی کہنے کے ہر طرح مجاز تھے۔ سادہ لوحوں پر اس شہادت سے بڑھ کر اور کسی شہادت کا اثر بھی

کم ہوسکتا تھا۔ جہلا ء تو پھر شکار ہوئے ایسی باتوں کے۔ کتاب کا نام ہی شہادۃ الملہمین رکھ کر اس میں وہ جادو مضمر کر دیا کہ لاکھوں پڑے مسحور ہوں۔

اصل پیش گوئی اور اسکی تشریح جو مرزا نے کی ہے، اس پر تنقید

پروفیسر براؤن کی عبارت ظاہر کرتی ہے کہ شاہ نعمت اللہ کے دیوان کو مطالعہ کرنے والا اس نتیجہ پر پہنچتا ہے اور ان کی زندگی بھی ساری اسی رنگ کی تھی کہ وہ ہمیشہ تصوف میں غرقاب رہتے۔ اسی مضمون پر عام رسالے لکھتے اور مسئلہ وحدۃ الوجود کی تعلیم دیتے۔ اس سے الگ وہ عام طور پر بطور پیش گوئیوں کے کچھ کلام کہتے جس کا اشارہ فتنہ آخر الزمان اور ظہور مہدی کی طرف ہوتا۔ ان دونوں مضامین کی طرف ان کے کلام میں کئی کنائے ہیں اور بعض جگہ صاف بیانیوں سے بھی کام لیا ہے۔ اس قصیدہ میں، جو ہمارا مبحث فیہ ہے، انہوں نے ظہور مہدی اور اس سے قبل فتنہ آخر الزمان کے متعلق اپنے تمام مکاشفات کو یکجا اکٹھا کر کے بیان فرما دیا ہے۔

شاہ نعمت اللہ ۷۳۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۳۴ھ میں انتقال فرمایا۔ قصیدہ کی تصنیف کا سال عیاں طور پر کہیں نہیں دیا گیا، تاہم یہ واضح ہے کہ قصیدہ اسی زمانہ کا ہو سکتا ہے جب آپ صاحب مکاشفہ ہو چکے تھے۔ یہ زمانہ کم وبیش ۸۰۰ھ کے قریب ہوگا۔ قصیدہ لکھنے اور مکاشفات کے ظاہر کرنے میں جو اصول مدنظر رکھا گیا ہے، وہ صرف یہی ہوسکتا ہے کہ

سب سے مقدم ظہور مہدی کی تاریخ بتائی جائے۔
ساتھ یہ بتایا جائے کہ اس ظہور کے وقت سے پہلے دنیا کن کن مصائب و آلام اور فتنوں اور بے امنیوں میں مبتلا ہوگی۔
پھر جب دفعۃً ظہور ہو چکے گا تو کس طرح یہ خاکے فوراً بدل جائیں گے اور عالم امن وامان اور عدل وحق کا گھر بن جائے گا۔

ظہور امام کا سال جس شعر میں بتایا گیا ہے اس میں بدقسمتی سے حروف ابجد

رکھے گئے ہیں جن سے تاریخ برآمد ہوسکتی تھی، مگر زمانے کے اتنا لمبا گذر جانے اور اس قصیدہ کے نقل در نقل قلمی نسخوں کی حیثیت میں اب تک رہنے سے ان حروف کو اس طرح بدلا دیا گیا ہوا ہے کہ قریباً ہر نسخے میں یہ حروف ابجد مختلف ہیں۔

یہ سب کارستانیاں مدعیان مہدویت وغیرہ اور ان کے موید ین و مقلدین کے ہاتھوں ہی عام طور پر طے پاتی ہیں، کیونکہ تحریف وتبدیل کی جتنی ضرورت انہیں ہوتی ہے وہ کسی اور کو نہیں ہوتی، اور یہ خاص ملکہ بھی انہیں ہی حاصل ہوتا ہے۔

خیر جس طرح بھی ہوا، یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ اس شعر میں اصل حروف ابجد کیا تھے۔ یہ شعر پروفیسر براؤن کی کتاب میں یوں ہے:

عین (ع) و را (ر) دال (د) چوں گذشت از سال

بو العجب کاروبار مے بینم

وہ لکھتے ہیں کہ بابیوں نے جب: ظہور باب، پر اسے چسپاں کیا، تو انہوں نے کہا کہ

اصل میں عین (ع) کی بجائے غین (غ) ہے۔

جس سے تاریخ ۱۲۶۰ھ نکلتی ہے اور یہی باب کے ظہور کا زمانہ ہے۔

مگر غین (غ) کی بجائے عین (ع) رکھنے سے، جس طرح پروفیسر براؤن کے نسخہ میں ہے، یہ تاریخ ۲۷۴ھ بنتی ہے۔

شملہ کے خواجہ عبدالغنی صاحب کے پاس جو نقل ہے اور جس کو وہ سب سے معتبر ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں اس میں یہ حروف عین (ع)، زا (ز)، ذال (ذ) ہیں جن سے سال ۷۷۷ھ برآمد ہوتا ہے۔ انہیں کا قول ہے کہ ندوۃ العلماء والے نسخہ میں جس کی نقل ان کے پاس بھی ہے یہ حروف ضاد (ض)، زا (ز)، فاء (ف) ہیں۔

بہرصورت یہ سب مختلف ہیں۔ اس لئے تاریخ وسال کا تعین قطعاً محال ہے۔

مگر باوجود حروف میں اختلاف ہونے کے، ان تمام نسخوں میں حروف کی تعداد تین ہی ہے، اور وزن شعر بھی یہی کہہ رہا ہے کہ یہ حروف تین ہی ہونے چاہیں۔ اور اس میں تحریف وتبدیل کی گنجائش بھی اسی لئے ہوئی کہ ان حروف کی جگہ ان کے ہم وزن اور حروف رکھے جاسکتے تھے۔ مگر مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتاب میں جو نقل درج کی

ہے، اس میں یہ شعر مرزا صاحب کے مذاق شعر و ادب کا خوب پتا دیتا ہے اس میں درج ہے کہ

غین (غ) و رے (ر) سال چوں گذشت از سال
بو العجب کاروبار مے بینم

مان لیا جائے کہ مرزا صاحب کو جس نسخہ سے یہ نقل ملی اس میں اسی طرح لکھا تھا، مگر کیا مرزا صاحب کے ذوق ادب و کمالِ علم نے جب وہ،

سال چوں گذشت از سال،

لکھ رہے تھے، یہ سوال نہ کیا کہ آخر اس کے معنی کیا ہیں۔

پہلے لفظ، سال، کی بجائے ضرور تیسرے حرف کا اسم درج ہوگا۔ جس کے پڑھنے میں تجنیس خط نے اگر پہلے مرزا صاحب کو نہیں، تو جس کتاب سے مرزا صاحب لے رہے ہیں، اس میں درج کرنے والے نے دھوکا دیا ہوگا۔ مگر کیا مرزا صاحب کی علمیت اس سے بھی عاجز تھی کہ، وہ،

سال چوں گذشت از سال،

کو مہمل سمجھتے۔

غین (غ) و را (ر) سے عدد ۱۲۰۰ برآمد ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے بعض اشعار کی تشریح میں نہایت دقتوں سے تاویلیں کر کے اور شعروں کو آگے پیچھے رکھ کر بڑی مشکل سے اس ۱۲۰۰ھ کو چودھویں صدی ثابت کیا ہے۔ اس معما کو سمجھنا ہو تو ان کی تشریح کو ان کی کتاب نشان آسمانی، سے پڑھ لینا چاہیے۔ مرزا صاحب کو تو،

اگر وہ کچھ تحقیق کرتے اور اس پہلے لفظ، سال، کو چھوڑ کر اسکی جگہ دال (د) وغیرہ کوئی حرف رکھتے اور مصرع کو بامعنی بناتے تو،

ان کو خود فائدہ تھا۔ کیونکہ اس طرح تیرھویں صدی کو چودھویں صدی بنانے میں از خود کچھ نہ کچھ مدد مل جاتی۔ مگر مرزا صاحب کے پنجابی مذاق نے تو حرف، را، کے اسم کو بھی، رے، ہی لکھا۔

اس شعر کو اس کی موجودہ حالت میں خواہ یہ کسی نسخہ میں ہو، دیکھ کر جس نتیجہ پر کوئی شخص پہنچ سکتا ہے، اس سے اشتباہ ہی رہے گا کہ دراصل سال کون سا ہے۔ عقل و

فکر یہ کہتے ہیں کہ، بوالعجب کاروبار، سے اشارہ فتنہ آخرالزمان کی طرف ہے۔ اور چونکہ ظہور مہدی پیش گوئی کا مرکزی نقطہ ہے، اس لئے یہ حوادث و واقعات تھوڑا عرصہ قبل از ظہور امام وقوع پذیر ہونگے۔ ان حروف سے ۱۲۷۴ھ یا ۷۷ےھ کے عدد نکال کر اس قصیدہ کی تاریخ تصنیف کے بعد اتنے عرصوں کے واقعات پر اس پیش گوئی کو محمول کرنا عبث ہے۔ جب پیش گوئی کرنے والے کا مقصد اقصیٰ ظہور مہدی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ بے ربط اندھادھند اسلام پر تاتاری حملہ وغیرہ کی طرف اشارہ کر رہا ہو۔ فکر سلیم تسلیم کرتی ہے کہ: بوالعجب کاروبار، ضرور وہی واقعات ہیں جو ظہور امام سے تھوڑا عرصہ قبل ظاہر ہونا شروع ہوں گے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب مہدی تھے، تو کیا ان کے ظہور یعنی ان لفظوں میں ان کے دعوی کی تاریخ سے قبل، مگر ساتھ ہی متصل، یہ حوادث و واقعات جو شاہ صاحب نے بطور پیش گوئی بتائے ہیں، واقع ہوئے۔

جن اشعار میں ان واقعات کو عیاں طور لکھا گیا ہے ہم وہ بجنسہ درج کرتے ہیں۔ عبارت اشعار کی بالکل سلیس اور سادی ہے۔ کوئی لمبے چوڑے استعارات و تلمیحات نہیں کہ سمجھنے میں دقت ہو۔ ناظرین خود اندازہ لگالیں کہ اس بنا پر مرزا صاحب اپنے دعوی میں کس حد تک حق بجانب تھے۔

مرزا صاحب کا اپنا اصول، کسی پیش گوئی کا سچا یا جھوٹا جانچنے کی نسبت، یہ ہے کہ اگر کسی پیش گوئی کا ایک حصہ سچا ثابت ہو جائے، تو اس ساری کو منجانب اللہ سچا سمجھنا چاہیے۔ پس اگر وہ واقعات جو شاہ نعمت اللہ ولی نے ظہور مہدی سے قبل وقوع ہونے لکھے ہیں، مرزا صاحب کے دعوی سے قبل، بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ان کی موت کے دن تک بھی، نمودار ہوئے ہیں تو مرزا صاحب سچے ہو سکتے ہیں۔ مگر اگر یہ واقعات اس زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئے، تو مرزا صاحب قادیانی کا دعوی باطل تھا۔ ساتھ اس کے دوسری بات جو اس سے نتیجۃً اخذ ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب قادیانی کی وفات کے بعد یہ سب واقعات دنیا کو پیش آچکے ہیں، اور اس پیش گوئی کا یہ حصہ بالکل پورا اور سچا ثابت ہوا ہے، تو کیوں نہ جناب مرزا صاحب قادیانی کے اصول کے مطابق ہمارے مرزائی بھائی خود اس بات پر ایمان لے آئیں کہ اب ان واقعات کے بعد وہ

حقیقی مہدی جلوہ گر ہوگا جس کی اس قصیدہ میں پیش گوئی کی گئی ہے۔

جو واقعات ظہور امام برحق سے قبل ہونے والے ہیں، وہ حسب ذیل اشعار میں اپنا پتہ دے رہے ہیں

در خراسان و شام و مصر و عراق
فتنہ و کار زار مے بینم
ظلمتِ ظلم ظالمانِ دیار
بے حد و بے شمار مے بینم
قصہء بس عجیب مے شنوم
غصہء در دیار مے بینم
جنگ و آشوب و فتنہ و بیداد
از یمین و یسار مے بینم
غارت و قتل و لشکر بسیار
درمیان و کنار مے بینم
بندہ را خواجہ وش ہمی یابم
خواجہ را بندہ دار مے بینم
سکّہ نو زنند بر رخِ زر
درہمش کم عیار مے بینم
دوستانِ عزیزِ ہر قومے
گشتہ غم خوار و خوار مے بینم
ہر یک از حاکمان ہفت اقلیم
دیگرے را دو چار مے بینم
نصب و عزل بتلکچی و عمال
ہر یکے را دو بار مے بینم
ترک و تاجیک را بہم دیگر
خصمی و گیرو دار مے بینم

حال ہندو خراب مے یابم
جورِ ترک و تتار مے بینم
بقعہ خیر (مراد مکہ معظّمہ) سخت گشتہ خراب
جائے جمعِ شرار مے بینم
اندکے امن اگر بود آں ہم
در حدِ کوہسار مے بینم

کیا یہ سب واقعات مرزا صاحب کے مدعی ہونے کے قبل رونما ہو چکے تھے۔ مرزا صاحب نے ۱۸۹۲ء میں اس قصیدہ کو اپنے حق میں شائع کیا۔ایک شعر کی تشریح میں کہتے ہیں کہ دس سال ہو چکے ہیں مجھ کو لوگوں کو دعوت دیتے ،تو گویا اپنا دعویٰ انہوں نے ۱۸۸۲ء کے قریب کیا تھا۔کیا ۱۸۸۲ء سے پہلے دنیا نے یہ حالات دیکھے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا یہ واقعات ۱۹۰۸ء تک بھی رونما ہوئے جس سال جناب مرزا صاحب قادیانی نے رحلت فرمائی۔اور اگر نہیں ہوئے،تو مرزا صاحب قادیانی وہ مہدی کیوں تھے جو یہ پیش گوئی کہتی ہے۔

اب دیکھئے اس پیش گوئی کا مہدی جب ظاہر ہو چکے گا تو اس کے ظہور کے بعد دنیا میں یہ کیفیتیں ہوں گی

بعد امسال و چند سال دگر

(چند سال کے لفظ سے دھوکا نہ ہو،مرزا کے دعویٰ کو چالیس سال گذر رہے ہیں)

عالمے چوں نگار؟ مے بینم
ایں جہان را چو مصر مے نگرم
عدل او را حصار مے بینم
عاصیاں از امام معصوم
خجل و شرمسار مے بینم
بر کفِ دست ساقئی وحدت
بادہء خوش گوار مے بینم

تیغ آہن دلانِ زنگ زدہ
کند و بے اعتبار مے بینم
زینت شرع در رونقِ اسلام
ہر یکے را دو بار مے بینم
گرگ با میش و شیر با آہو
در چرا برقرار مے بینم
گنج کسری و نقد اسکندر
ہمہ بر روئے کار مے بینم
ترک عیار مست مے نگرم
خصمِ او در خمار مے بینم

کیا مرزا صاحب قادیانی کے دعوی سے لے کر آج تک ان باتوں میں سے کوئی بات پوری ہوئی۔ ابھی تو وہی باتیں تمام و کمال ظہور پذیر نہیں ہوئیں جو ان اشعار سے اوپر درج کردہ اشعار میں بتائی گئی ہیں، تو یہ کب ہوتیں۔

نائب مہدی آشکار شود
بلکہ من آشکار مے بینم

نہ صرف ظہور مہدی سے قبل کے واقعات، جس طرح اس پیش گوئی میں درج ہیں، ظاہر نہ ہوئے تھے بلکہ خود اس ظہور کے متعلق جو باتیں اور شرائط ہمیں بتائی گئی ہیں وہ بھی ابھی ہرگز پیدا نہیں ہوئیں۔

خود حضرت مہدی کی ذات کی نسبت ہم جو کچھ اس قصیدہ میں پڑھتے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو ان باتوں سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ ان میں وہ شرائط نہ پائی جاتی تھیں۔ اور یہی اخص مبحث ہے جس کی طرف ہم ان کے مریدین کی توجہ مخصوص طور پر منعطف کرانا چاہتے ہیں۔ یہی وہ خاص مقام ہے اس قصیدہ میں جہاں مرزا صاحب پر کئی قسم کے اعتراض و شکوک خود بخود وارد ہوتے ہیں۔

واقعات قبل مہدی کا ذکر کر کے شاہ نعمت اللہ فرماتے ہیں کہ

گرچہ مے بینم ایں ہمہ غم ہا
شادی غم گسار مے بینم
غم مخور زانکہ من دریں تشویش
خرمنِ وصل یار مے بینم

(بعض نسخوں میں ہے: خرمی وصل یار مے بینم)

بعد امسال و چند سال دگر
عالمے چوں نگار مے بینم

(مجمع الفصحاء میں لفظ امسال کی بجائے ایں سال ہے)

آگے لکھتے ہیں کہ:

چوں زمستان پنجمیں بگذشت
ششمش خوش بہار مے بینم

زمستان اول کب سے شروع ہوتا ہے۔ وہ پہلے شعر میں لفظ: امسال، بتارہا ہے۔ امسال، سے وہی سال مراد ہوسکتا ہے جس سال میں یہ حوادث قبل از ظہور اپنی انتہاء کو پہنچے ہوئے ہوں گے۔

مرزا صاحب قبلہ نے اس شعر کے پڑھنے اور اس کی تشریح کرنے میں اپنے تمام علم وقابلیت کو صرف کر دیا ہے آپ نے لکھا ہے:

چوں زمستان بے چمن بگذشت
شمس خوش بہار مے بینم

اگر وہ نسخہ جس سے مرزا صاحب نے نقل لی، مطبوع تھا، اور اس میں درج کرنے والے نے جس قلمی نسخے سے لیا، اس میں: زمستان پنجمیں، کو تجنیس خط کی وجہ سے اس نے: زمستان بے چمن، اور ششمش کو شمس، پڑھا، یہ اس کا قصور تھا۔

مان لیا (بشرطیکہ اس کو ثابت کر دیا جاوے)، مگر کیا مرزا صاحب کا کوئی مرید جو بے شک فاضل جید بھی ہو بتا سکتا ہے کہ: زمستاں بے چمن، کس مرغ کا نام ہے۔ اور شمس خوش بہار، کس زبان کی ترکیب ہے۔

مرزا صاحب کیا اسکو مہمل سمجھنے سے بھی قاصر تھے۔ اور پھر ان کی شاعری و

عروض دانی

شمس خوش بہار مے بینم

کوکس طرح کہتی تھی کہ یہ موزوں مصرع ہے۔

ہم نہیں کہہ سکتے جناب مرزا صاحب لفظ شمس (بسکون میم) کو یہ شعر پڑھتے وقت شمّس (بہ تشدید میم) پڑھتے ہوں، یا شَمَس (بہ حرکت میم)۔مگر کمال تو یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس مہمل و غلط شعر کی بھی اس طرح تفسیر کی ہے کہ، چودھویں صدی، کے مدعی پر اس پیش گوئی کا چسپاں ہونا بھی اسی شعر سے نکل آیا ہے، اوران کا مجدد وقت ہونا اسی سے ثابت ہوگیا۔سبحان اللہ، ماشاءاللہ، چشم بددور، آپ اس کی تشریح میں یوں رقم طراز ہیں کہ

یعنی جب کہ زمستان بے چمن مراد یہ ہے کہ جب تیرھویں صدی کا موسم خزاں گذر جائے گا تو چودھویں صدی کے سر پر آفتاب بہار نکلے گا یعنی مجدد وقت ظہور کرے گا۔

لا حول و لاقوۃ الا باللہ ۔صدی کا موسم خزاں کیا ہوتا ہے؟

دیکھ لیجئے حضرات! یہ ہے زمستان بے چمن سے مراد، اور یہ ابلغ کنا یہ تھا، شمس خوش بہار، کے استعارہ میں: سخن شناس نہء دلبرا...

ہائے اللہ! اگر یہی الفاظ ہیں جن سے آپ چودھویں صدی کے مجدد ثابت ہیں، تو پھر اب اس ثبوت کے بعد کسی اورکو دعووں کے ثبوت لانے پر کیوں جرأت ہوگی خیال فرمائیے کہ اصل شعر ہو

چوں زمستان پنجمیں بگذشت
ششمش خوش بہار مے بینم

اسکو پڑھا جائے

چوں زمستاں بے چمن بگذشت
شمس خوش بہار مے بینم

اوراس کی تشریح وہ کی جائے جو مرزا صاحب نے کی ہے، اور پھر اس پر دعوی مجددیت کی بنا رکھی جائے۔کوئی ہے ایسا جو شمہ بھر عقل دماغ میں رکھتا ہو اور اس دعوی

اور ثبوت پر وہ کچھ کہے جو اسے کہنا چاہیے۔

مگر اس سے بڑھ کر، بلکہ سب سے بڑھ کر، مزے کی بات آگے ہے۔ اس شعر سے اگلا وہ شعر ہے جو اس ساری پیش گوئی میں وہ شرط پیش کرتا ہے جس سے کسی مدعی مہدویت کی دال نہیں گل سکتی اور نہ آج تک گلی ہے، مگر مرزا صاحب نے بھی جس طرح اس بلا سے بچنے کی کوشش کی ہے وہ بھی انہیں کا حصہ تھا۔ یہ شعر ہے

نائب مہدی آشکار شود

بلکہ من آشکار مے بینم

اس قصیدہ میں دراصل تین خاص ہستیوں کے ظہور کا پتہ دیا گیا ہے:

سب سے پہلے نمبر پر نائب مہدی، ہیں

پھر ان کا پسر،

پھر، خود امام۔

نائب مہدی یا خود امام کے متعلق: ہفت باشد وزیر وسلطانم، بھی کہا گیا ہے

(یہ اعتراض کہ نائب مہدی، مہدی سے پہلے کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ نائب تو بعد میں آتا ہے، عبث ہے کیونکہ حضرت مہدی اس وقت پیدا ہو چکے ہوئے ہوں گے۔ ابتدائی زمانہ مہدویت کو سنبھالنے کے لئے اور دنیا کے ارتقاء کو اسکے انتہاء تک پہنچانے کیلئے حضرت مہدی سے ایسے حضرات ضرور پہلے ہی ہوں گے۔ یہ نائب اس اصل صاحب مقام کے لئے میدان طیار کریں گے اور نقیبوں کا کام دیں گے)۔ یہ شعر تمام ان نسخوں میں موجود ہے جو ہمارے علم میں ہیں۔

مولوی عبدالغنی صاحب کے نسخہ میں یہ ہے۔

ندوۃ العلماء والے نسخہ میں یہ ہے۔

پروفیسر براؤن کے نسخہ میں یہ ہے۔

تذکرۃ مجمع الفصحاء، میں بھی ہے

مگر مرزا صاحب قبلہ کی نقل میں یہ معدوم ہے۔

کیا مرزا صاحب کا کوئی مرید یہ بتائے گا کہ جس کاپی سے مرزا صاحب نے قصیدہ نقل کیا ہے اس میں بھی یہ موجود نہیں۔ اور گر وہاں ہے اور مرزا صاحب قادیانی نے دانستہ اسے درج نہیں کیا، تو کیا مرزا صاحب قادیانی کی دیانت اس مقام میں

معرض خطر میں نہیں۔

مگر معاملہ صاف ہے۔ اگر مرزا صاحب قادیانی اس شعر کو لکھ دیتے تو پھر انہیں ثابت کرنا پڑتا کہ مجھ سے پہلے فلاں شخص نائب مہدی تھا، اور وہ ظاہر تھا کہ کوئی بھی نہ تھا۔

جس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ شعر اس نسخہ میں ضرور ہوگا جس سے مرزا صاحب نے نقل کی اور اسے دانستہ درج نہ کیا، وہ (بنا) اس اگلے شعر میں موجود ہے۔ مرزا صاحب نے اس اگلے شعر کو درج کیا کیا۔ اور: چوں زمستان بے چمن، کے بعد ساتھ ہی یہ شعر ہے

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

چونکہ لفظ پسر اس میں آ گیا، مرزا صاحب قادیانی کو صاحب اولاد ہونے کی وجہ سے اس میں بڑی بھاری تائید و تقویت نظر آئی، اور اسکو اپنی ایک پیش گوئی کے مطابق لکھا۔ مگر افسوس یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ ،او، کون ہے۔ کیا وہی ،شمس، جو اصل میں ششمش ہے اور کیا، او، کی ضمیر شمس کی طرف جا بھی سکتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس شعر سے اوپر کا شعر،

نائب مہدی آشکار شود،

وہاں لکھا ہوگا مگر وہ چھوڑ دیا گیا۔ ورنہ مرزا صاحب قادیانی کو کیا پڑی تھی کہ، او، کی ضمیر کو خواہ مخواہ بیجان کی طرف راجح کرتے۔

اچھا ہم فرض کر لیتے ہیں کہ یہ شعر یعنی، نائب مہدی، والا اس کاپی میں نہ ہو گا جس میں سے مرزا صاحب نے نقل کی، مگر اب جب یہ باقی تمام نسخوں میں موجود ہے اور بغیر شمہ بھر اختلاف کے موجود ہے، تو کیا مرزائی صاحبان یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ شعر اس قصیدہ کا نہیں۔ اور اگر ہے، تو وہ کون نائب مہدی تھا جس کے بعد مرزا صاحب قادیانی تشریف لائے۔ اور اگر کوئی نہیں تھا تو کیا مرزا صاحب قادیانی اس پیش گوئی کے مطابق مہدی تھے؟

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

کے بعد یہ شعر ہے

بندگان جنابِ حضرت او

سر بسر تاجدار مے بینم

اس ،او، پر بھی جناب مرزا صاحب نے غصب کیا ہے، اور اس کو بھی اپنے شمس کی طرف لے گئے ہیں ،حالانکہ حق ، پسر ، کا تھا۔کتنا ظلم ہے اور ناانصافی ۔اور پھر کس سے؟۔تاجداروں کو آخر اپنے ہی ، بندگان ،شمار کیا۔ یہ کسی اور کا حصہ کیوں ہوتا۔ اس کی تشریح بھی کچھ دلچسپی سے کی ہے۔ لکھتے ہیں:

یعنی یہ بھی مقدر ہے کہ بالآخر امراء اور ملوک اس کے معتقد خاص ہو جائیں گے اور اس کی نسبت ارادت پیدا کرنا بعضوں کیلئے دنیوی اقبال اور تاجداری کا موجب ہوگا۔،

فرماتے ہیں:

یہ اس پیش گوئی کے مطابق ہے جو اس عاجز کو خدا تعالی کی طرف سے ملی کیونکہ خدا تعالی نے اس عاجز کو مخاطب کرکے کہا کہ میں تجھ پر اس قدر فضل کروں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔اور ایک جگہ فرمایا کہ تیرے دوستوں اور محبّوں پر بھی احسان کیا جائے گا۔،

ایں سعادت بزور بازو نیست

پھر کچھ شعر چھوڑ کر اس شعر کی تشریح کی ہے:

تا چہل سال اے برادر من

دور آں شہسوار مے بینم

یہ بھی پر لطف ہے ۔اس میں بھی : آں شہسوار، دراصل اس پسر ہی کی طرف اشارہ ہے،مگر آپ نے اسے بھی اپنے حق میں لیا ہے۔لکھتے ہیں:

یعنی اس روز سے جو وہ امام ملہم ہوکر اپنے تئیں ظاہر کرے گا، چالیس برس تک زندگی کرے گا۔

اب واضح ہو کہ یہ عاجز (آپ نے ہرجگہ اپنے آپ کو عاجز لکھا ہے) اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کیلئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ اسّی (۸۰) برس تک یا اسکے قریب تیری عمر ہے ۔سو اس الہام سے

چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے، جن میں سے دس برس کامل گذر بھی گئے (دیکھو براہین احمدیہ۔ص ۳۸) و الله علی کل شیء قدیر ۔
اگر چہ اب تک حضرت نوح کی طرح دعوت حق کے آثار نمایاں نہیں، لیکن اپنے وقت پر تمام باتیں پوری ہوں گی ۔،

کیا مزے کی باتیں ہیں ۔ یہی کہہ دینا بس ہوگا کہ آپ ۱۹۰۸ء میں دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ ناظرین خود اندازہ لگالیں کہ اس اپنی تشریح کے مطابق کہاں تک سچے تھے۔

ایک اور لطف کی بات ہے کہ آپ نے اکثر شاہ نعمت اللہ صاحب کی پیش گوئیوں کو اپنی پیش گوئیوں کی محک پر پرکھا ہے اور اس کتاب میں ہر جگہ لکھا ہے کہ:

یہ بعینہ اس عاجز کی اس پیش گوئی کے مطابق ہے، جو براہین احمدیہ کے صفحہ فلاں پر درج ہے ۔،

براہین احمدیہ قرآن سے کم کہاں رہ گئی، مگر شاہ نعمت اللہ تو حضرت مرزا صاحب سے کئی سو سال پہلے یہ باتیں کہہ گئے ہوئے تھے۔ کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ شاہ صاحب کا یہ قصیدہ مرزا صاحب قادیانی کے قبضہ میں مدت سے تھا۔ اور پھر اس سے دیکھ کر آپ اسی کے مطابق پیشگوئیاں کرتے رہے (یہ فرضی باتیں ہیں بطریق استدلال لکھ رہے ہیں، ورنہ حقیقتاً ان پیشگوئیوں کو ان کی پیش گوئیوں سے کیا نسبت) پھر براہین احمدیہ میں چھاپ کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ دیکھو یہ ہماری اس پیش گوئی کے مطابق ہے جو ہم نے فلاں صفحہ پر درج فرما رکھی ہے۔

خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔

تشریح کرتے وقت مضمون کو ربط دینے کیلئے ایک دو شعر کے بعد مرزا صاحب نے جس شعر کی تفسیر کی ہے، وہ یہ ہے:

ید بیضا کہ باد پائندہ
باز با ذولفقار مے بینم

اس کو مرزا صاحب قادیانی نے اپنے مذاق کے مطابق یوں لکھا ہے، یا یوں پڑھا ہے اگر لکھنے میں ان کی کوئی غلطی نہیں

ید بیضا کہ با او تابندہ
باز با ذوالفقار مے بینم

مرزا صاحب کی تشریح:

یعنی اسکا روشن ہاتھ جواتمام حجت کی رو سے تلوار کی طرح چمکتا ہے، پھر میں اس کو ذوالفقار کے ساتھ دیکھتا ہوں۔ ایک زمانہ ذوالفقار کا تو وہ گذر گیا کہ جب ذوالفقار علی کرم اللہ وجہ کے ہاتھ میں تھی مگر خدا تعالی پھر ذوالفقار اس امام کو دے گا، اس طرح پر کہ اس کا چمکنے والا ہاتھ وہ کام کرے گا جو پہلے زمانہ میں ذوالفقار کرتی تھی۔ سو وہ ہاتھ ایسا ہوگا کہ گویا وہ ذوالفقار علی کرم اللہ وجہ ہے جو پھر ظاہر ہوگئی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ امام سلطان القلم ہوگا اور اس کی قلم ذوالفقار کا کام دے گی (آہ! مونث قلم کب یہ کام دے سکتی ہے)۔ یہ پیش گوئی بعینہ اس عاجز کے اس الہام کا ترجمہ ہے (جو بات ہم نے اوپر کہی، وہ سچ نکلی) جو اس وقت سے دس برس پہلے براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے (صحیح ہے، نعمت اللہ شاہ صاحب کی پیش گوئی اس وقت تک کب چھپی تھی کہ متقدم ٹھہرتی) اور وہ یہ ہے:

کتاب الولی ذو الفقار علی، یعنی کتاب اس ولی کی ذوالفقار علی کی ہے۔ یہ اس عاجز کی طرف اشارہ ہے۔ اسی بنا پر بارہا اس عاجز کا نام مکاشفات میں غازی رکھا گیا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے بعض دیگر مقامات میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ (کہنا نہ کہ آپ غازی نہ تھے)

اس کے سوا کچھ اور کہنے کا کیا یارا، کہ

بریں شرح ونکتہ بباید گریست۔

یعنی: بریں عقل ودانش بباید گریست۔

ابھی مرزا صاحب نے اوپر کہا تھا کہ میرا نام غازی رکھا گیا ہے۔ یہ لو شاہ نعمت اللہ کی پیش گوئی بھی یہی کہنے لگی۔ اگلا شعر اب درج کرتے ہیں:

غازی دوست دارِ دشمن کش
ہمدم و یار غار مے بینم

(جوغازی آپ بن رہے ہیں ہمارے خیال میں ذال (ذ) کے ساتھ ہوگا یعنی غاذی۔مکلّف غذائیں ضرور استعمال کرتے ہوں گے یہ دعوی سچا ہے)

آپ نے اس کی تشریح بالکل درست لکھی ہے اوران کے اپنے حق میں کیسی سچی کہ:

وہ خداتعالی کی طرف سے غازی ہے۔دوستوں کو بچانے والا اور دشمنوں کو مارنے والا۔،

بس۔اگراس کے معنی سمجھ نہ آسکیں تو قارئین اوپر کے شعر ید بیضاء والے کے معنی پھر سے پڑھ لیں۔

بس، یہاں تک آپ مہدی تھے،آگے جو بنتے ہیں خوداگلے شعر کی تشریح سے سمجھ لیجئے۔اور مسئلہ ارتقا کا تقاضا بھی یہی تھا

صورت و سیرتش چو پیغمبر
علم وحلمش شعار مے بینم

مرزا صاحب کی تشریح:

یعنی ظاہروباطن اپنا نبی کی مانند رکھتاہے اورشان نبوت اس میں نمایاں ہے اورعلم اورحکم اس کا شعار ہے۔مراد یہ کہ بباعث اپنی اتباع کے گویا وہی صورت اور وہی سیرت اسکوحاصل ہوگئی ہے۔یہ اس الہام کے مطابق ہے(دیکھئے پھرلگا نعمت اللہ شاہ صاحب کی پیش گوئی کے سچا ہونے کا ثبوت ملنے) جواس عاجز کے بارہ میں براہین میں چھپ چکاہے اوروہ یہ ہے

جری اللہ فی حلل الانبیاء یعنی فرستادہ خدادرحلہ انبیاء۔

قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ: فرستادہ خدا، کسے کہتے ہیں۔

نظامی گنجوی نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں یہ لکھا تھا:

فرستادہء خاص پروردگار

صورت وسیرت کے معنی: ظاہرو باطن،لکھنا بھی قابل غور ہے۔

بباعث اپنی اتباع کے وہی صورت اور وہی سیرت ہے۔، یہ اتباع کی صورت ہوئی ، یا مرزا صاحب کی ،اورپھراپنی اتباع ، یا،ان کی اتباع۔،

زینت شرع و رونق اسلام
محکم و استوار مے بینم

مرزا صاحب کی تشریح:

یعنی اس کے آنے سے شرع آرائش پکڑ جائے گی اور اسلام رونق پر آ جائے گا اور دین متین محمدی محکم اور استوار ہو جائے گا۔(ہمیں افسوس ہے کہ مرزا صاحب نے یہاں: دین متین محمدی، لکھ کر ہمارے احمدی بھائیوں پر چوٹ کی ہے) اس الہام کے مطابق ہے جو اس عاجز کی نسبت اس وقت سے دس برس پہلے براہین میں چھپ چکا ہے اور وہ یہ ہے

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان بر منار بلندتر محکم افتاد۔

اور نیز یہ الہام

هو الذی ار سل رسو له بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله دیکھو صفحہ ۲۳۹ براہین احمدیہ۔حاشیہ۔

یہ الہام معلوم ہوتا ہے کہ محمدیوں کے حق میں اس لئے پورا نہیں ہوا کہ باوجود مرزا صاحب کے اپنے الہام میں انہیں یاد کرنے کے وہ ان کے پھندے میں نہ آئے۔ ورنہ کوئی وجہ تھی کہ خدا خود ایک وعدہ کرے اور وہ پورا نہ ہو۔ مگر وقت آنے والا ہے، ہم سچے دل سے شہادت دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کا یہ الہام کم از کم ضرور سچا ہو کر رہے گا کیونکہ یہ الہام روز و شب ہر ایک مسلمان کو ہو رہا ہے۔

آگے پھر وہ شعر ہے جس میں مرزا صاحب قادیانی کی دیانت کو کسی کسوٹی کی ضرورت ہے۔

تمام نسخے، جن کے ہم نے اوپر حوالے دیئے ہیں، اس شعر کو جس میں امام موعود کا نام دیا گیا ہے، یوں لکھتے ہیں

میم (م) حا (ح) میم (م) دال (د) مے خوانم
نام آن نامدار مے بینم

میم، حا، میم، دال سے تو محمد بنتا ہے۔ یہی نام احادیث نبوی میں ہے

یوا طی اسمه اسمی

پیش گوئی کے باقی سب نسخے بھی، جیسا کہا گیا ہے، اس پر متفق ہیں مگر مرزا صاحب قادیانی کی، سبز، کتاب کہتی ہے

ا ح م و دال (د) مے خوانم

نام آں نامدار مے بینم

یوں لکھنے سے اگر چہ پہلے مصرع کا وزن نہیں رہتا کیونکہ ابجد کے پہلے ہمزہ کا اسم، الف، بکسر و لام ہے، نہ کہ بسکون لام جس کے معنی ایک ہزار کے ہو جائیں گے۔ الف بتحریک لام پڑھ سکتے ہیں مگر آ گے، حا، کا تلفظ مانع ہے۔ اور یہ بھی سمجھ نہیں آ سکتا کہ شاہ نعمت اللہ جیسے شاعر نے اسے الف بسکون لام ہی باندھ دیا ہو۔

کیا ہم اس موقع پر بھی مرزائی صاحبان کو چیلنج دے سکتے ہیں کہ وہ ثابت کریں یہ حقیقت میں : اح م د ، ہی ہے اور مرزا صاحب قادیانی نے اس کے لکھنے میں صفائی برتی ہے۔ اور اگر یہ نہیں، م ح م د ہے تو پھر مرزا غلام احمد صاحب اس پیش گوئی کے مہدی کیوں تھے۔

(سائیں گلاب شاہ کی پیش گوئی مرزا صاحب کے متعلق جو اسی کتاب نشان آسمانی میں دوسری جگہ درج ہے شاہ صاحب کی پیش گوئی سے زیادہ معتبر معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس میں مرزا صاحب کا پورا نام غلام احمد، سائیں گلاب شاہ کو بتایا گیا ہے۔ قارئین اس پیش گوئی کو بھی ضرور پڑھیں۔ بڑی پرلطف ہے)

مگر اس: م ح م د، کے شعر سے قبل تمام نسخوں میں اور خود مرزا صاحب کے نسخہ میں بھی وہ شعر ہے جو دراصل امام موعود کی طرف اشارہ کرتا ہے اور، نائب مہدی، اور، پسرش یادگار، والے شعروں کے بعد ہے۔ یعنی اسی قاعدہ کے مطابق کہ پہلے نائب مہدی ہوگا، پھر اسکالڑ کا، اور پھر خود امام منتظر جلوہ نما ہوں گے۔ اس لحاظ سے خواجہ عبدالغنی صاحب شملوی کے نسخہ کی ترتیب اس مقام پر زیادہ ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ اس میں یہ اشعار ہیں:

نائب مہدی آشکار شود

بلکہ من آشکار مے بینم

پادشاہِ تمام دانائی

سرورِ باوقار مے بینم

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم
بندگانِ جناب حضرت او
سر بسر تاجدار مے بینم
(مرزائی پھر یاد کر لیں کہ یہ شعر حضرت نائب مہدی کے فرزند کے متعلق ہے)
بعد از و خود امام خواہد بود
کہ جہاں را مدار مے بینم
پادشاہِ امامِ ہفت اقلیم
شاہ عالی تبار مے بینم
میم (م) و حا (ح) میم (م) دال (د) مے خوانم
نام آں نامدار مے بینم

اس ترتیب سے ان حضرات کے ظہور کی ترتیب از خود نمایاں ہے، مگر مرزا صاحب قادیانی نے باوجود اس امر کے کہ اپنی نقل میں اس،

بعد از و خود امام خواہد بود،

کے شعر کو درج کیا ہے، ان اشعار میں اس کو بالکل نہیں رکھا جن کی ایک جگہ تشریح کی ہے، اور کرتے بھی کس طرح۔

سب سے پہلے، شمس خوش بہار، کو اپنی طرف منسوب کر چکے۔ پھر

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

کو اپنے اوپر لگایا۔ پھر

بندگانِ جناب حضرتِ او
سر بسر تاجدار مے بینم

میں بھی، او، خود ہی بنے
اب اگر لکھتے کہ

بعد از او خود امام خواہد بود،

تو اس، او، کو کہاں لے جاتے۔ اور ان:

خود امام،

کے الفاظ کو کیا کرتے۔ کیونکہ، خود، کا لفظ کہہ رہا ہے کہ امام سے پہلے اس کے نائب وغیرہ ضرور ظہور پذیر ہوں گے۔

ہمیں نہایت رنج سے لکھنا پڑا ہے کہ اس شعر کو تشریح میں چھوڑنے سے مرزا صاحب قادیانی نے اپنی صفائی کا ثبوت نہیں دیا۔ اور جب اسکو نقل میں لکھا بھی تو کیوں اس کے معنی پر غور نہ کیا۔ کیوں نہ اپنے ضمیر سے پوچھا بلکہ اپنے معمولی نحو کے علم سے دریافت کیا کہ یہ، او، کی ضمیر اس شعر میں کس کی طرف جاتی ہے۔ اور پھر: بعد از او، کے کیا معنی۔ کس کے بعد۔ اگر وہ ایک ہی شخص ہے جس نے ظاہر ہونا ہے، تو ان الفاظ کے کیا معنی: بعد از وخود امام خواہد بود۔ کا کیا مطلب۔

مگر ہم بھول گئے۔ مرزا صاحب قادیانی نے تھوڑی احتیاط ضرور برتی ہے۔

بعد از و، کو، بعد ازاں، لکھا ہے،

و مگر، خود، کی طاقت کو نہیں دبا سکے۔

او، کو چھوڑو، آن، ہی سہی۔ یہ معنی کہ کوئی شخص نہیں کوئی واقعہ ہوگا، تو پھر بھی، بعد ازاں خود امام خواہد بود، کے ظہور کا مضمون تو وہی رہے گا کہ وہ اوپر کے بیان کردہ لوگوں اور واقعات کے بعد آئے گا۔

م ح م د کا شعر جو مرزا صاحب کے ہاں، اح م د، بن گیا ہوا ہے، اس شعر کے بعد ہے۔ اگلا شعر جو تشریح میں درج کیا ہے، یہ شعر ہے:

دین و دنیا ازو شود معمور
خلق زو بختیار مے بینم

تشریح لکھتے ہیں:

یعنی اس کے آنے سے اسلام کے دن پھریں گے اور دین کو ترقی ہوگی اور دنیا کو بھی..الخ۔

ہم اتنی تشریح نقل کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں کیونکہ آگے جو کچھ لکھا ہے وہ پھر اس کی تشریح ہے۔ اسلام کے دین و دنیا کو مرزا صاحب نے جو ترقیاں دی ہے وہ

پوشیدہ نہیں۔اس تشریح میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

اور یہ جو اشارہ کیا کہ اس کے آنے سے اسلام کی دینی و دنیوی حالت صلاحیت پر آجائے گی۔اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جو خدا تعالی کی طرف سے آتا ہے وہ اسلام کے لئے رحمت ہو کر آتا ہے اور اسی کے ساتھ جلد سے یا دیر سے رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔،

یہ : یا دیر سے، ملاحظہ ہو۔

اور اوپر لکھ رہے ہیں: اس کے آنے سے، ہی یہ کچھ ہوتا ہے۔

اور شعر بھی کہہ رہا ہے کہ،

دین و دنیا از وشود معمور،

مگر معمولی بات ہے۔مرزا صاحب دانا تھے۔انہیں اپنی اصل حقیقت معلوم تھی۔، یا دیر سے، کہے بغیر باقی کی بات ساری کی ساری جاتی تھی۔

آگے مرزا صاحب فرماتے ہیں اور کیا یقین دلاتے ہیں یہ لکھ کر:

مگر اوائل میں قحط اور وبا وغیرہ کی تنبیہیں بھی اترا کرتی ہیں اور اہل کشف انجام کا حال بیان کرتے ہیں نہ ابتدائی واقعات کا۔

اللہ اللہ! پیشگوئی نے تمام دنیا کو زیر وزبر کر کے امام موعود کو ظاہر کیا اور ابھی یہ: ابتدائی واقعات، باقی ہی تھے کہ امام کے ظاہر ہو جانے پر بھی ہمیشہ ہوتے ہی رہتے۔

اگلا شعر:

بادشاہِ تمام عالم ہفت اقلیم
شاہ عالی تبار مے بینم

مرزا صاحب کی تشریح:

یعنی مجھ کو کشفی نظر میں وہ ایک شاہ عالی خاندان ہفت اقلیم کا بادشاہ نظر آیا ہے۔یہ مطابق اس پیش گوئی کے ہے جو ازالہ اوہام میں درج ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے:

حکم اللہ الر حمن لخلیفۃ اللہ السلطان سیو تی لہ الملک العظیم۔ الخ ۔یہ اس عاجز کی نسبت الہام ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ خلیفۃ

اللہ بادشاہ جسکو ایک ملک عظیم دیا جائے گا (ماشاء اللہ) اور جس پر زمین کے خزانے کھولے جائیں گے۔

آگے لکھا ہے:

اس بادشاہی سے مراد اس دنیا کی ظاہری بادشاہی نہیں بلکہ روحانی بادشاہی ہے۔،

کیا ہمارے مکرم مرزائی صاحبان یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ لکھتے وقت مرزا صاحب کے دل میں کس کا ڈر تھا۔ خدا ملک عظیم عطا کر رہا ہے خود تفسیر میں لکھ رہے ہیں:

زمین کے خزانے کھولے جائیں گے۔،

اور بن گئی:

روحانی بادشاہی۔،

یا اللہ بچانا حکمرانوں کے خوف سے۔

مرزا صاحب نے آخری شعر اپنی تفسیر قصیدہ میں یہ لکھا ہے اور اس نے سب دعووں کو ثابت کر دیا ہے:

مہدی وقت و عیسی دوراں
ہر دو را شہسوار مے بینم

مرزا صاحب کی تشریح:

یعنی وہ مہدی بھی ہوگا۔ اور عیسی بھی۔ دونوں صفات کا حامل ہوگا۔ اور دونوں صفات سے اپنے تئیں ظاہر کرے گا۔ یہ آخری بیت عجیب تصریح پر مشتمل ہے جس سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے کہ خدا تعالی کی طرف سے حکم پاکر عیسی ہونے کا بھی دعوی کرے گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دعوی تیرہ سو برس سے آج تک کسی نے بجز اس عاجز کے نہیں کیا کہ عیسی موعود میں ہوں۔،

شعر کیا ہے اور اس تشریح میں کیا نکات اور کیا دلچسپیاں ہیں، قارئین خود اندازہ لگالیں۔ ہم حضرات مرزائیہ سے صرف، ہر دو، کے معنی پوچھیں گے اور بس۔

بنمائے بصاحب ہنرے جوہر خود را
عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند

ترک اور جناب مرزا صاحب

کتاب نشان آسمانی کے شروع میں جہاں مرزا صاحب قادیانی نے قصیدہ سارے کا سارا نقل کیا ہے، قصیدہ کو ختم کر کے کسی منشی محمد جعفر کے خلاف، جس نے یہ کہا ہوگا کہ یہ قصیدہ حقیقتاً سید احمد صاحب بریلوی کے حق میں تھا، لکھتے ہوئے جناب مرزا صاحب مفصلہ ذیل شعر سے استدلال کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ اس قصیدہ کا صحیح مخاطب وہ ہیں، نہ کہ سید احمد بریلوی۔ اصلی شعر یوں ہے

ترک عیار مست مے نگرم
خصمِ او در خمار مے بینم

مرزا صاحب نے اسکو یوں لکھا ہے، یا پڑھا ہے:

ترک عیار سست مے نگرم
خصم او در خمار مے بینم

قصیدہ میں اس شعر کا جو محل ہے، ہم اس پر بحث نہیں کرتے کیونکہ امام موعود کے ظہور کے بعد جب زمانہ کا یہ حال ہوگا کہ

بر کفِ دست ساقیء وحدت
بادہء خوشگوار مے بینم
زینت شرع و رونق اسلام
ہر یکے را دو بار مے بینم

اس وقت ترک جو مسلمان ہیں ان کی اگر یہ کیفیت ہو کہ

ترک عیار مست مے نگرم
خصم او در خمار مے بینم

تو بالکل بجا اور درست ہے۔ مگر مرزا صاحب نے ترکوں کو مست کی بجائے سست بنا کر اس امر سے حجت پکڑی کہ چونکہ ترک اس وقت کمزور سے نظر آرہے ہیں اور پیش گوئی یہ کہہ رہی ہے کہ ظہور مہدی کے وقت وہ سست ہوں گے، اس لئے میں وہ

مہدی ہوں جو یہ پیش گوئی کہتی ہے۔

کیا مرزا صاحب یہ اندازہ نہیں لگا سکتے تھے اور انہیں یہ لکھتے وقت کچھ خیال نہ آیا کہ جب ساری دنیا کا ظہور مہدی کے بعد یہ حال ہونا چاہیے کہ

این جہاں را چو مصر مے نگرم
عدل او را حصار مے بینم

تو پھر ترک غریبوں نے کیا گناہ کیا ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں بھی سست ہی رہتے، بلکہ ایسے زمانہ میں آ کر سست ہو جاتے۔

کیا محض اس لئے کہ ان کو مرزا صاحب قبلہ کی ہستی کا علم نہیں ہوا تھا، اور خاص کر اس لئے کہ وہ غریب مسلمان کہلاتے ہیں۔ اگر مہدی کی یہی برکت ہے کہ اسلامی سلطنتیں اس کے عہد میں کمزور وسست ہو جائیں، تو ہم بغیر مہدی کے ہی اچھے ہیں۔

پھر دوسری بات یہ اور مرزا صاحب کے بالغ نظر ہونے کی دلیل کہ کب ترک بھی سست ہو چکا، تو پھر دوسرے مصرع میں: خصم او در خمار مے بینم، کے کیا معنی ہو سکتے تھے۔

مرزا صاحب قادیانی، تشریح خمار میں لکھتے ہیں کہ:

فتح کا سرور جاتا رہے گا اور خمار رہ جائے گا۔

کاش کوئی ہمارا قابل مرزائی بھائی اس وقت مرزا صاحب قادیانی سے خمار کے معنی بھی پوچھنے کی جرأت کرتا۔

تمام نسخوں میں حتی کہ مجمع الفصحاء میں یہ شعر یوں ہے:

ترک عیار مست مے نگرم
خصم او در خمار مے بینم

خمار اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ جو نشہ شراب کے زائل ہونے کے بعد رہ جائے۔ اور خمار کے مقابل ہو بھی لفظ مست ہی سکتا تھا، مگر مرزا صاحب کو اتنا ذوق سلیم کب عطا ہوا کہ وہ از خود اس عیاں سی ادبی رمز اپنے آپ پا جاتے۔

مرزا صاحب کا اس اس شعر سے اپنے حق میں استدلال کرنا بہت ہی مضحکہ انگیز ہے۔ اس اسلامی سلطنت کی خیر خواہی دل میں رکھتے ہوئے مرزا صاحب یوں لکھتے ہیں:

اس جگہ منشی محمد جعفر صاحب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ شعر یعنی
ترک عیار
گویا اس عاجز کی تکذیب کی نسبت پیش گوئی ہے۔ (محمد جعفر صاحب نے بھی اس خیال سے کہا ہوگا کہ مرزا صاحب کو ترک کہہ کر سست وعیار تو کہہ لو) لیکن ایک عقل مند جو انصاف وتدبیر سے کچھ حصہ رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ شعر اس قصیدہ کے مضامین کا ایک آخری مضمون ہے۔ اور قصیدہ کی ترتیب سے ببداہت معلوم ہوتا ہے کہ اول مسیح موعود کا ظہور ہوا اور پھر اس کے بعد کوئی اور واقعہ پیش آوے جو ترک عیار رست نظر آوے اور اس کا دشمن خمار میں دکھلائی دے۔ اور ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں بجز اس عاجز کے کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعوی نہیں کیا۔ یا اسکے دعوی کے بعد ایک ناقص الفہم اس عاجز کو ترک قرار دے۔ پس اس شعر کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اس مسیح کے ظہور کے بعد ترکی سلطنت کچھ سست ہو جائے گی۔،

(کیوں وہ زینت شرع ورونق اسلام کدھر جائے گی۔ پائے محمد یان برمنار بلندتر محکم افتاد کدھر جائے گا۔ وہ صرف اسی لئے ہے کہ براہین احمدیہ میں حوالہ کیلئے لکھا جائے)

اور سلطنت کا مخالف بھی یعنی روس (مرزا صاحب کا تمام مکاشفہ اور الہام تمام عمر صرف یہی دریافت کرسکا کہ ترکوں کا صرف ایک روس ہی دشمن ہے) فتح یابی کا کچھ اچھا پھل نہیں دیکھے گا اور آخرکار فتح کا سرور جاتا رہے گا اور خمار رہ جائے گا.... اور حدیثوں کی رو سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے وقت ترکی سلطنت کچھ ضعیف ہوجائے گی (کیا مرزا صاحب کے مریدین معتقدین نے کبھی ان سے دریافت کیا کہ یہ حدیثیں کہاں ہیں اور کیا ترکی سلطنت کو مہدی کے ظہور ہونے کے بعد ضعیف ہونا تھا یا اس سے پہلے ضعف کا زمانہ کاٹ چکنا چاہیے تھا)

یہ ہیں خیالات جناب مرزا صاحب کے اپنے ظہور کے وقت غریب ترکوں کے متعلق۔ کاش اس وقت حضرت مرزا صاحب دنیا میں موجود ہوتے ہم انہیں بتا دیتے کہ حضرت شعر کو صحیح یوں پڑھنا چاہیے

ترک عیار مست مے نگرم
خصم او در خمار مے بینم

اور اب اس کے معنی کیجئے اور اپنے پر چسپاں کیجئے۔ مگر مرزا سچے تھے، ترک تو مست اصلی مہدی کے ظہور کے بعد ہوں ہو گے۔ مرزا صاحب کوئی مہدی تھوڑے تھے۔

یہاں تک لکھ کر ہم بطور نتیجہ کوئی بات نہیں کہتے۔ ارباب علم ودانش خود سمجھ لیں۔ ان کے مرید اپنے ضمیروں سے پوچھیں۔ رہِ حق اب بھی دور نہیں۔ ایک توبہ پچھلی تمام لغزشوں کی تلافی ہے۔ شکست توبہ پر بھی توبہ ہو سکتی ہے:

ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

انتظار امام

امام موعود کا تمام اسلامی دنیا کو اس اضطراب سے انتظار ہے کہ راتوں کو نیندیں نہیں آتیں۔ وہ روز کب دیکھنا نصیب ہوگا کہ تمام دنیا اپنے کمال ترقی پر پہنچی ہوئی دکھا دے، بجز توحید کسی دوسرے معبود کا نام نہ ہو، ہر جگہ اور ہر زبان پر لا اله ا لا الله کے نعرے ہوں، عدل ومساوات حریت واخوت کے ترانوں سے گلشن عالم معمور ہو، انسان اپنے آپ کو کامل انسان پائیں، نسل ووطن کی تمیزیں دلوں سے محو ہو جائے۔

آہ یہ زمانہ کیسا آ گیا۔ یہ عروج ہمیں کب دیکھنا نصیب ہوگا۔ یارب ہمیں یا تو اتنی لمبی عمر دے کہ ہم اس رحمۃ للعالمین نائب کا زمانہ دیکھیں، یا ہم پر رحم فرما اور اسے ابھی بھیج۔ اگر یہ وقت اس کا ظہور کا نہیں تو اور کون سا ہوگا۔

روز میدانست ترک شاہسوار من کجا ست
چشم ہر کس بر رخ یارے ست یار من کجاست

دریغ عمر کہ در انتظار مے گذرد
خدائے داند و من تا چہ زار مے گذرد

چرا نہ نالم از اندوہ در فراق غمش
کہ بے وصال مرا روز گار مے گذرد

بیا بیا کہ نسیم بہار مے گذرد
بیا کہ گل ز رخت شرمسار مے گذرد
بیا کہ فصل بہار است و موسم شادی
مدار منتظرم روزگار مے گذرد

اے سوار اشہب دوراں بیا
اے فروغ دیدہء امکاں بیا
رونق ہنگامہ ایجاد شو
در سواد دیدہ ہا آباد شو
شورشِ اقوام را خاموش کن
نغمۂ خود را بہشت گوش کن

خیز و قانونِ اخوت ساز دہ
جام صہبائے محبت باز دہ
باز در عالم بیار ایام صلح
جنگجویاں را بدہ پیغام صلح
نوع انسان مزرع تو حاصلی
کاروانِ زندگی را منزلی
ریخت از جور خزاں برگ شجر
چوں بہاراں بر ریاضِ ما گذر
سجدہ ہائے طفلک و بر ناؤ پیر
از جبیں شرمسار ما بگیر

از وجودِ تو سرافرازیم ما
پس بآلام جہاں سازیم ما

قصیدہ کی مختلف نقلیں

نقل قصیدہ بمطابق پروفیسر براؤن

قدرت کردگار مے بینم
حالتِ روزگار مے بینم
حالِ امسال صورتِ دگر است
نہ چو پیرار و پار مے بینم
از نجوم این سخن نمے گوئم
بلکہ از کردگار مے بینم
عین (ع) و را (ر) دال (د) چوں گذشت از سال
بو العجب کاروبار مے بینم
در خراسان و مصر و شام و عراق
فتنہ و کار زار مے بینم
ظلمت ظلمِ ظالمانِ دیار
بے حد و بے شمار مے بینم
قصہ بس عجیب مے شنوم
غصہ در دیار مے بینم
جنگ و آشوب و فتنہ و بیداد
از یمین و یسار مے بینم
غارت و قتل و لشکر بسیار
درمیان و کنار مے بینم

بندہ را خواجہ وش ہمے بینم
خواجہ را بندہ دار مے بینم
سکہ نو زنند بر رخ زر
درہمش کم عیار مے بینم
دوستان عزیز ہر قومے
گشتہ غمخوار و خوار مے بینم
ہر یک از حاکمان، ہفت اقلیم
دیگرے را دو چار مے بینم
نصب و عزل بتلجی و عمال
ہر یکے را دو بار مے بینم
ماہ را رو سیاہ مے بینم
مہر را دلفگار مے بینم
ترک و تاجیک را بہم دیگر
خصمی و گیرو دار مے بینم
تاجر از دست دزد بے ہمراہ
ماندہ در رہگذار مے بینم
مکر و تزویر و حیلہ بسیار
از صغار و کبار مے بینم
حال ہندو خراب مے یابم
جور ترک و تتار مے بینم
بقعہء خیر سخت گشتہ خراب
جائے جمع شرار مے بینم
بعضے اشجار بوستان جہان
بے بہار و ثمار مے بینم

اندکے امن اگر بود آن ہم
در حدِ کوہسار مے بینم
ہمدمی و قناعت و کنجے
حالیا اختیار مے بینم
گرچہ مے بینم ایں ہمہ غم ہا
شادیئے غم گسار مے بینم
غم مخور زانکہ من دریں تشویش
خرمن وصل یار مے بینم
بعد امسال و چند سال دگر
عالمے چوں نگار؟ مے بینم
این جہاں را چو مصر مے نگرم
عدل او را حصار مے بینم
ہفت باشد وزیر و سلطانم
ہمہ را کام بار مے بینم
عاصیاں از امام معصومم
خجل و شرمسار مے بینم
بر کف دست ساقیء وحدت
بادہء خوش گوار مے بینم
غازی دوست دار دشمن کش
ہم دم و یار یار مے بینم
تیغ آہن دلانِ زنگ زدہ
کند و بے اعتبار مے بینم
زینت شرع و رونق اسلام
ہر یکے را دو بار مے بینم

گرگ با میش و شیر با آہو
در چرا بر قرار مے بینم
گنج کسری و نقد اسکندر
ہمہ بر روئے کار مے بینم
ترک عیار مست مے نگرم
خصم او در خمار مے بینم
نعمت اللہ نشستہ در کنجے
از ہمہ بر کنار مے بینم
چوں زمستاں پنجمیں بگذشت
ششمش خوش بہار مے بینم
نائب مہدی آشکار شود
بلکہ من آشکار مے بینم
پادشاہے تمام دانائے
سرور با وقار مے بینم
بندگان جناب حضرت او
سر بسر تاجدار مے بینم
تا چہل سال اے برادر من
دور آن شہر یار مے بینم
دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم
پادشاہے تمام دانائے
شاہ عالی تبار مے بینم
بعد از و خود امام خواہد بود
کہ جہاں را مدار مے بینم

میم (م) حا (ح) میم (م) دال (د) مے خوانیم
نام او نامدار مے بینم
صورت و سیرتش چو پیغمبر
علم و حلمش شعار مے بینم
ید بیضا کہ باد پائندہ
باز با ذوالفقار مے بینم
مہدی وقت و عیسی دوراں
ہر دو را شہسوار مے بینم
گلشن شرع را ہمے بویم
گل دیں را ببار مے بینم

نقل قصیدہ بمطابق مرزا قادیانی

قدرت کردگار مے بینم
حالت روزگار مے بینم
از نجوم ایں سخن نمے گوئم
بلکہ از کردگار مے بینم
در خراسان و مصر و شام و عراق
فتنہ و کار زار مے بینم
ہمہ را حال مے شود دیگر
گر یکے در ہزار مے بینم
قصہ بس غریب مے شنوم
غصہء در دیار مے بینم
غارت و قتل لشکرِ بسیار
از یمین و یسار مے بینم

بس فرو مایگان بے حاصل
عالم و خواند کار مے بینم
مذہب دین ضعیف مے یابم
مبدعِ افتخار مے بینم
دوستانِ عزیز ہر قومے
گشتہ غمخوار خوار مے بینم
منصب و عزل تنگ چی عمال
ہر یکے را دو بار مے بینم
ترک و تاجیک را بہم دیگر
خصمی و گیر دار مے بینم
مکر و تزویر و حیلہ در ہر جا
از صغار وکبار مے بینم
بقعہء خیر سخت گشت خراب
جائے جمع شرار مے بینم
اند کے امن گر بود امروز
در حد کوہسار مے بینم
گرچہ مے بینم ایں ہمہ غم نیست
شادیء غم گسار مے بینم
بعد امسال و چند سال دگر
عالمے چون نگار مے بینم
بادشاہ مشام دانائے
سرورِ باوقار مے بینم
حکم امثال صورتے دگر ست
نہ چو بیدار وار مے بینم

غین(غ) و رے (ر) سال چوں گذشت از سال
بو العجب کاروبار مے بینم
گر در آئینہء ضمیر جہاں
گرد و زنگ و غبار مے بینم
ظلمتِ ظلم ظالمانِ دیار
بے حد و بیشمار مے بینم
جنگ و آشوب فتنہ و بیداد
درمیان و کنار مے بینم
بندہ را خواجہ وش ہمے یابم
خواجہ را بندہ وار مے بینم
ہر کہ ادبار یار بود امسال
خاطرش زیرِ بار مے بینم
سکہ نو زنند بر رخِ زر
درہمش کم عیار مے بینم
ہر یک از حاکمان ہفت اقلیم
دیگرے را دو چار مے بینم
ماہ را رو سیاہ مے نگرم
مہر را دل فگار مے بینم
تاجر از دور دست و بے ہمراہ
ماندہ در رہگذار مے بینم
حال ہند و خراب مے یابم
جورِ ترک و تتار مے بینم
بعض اشجار بوستان جہاں
بے بہار و ثمار مے بینم

ہم دلی و قناعت و کنجے
حالیا اختیار مے بینم
غم مخور زانکہ من دریں تشویش
خرمی وصلِ یار مے بینم
چوں زمستاں بے چمن بگذشت
شمس خوش بہار مے بینم
دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم
بندگانِ جناب حضرت او
سربسر تاجدار مے بینم
بادشاہ تمام ہفت اقلیم
شاہ عالی تبار مے بینم
صورت و سیرتش چو پیغمبر
علم و حلمش شعار مے بینم
ید بیضا کہ با او تابندہ
باز با ذوالفقار مے بینم
گلشن شرع را ہمے بوئیم
گل دیں را ببار مے بینم
تا چہل سال اے برادر من
دورِ آن شہسوار مے بینم
عاصیاں از امام معصومم
خجل و شرمسار مے بینم
غازی دوستدار دشمن کش
ہمدم و یار غار مے بینم

زینت شرع و رونق اسلام
محکم و استوار مے بینم
گنجِ کسریٰ و نقد اسکندر
ہمہ بر روئے کار مے بینم
بعد ازاں خود امام خواہد بود
بس جہاں را مدار مے بینم
ا ح م و دال مے خوانم
نامِ آں نامدار مے بینم
دین و دنیا از و شود معمور
خلق زو بختیار مے بینم
مہدی وقت و عیسیٰء دوراں
ہر دو را شہسوار مے بینم
ایں جہاں را چو مصر مے نگرم
عدلِ او را حصار مے بینم
ہفت باشد وزیر سلطانم
ہمہ را کامگار مے بینم
بر کفِ دست ساقی وحدت
بادہء خوش گوار مے بینم
تیغ و آہن دلان زنگ زدہ
کند و بے اعتبار مے بینم
گرگ با میش شیر با آہو
در چرا با قرار مے بینم
ترک عیار مست مے نگرم
خصم او در خمار مے بینم

نعمت اللہ نشست بر کنجے
از ہمہ بر کنار مے بینم

نقل قصیدہ بمطابق خواجہ عبدالغنی

قدرت کردگار مے بینم
حالت روز گار مے بینم
حکم امسال صورت دگر است
نہ چو پیرار و پار مے بینم
از نجوم این سخن نمے گویم
بلکہ از کردگار مے بینم
ع ز ذ چوں گذشت از سال
بو العجب کاروبار مے بینم
در خراسان و روم و شام و عراق
فتنہء کار زار مے بینم
گرد آئینہ ہمیں دو جہاں
گرد و زنگ و غبار مے بینم
ہمہ را حال مے شود دیگر
گر یکے در ہزار مے بینم
ظلمت و ظلم ظالمان دیار
بے حد و بے شمار مے بینم
قصہ بس غریب مے شنوم
غصہ در دیار مے بینم
جنگ و آشوب و فتنہ و بیداد
درمیان و کنار مے بینم

غارت و قتل لشکر بسیار
از یمین و یسار مے بینم
بندہ را خواجہ وش ہمی یابم
خواجہ را بندہ وار مے بینم
بس فروماندگانِ بے حاصل
عالم و خواندگار مے بینم
ہر کہ او پار یار بود امسال
خاطرش زیر بار مے بینم
مذہب و دیں ضعیف مے یابم
مبدع افتخار مے بینم
سکہ نو زنند بر رخ زر
درہمش کم عیار مے بینم
دوستان و عزیز ہر قومے
گشتہ غم خوار و خوار مے بینم
ہر یک از حاکمانِ ہفت اقلیم
دیگرے را دو چار مے بینم
نصب و عزل بتلجی و عمال
ہر یکے را دوبار مے بینم
ماہ را رو سیاہ مے یابم
مہر را دلفگار مے بینم
ترک و تاجیک را بہم دیگر
خصمے ء گیر و دار مے بینم
تاجر از دست دزدی ہمراہ
ماندہ در رہگذار مے بینم

مکر و تزویر و حیلہ در ہر جا
از صغار و کبار مے بینم
حال ہندو خراب مے یابم
جور ترک و تتار مے بینم
بقعہ خیر سخت گشتہ خراب
جائے جمع شرار مے بینم
بعضے اشجار بوستان جہان
بے بہار و ثمار مے بینم
اند کے امن گر بود امروز
در حدِ کوہسار مے بینم
ہمہ پئے قناعت و کنجے
حالیا اختیار مے بینم
گرچہ مے بینم این ہمہ غم ہا
شادیئے غم گسار مے بینم
غم مخور زانکہ من دریں تشویش
خرّمی وصل یار می بینم
بعد امسال چند سالِ دگر
عالمے چون نگار مے بینم
چوں زمستانِ پنجمیں بگذشت
ششمش خوش بہار مے بینم
نائب مہدی آشکار شود
بلکہ من آشکار مے بینم
بادشاہِ تمام دانائے
سرور باوقار مے بینم

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم
بندگان جناب حضرت او
سر بسر تاجدار مے بینم
بعد از و خود امام خواہد بود
کہ جہاں را مدار مے بینم
بادشاہ و امام ہفت اقلیم
شاہ عالی تبار مے بینم
میم (م) و حے (ح) میم (م) دال (د) مے خوانیم
نام آں نامدار مے بینم
صورت و سیرتش چو پیغمبر
علم و حلمش شعار مے بینم
دین و دنیا ازو شود معمور
خلق از و بختیار مے بینم
ید بیضا کہ باو پاینده
باز با ذوالفقار مے بینم
مہدیء وقت عیسی دوراں
ہر دو را شہسوار مے بینم
گلشن شرع را ہمے پویم
گلبن دیں ببار مے بینم
ایں جہاں را چو مصر مے نگرم
عدل او را حصار مے بینم
تا چہل سال اے برادر من
دور آں شہر یار مے بینم

هفت باشد وزیر سلطانم
همه را کام گار مے بینم
عاصیان از امام معصومم
خجل و شرمسار مے بینم
بر کف دست ساقیء وحدت
بادہء خوش گوار مے بینم
غازیء دوست دار دشمن کش
ہمدم یار غار مے بینم
تیغ آہن دلانِ زنگ زدہ
کند و بے اعتبار مے بینم
زینتِ شرع و رونق اسلام
محکم و استوار مے بینم
گرگ با میش شیر با آہو
در چرا برقرار مے بینم

گنج کسری و نقد اسکندر
همه بر روئے کار مے بینم
ترک عیار مست مے نگرم
خصم او در خمار مے بینم

سید نعمت اللہ کرمانی

پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب:

فارسی ادب در عہد تا تاریاں

میں ان کتابوں کا حوالہ دیا ہے جن سے انہوں نے شاہ نعمت اللہ کے حالات و واقعات زندگی مختصراً اخذ کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ شاہ نعمت اللہ کی سب سے معتبر سوانح زندگی ریو صاحب کی کتاب موسوم بہ پرشین کیٹلاک (فہرست اسماء ادباء فارس) میں دیئے گئے ہیں جہاں ان حالات پر جو عام کتب سیر میں پائے جاتے ہیں ایک اس زمانہ میں نادر کتبہ سے جو اس وقت برٹش میوزیم میں موجود ہے تفصیلات لے کر اضافہ کی گئی ہیں۔ نیز تاریخ یزد و مشاہیر یزد موسوم بہ جامع مفیدی سے بھی مزید حالات لئے گئے ہیں۔

شاہ نعمت اللہ صاحب کے مجمل حالات زندگی یوں ہیں:

ان کا پورا نام امیر الدین نعمت اللہ تھا۔ باپ کا نام میر عبد اللہ تھا۔ نسب میں اپنے آپ کو شیعوں کے پانچویں امام محمد باقر، جو حضرت علی کرم اللہ ابن ابی طالب کے پروتے تھے، کی اولاد بتاتے تھے۔

آپ حلب میں ۷۳۰ ہجری مطابق ۱۳۲۹ء یا ۱۳۳۰ء میں پیدا ہوئے، مگر شباب کا اکثر حصہ عراق میں بسر کیا۔ چوبیس برس کی عمر میں مکہ معظّمہ کی زیارت کی، جہاں سات سال مقیم رہے، اور شیخ عبد اللہ یافعی کے اکابر مسترشدین میں شمار ہونے لگے۔ شیخ موصوف اپنے زمانہ کے ایک مشہور صوفی اور مورخ تھے جنہوں نے ۷۶۸ھ مطابق ۱۳۶۷-۱۳۶۶ء میں انتقال فرمایا۔

شاہ نعمت اللہ کی آخری زندگی سمرقند ہرات اور یزد میں بسر ہوئی، تا آنکہ بالکل اخیر پر آپ ماہان متصل کرمان تشریف لے گئے۔ اور زندگی کے باقی پچیس سال وہیں گذارے۔ آپ نے اسی مقام پر سو سال سے زائد عمر پائی۔ ۲۲ رجب ۸۳۴ھ مطابق ۵۔ اپریل ۱۴۳۱ء کو انتقال کیا۔ مورخ عبد الرزاق سمرقندی نے ۸۴۵ھ مطابق

۱۴۴۲-۱۴۴۱ء پر آپ کی قبر کی زیارت کی۔

شاہ نعمت اللہ درویشوں کے پادشاہ تھے۔اسی لئے انہیں لقب شاہ سے پکارا جاتا تھا۔آپ کے پادشاہوں سے دوستانہ تعلق تھے۔شاہ رخ آپ کی خاص عزت کرتا تھا۔احمد شاہ بہمنی شاہ دکن نے اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب سمجھا جب اس کی تاکیدی التجاؤں پر شاہ صاحب کا ایک پوتا آخر اس کے دربار میں آگیا۔دو اور پوتوں نے بھی باپ کے ساتھ ادھر کا رخ کیا۔شاہ نعمت اللہ کے اخلاف میں سے، جو ایران ہی میں رہے، کئی نے صفویوں کے شاہی خاندان میں شادیاں کیں۔

بقول ریو صاحب، شاہ نعمت اللہ نے ۵۰۰ سے زائد رسالے تصوف پر لکھے اور پیچھے چھوڑے۔ان کے علاوہ ایک اشعار کا دیوان بھی ان کی سب سے بڑی تصنیف ہے۔

دیوان کے متعلق پروفیسر براؤن لکھتے ہیں کہ میرے پاس اس کی طہران کی ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸۶۰ء کی چھپی ہوئی مکمل کاپی ہے۔مگر اس کے اکثر انتخابات ان تمام کتب سیر اور بیاضوں میں جن میں شاہ صاحب کا حال لکھا ہے مندرج ہیں۔

شاہ نعمت اللہ بحیثیت شاعر اتنے مشہور نہیں جتنے بحیثیت ولی اور صوفی مشہور تھے.. آپ کی اپنے خاص رنگ کی تمام نظمیں جو تعداد میں تھوڑی ہیں وہ ہیں جو آپ نے الہامی انداز میں لکھی ہیں۔ان کا ابھی تک لوگوں پر ایک خاص اثر ہے اور ان کے خاص سلسلہ معتقدین جس کے وہ خود بانی تھے..دوسرے ایرانی بھی ان سے استشہاد کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر پروفیسر براؤن لکھتے ہیں کہ جب میں کرمان میں تھا تو بابی فرقہ کے لوگ مجھے بتایا کرتے تھے کہ باب کے،ظہور، کی تاریخ ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۴ء بطور پیش گوئی اسی ، مے بینم ، کے قصیدہ میں بتائی گئی ہے۔

پروفیسر براؤن بتاتے ہیں کہ جب میں نے ولی نعمت اللہ کے مقبرہ کی زیارت کی،تو میں نے ایک درویش سے اس نظم کا سب سے قدیم اور نہایت معتبر قلمی نسخہ سے اس کی ایک نقل حاصل کی۔میں نے دیکھا کہ اس میں جو تاریخ دی ہوئی ہے وہ ۱۲۶۰ کے بجائے ۱۲۷۴ نکلتی ہے۔یعنی: س، ر، گ ۔(۱۰۰۰ جمع ۲۰۰ جمع ۶۰) کی بجائے اس میں: د، ر، غ (۷۰ جمع ۲۰۰ جمع ۴) ہے۔اور رضا قلی خان کے تذکرۃ مجمع الفصحاء میں جہاں

یہ نظم درج کی گئی ہے تاریخ: د، ر، غ۔ (۱۰۰ جمع ۲۰۰ جمع ۴) بنتی ہے۔ مجمع الفصحاء میں نظم کا عنوان یہ دیا گیا ہے۔

در اظہار بعضے از رموزات ومکاشفات بر سبیل کنایات۔

پروفیسر براؤن موصوف نے یہ نظم ماہان میں ۹۔ اگست ۱۸۸۸ء کو حاصل کی اس میں ۵۰۔ اشعار ہیں۔ مجمع الفصحاء میں صرف ۲۴ ہیں اور ایک یا دو شعر نئے ہیں۔ یعنی پروفیسر صاحب کی کاپی میں وہ نہیں ہیں۔ بعض جگہ ترتیب اشعار بھی مختلف ہے اور کہیں کہیں الفاظ وعبارت میں تغیر وتبدل بھی ہے۔

پروفیسر براؤن لکھتے ہیں کہ جس چھپے ہوئے دیوان کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس میں یہ نظم بالکل مفقود ہے۔

ان کے عام اشعار پررائے زنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کا کلام عام طور پر مبہم وپیچیدہ اقوال سے پر ہے۔ مثلاً عام طور پر آپ فتنہ آخر الزمان اور ظہور امام مہدی کے متعلق ہی پیش گوئیاں لکھتے ہیں۔

یہ بھی لکھا ہے کہ جب میں ۱۸۸۸ء میں قبر کو دیکھنے ماہان گیا تو وہاں نعمت الٰہی سلسلہ کے درویشوں نے جو مزار پر موجود تھے میری بہت خاطر تواضع کی۔

شاہ نعمت اللہ کرمانی کے متعلق مرزا کی محققانہ اور مورخانہ معلومات

مرزا غلام احمد قادیانی، نشان آسمانی کے صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں:

واضح ہو کہ نعمت اللہ ولی رہنے والے دہلی کے نواح کے اور ہندوستان کے اولیاء کاملین میں سے مشہور ہیں۔ ان کا زمانہ ۵۶۰ھ ان کے دیوان کے حوالہ سے بتلایا گیا ہے اور جس کتاب میں ان کی یہ پیش گوئی لکھی ہے اس کے طبع کا سن بھی ۲۵ محرم الحرام ۱۲۶۸ھ ہے۔

کاش مرزا صاحب بذریعہ کشف والہام ہی پتہ لے لیتے کہ آپ حلب میں

۷۳۰ ہجری مطابق ۱۳۲۹ء یا ۱۳۳۰ء میں پیدا ہوئے تھے، شباب کا اکثر حصہ عراق میں بسر کیا۔ مکہ معظّمہ میں سات سال مقیم رہے، آخری زندگی سمرقند ہرات اور یزد میں بسر ہوئی، تا آنکہ بالکل اخیر پر آپ ماہان متصل کرمان تشریف لے گئے۔اور زندگی کے باقی پچیس سال وہیں گذارے۔آپ نے اسی مقام پر سوسال سے زائد عمر پائی۔ ۲۲ رجب ۸۳۴ھ مطابق ۵۔اپریل ۱۴۳۱ء کوانتقال کیا۔

اگر یہ...قصیدہ نقل کیا ہے.. تھےتو خیر...اختراع ہےتو یہ ثابت ہوگا...اسلئے اس ولی کا وطن بھی ہندوستان بتایا تا کہ پیش گوئی کی نسبت...مہدی کیلئے ہے

مفصلہ ذیل شعر کی تشریح مرزاصاحب نے اسی خیال کو مدنظر رکھ کر کی ہے

جنگ و آشوب و فتنہ و بیداد

درمیان و کنار ے بینم

تشریح:یعنی ہندوستان کے درمیان میں اور اس کے کناروں پر بڑے بڑے فتنے اٹھیں گے اور جنگ ہوگا

(کاش مرزاصاحب زندہ ہوتے اور ہم انہیں بتاتے کہ جنگ ہوگی) اور ظلم ہوگا۔

کیا کوئی مرزائی حضرات بتا سکتے ہیں کہ اس شعر کی تشریح میں ہندوستان کا ذکر خیر کیوں آیا ہے۔

مرزاصاحب کا اس قصیدہ کا ماخذ

مرزاصاحب نشان آسمانی کے صفحہ ۹ پر فرماتے ہیں:

جس کتاب میں ان کی (شاہ نعمت اللہ کی) یہ پیش گوئی لکھی ہے اس کے طبع کا سن بھی ۲۵ محرم الحرام ۱۲۶۸ھ ہے اس حساب سے اکتالیس برس ان ابیات کے چھپنے پر بھی گذر گئے۔اور یہ ابیات رسالہ اربعین فی احوال المھدیین کے ساتھ شامل ہے جومطبوعہ تاریخ مذکورہ بالا ہے۔،

کیا حضرات مرزائیہ یہ رسالہ دکھا کر مسلمانوں کو ممنون احسان کریں گے تا کہ مرزاصاحب کی نقل اور اس اصل کا مقابلہ ہو سکے۔گو باقی اعتراضات ویسے کے ویسے ہی رہیں گے۔

پروفیسر براؤن کی نگارشات اور قصیدے کا انگریزی ترجمہ

Edward G Brown, A History of Persian Literature Under Tartar Dominion (A.D. 1265-1502), Cambridge At the University Press. 1920

Sayyid (or Shah) Nimatullah of Kirman, who died at an advanced age in the spring of 1431 (Rajab 22, 834) and was burried at the charming village of Mahan near Kirman, of which some malicious wit has said

بہشت روئے زمین است خطہ ماہان
بشرط آنکہ تکانش دھند در دوزخ

Maham an Earthly Paradise would be, I wot right well,
If you could clear its people out and shake them into hell.

The site of his grave is marked by a fine monastery inhabited by dervishes of Shah Nimatullahi order which he founded; for he was a great saint and mystic as well as a poet, and his verses abound in dark apocalyptic sayings concerning the, Mischied of the Last Days' (Fitna-i-Akhiruz zaman), the Advent of the Mahdi, and other similar matters. I visited this shrine in September, 1888, shortly before I left kirman, and was very hospitably entertained by its acolytes....

His full name was Amir Nuruddin Nimatullah, his father's name was Mir Abdullah, and he claimed descent from the fifth Imam of the Shia, Muhammad Baqir, the great-grandson of Ali ibn Abi Talib. He was born at Aleppo in 730/1329-30 or in the following year, but spent most of his

youth in Iraq. At the age of 24 he visited Mecca, where he resided for seven years, and became one of the chief disciples of Shaykh Abdullah al-Yafi'i, a well-knwn mystical and historical writer, who died in 768/1366-7. His later life was passed in Samarqand, Herat, Yazd and finally, as already mentioned, at Mahan near Kirman, where he spent the last twenty-five years of his life, and where he died on Rajab 22, 834 (April 5, 1431) aged more than a hundred years. The historian Abdur Razzaq of Samarqand visited his grave in 845/1441-2.

Nimatullah was the king of dervishes (the title Shah is always prefixed to hi name) and the friend of Kings. He enjoyed the special favour of Shah-rukh, while Ahmad Shah Bahmani, king of the Deccan, deemed himself fortunate in persuading to come to his court one of his grandsons. Two other grandsons with their father followed him thither, while several of Shah Nimatullah's descendants who remained in Persia intermarried with the royal Safawi House. According to Rieu, Nimatullah left more than 500 Sufi tracts besides his Diwan of verses, but the latter is his chief work, and it alone need be considred here. The only complete copy at my disposal is the lithographed edition published at Tihran in 1276/1860, but numerous selections from it are contained in the various biographies and anthologies in which he is mentioned. His fame, however, is that of a saint amd mystic rather than a poet, and his verse strikes one on the whole as monotonous and mediocre, similar in style and subject-matter to that of Maghribi, and altogetherlacking the consuming ardour and brilliant illustration of Shams-i-Tabriz. His most characteristic poems, though few in number, are those couched in the

prophetic strain, and these still exercise a certain influence, and are appealed to by other Persians than those who belong to the order of dervishes which he founded. The Babis, for example, used to tell me in Kirman that the date of the Bab's Manifestation (1260/1844) was foretold in the following poem. When I visited the saint's shrine I took the trouble to obtain from one of the dervishes a copy of the poem in question from the oldest and most trustworthy manuscript in their possession, and I found that the date was given as 274 in stead of 1260 (ain , ra , dal """70, 200, 4 instead of ghayn , ra, seen, 1000, 200, 60), while in Rida-quli Khan's Majma'ul Fusaha (ghayn, ra, dal . 1000, 200, 4). In the last-named work the poem is thus entitled Declaration of Sundry mysteries and revelations by way of allegories.

در اظہار بعضی از رموزات و مکاشفات بر سبیل کنایات

The text here given is that copied for me at Mahan on August, 1888. Of the 50 verses which it contais only 24 are given in the Majma'ul-Fusaha, which only adds one or two new verses, but in some cases adopts a different order, besides supplying a few variants. the poem is not to be found at all in the lithographed edition. (pp 467-468)

Translation

I see the Power of the Maker; I see the state of the time.

The state of this year is of another sort; not like last year and the year before do I see it.

These words I speak not from the stars; rather I see them from the creater (i.e. these predictions are not based on astrological predictions but inspired by revelation from God)

When ayn, ra, and dal (274) have passed of the years I see wonderful doings.

In Khurasan, Egypt, Syria and Iraq I see sedition and strife.

I see the darkness of the tyranny of the lands' oppressors boundless and beyond compensation.

I hear a very strange story; I see vexation in the land.

War, strife, mischief and injustice I see on the right and on the left.

Looting, slaughter and many armies I see in the midst and around.

I see the servant like the master: I see the master like the servant.

They impress a new superscription on the face of the gold; I see his dirhams of short weight.

I see the dear friends of every people grown sorrowful and abased.

Each of the rulers of the Seven Climes I see involved with another.

I see the face of the moon darkened; I see the heart of the sun transfixed.

The appointment and dismissal of officials and agents, each one I see twice repeated.

In Turk and Tajik (Tajik, a term originally applied to the Arabs, Tazik, tazi, who garriosned the towns of Khurasan and transoxiana, was later and is still applied to the Persian settled population as opposed to the nomads of Turkish stock) towards one another I see enmity and strife.

I see the merchant left friendless on the road at the hands of the thief.

I see from small and great much cunning, quile and trickery.

I find the condition of the Indian ruined; I see the oppression of Turks and Tartars.

I see the holy Place fearfully desolated, the abode of a number of evil

men.

Some of the trees of Garden of the World I see springless and fruitless.

If there be a little security, that too I see within the borders of the mountains.

A companion, contentment and a (quiet) corner I now see as most to be desired.

Although I see all these sorrows, I see (final) joy of the sorrowful.

Grieve not, for in this trouble I see the harvest of union with the friend.

After this year and a few years more (The variation in Majmaul Fusaha give a slightly different meaning, viz, :After that year for several years more) I see a world like a (fair) picture.

I behold this world like Egypt; I see justice as its stronghold.

My king and his ministers are seven; all of these I see triumphant.

Such as rebel against my immaculate Imam I see ashamed and dis graced.

On the palm of the hand of the Cup-bearer of unity I see the pleasant wine.

The friendly foe-destroying warrior I see as the comrade and friend of the friend.

I see the swords of those hearts are hard as iron rusted, blunt and of no account.

The beauty of the Law and the splendour of Islam, each one I see doubled (Or, if the variat be adopted, :strong and firmly established)

I see the wolf and the sheep, and lion and the gazelle, dwelling together in the meadow.

I see the treasure of Chosoroes and the coin of Alexander all put to good use.

I see the roguish Turk drunk, I see his enemy with headache born of wine

I see Ni'matullah seated in a corner apart from all.

When the fifth winter has passed I see the sixth a pleasant spring.

The vicar of the Mahdi will appear, yea, I see him plainly.

I see a king perfect in knowledge; I see a leader endowed with dignity.

I see the servants of His High Majesty all wearing crowns.

For forty years, O my brother, I see the cycle of that Prince continue.

When his cycle ends victoriously, I see his son as a memorial of him.

I see a king perfect in knowledge, a ruler of noble family.

After him will be the Imam himself, whom I see as the pivot of the world.

I read M. H. M. D.: I see the name of that famous one (I.e. Muhammad).

I see his aspect and attributes like the Prophet: I see knowledge and clemency as his distinctive signs.

I see again, the White Hand (Alluding to the miracle of Moses, when he drew forth his hand white as snow) (long may it endure !) conjoined with Dhul-Fiqar (the famous sword of Ali ibn Abi Talib).

I see the Mahdi of the time and the Jesus of the age both royally riding forth.

I smell the rose-garden of the Law, I see the flower of Religion in blossom.

These apocalyptic poems, however, though they have attracted most attention in Persia, constitute but a small fraction of the whole. Most of

Nimatullah's verses illustrate the doctrine of wahdatul-Wujud (Pantheism), while a certain proportion (in which again the Babis see an allusion to their founder) use the favourite illustration of the, point, (Muqta), of which the circle is only a manifestation; just as the letter alif is, in the world of calligraphy, a manifestation of the diacritical point, which shares with mathematical, point, the same title. A few specimens will suffice for the purpose of illustration

The lithographed edition of Nimatullah's poems contains approximately some 14,000 verses, including a number of quatrains, and from the following verse it would appear that his literary activities continued until he had reached a very advanced age.

نود و هفت سال عمرِ خوشی
بنده را داد حیّ پاینده

The living and eternal (God) hath vouchsafed to this servant ninety and seven years of pleasnat life.)

شاہ نعمت اللہ ولی

ان کی سوانح عمری

اور ان کی مشہور پیش گوئی قیامت کا بیان
مع نمونہ کلام

مرتبہ: ایم۔اے۔حفیظ
باہتمام فیض محمد خان
مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ ۱۳۵۸ھ (۱۹۳۹ء)

نعمت اللہ نام نورالدین لقب، سید و نعمت اللہ تخلص، عرف شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی
امیر تیمور اور اس کے بیٹے شاہ رخ کے زمانوں میں یہ نامور سادات اور جلیل القدر مشائخ میں سے گذرے ہیں۔ انکا مزار کثیرالانوار قصبہ ماہان علاقہ کرمان میں ابتداء سے زیارت گاہ خاص و عام رہا ہے۔ غالبًا یہ کہنا خلاف واقعہ نہیں کہ سارے ایران میں حضرت امام علی رضا کے مشہد مقدس کے بعد شاہ کی درگاہ سب سے زیادہ مرجع خلائق رہی ہے۔ اس ملک کے فقراء کی ایک بڑی تعداد آج تک اپنے کو نعمت الہی کہہ کر ان کا نام ان کے وطن میں زندہ رکھتی ہے۔

ہندوستان کے حصہ دکن میں احمد شاہ بہمنی کے عہد سے مدت دراز تک ان کے تقدس کی شہرت رہی۔ شمالی ہند میں ان کا کلام امراء اکبری کے زبان زد تھا (آزاد، دربار اکبری۔ طبع اول لاہور ص ۲۷۷)

بعد کو ان کی اولاد نے بادشاہان مغلیہ سے بڑے بڑے منصب پائے۔ آج کل بھی عوام ان کے نام سے نا آشنا نہیں بہ سبب ایک پیش گوئی قیامت کے جو ان کی

طرف منسوب ہے اگر چہ وہ ان کے حالات زندگی و تعلیم روحانی سے خبر نہیں رکھتے۔ اس کمی کو ایک حد تک پورا کرنے کی غرض سے یہ چند اوراق جمع کر دیئے ہیں

و ما توفیقی الا باللہ و ھو حسبی و نعم الوکیل

شاہ کے بعض حالات کا پتہ خود ان کے کلام سے چلتا ہے اس کے بعد بہترین ذریعہ معلومات کا وہ دیباچہ ہوگا جس جو بقول صاحب مجمع الفصحاء ان کے دیوان پر ان کے ایک فاضل ہم وطن و ہم نشین نے لکھا تھا۔ فاضل مذکور شیخ داعی الی اللہ نامی کے نظم و نثر کا ایک ضخیم مجموعہ کتب خانہ آکسفورڈ میں محفوظ ہے۔ عجب نہیں یہ دیباچہ اس مجموعہ میں پایا جائے۔ قریب اسی زمانہ کے دکن میں عبد العزیز بن شیر ملک نے بارہ صفحوں میں مناقب شاہ ترتیب دیا۔ باعتبار مواخذ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ ایک نے جو دیکھا وہ لکھا دوسرے نے جو سنا وہ حوالہ قلم کیا۔ بہر کیف مناقب شاہ کا ایک نسخہ من جملہ رسائل شاہ اب تک کتب خانہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

مجمع الفصحاء میں نسبتاً مفصل تذکرہ ہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ماخذ بھی وہی ہے جو فہرست مذکور کے مجمل بیان کا ہے کیونکہ جو باتیں اس میں پائی جاتی ہیں وہی اس میں بھی بہ تفصیل و باضافات مندرج ہیں۔

مزید براں مؤلف کہتا ہے کہ میں نے بیاسی (۸۲) عدد رسالے عربی و فارسی میں شاہ کے دیکھے ہیں اور لکھتے وقت سامنے ہیں۔ اس سے بھی گمان ہوتا ہے کہ اس کے پیش نظر بھی ایک ایسا ہی مجموعہ تھا جیسا کہ کتب خانہ مزکور میں محفوظ ہے اور اس مجموعہ میں مناقب شاہ بھی شامل تھا جس کا اس نے اپنی تالیف میں خلاصہ کیا ہے۔ الغرض اوراق ہذا کی بنیاد مجمع الفصحاء ہے۔ جن ذرائع سے اس بنیاد پر عمارت کھڑی کی گئی ہے ان کے حوالے اپنی اپنی جگہ پر ملیں گے۔

تنبیہ۔ نعمت اللہ نام کے کئی دوسرے بزرگان دین بھی گذرے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک ایران میں اور ایک ہند میں شہرت رکھتے تھے۔ پہلے نعمت اللہ جزابری جن کو بقول پروفیسر براؤن شاہ اسماعیل صفوی نے ایران میں مذہب اثنا عشری کی تعلیم کے لئے عرب سے مدعو کیا تھا۔ دوسرے نعمت اللہ نارنولی۔ نارنول صوبہ پنجاب میں ایک قصبہ ہے، ریواڑی سے قریب تیس میل جنوب کی طرف۔ یہ اورنگ زیب بادشاہ

کے ہم عصر تھے۔

شاہ نے اپنا نسب نامہ خود لکھا ہے۔ اس کے رو سے وہ امام سادس جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ امام صاحب کی پہلی بیوی فاطمہ بنت حسین بن امام حسنؑ تھیں۔ کہتے ہیں کہ جب تک وہ زندہ رہیں انہوں نے دوسری شادی نہ کی، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے خدیجۃ الکبری کی حیات میں، اور جناب امیر (حضرت علی) نے خاتون جنت کی زندگی میں دوسرا نکاح نہ کیا تھا۔

ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک عبداللہ افلح جن سے امام صاحب کی کنیت ابوعبد اللہ ہوئی (شہرستانی، کتاب الملل والنحل مطبوعہ لندن حصہ اول ص ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۴۵) دوسرے اسماعیل اعرج یعنی لنگ جن کے نام سے شیعوں کا فرقہ سبعی اسماعیلیہ کہلایا۔ ان کو امام صاحب نے شراب خوری کے الزام پر عاق کر دیا، اور ان کے چھوٹے سوتیلے بھائی موسی کاظم کو اپنا جانشین بنایا جو اثناعشریوں کے ساتویں امام ہوئے۔ مگر ایک کثیر گروہ نے اسماعیل اعرج کی طرف داری کی۔

چونکہ انہوں نے امام صاحب کی حیات میں وفات پائی یا بقول بعضے غیبت اختیار کر لی تھی ان کے معاونین نے ان کے بیٹے محمد کو ساتواں امام تسلیم کر کے آئمہ سبعہ کا دور ختم کر دیا۔

اس کے بعد آئمہ مستورین کا سلسلہ شروع ہوا جس کے پہلے دو امام جعفر مصدق بن محمد مذکور اور ان کے بعد ان کے بیٹے محمد حبیب ہوئے۔

عبیداللہ بن میمون بانی خلافت فاطمیہ مصریہ نے اپنے کو انہی کی اولاد میں سے مشتہر کیا تھا صاحب مجمع الفصحاء کا تب دیوان شاہ مطبوعہ طہران شاہ کو بھی انہی محمد حبیب کی اولاد میں سے بتاتے ہیں مگر وہ خود محمد بن اسماعیل کے ایک دوسرے بیٹے ابراہیم نامی کے ذریعے سے جناب رسالتمآب کو اپنا نوزدہم جد (۱۹) کہتے ہیں (دیوان میں پانزدہم جد صریحا کاتب کی غلطی ہے)

طبری نے کئی مقام پر محمد بن اسماعیل کا نام بحیثیت راوی لیا ہے (دیونوف۔ اسماعیلیہ ٹیکا مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ ۱۹۲۲ء ص ۶۱) لیکن ان کے دیگر حالات سے مورخین خبر نہیں دیتے اور یہ حیرت کا مقام ہے کیونکہ ان کے نام کی جماعت نے ایک زبردست

حکومت کی بنیاد ڈالی اور ایک فرقہ قائم کیا جو آج تک چلا آ رہا ہے۔

شاہ کے جد امجد سید محمد شہر حلب میں پیوند خاک ہوئے ان کا وہ زمانہ ہو گا جب کہ ملک شام سلطان رکن الدین ظاہر بیبرس کے زیر حکومت تھا۔ اس سلطان کا نام آج کل اس قدر مشہور نہیں جتنا کہ اس کی اسلام کی خدمتوں کے لحاظ سے ہونا چاہیے۔ ساتویں صدی کے نصف آخر میں بلاد اسلامیہ پر دو سخت بلائیں نازل تھیں۔ مغرب سے صلیبیوں کا سیل ابھی تک اٹڈتا چلا آ رہا تھا۔ لوئی نہم شاہ فرانس مخاطب بہ لوئی مقدس کو سلطان بیبرس نے ایک ایسی شکست دی کہ یہ سیل آئندہ کے لئے تقریباً بالکل فرو ہو گیا۔ مشرق سے سیل تاتار خلافت عباسیہ کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرتا ہوا ملک شام تک آن پہنچا تھا کہ سلطان موصوف نے ان کو مغلوب کر کے ان کے عروج کو زوال سے بدل دیا۔ مغلوں میں دین برحق کی اشاعت بھی زیادہ تر اسی کی کوششوں سے ہوئی (آرنلڈ۔ پریچنگس آف اسلام۔ طبع اول صفحہ ۱۹۲ بحوالہ مقریزی)

ہلاکو خان نے اسماعیلیوں کو جبل آلموت سے جو شمالی ایران میں واقع ہے نکال دیا تھا۔ ان میں سے بہتیرے تہ تیغ ہوئے جو بچ گئے وہ بھاگ کر شام میں اپنی دوسری شاخ کے ساتھ پناہ گزین ہوئے۔ شہر حلب کے آس پاس میں انہوں نے متعدد قلعے بنا رکھے تھے جہاں سے وہ بلا امتیاز مذہب مسلمان و مسیحی سرداروں کو قتل کیا کرتے تھے یہ گروہ حسن بن صباح کا پیرو تھا اور کتب تواریخ میں نزاری یا حشیشین کے نام سے موسوم ہے۔ بظاہر ان کا مقصد سادات کی حمایت تھی اس لئے کچھ سادات بھی ان کے دام تزویر میں آ گئے تھے سلطان بیبرس نے ۶۷۲ تک ان کے کل قلعے چھین لئے اور اس جماعت کو منتشر کر دیا۔ ان میں سے بعض حلب میں روپوش ہوئے۔

سلطان صلاح الدین کے جانشینوں کے عہد میں حلب میں بکثرت مدرسے قائم ہوئے جن کے باعث یہ شہر بھی دمشق کے مانند مدینۃ العلوم ہو گیا تھا، یہاں فضلاء عصر درس دیا کرتے تھے اور علم کے پیاسے درو دراز ملکوں سے تکمیل فن کے لئے آیا کرتے تھے ان میں سے ایک جلال الدین بلخی تھے جو بعد کو بلقب مولانا روم یقیناً اس گروہ میں شامل ہوئے جس کی نسبت خود ان کا ارشاد ہے

بزیر کنگرہء کبریاش مردانند
فرشتہ صید پیمبر شکار یزدان گیر

غرض حلب میں اس وقت علم کا چرچا تھا اور اسماعیلیوں سے خالی نہ تھا یہاں ہی شاہ کے والد سید عبداللہ نے بھی تعلیم و تربیت پائی۔

انہوں نے عربستان چھوڑ کر ایران میں سکونت اختیار کی اور شبان کارہء فارس کی ایک عورت سے شادی کر لی۔ شبان کارہ کردوں کے ایک جرگہ کا نام ہے جو عہد سلاجقہ سے نواح داراب گرد ملک فارس میں آباد تھا۔ انہی کے نام پر یہ خطہ زمین شبان کارہ کہلایا (جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن بابتہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۲۸ مضمون بر نزھۃ القلوب حمد اللہ مستونی) اس کا ایک بڑا قصبہ ایک؟؟ (معرّب عج) ہے۔ قاضی عضد شافعی مذہب اشعری بالعقائد جن کی تصنیف مواقف مع شرح میر شریف آج تک متداول ہے یہاں ہی کے رہنے والے اور شاہ کے اساتذہ میں سے تھے۔ خواجہ حافظ ایک قطعہ میں کہتے تھے کہ چند سال پیشتر ملک فارس پانچ غیر معمولی ہستیوں سے آباد تھا من جملہ ان کے:

دگر شہنشہ دانش عضد کہ در تصنیف
بنائی کار مواقف بنام شاہ نہاد

(شاہ شیخ ابو اسحاق انجو۔ قدیم دستور کے مطابق مصنف نے حمد و نعت کے بعد بادشاہ وقت کا نام لکھا ہے کسی خاص طور پر مضمون نہیں کیا ہے جیسا کہ اس بیت سے گمان ہوتا ہے)

سید عبداللہ کا صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ پیری مریدی کیا کرتے تھے اور مکران کی راہ سے ہندوستان کے صوبہ کچھ تک پہنچے۔

کہا جاتا ہے کہ شاہ شہر حلب میں بروز پنج شنبہ ۲۲ رجب ۷۳۰ یا ۷۳۱ھ میں پیدا ہوئے ان کی ولادت حلب میں اسی صورت میں یقین کی جاسکتی ہے کہ ان کے والد نے فارس میں شادی کی وہاں سے کچھ آئے پھر حلب کو لوٹے جہاں شاہ پیدا ہوئے اور یہاں سے شیراز واپس آئے جہاں شاہ کے طالب علمی کا زمانہ گذرا۔ ولادت کے روز و ماہ بھی شبہ سے خالی نہیں کیونکہ یہی روز و ماہ ان کی وفات کے بھی بتائے جاتے ہیں حالانکہ ایسا ہونا غیر ممکن نہیں۔

شاہ کے طالب علمی کے زمانہ میں علاقہ فارس کا حکمران وہاں ہی کا رہنے والا

شاہ شیخ ابواسحاق انجو (انجو، شیراز کے ایک محلّہ کا نام ہے) تھا۔ یہ ایک نہایت خدا ترس اور پاکباز شخص تھا اس کے بڑھاپے کا زمانہ تھا کہ خراسان سے مبارز الدین مظفری شیراز پر حملہ آور ہوا شہر کو آسانی سے فتح کر کے شاہ ابواسحاق کا خاتمہ کر دیا اور خاندان مظفری کی حکومت کی بنیاد ڈالی اس خاندان میں شاہ شجاع سب سے نامور گذرا ہے۔ خواجہ حافظ نے اس کی اور شاہ ابواسحاق کی مدح سرائی کی ہے۔ ایک قطعہ میں آخر الذکر کی تاریخ قتل ذال ونون یعنی ۷۵۰ھ لکھی ہے۔

واضح رہے کہ اس وقت اور اس کے تقریباً ڈیڑھ سو برس بعد یعنی آغاز عہد صفویہ تک اہل ایران سنی مذہب رکھتے تھے بڑے بڑے فقہاء و متکلمین اس سرزمین سے اٹھے جو فقہ میں حنفی یا شافعی تھے اور عقائد میں ماتریدی یا اشعری۔ خاص شہر شیرزا میں قاضی عضد قاضی شہر تھے۔ ان کے بعد علامہ تفتازانی وسید شریف نے شہرت پائی جن کی تصنیفیں عقائد پر سنیوں میں آج تک متداول ہیں۔ مزید برآن اس وقت ایران میں تصوف کا بڑا چرچا تھا خواجہ بہاء الدین نقش بند انہی لوگوں کے ہم عصر تھے اور معتقدین کا جم غفیر ساتھ رکھتے تھے۔ شیعے قہستان وغیرہ میں جابجا پائے جاتے تھے مگر قلیل تعداد میں اور روپوش۔ یہ بھی دو فرقوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک اثنا عشری دوسری سبعی اسماعیلی۔

قاضی عضد کے علاوہ شاہ کے دیگر اساتذہ ابتدائی تعلیم کیلئے شیخ رکن الدین شیرازی، بلاغت میں شمس الدین مکی، کلام و الہیات (فلسفہ) میں سید جلال الدین خوارزمی بتائے جاتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ نہوں نے طریقہ صوفیہ اختیار کرنے کے پیشتر علوم متداولہ میں کافی دستگاہ حاصل کر لی تھی اور یہ ان کی آئندہ روش کے لئے مفید ثابت ہوا کیونکہ جیسا کہ ملا جامی نے فرمایا ہے معرفت بے علم محال ہے (نفحات الانس مطبوعہ کلکتہ ص ۷۔ بعض صوفیائے کرام کے نزدیک عمل کے بعد علم خود بخود حاصل ہو جاتا ہے)۔ اپنی تصنیفات میں جو ایام طالب علمی کے بہت برس بعد کی ہیں وہ فقہ کلام الہیات کو ہیچ بتاتے ہیں اس بات کو دیوان میں مختلف پیرایوں میں بار بار دہراتے ہیں اور ابوحنیفہ شافعی زمخشری اشعری ابن سینا پر اپنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن یہ تینوں علوم فلسفیانہ یا نیم فلسفیانہ ہیں اور یہ مسلم الثبوت ہے کہ ان کی تحصیل سے ذہن صاف ہو جاتا ہے اور

استدلال کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کی تسانیف سے ظاہر ہے کہ یہ دونوں اثر ان پر یقینی ہوئے اور ان کی ابتدائی تعلیم رائیگاں نہ گئی۔ بلکہ وہ اسی کم سنی میں علمی مباحثوں میں شریک ہونے لگے۔

چونکہ روحانیت ان کے خمیر میں تھی اور دل ابھی سے بادہ عرفان سے چور تھا اس لئے مباحثے بھی مرصاد العباد وفصوص الحکم جیسی تصوف کی دقیق کتابوں پر ہوا کرتے تھے۔ اول الذکر شیخ نجم الدین رازی عرف دایہ کی تصنیف مبدء معاش معاد پر مشتمل ہے جو گروہ صوفیا میں بڑی مقبول تھی۔ دوسری کتاب شیخ محی الدین ابن عربی کی معرکہ آراء تصنیف ہے۔ یہ اگرچہ ان کی دوسری تصنیف فتوحات مکیہ سے حجم میں بہت کم ہے تاہم کہا گیا ہے کہ: فصوص جانست وفتوحات دل، اور اسی کی بنا پر شیخ پر کفر کا الزام عائد کیا گیا ہے معاونین کہتے ہیں کہ اس تکفیر کا سبب غموض معانی اور ان کی اصطلاحات سے عدم واقفیت ہے۔

بعد تحصیل علوم اولیاء اللہ کے دریافت کرنے کا اور ان کی محبت سے مستفید ہونے کا شوق دامن گیر ہوا۔ اس شوق مین یا شاید شیراز میں تبدیلی حکومت کی وجہ سے جو انہی ایام میں مبارز الدین مظفری کی فتح سے واقع ہوئی شاہ نے وطن کو خیر باد کہا اور حج کا قصد کیا۔

چھٹی صدی ہجری کے وسط میں محمد بن تومرت کے ساتھ اسپین میں بربروں کی حکومت قائم ہوئی جو تواریخ میں سلطنت موحدین کہلاتی ہے۔ اس کے قبل وہاں اہل عرب حکمران تھے اور انہیں کی علمیت وتمدن نے اہل یورپ کو حیرت میں ڈال رکھا تھا۔ برخلاف ان کے بربروں میں جہالت کے ساتھ مذہبی گرم جوشی تھی جس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں یہودی اسپین سے بھاگ گئے۔ بہت سے عیسائی ان کی عمل داری سے نکل کر ملک کے دوسرے حصوں میں جہاں ان کے ہم مذہب برسرحکومت تھے پناہ گزین ہوئے، مسلمان فلاسفہ اور صوفیہ بھی ان کے تشدد سے نہ بچ سکے بہتوں نے وطن چھوڑ کر مشرق کا رخ کیا ان میں سے دو بالخصوص یہاں پر قابل ذکر ہیں۔ ایک تو شیخ محی الدین ابن عربی جن کا ذکر ابھی ہوا۔ یہ ایک مدت دراز تک مکہ معظّمہ میں رہ کر دمشق میں ۶۳۸ھ میں پیوند خاک ہوئے۔ دوسرے شیخ قطب الدین عبدالحق ابراہیم

المرسی معروف بہ شیخ ابن سبعین (تاریخ یافعی میں واقعات سنہ تسع وستین وستمائیۃ (۶۶۹) کے ضمن میں شیخ ابن سبعین کے بارہ میں علامہ ذہبی کا قول منقول ہے کان من زهاد الفلا سفة و من القا ئلين بوحدة الو جود له تصا نيف و اتباع ان کی شہرت بحیثیت ماہر فلسفہ یونان یورپ تک پہنچی ہوئی تھی شاہنشاہ روم فرڈرک ثانی کے نام ان کا ایک مراسلہ تاریخی اہمیت رکھتا ہے) یہ بہت بوڑھے ہو کر مکہ معظّمہ ہی میں ۶۶۹ھ میں فوت ہوئے ۔ یہ دونوں فلسفہ یونان کے دلدادہ تھے اور وحدت الوجود کے قائل ۔ دونوں نے بعد وفات ایک ایک جماعت اپنے مقلدین کی چھوڑی ۔آخر الذکر کے انتقال کے تین برس بعد قونیہ میں مولانا روم نے وفات پائی ۔ چونکہ ان کی زبان (برخلاف ابن سینا، ابن عربی وغیرہ کے جو عوام سے اپنے مطالب پوشیدہ رکھنے کی غرض سے قصداً دشوار طرز بیان اختیار کرتے تھے) عام فہم فارسی تھی ان کے ارشاد کا غلغلہ ان کی حیات ہی میں دور تک پہنچ چکا تھا ۔۷۳۰ھ میں شیخ کمال الدین عبدالرزاق کاشی مؤلف اصطلاحات الصوفیہ نے وفات پائی ، یہ دونوں بھی وحدت الوجود کے قائل تھے ۔

اگر چہ اسی زمانہ میں شام میں علامہ ابن تیمیہ بھی گذرے ہیں جنہوں نے شرک و بدعت خصوصاً قبر پرستی کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا مگر ان کی جان فشانیوں کا نتیجہ یہی ہوا کہ جب وہ سپرد خاک ہوئے تو ان کے معتقدین نے ان کی قبر کی پرستش شروع کر دی (مکڈانلڈ ۔ڈویلپمنٹ آف مسلم تھیالوجی ص ۲۷۸)

کہتے ہیں کہ شاہ مکہ معظّمہ میں ۲۴ برس کی عمر میں پہنچے یعنی قریب ۷۵۵ھ کے گمان غالب ہے کہ اس وقت تک وہاں شیخ ابن عربی و شیخ ابن سبعین کی تعلیم کا سلسلہ مفقود نہ ہوا ہوگا ۔

مکہ معظّمہ پہنچ کر شاہ امام یافعی کے حلقہ ارشاد میں شامل ہوئے ۔ ان کا پورا نام ابو السعادات عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد ہے اور یہ مرید تھے شیخ ابو الحسن نور الدین علی بن عبداللہ الیمنی الطّواشی کے ۔طواش افریقہ کے قوم بربر کے ایک قبیلہ کا نام ہے جس کی رعایت سے شاہ نے اپنے سلسلہ ارادت میں انکو صالح بربری کہا ہے ۔ان کے بارہ میں امام یافعی لکھتے ہیں

فكان يسا فر مع ابيه و ا خو ته فا زا د خلوا السوق التحارا ت ... حتى حصل له من بعضهم تعليم ا لاسم ا لا عظم

شاہ کہتے ہیں کہ امام یافعی خود بھی عارف اسم اعظم تھے انہوں نے چالیس برس حرمین شریفین کے درمیان بسر کئے جس کے باعث ان کو قطب مکہ کہا گیا ہے ان کی بہت سی تصنیفیں ہیں جن میں تاریخ یافعی مشہور ومعروف ہے۔ ۷۶۸ھ میں انتقال کیا۔ ان کے بارہ میں دولت شاہ کا قول ہے

فضیلت شیخ عبداللہ یافعی راہمیں سعادت بس است کہ ہم چو سید نعمت اللہ عارفی از دامن تربیت او برخاستہ کہ بزرگان عالم بر تحقیق و تکمیل سید نعمت اللہ متفق اند

شاہ نے ان کے بعض رسالوں کی شرحیں لکھی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ ان کے اکثر خیالات وجذبات ان کے مرشد کے خیالات وجزبات پر مبنی ہیں اور آخر الذکر کی بنیاد تسانیف ابن عربی ہے باوجودیکہ شاہ شیعہ اور ان میں سے ایک شافعی اور دوسرے ظاہری مذہب کے پابند تھے۔ شاہ نے خود ابن عربی کی بعض تصانیف کی شرح اور ان کے دو مقلدین مولانا عراقی کے لمعات کی شرح اور شیخ عبدالرزاق کاشی کی اصطلاحات الصوفیہ کا خلاصہ لکھا ہے۔

امام یافعی کی خدمت میں شاہ سات برس رہ کر ان سے اجازت ارشاد وخرقہ خلافت حاصل کیا۔ مکہ ہی میں قطب الدین رازی سے بھی ملے جن کی شرح شمسیہ عرف قطبی آج تک داخل درس ہے۔

مکہ معظّمہ سے نکل کر مصر وشام وعراق ہوتے ہوئے اور ہر جگہ جہاں سے گذرے وہاں کے فقراء ودرویشوں سے ملتے ہوئے شمالی ایران کی راہ سے ماوراء النہر آئے کچھ روز شہر سبز میں قیام کیا۔ یہ مردم خیز شہر سمرقند سے مضافات میں ہے اور مختلف وقتوں میں مختلف ناموں سے موسوم رہا ہے۔ چاچ، شاش، کاش، کش، تاش قند سب ایک ہی شہر کے نام (اسی شہر میں امیر تیمور ۷۳۶ھ میں پیدا ہوا۔ بدر چاچ شاعر، شاشی صاحب اصول، عبدالرزاق کاشی صاحب اصطلاحات الصوفیہ، عبدالرزاق سمرقندی سیاح ومورخ یہاں ہی کے تھے۔ زمانہ قدیم میں یہاں کا کمان مشہور تھا۔ شاہنامہ میں رستم کہتا ہے: ہر آنکہ کہ چاچی بزہ درکشم۔ ستارہ فرو ریزد از ترکشم) یہاں سے جنوب کی طرف پھرے کوہ صاف پہنچے جو درمیان سمرقند وبلخ کے ہے۔ دولت شاہ کا بیان (تذکرۃ الشعراء مرتبہ براؤن۔ ص ۳۳۳) ہے کہ

کشایش کار جناب سیادت مآبی درکوہ صاف بود کہ درنواح بلخ است و آن کوہیست مبارک وقدم گاہ رجال اللہ، مشہور است کہ سید چہل اربعین درآن منزل مبارک برآورد ودریں باب می فرماید

ظاہرم در قہستاں و باطنم در کوہ صاف
صوفیاں صاف را صد مرحبا باید زدن

دولت شاہ ان کو بجائے کرمانی کے کوہستانی ہی کہتے ہیں مجمع الفصحاء میں یہ مضمون کچھ بڑھا کر مذکور ہے۔

درکوہستان سمرقند اربعین ہا داشت ودرسرمای زمستان فرداً وحیداً درآں مغار بریاضت بسر بردو از کثرت برف راہ ہا مسدود شد۔ چوں در بہار صیاداں در آں کوہسار شدند وبرف بگذاشت سید را درغارے دیدند ومتحیر ماندند

حال کے یورپئن سیاح بھی ان اطراف کی برف باری ایسی ہی سخت اور دیرپا بتاتے ہیں۔غرض سمرقند وبلخ کے درمیان شاہ نے بڑی بڑی ریاضتیں

(نام کوہے ہم است از خراسان کہ آں را کہستاں ہم می گویند ومعرب آں قہستاں است وبہ تعریب اشتہار دارد وقبل ازیں سمرقند را نیز گفتہ اند۔ برہان قاطع)

کیں اور یہاں سے ان کی زندگی میں نمایاں فرق پیدا ہونے لگا طالب علمی اور تلاش حق کا زمانہ اختتام کو پہنچا اور ارشاد وکرامات کا غلغلہ بلند ہونے لگا، معتقدین بھی گروہ در گروہ ساتھ جمع ہونے لگے۔

اسی زمانہ میں ایک اور زبردست ہستی کا نام صفحہ تاریخ پر چمکنا شروع ہوتا ہے ۷۷۱ھ میں ترکوں کی ایک عظیم الشان قومی مجلس جس کو قرل تائے کہتے ہیں منعقد ہوئی جس میں تیمور بک جو دس برس کی فتح وشکست کے بعد اپنے کل رقیبوں کو زیر کر چکا تھا بلقب صاحب قران سارے ماوراء النہر کا فرمان روا تسلیم ہوا۔ چند سال گذرنے پر اس کے دل میں تسخیر ممالک و جہاں کشائی کا ولولہ پیدا ہوا۔ اس وقت اس کے مزاج میں امیر کلال کو بڑا دخل تھا۔ یہ اس کے پیر تھے اور بعد کو داماد بھی ہوئے۔لڑکی کے ساتھ تیمور نے ان کو ایک جرگہ تاتاریوں کا جو شام سے آکر خراسان میں بس گیا تھا نذر کیا۔ یہ جرگہ ان کے خاندان کی خدمت میں آج تک مصروف ہے اور جرگہء تیموری کہلاتا

ہے (کرنل ہیٹ ۔سفر نامہ خراسان صفحہ ۳۵، ۳۸) چونکہ شاہ کے مریدوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی تھی اسلئے ان سے امیر کلال کو رقابت کا اور امیر تیمور کو بغاوت کا خوف ہوا۔

حکایت از مجمع الفصحاء۔ درحدود کوہستان اور گنج (ترکی اور گنج۔ فارسی گرگانج۔عربی جرجان پایہ تخت خوارزم جو آج کل خیوا کہلاتا ہے) بواسطہ بعض کرامات ہزارکس با سید اظہار ارادت کردند۔ امیر سید کلام کہ مشائخ نقشبند یہ بدو (خواجہ بہاء الدین را نظر قبول بفرزندی از خدمت خواجہ محمد باباسماسی است وتعلیم آداب طریقت بحسب صورت از سید محمد کلال ۔نفحات صفحہ ۴۳۹) انتساب دارند ازیں معنی برآشفت ۔ خدمت امیر تیمور سعایت کرد کہ سید را داعیہ خروج سلطنت است ۔ او را ازین صفحات باید بیروں کرد کہ فسادے روے ندہد۔ چوں سید مستحضر شد فرمود۔ تا حلوائے امیر کلال رانخو ریم از خراسان (اس زمانہ میں خراسان ایک وسیع ملک کا نام تھا جس میں ہرات بلخ مرو شامل تھے آج کل اس کا کچھ حصہ افغانستان میں اور کچھ حصہ ایران میں اور باقی جمہوریات روس میں آ گیا ہے) بیروں نرویم ۔ وآخر چناں شد کہ فرمودہ بود۔ مع القصہ جوں امیر کلال در خدمت امیر سخنان مفسدانہ گفت و امیر تیمور در یکے از مغارات بدیدن سید رفتہ بعد از صحبت اظہار کردہ کہ شما از ولایت ما بیروں روید۔ سید بعد از تامل گفتہ، بہر ملک کہ سیر کردم مملکت شما بود۔ پس کجا باید شد۔

آخر کار شاہ نے امیر تیمور کی عمل داری سے باہر نکل کر دل کا بخار ایک قطعہ کی صورت میں نکالا

نیم تنے ملک جہاں را گرفت
گشتہ گدا خسروی روئے زمین
پائے زو چرخ بزیر رکاب
دست نہ و ملک بزیر نگین

(تیمور نہ صرف لنگ تھا بلکہ ایک ہاتھ سے معذور بھی)

ملک خدا میدہد ، این جا کرامت
زہرہ کہ گوید کہ چناں یا چنین

(مجمع الفصحاء میں لکھا ہے کہ شاہ کا یہ قطعہ دیوان خواجہ حافظ میں تخلیط پا گیا۔ لیکن دیوان مذکور کے معمولی چھاپوں میں اس کا نام ونشان نہیں۔ البتہ نفحات میں ایک نظم حکیم سنائی کی پائی جاتی ہے جس کو انہوں نے اپنے حسب حال کہا تھا، اس کے دو شعر یہ ہیں :

بسکہ شنیدی صفت روم و چین
خیز و بیا ملک سنائی ببیں
پائے نہ و چرخ بزیر قدم
دست نہ و ملک بزیر نگیں)

ایک دوسرا قطعہ بھی اغلباً اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے

دست بر دست مزن خواجہ
دست بر دست شاہ مرداں زن
ملک توران گزار و خوش می باش
آتشے در وجود ایراں زن
در خرابات رود خود بنشیں
طعنہ بر مملکت سلیماں زن

انہی ایام میں انہوں نے ہرات کے ایک سید صحیح النسب میر عماد الدین حمزہ حسینی کی لڑکی سلطان بخت سے نکاح کر لیا۔ صاحب مجمع الفصحاء کا بیان ہے کہ یہ نکاح میر حسینی سادات مولف کنز الرموز ومصباح الارواح کی وساطت سے انجام پایا۔ لیکن میر حسینی سادات جو ان کتابوں کے مولف اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے اس تقریب کے نصف صدی پیشتر یعنی ۷۱۸ھ میں گذر چکے تھے۔

بعد ازاں کرمان پہنچے جہاں ان کے فرزند امیر برہان الدین خلیل اللہ بتاریخ یاز دہم ماہ شعبان ۷۷۵ھ پیدا ہوئے سارے دیوان میں یہی ایک تاریخ پائی جاتی ہے۔ یہاں سے نکل کر لبنان آئے یہ وہ لبنان نہیں جو ملک شام میں ایک مشہور پہاڑ ہے بلکہ مضافات اصفہان میں ایک دیہات ہے۔ ہزاروں مرید شامل تھے جن سے ایک بستی آباد ہوگئی۔

اس کے بعد شاہ صاحب کے حالات کا تقریباً تیس سال تک پتہ نہیں چلتا

معاملات ملکی پر نظر ڈالنے سے یہ راز کھل جاتا ہے۔ ۷۸۲ھ سے سارا ایران امیر تیمور کی جولاں گاہ بن گیا تھا اس سال وہ شیخ زین الدین ابوبکر خافی سے ملا۔ انہوں نے اس کے حق میں بہت کچھ دعائیں دیں۔ پھر غیاث الدین علی والی خرسان کو جوتر کوں کے قبیلہ قرت سے تھا شکست دی۔ اس کے بعد دوسال مسلسل ایران پر حملہ آور ہوا۔

اس وقت شیراز میں مظفریوں کی حکومت تھی ان میں شاہ شجاع کا نام اب تک زندہ ہے اس سبب سے کہ خواجہ حافظ کا وہ ممدوح تھا۔ یہ اٹھارہ سال نیک نامی کے ساتھ حکمرانی کر کے ۷۸۶ھ میں فوت ہوا۔ حافظ قرآن عربی و فارسی کا شاعر اور شاہ کا معتقد تھا، اس کے جانشین زین العابدین کو امیر تیمور نے اپنے پاس طلب کیا۔ اس کی عدول حکمی پر امیر نے شیراز کی طرف کوچ کیا۔ راستہ میں اصفہان میں قتل عام کیا اور مقتولوں کے سروں کا کلمہ منار تعمیر کیا (تاتاریوں کا پرانا دستور تھا کہ جب لڑائی کا میدان مارتے تھے تو میدان جنگ میں کسی اونچی جگہ پر ایک بڑا سا گڑھا کھود کر اس میں مقتولوں کا سر پھر دیتے تھے اور اس پر ایک عمدہ عمارت مثل منار بناتے تھے اسی کو کلہ منار کہتے ہیں۔ انگریزی میں پیرمدس آف ہڈس۔ ہندوستان مین ایک کلہ منار ہمایوں کے عہد ثانی مین بیرم خان نے افغانوں کے سرکا بمقام سرہند تعمیر کیا تھا اس کے بجائے اس کے بیٹے عبدالرحیم خان خاناں نے احمد آباد میں جس جگہ پر مظفر خان گجراتی پر فتح پائی تھی ایک باغ لگایا۔ دربار اکبری صفحہ ۶۴۸۔ کلہ مناروں کی تعمیر سے گبن و دیگر مورخین یورپ تیمور کی خون خواری ثابت کرتے ہیں لیکن اس سے غرض کچھ اور نہ تھی سوا اس کے کہ فتح کی یادگار رہے اور مفتوح قومیں مرعوب ہو کر سرکشی نہ کریں) دو برس بعد مظفریوں کو مغلوب کر کے شیراز پر قبضہ کر لیا اسی موقعہ پر کہا جاتا ہے کہ خواجہ حافظ کو اپنے پاس بلایا تھا (نقل از آتش کدہ۔ خواجہ را امیر تیمور احضار کرد و گفت کہ تو سمرقند و بخارا را کہ وطن مالوف من است بخال ہندوے بخشدہ ء۔ خواجہ بدیہہ گفت ازین غلط بخشی ہاست کہ بدیں فقری گذارم) شیراز اصفہان کرمان سرجان پر اپنے سرداروں کو حاکم بنا کر سمرقند واپس لوٹا اور اپنے ساتھ علامہ تفتازانی وسید شریف کو لیتا گیا۔ ۷۹۳ھ میں جرجان و مازندران کے سادات کو جو فضل اللہ بانی فرقہ حروفی کے پیرو تھے تہ تیغ کیا۔ ۷۹۵ھ میں شیراز پر دوبارہ لشکر کشی کی شاہ منصور پر نصرت حاصل کر کے مظفریوں کا خاتمہ کر دیا۔ غرض کہ اس زمانہ میں سارا ایران اس شاہباز کے پنجہ میں گرفتار تھا (نقل ہے کہ ایک مرتبہ صاحب قرن کا گذر مقبرہ فردوسی پر ہوا، اور شاعر کو خطاب کر کے کہا

سرازقبر بردار و ایراں ببیں ۔ دلیری شیراں توراں ببیں
فوراً قبر سے آواز آئی
گذشتند شیراں ازیں مرغزار ۔ کندرو بہ لنگ ایں جا شکار
بعض مورخین اس زمانہ کو ایران کے لئے قیامت صغری کا زمانہ کہتے ہیں)

صاحب قران نے ۸۰۷ھ میں انتقال کیا اس کا بیٹا عمر شیخ مرزا اس کی حیات میں وفات پا چکا تھا امیر نے اس کے ایک بیٹے پیر محمد کو مرتے وقت اپنا جانشین نامزد کیا مگر اس کی اس وصیت پر عمل درآمد نہ ہوا۔ ایک مدت تک خانہ جنگی رہی ۔ اس وقت پیر محمد فارس پر قابض تھا اور اس کے دو بھائی رستم اصفہان میں اور اسکندر ہمدان میں حکومت کرتے تھے ۔ آخر الذکر نے فارس ۸۰۷ ھ میں اور اصفہان ۸۱۳ھ میں اپنے بھائیوں سے چھین کر پورے عراق عجم پر بلقب جلال الدین اسکندر بڑے شان وشکوہ سے بادشاہی کرنے لگا ۔ شمال مین امیر تیمور کے ایک چھوٹے بیٹے شاہ رخ مرزا نے جس کو وہ بہت عزیز رکھتا تھا خرسان و ماوراء النہر پر قبضہ کر کے پایہ تخت سمرقند سے ہرات کو تبدیل کر دیا ۔ اس کو جب معلوم ہوا کہ اسکندر نے اپنے بھائیوں سے ملک چھین لیا ہے اور ممالک تیموری کے دوسرے حصوں کی تسخیر کا ارادہ رکھتا ہے تو یہ ۸۱۴ھ میں عراق پر حملہ آور ہوا جنگ میں فتح پا کر اسکندر کو گرفتار کر لیا مگر اپنی بیوی گوہر شاہ کی اغوا سے ۸۱۷ھ میں
دو چشم آں شاہزادہ کہ غیرت حور عین بود ہمچوں عین نرگس از کسوت نور عاری ساخت (حبیب السیر جز دہم از جلد نہم ۔ دولت شاہ تذکرۃ الشعراء ص ۳۷۰) سلطان اسکندر کا دار الحکومت اصفہان تھا ۔ اس کے دربار میں فضلاء روزگار کا مجمع رہتا تھا ۔ شاہ اس کے عہد میں تفت میں قیام کرتے تھے جو مضافات یزد میں ایک پرفضا مقام تھا یہاں انہوں نے ایک خانقاہ بنائی تھی ۔ اسکندران کو چار سال تک اس علاقہ کے متوجہات دیتا رہا ۔ ایک مرتبہ اس نے شاہ سے کچھ سوال کئے انہوں نے جواب میں ایک رسالہ تصنیف کر کے اس کے پاس بھیج دیا جو ان کے دیگر رسائل کے ساتھ اب تک موجود ہے ..

آل تیمور میں شاہ رخ ملقب بہ خاقان سعید سب سے زیادہ نیک نام اور روشن دماغ بادشاہ گذرا ہے ملک میں امن وامان رہتا تھا اور رعایا آسودگی سے زندگی

بسر کرتی تھی جب اس نے ہرات کو اپنا پایہ تخت بنایا تو یہ ایک اجڑی ہوئی بستی تھی اس کو اس نے نئی نئی اور عالی شان عمارتوں سے بارونق کر دیا اس کے دربار میں ہر طرح کے باکمال حاضر رہتے تھے اس کا عہد شاہ (نعمت اللہ) کا بھی سب سے زیادہ بزرگی و اقتدار کا زمانہ تھا۔ ایک جم غفیر مریدوں کا ساتھ رہا کرتا تھا اور وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ شاہانہ شان وشوکت سے پھرا کرتے تھے خود کہتے ہیں

ہر کجا شہریست اقطاع من است
گہ بہ ایراں گہ بہ توراں می روم
صد ہزاراں ترک دار م در رکاب
ہر کجا خواہم چو سلطان می روم

کہتے ہیں کہ قصبہ ماہان میں جو علاقہ کرمان میں ایک پر فضا مقام تھا اور اب بھی ہے، شاہ نوّے (۹۰) ہزار مریدوں کی جمعیت کے ساتھ سکونت پذیر تھے بڑے بڑے علماء وفضلاء ان کے مرید یا معتقد تھے امراء وعمایدین ان کی صحبت کو فلاح دارین کا وسیلہ سمجھتے تھے اور ان کی خدمت میں نذریں اور تحفہ بھیجا کرتے تھے جس سے دنیا داروں کے سینوں میں رشک وحسد کی آگ بھڑکی شاہ رخ کے پاس ان کی شکایتیں پہنچنی شروع ہوئیں۔ کفر کا فتویٰ بھی دیا گیا (مجالس المومنین وریاض الشعرا۔ ذکر شاہ نعمت اللہ) سلطان نے ان کو اپنے پاس بلا بھیجا یہ گئے اور کچھ سوال و جواب کے بعد اس کو ان کی طرف سے اطمینان ہو گیا اور وہ ان کا معتقد بھی ہو گیا۔ خود کہتے ہیں

غلام سیدم و پادشاہ ہر دو جہان
عجب مدار کہ سلطان بود مرا بندہ

انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ۲۵ سال شاہ رخ کے عہد میں قصبہ ماہان میں گزارے۔ یہ ان کے بڑے فروغ کا زمانہ تھا صاحب حبیب السیر لکھتا ہے:

سلاطین زمان وحکام نافذ فرمان سرارادت بر آستاں ہدایت آشیانش می داشتند وعلماء اعلام وفضلاء وسایر اکابر ومعارف آں ایام درگاہ کعبہ اشتباہش را قبلہ حاجات می پنداستند

...شاہ کا مذہب جیسا کہ ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے تین اجزاء سے مرکب تھا، تشیع، و

حدت الوجود، سلسلہ تکوین۔
آل رسول کی فضیلتیں ان کے دیوان میں جا بجا بیان ہوئی ہیں۔ جناب امیر کی شان میں ان کے قصیدے موجود ہیں جن کے مضامین سے اکثر اہل سنت والجماعت اتفاق نہ کریں گے۔ان کے اثناعشری ہونے کے ثبوت میں ایک رباعی پیش کی جاسکتی ہے

خواہی کہ ز دوزخ بریانی دل و تن
اثنا عشری شود گزیں مذہب من
دانی سہ (۳) محمد بود و چار علی
یا موسی و جعفر و حسین و دو حسن

علوی (علویوں کے متعدد فرقے جو اثناعشری نہ تھے کتابوں میں مذکور ہیں شام وعراق وعجم مین ان میں سے چند کے افراد آج کل بھی پائے جاتے ہیں) وہ بے شک تھے مگر ان کے شیعہ اثنا عشری ہونے کا کوئی دوسرا ثبوت ان کی تصنیفات میں نہیں ملتا امام مہدی کے متعلق شیعہ وسنی کے عقاید مختلف ہیں لیکن ان کے قصیدہ پیش گوئی قیامت اور رسالہ صفات مہدی میں امام موصوف کے بارہ میں جو کچھ مزکور ہے اس میں شائد ہی کوئی ایسی بات نکلے جس سے شیعہ وسنی آپس میں جھگڑتے ہوں۔شاہ کی روش صلح کل تھی۔اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے اساتذہ مرشد اور اکثر رفقاء سنی مذہب رکھتے تھے پیری مریدی کا رواج بھی شیعوں میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ایران میں ان دنوں اس قسم کے صرف دو ہی بڑے سلسلے نظر آتے ہیں: ایک خاکساری دوسرے نعمت اللہی۔

مسئلہ وحدت الوجود پر بڑی بحث ہے جس کی گنجائش یہاں نہیں صرف اتنا لکھا جاتا ہے کہ اس عقیدہ کا پتہ اول اول قدیم ہندوؤں کی کتاب ویدنت میں ملتا ہے جو ویدوں کا آخری جزو ہے یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی اس کے قائلین گذرے ہیں اسلام میں منصور حلاج بایزید بسطامی وغیرہ بظاہر ایسا ہی عقیدہ رکھتے تھے مگر ان بزرگوں نے کوئی ایسی تصنیف نہیں چھوڑی جس سے ان کے عقاید کا صحیح پتہ ملے۔البتہ رسائل اخوان الصفا (ان رسائل کی تصنیف میں ایک ہندوستانی بھی شریک تھا)

.... یہ قصیدہ کسی وجہ سے دیوان مطبوعہ میں درج نہ پایا ہے جن نسخوں میں یہ درج ہے وہاں اشعار کی تعداد اور ان کی ترتیب میں فرق پایا جاتا ہے اور اکثر جگہوں پر الفاظ بھی

متفرق ہیں معرکہ آلارا بیت یہ ہے

عین و زی ضاد چوں گذشت از سال
بو العجب کاروبار مے بینم

مجمع الفصحاء میں ۲۴ شعروں کا انتخاب ہے۔ حروف تاریخ غین را ذال ہیں جن کے ۱۲۰۴ ہوتے ہیں۔ اس سال سے ۴۶ برس بعد تالیف مذکور اختتام کو پہنچی ہے قصیدہ کی سرخی بھی اسی سے نقل کی گئی ہے اور وہ قابل لحاظ ہے۔

نسخہ کتب خانہ پٹنہ میں جو ۹۴۲ھ کی کتابت ہے ۵۶ شعر ہیں اور حروف عین و زی ضاد یعنی ۸۷۷۔ اس کتاب میں اسی نسخہ سے قصیدہ مذکور نقل کیا گیا ہے۔

پروفیسر براؤن ۱۸۸۹ء میں قصبہ ماہان میں وارد ہوئے وہاں جو نسخہ کہ شاہ صاحب کے دیوان کا بہترین اور سب سے معتبر سمجھا جاتا تھا اس سے انہوں نے اس قصیدہ کی نقل کی۔ اس نقل میں پچاس شعر ہیں جس بیت میں شاہ کا نام آتا ہے وہ اس میں سینتیسویں بیت ہے دوسرے نسخوں میں یہ بیت اخیر میں مقطع کی جگہ پر آتی ہے۔ حروف عین و را دال ہیں۔کل غیر منقوطہ جن کے ۲۷۴ ہوع تے ہیں۔

برٹش میوزیم لندن کی فہرست کتب قلمی فارسی کے مولف کا خیال ہے کہ عین وزی ذال یعنی ۷۷۷ جو وہاں کے نسخہ میں پائے جاتے ہیں وہ قصیدہ کی تحریر کی تاریخ ہے۔ اس خیال کے غلط ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ اس سال کے چند ہی برس بعد ایران میں امیر تیمور نے گویا قیامت برپا کر دی تھی جس کا مجمل بیان اوپر گذرا۔ یہ حال نہ صرف ایران کا تھا بلکہ ماسکو پایہ تخت روس سے لے کر دہلی تک اور چین سے لے کر شام تک کا، جہاں وہ پہنچا قتل وغارت کا بازار گرم ہوا۔

ایسے سخت و عالم گیر ہنگامہ کے وقت مسلمان اکثر مہدی آخرالزمان کا انتظار کرتے ہیں کہ وہ آکر دنیا کو عدل سے بھر دیں گے جب کہ وہ ظلم سے بھری نظر آتی ہے۔ یوں تو بیسیوں نے مہدویت کا دعوی بڑے امن وامان کے زمانوں میں کیا ہے اور اغلباً آئندہ بھی کریں گے اور کچھ لوگ ان کے فریب میں آہی جاتے ہیں لیکن عہد تیمور اہل ایران کے لئے خصوصاً کچھ ایسا زمانہ گذرا ہے کہ جس میں کسی مسلمان کا اس طرح کا قصیدہ لکھنا بے وقت و بے محل تصور نہیں کیا جا سکتا۔ شاہ تو اس کی دراز دستیوں کا نمونہ

خود ہی دیکھ چکے تھے جب کہ اس نے ان کو اپنی قلم رو سے باہر چلے جانے کا حکم دیا اور انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل بدل ناشاد کی تھی۔

اس قصیدہ کی زمین میں ان کی ایک غزل بھی پائی جاتی ہے جس کے کئی مصرعے قصیدہ کے مصرعوں یا نیم مصرعوں سے ملتے جلتے نظر آتے ہیں: غزل:

دولت وصل یار می بینم
کام دل در کنار می بینم
ہمہ روشن بنور او نگرم
گر یکے در ہزار می بینم
آن کہ از چشم مردم است نہاں
روشن و آشکار می بینم
ہر خیالے کہ نقش می بندم
نور روئے نگار می بینم
خانہء دل کہ رفتہ ان از غیر
خلوت آں نگار می بینم
ایں عجائب کہ دید یا کہ شنید
کہ یکے بے شمار می بینم
نعمت اللہ را چو می نگرم
از نبی یادگار می بینم

یہ غزل اس قصیدہ کی اصلی بنیاد ہو یا نہ ہو مگر ان کا اس مسئلہ سے دل چسپی رکھنا دیگر ذرائع سے بھی ثابت ہے ان کے مجموعہ رسائل میں ایک رسالہ موسومہ صفات مہدی بھی شامل ہے جس میں انہوں نے علامات قیامت کی چند حدیثوں کو جمع کر کے ان کی شرح لکھی ہے اس رسالہ کے اخیر میں ایک مثنوی ہے جس میں انہوں نے صحیح مسلم کی ایک مشہور حدیث کو نظم کیا ہے

دہ چیز نبی بحق امت
فرمود علامت قیامت

اول دود از جہاں بر آید
دنیا پس ازآں بسے نباید
انگہ دجال کور نا خوش
پیدا گردد چو باد و آتش
دابہ پس از آں پدید آید
اما بسیار ہم نپاید
خورشید عیاں شود ز مغرب
و انگاہ رواں شود ز مغرب
مغرب مشرق نماید آں روز
از پر تو شمع عالم افروز
پنجم عیسی فرود آید
بر مادر رحمتش کشائد
آنگہ باشد ظہور یاجوج
با لشکر بے شمار ماجوج
یک سال سی خسف مہ بگیرد
بسیار گدا و شہ بمیرد
آخر ز زمیں بر آید آتش
سوزد تر و خشک مرداں خوش
ایں است علامت قیامت
فرمود رسول حق امّت

یہ سب آثار کبری ہیں جو بعد ظہور مہدی نظر آئیں گے قصیدہ کا پہلا حصہ زیادہ تر علامات صغری کی آیتوں اور حدیثوں پر مبنی ہے ایک دوسرے قصیدہ میں جہاں پر سات سیاروں اور بارہ برجوں کا ذکر ہے ذیل کا شعر پایا جاتا ہے

چوں ببرج سعد آنید آن زمان این ہفت شاہ
آشکارہ گردد آں مہدی کہ ہادی ما شود

زمانہ برا تھا۔ شاہ کے تقدس کی شہرت تھی اور اس مسئلہ پر ان کے ارشادات بھی تھے ان وجوہ سے شاید ان کے معتقدین نے ان کو مہدی آخر الزمان سمجھا یا ان کے دشمنوں نے ان کو اس دعوی کی تہمت دی۔ ان میں سے کسی کو لکھتے ہیں

اے که می پرسی زما احوال ما
نعمت الله نامم آمد از خدا
سید و درویش و حق را بندہ ام
مردہ ام از جاں بجاناں زندہ ام
من نیم مہدی و لے ہادی منم
رہنمائے خلق در وادی منم
مصطفٰی را بندہ ام حق را غلام
پیشوائے با سلامت و السلام

اخیر میں شائد مشکوۃ المصابیح کی پہلی حدیث کی طرف اشارہ کر دینا خلاف موقعہ نہ ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبریل سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی۔ انہوں نے جواب دیا کہ سائل سے زیادہ مسؤل آگاہ نہیں۔ حضرت عمر ابن الخطاب ؓ سے یہ حدیث ہے اور سنیوں کے اکثر اہم عقائد کی یہ بنیاد ہے۔ شیعہ بھی ساعت قیامت کے باب میں سنیوں سے متفق ہیں یعنی اس کا کسی کو علم نہیں

قصیدہ پیشگوئی ساعت قیامت سے بہتوں نے فائدہ اٹھانا چاہا ہے ان میں سے تین تاریخی اہمیت رکھتے ہیں

حبیب السیر تاریخ کی مشہور اور بڑی مستند کتاب ہے خواندامیر اس کی تصنیف سے ۹۳۰ھ میں فارغ ہوا اسی سال شاہ اسماعیل بانی سلطنت صفویہ نے وفات پائی۔ شاہ نعمت اللہ کے ذکر میں مصنف لکھتا ہے

دیوان اشعار حقائق شعار آن سید ولایت وثار مشہور است ودر آن کتاب افادت ایاب ابیاتے کہ مشعر بطلوع آفتاب ہست مسطور

یہ جملہ اگر بعد کا اضافہ نہیں ہے تو اس سے ثابت ہے کہ ابتداء ہی سے یہ قصیدہ مشہور و معروف تھا۔ شاہ کی رحلت کو ایک صدی سے کم ہی گذرے تھے کہ یہ نظم

شاہ اسماعیل کے دعوی کی حمایت میں پیش کی گئی۔ شاہان صفویہ اپنے کو نائب مہدی کہا کرتے تھے ان کا یہ قول تھا کہ صاحب العصر والزمان کی غیبت میں بادشاہی کرتے ہیں جس گھڑی وہ اپنے کو ظاہر کریں گے یہ عنان حکومت ان کے حوالہ کر دیں گے۔ قصیدہ کے آخری حصہ میں نائب مہدی سے انہی کی طرف اشارہ سمجھا جا سکتا ہے گمان تو یہ ہوتا ہے کہ پروفیسر براؤن کی نقل میں سینتیسواں شعر جو مقطع کا ہے وہاں ہی قصیدہ ختم ہو جاتا ہے۔ بعد کے تیرہ اشعار خاندان صفویہ کی طرف سے پروپیگنڈے کے ہیں جو کسی نسخہ میں مقطع کے آگے حسب ضرورت جوڑ دیئے گئے تھے اور آج کل جو نسخہ ماہان میں ہے وہی اصل مع اضافہ کے ہے۔ بالخصوص اشعار ذیل

چوں زمستان پنجمیں بگذشت
ششمش خوش بہار می بینم
نائب مہدی آشکار شود
بلکہ من آشکار می بینم
پادشاہے تمام دانائے
سرورِ با وقار مے بینم
بعد از و خود امام خواہد بود
کہ جہاں را مدار می بینم

شیعوں کے فرقہ اثنا عشری کا عقیدہ ہے کہ امام محمد مہدی بن امام حسن عسکری آئمہ معصومین کے اخیر امام ہیں ان کا عہد امامت ۲۶۰ھ سے شروع ہوا مگر اس سال کے بعد وہ صرف ایک ہی بار ۳۳۹ھ میں ظاہر ہوئے اس ۷۹ سال کے عرصہ کو وہ غیبت صغری کہتے ہیں۔ اس عرصہ میں وہ یکے بعد دیگرے چار شخصوں کی وساطت سے مسلمانوں کو ہدایت کیا کرتے تھے یہ چار اشخاص اپنے اپنے عہد کے باب کہلاتے تھے۔ ۳۳۹ھ میں ان کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور غیبت کبری امام صاحب کی شروع ہوئی۔ یہ قائم آل رسول، صاحب العصر، صاحب الامر، امام منتظر ہیں، ان کے نام کے بعد ہمیشہ عجّل اللہ و جه لکھا کرتے ہیں یعنی اللہ تعالی ان کو جلد ظاہر کرے۔ ابتداء غیبت سے پورے ایک ہزار برس بعد یعنی ۱۲۶۰ھ میں ایک نوجوان شیرازی علی محمد نے

اپنے کو باب مشہور کیا اس کے دعوی کی تائید میں من جملہ اور دلائل کے شاہ کا یہ قصیدہ بھی پیش کیا گیا مگر بہ تبدیل تاریخ یعنی غین وراسین جن سے سے اس کے ظہور کا سال ۱۲۶۰ھ نکلتا ہے۔ سات برس بعد وہ قتل ہوا لیکن اس کے پیرو جو بابی کہلاتے ہیں تعداد میں بڑھتے گئے اس نے اپنے ظہور سے ۱۹ سال بعد ایک ایسے شخص کے آنے کی خبر دی تھی جس کا وہ باب تھا چنانچہ ۱۲۲۹ھ میں مازندران کے ایک امیر زادہ بہاء اللہ نے مشارالیہ ہونے کا دعوی کیا ان کے پیرو بہائی کہلاتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں فرقہ اہل حدیث کی ابتداء رائے بریلی صوبہ اودھ کے متوطن سید احمد صاحب سے ہوئی یہ آل رسول میں سے تھے نام بھی احمد تھا۔ شرک و بدعت کی روک تھام میں ان کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ مظلوم مسلمانان پنجاب کی حمایت میں سکھوں کے خلاف ان کے اعلان جہاد سے بڑی امیدیں بندھیں کچھ حیرت نہیں کہ ان باتوں سے بہتوں نے ان کو امام مہدی سمجھا کتاب صراط مستقیم جو ان کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اور جس کو اہل حدیث اس ملک کے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں شاہ اسماعیل شہید نے ۱۲۳۳ھ میں مرتب کیا اس میں انہوں نے سید احمد صاحب کو تیرھویں صدی کا مجدد قرار دیا۔ بعد کو ایک رسالہ میں بہت سی دلیلیں ان کو مہدی آخرالزمان ثابت کرنے کے لئے جمع کیں اس میں یہ قصیدہ شاہ کا بھی شامل ہوا۔ اس طرح پر کہ غین ورے سال چوں گذشت از سال۔ یعنی ہجرت نبوی کے پورے بارہ سو برس بعد یکم محرم ۱۲۰۱ھ کو سید صاحب کی ولادت ہوئی۔ پس مذکورہ بالاصفتوں کے ساتھ اس پیش گوئی کے بھی مصداق ہوئے۔ علاوہ ازیں ایک دوسرا قصیدہ (کلکتہ ریویو بابت ۱۸۷۰ء جلد ۵۰ صفحہ ۹۹ میں ایک مفصل مضمون ہندوستان میں وہابی مذہب کے عنوان سے بقلم جسٹس اوکنیل درج ہے جس میں ان دونوں قصیدوں کے انگریزی ترجمے شامل ہیں) بھی شاہ کی طرف منسوب کیا گیا جس میں سلطان مشرق کے آنے کی خبر دی گئی ہے مگر یہ قصیدہ نہ تو ان کے دیوان میں یا ان کے کسی رسالہ میں پایا جاتا ہے نہ کسی تذکرہ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ شاہ کا قصیدہ جیسا آیات قرآنی واحادیث نبوی پر مشتمل ہے ویسا ہی یہ قصیدہ تاریخی غلطیوں سے لبریز ہے اور کسی اہل زبان کے قلم سے بھی نہیں معلوم ہوتا۔ مطلع یہ ہے

راست گو ئم بادشاہے در جہاں پیدا شود
نام او تیمور شہ صاحب قراں پیدا شود

و اللہ اعلم بالصوا ب و الیہ المر جع و المآ ب

....

رانا محمد شفیق خان پسروری کے تاثرات

(تحریک ختم نبوت کی سترھویں جلد کی اشاعت کے موقعہ پر)

ختم نبوت، پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز بھی ہے اور امتیاز بھی۔ یہ آپ ﷺ کی عظمت وشوکت کی دلیل بھی ہے اور آپ ﷺ کی امت کا شرف وافتخار بھی۔ پہلے تمام نبی اور رسول (علیہم التحیۃ والتسلیم) خاص وقت، خاص علاقے اور خاص قوم وقبیلہ کی طرف مبعوث ہوئے اور اپنا اپنا وقت گزار کر رخصت ہوتے رہے، بلکہ یہ بھی ہوا کہ ایک ایک وقت میں، ایک ایک علاقے اور قوم میں ایک سے زائد نبی و رسول یکجا بھی ہوتے رہے۔ (مثلاً حضرت ابراہیمؑ ہی کے عہد میں حضرت اسماعیلؑ وحضرت اسحاقؑ اور حضرت ہودؑ حضرت یعقوبؑ ہی کے دور میں حضرت یوسفؑ بھی۔ حضرت موسیٰؑ ہی کے دور میں ان کے اپنے گھرانے کے، سگے بھائی حضرت ہارون اور قریبی عزیز حضرت یوشع بن نونؑ، حضرت عیسیٰؑ ہی کے عہد میں (ان کے قریبی عزیز) حضرت یحییٰؑ۔ (بنی اسرائیل میں تو اس کی کئی اور مثالیں بھی مل جاتی ہیں) جب کہ پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ آقائے مکی و مدنی ﷺ پہلے انبیاء و رسل کی طرح مخصوص عہد، مخصوص قوم اور مخصوص علاقے کی بجائے اپنی بعثت کے وقت سے لے کر تا قیام قیامت ہر عہد اور علاقے کے ہر ذی نفس جن و بشر کے لئے ہادی و رہبر کی حیثیت سے مبعوث ہوئے۔ پہلے انبیاء و رسل اپنے حالات کے تقاضوں کے مطابق شریعت کے احکامات بیان فرماتے رہے۔ (اور بس) جب ان کا دور ختم ہوتا دوسرے کا شروع ہو جاتا اور وہ اپنے دور کے حالات کے مطابق رہنمائی فرماتا۔

دین تو حضرت آدمؑ کے وقت سے ''اسلام'' ہی رہا البتہ شریعتیں ہر نبی و رسول کی مختلف رہی ہیں، چنانچہ ایک نبی دنیا سے رخصت ہوتا تو دوسرا اس کی جگہ (یا بعد) آ جاتا تھا، مگر جب آقائے مکی و مدنی ﷺ تشریف لائے تو اس شان سے جلوہ گر ہوئے کہ آپ ﷺ پر دین کو مکمل واتم کر دیا گیا (جب دین ہی مکمل ہو گیا تو اب کسی نبی و رسول کی ضرورت بھی کیا تھی؟) اس لئے مدینہ کے تاج دار، نبیوں کے امام، رسولوں کے سردار ﷺ کو ''خاتم النبیین'' کے اعزاز سے نوازا گیا۔ قرآن پاک اور (دوسو سے زائد) احادیث میں واضح طور پر فرما دیا گیا ہے کہ پیارے رسول ﷺ آخری نبی و رسول ہیں۔ اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔'' ختم نبوت کا تاج، پیارے رسول اللہ ﷺ کے سرِ اقدس پر یوں رکھا گیا کہ پھر دنیا جہاں میں کسی طرف بھی کوئی نبی و رسول نہیں آیا بلکہ حیران کن معاملہ یہ بھی ہے کہ بنی اسرائیل میں نبیوں اور رسولوں کی بہتات رہی ہے۔ ایک ایک وقت میں ایک ایک جگہ پر ایک سے زیادہ نبی ہوتے رہے ہیں مگر آپ ﷺ کی نبوت کے بعد بنی اسرائیل میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ پارسیوں کے ہاں کہا جاتا رہا ہے کہ ''سروشِ آسمانی'' نیک سرشت اور پارسا لوگوں سے کلام کرتا رہا ہے، مگر آقائے مکی و مدنی ﷺ کے بعد کسی پارسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ ''سروشِ آسمانی'' نے اس سے کلام کیا ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کے ہاں کہا جاتا رہا ہے کہ ہزاروں مہارشیوں کو ''آکاش وانی'' کا پرکاش ہوتا رہا ہے، مگر مدینہ کے تاجدار کی رسالت کے بعد کسی ہندو رشی کی طرف سے ایسا دعویٰ سامنے نہیں آیا۔ یہ بھی ایک دلیل ہے کہ ''ختم نبوت'' کا تاج، ایک عظمت کی حیثیت سے آپ کو عطا ہوا ہے۔ اسی لئے مسلمان جہاں یہ مضبوط عقیدہ رکھتے ہیں کہ ''پیارے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبوت و رسالت کے حوالے سے سوچنا بھی گناہ ہے۔'' وہاں یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اب اگر کوئی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے تو وہ پیارے رسول اللہ ﷺ کی عظمت و حرمت پر ''حرف گیری'' کا مرتکب ہوتا ہے۔ ویسے بھی خود پیارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ''میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں، صرف کذاب اور دجال ہونگے جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے۔'' چنانچہ جب برصغیر میں انگریز حکومت کے مداح مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا ''دعویٰ'' کیا

تو تمام مکاتب فکر کے مسلمان تڑپ اٹھے۔ ان کی پیارے رسول سے محبت وعقیدت نے ان کو یوں مضطرب کیا کہ وہ اپنے فروعی اختلافات کو نظر انداز کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ برصغیر کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے ایک دینی جذبہ کے تحت مرزائے قادیانی اور اس کے حاشیہ نشینوں کے تقابل میں ایک تحریک برپا کر دی، یوں تو ہر مکتبہ فکر کے علماء کرام مسئلہ ختم نبوت پر کارہائے نمایاں سرانجام دیتے رہے مگر ''فاتح قادیان'' کا لقب جس رجلِ عظیم کے حصے میں آیا، ان کو شیخ الاسلام مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ کے نام نامی سے یاد کیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، ایک نابغہ روزگار ہستی تھے۔ بیک وقت مفسرِ قرآن، محدث ومؤرخ، صحافی و ادیب، خطیب ومصنف، مگر آپ کی شہرت ''مناظرِ اسلام'' کے طور پر چار دانگِ عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسلام کے دفاع میں آریہ، عیسائی، سناتن دھرمی، سکھ مت وغیرہ تمام ادیان کے بڑوں سے کامیاب مناظرے کئے۔ مگر فرقہ قادیانی کے خلاف جو عظیم الشان کردار ادا کیا وہ ایک مثال اور تاریخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مرزا قادیانی نے ان کو دعوت دی کہ ''مجھ سے مناظرہ کر لو۔'' جس پر وہ جنوری 1903 میں قادیان تشریف لے گئے۔ مرزا قادیانی کو اطلاع کروائی کہ ''آؤ اور اپنے جھوٹے ''دعویٰ نبوت'' پر مناظرہ کرو۔'' مرزا نے مناظرہ کرنے کی بجائے کہا ''مجھے وحی کے ذریعہ منع کیا گیا ہے کہ ثناء اللہ سے مناظرہ نہیں کرنا۔''

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے مرزا غلام احمد کی تحاریر وتقاریر کا عقلی ونقلی دلائل سے خوب رد کیا اور کئی کتابیں ''دعویٰ باطل'' کے خلاف لکھیں۔ مرزا نے مولانا ثناء اللہؒ سے زچ ہو کر اپریل ۱۹۰۷ء میں ''مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ'' کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں مولانا کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ آپ اپنے پرچے ''اہل حدیث'' میں میری تکذیب وتفسیق کرتے ہیں اور میری نسبت مشہور کرتے ہیں کہ میں مفتری اور کذاب ہوں، وغیرہ، تو میں دعا کرتا ہوں کہ ''جو جھوٹا ہے، وہ سچے کی زندگی میں طاعون یا ہیضہ وغیرہ بیماریوں کے ہاتھوں مر جائے۔'' (اشتہار میں اس دعا کو الفاظ بدل بدل کر دہرایا گیا ہے)۔ مرزا کا ''دعوت مباہلہ'' والا اشتہار اس وقت کے کئی رسائل و جرائد کے علاوہ الگ سے بھی شائع و عام ہوا، پھر قدرت نے دکھایا کہ اس اشتہار کی

اشاعت کے تھوڑے عرصہ بعد، مرزا غلام احمد قادیانی کو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں اپنے میزبان کے گھر ہیضہ و اسہال کے شدید مرض کی وجہ سے موت کا ذائقہ چکھنا پڑا۔ جب کہ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اس کے چالیس سال بعد مارچ ۱۹۴۸ء میں سرگودھا میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یاد رکھنے کی بات یہ بھی ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ برصغیر کی قد آور شخصیت تھے۔ وہ مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے حامی تھے۔ ۱۹۴۷ء میں امرتسر ان کے گھر پر سکھوں نے حملے کئے، ان کا جوان بیٹا شہید ہو گیا مگر مولانا کو اللہ نے بچا لیا۔ وہ گھر بار سب کچھ امرتسر چھوڑ کر اکیلے لاہور آ گئے، پھر یہاں سے سرگودھا منتقل ہو گئے۔ قیام پاکستان کے ان دنوں میں ہر طرف قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا مگر مولانا محفوظ رہے اور پھر طبعی موت، اللہ کو پیارے ہوئے۔ یہ بھی دلیل ہے کہ مرزا غلام احمد کے دعائیہ اشتہار پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حقانیت اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ''ختم نبوت'' کی لاج رکھنا تھی اور وہ یوں رکھی کہ ختم نبوت کے سپاہی مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کو سچا ثابت کر کے ان کی زندگی میں ہی مرزا غلام احمد کو موت دی۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرمایا کرتے تھے: کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

انہی فاتح قادیان شیخ الاسلام مولانا ابو الوفا امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خاص مرزائیت کے رد میں تیار کردہ ایک مبلغ کہ جن کی ساری زندگی قادیانیت کے تعاقب اور مسلکِ حق اہل حدیث کے فروغ و اشاعت میں بسر ہوئی (اور ما شاء اللہ اب بھی ہو رہی ہے) بابائے تبلیغ، حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ ہیں، ان کے صاحبزادہ حضرتِ پروفیسر محمد سلیمان اظہر (ڈاکٹر بہاء الدین) کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی ہے کہ انہوں نے ''ختم نبوت اور ردِ قادیانیت کے حوالے سے ایک بے مثال ''انسائیکلوپیڈیا'' مرتب کر دکھایا ہے۔ اس لحاظ سے واقعتاً ڈاکٹر صاحب ''الولد سر لابیہ'' کے مصداق اور ''نمونۂ سلف'' ثابت ہوئے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر محمد بہاء الدین نے ''تحریک ختم نبوت'' کے نام سے یہ جو عظیم الشان، انسائیکلو پیڈیا مرتب کر دیا ہے (ہنوز یہ سلسلہ صادقہ جاری و ساری ہے) جس انداز سے ڈاکٹر صاحب کتاب ترتیب و تصنیف کے مراحل سے گزار رہے ہیں، ہمیں امید ہے کہ یہ ایک لازوال شاہکار اور بے مثال کارنامہ ہو گا۔ مرزائیت کے حوالے سے دیگر بزر

گوں نے بھی ضخیم کام کیا ہے مگر ڈاکٹر صاحب کے کام کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ پاکستان میں رہنے والے کو مواد جمع کرنے میں بہت آسانیاں ہیں جب کہ ڈاکٹر صاحب نے جو بھی کام کیا ہے وہ دیارِ غیر میں بیٹھ کر کیا ہے کہ جہاں اس موضوع پر مواد جمع کرنا جوئے شیر بہالانے کے مترادف ہے۔

دوسرا امتیاز ڈاکٹر صاحب کے کام کا یہ ہے کہ انہوں نے بعض نایاب حوالے اور نہایت کم یاب مواد کو پہلی بار قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے، خصوصاً مرزائیت کے خلاف کام کرنے والے بعض علماء نے اپنے خاص فقہی مکتب کے تعصب سے کئی حقائق کو توڑ مروڑ دیا یا مسخ کر دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے احقاقِ حق کے فرض کو ادا کرتے ہوئے ''اصل'' حقائق سامنے رکھ دیئے ہیں اور یوں اردو خواں طبقے کے لیے کئی کہانیاں اور روایات ایک نئی صورت میں سامنے آئی ہیں۔ خصوصاً اہل حدیث علماء کی خدمات اور ختم نبوت و تعاقبِ مرزائیت کے سلسلے میں اہل حدیث کی اولیات کی خوب وضاحت و صراحت کی ہے اور دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب ختم نبوت اور تردید مرزائیت کی تحریک و تاریخ کے باب میں ایک نیر تاباں کی حیثیت سے سامنے آئی ہے کہ جس نے کئی ٹمٹماتے دیوں اور چراغوں کی لو کو ماند کر دیا ہے۔ یہ بات لکھتے ہوئے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا کہ آج تک ایک مخصوص مسلک کے حاملین نے ختم نبوت کے نام پر تسلط جما رکھا تھا اور وہ ''تحریک ختم نبوت'' کا ذکر کرتے ہوئے سارا کریڈٹ خود سمیٹ لیتے تھے، علماء اہل حدیث میں سے صرف مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ہی کا ذکر کرتے تھے وہ بھی مجبوراً اور محض خانہ پری کے لیے، ڈاکٹر صاحب نے یہ عظیم انسائیکلو پیڈیا مرتب کر کے ان کے تسلط کو نہ صرف توڑا ہے، بلکہ مرزائیت کے تعاقب میں پہلے پہل میدان میں نکلنے والے اور دنیا کو مرزا قادیانی کے فتنے سے آگاہ کرنے والے حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ اور مرزا قادیانی کے خلاف پہلا فتویٰ جاری کرنے والے شیخ الکل فی الکل حضرت میاں نذیر حسین دہلویؒ کی شخصیت، اس حوالے سے ان کی خدمات، ان کے عظیم شاگردوں کی مساعی اور دیگر بے شمار اہل حدیث علماء کرام کی (اسی حوالے سے) محنتوں سے دنیا کو بہترین انداز میں متعارف کرایا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب مسلک اہل حدیث کے حاملین پر ایک احسان عظیم ہے۔

قادیان اور ربوہ کے بعد مرزائیوں کا بڑا مرکز ہماری تحصیل پسرور کے علاقے قلعہ کالر والا کے گرد کے دیہات ہیں۔ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مرزائی سر ظفر اللہ اسی علاقے کا رہائشی تھا اور اس نے اپنے سرکاری اثر و رسوخ سے یہاں مرزائیت کا بہت کام کیا۔ ہمارے والد مرحوم حضرت مولانا محمد رفیق پسروری نے اسی علاقے کو اپنی تبلیغ کے لیے خصوصی طور پر چُنا اور ردِ مرزائیت کے لیے کام کیا، دن رات کی تمیز کیے بغیر وہ ہر دم تیار رہتے تھے، ایک بار میرے سامنے کی بات ہے، ایک شخص آیا کہ موضع خاناں میاں والی میں مرزائیوں نے جلسہ کیا ہے اور مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج دیا ہے۔ والد صاحب فوراً ساتھ ہو لیے، مگر حالت یہ تھی کہ پاؤں میں قینچی چپل اور وجود پر صرف تہبند اور بازو والی بنیان تھی۔ اس نے کہا آپ لباس تبدیل کر لیں، آپ نے فوراً لباس بدلا اور اس کے ساتھ بائیسکل پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

ایک بار آپ نماز عشاء پڑھ کر گھر کی طرف آ رہے تھے تو پسرور کا مرزائی مربی مبشر بٹ مل گیا، کہنے لگا ''مولانا! شاہ عبدالقادر دہلوی نے اپنی تفسیر موضع القرآن میں ''خاتم'' کا معنیٰ مہر کیا ہے۔''

مطلب اس کا یہ تھا کہ ''خاتم النبیین'' کا معنیٰ نبیوں کا ختم کرنے والا نہیں۔

والد صاحب کہنے لگے ''اگر مہر بھی معنیٰ مان لیا جائے تو بھی مطلب یہی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا کہ پہلے جب کبھی کوئی ڈاک بھیجی جاتی یا کوئی سامان بھیجا جاتا تھا تو اس کو سیل کر کے باہر مہر لگا دی جاتی تھی، مطلب یہ کہ اب کوئی مہر توڑ کر اس میں کچھ اور داخل نہ کر سکے۔ اور یہ سلسلہ ابھی تک سرکاری محکموں خصوصاً محکمہ ڈاک میں جاری ہے۔ باقی خاتم کا معنیٰ سمجھنا ہے تو اپنے مرزا قادیانی سے کیوں نہیں سمجھتے کہ جس نے اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' صفحہ ۳۰۰ پر لکھا ہے کہ ''اسی طرح میری پیدائش ہوئی جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں، میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت بی بی تھا اور پہلے وہ پیٹ سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا۔''

اسی طرح مرزا قادیانی ''ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۶۱۴'' پر صراحت سے خاتم النبیین کا معنیٰ ''ختم کرنے والا نبیوں کا لکھ چکا ہے۔ بہرحال والد گرامی قدر نے مرزائیت کے ''دوسرے ربوہ'' یعنی ضلع سیالکوٹ کے ان علاقوں میں جہاں قادیانی تعداد میں کافی ہیں

بہت کام کیا اور بے شمار لوگوں کو ارتداد سے توبہ کروا کر پھر سے دائرہ اسلام میں داخل کیا، انہوں نے ختم نبوت کے موضوع پر باقاعدہ دو کتابیں بھی تحریر کی تھیں۔

بہر حال ہم یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد بہاء الدین نے یہ کتاب لکھ کر نہ صرف اہل حدیث کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے، بلکہ ختم نبوت اور قادیانیت کے خلاف کام کرنے والوں کے ہاتھوں میں ایک کارآمد ہتھیار بھی تھما دیا ہے۔

حقیقتاً ہر اہل حدیث خصوصاً علماء کرام کے پاس اس عظیم ''انسائیکلوپیڈیا'' کا ہونا ضروری ہے۔ کوئی اہل حدیث لائبریری ایسی نہیں ہونی چاہیے جہاں اس کتاب کی تمام جلدیں نہ ہوں، اور اگر کوئی لائبریری ایسی ہو تو جان لیجئے وہ اس کے بغیر نامکمل ہو گی۔ میں اس عظیم کام کے اس طرح احسن انداز سے کرنے پر حضرت بابائے تبلیغ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری رحمۃ اللہ حضرت ڈاکٹر محمد بہاء الدین، اور پوری دنیا کے تمام اہل حدیث احباب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور اخلاص قلب سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم سعادت کو قبول فرمائیں۔ (آمین ثم آمین)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ سلسلہ تحریک ختم نبوت پر تن تنہاء جس ذوق و شوق اور ہمت ولگن سے کام کر رہے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی توفیق و عنایت سے آپ نے اس سلسلہ کتب کی ۳۰ جلدیں مکمل کر دی ہیں جو مختلف ویب سائٹیس پر اپ لوڈ بھی ہو چکی ہیں۔ اور ان میں سے ۱۷ جلدیں ہندوستان کی مرکزی جمیعت اہل حدیث کے زیر اہتمام شائع ہو چکی ہیں، اور یہی ۱۷ جلدیں پاکستان میں خود ڈاکٹر صاحب نے اپنے اخراجات پر چھپوا کر نذر قارئین کر دی ہیں۔ باقی ۱۳ جلدوں کو بھی باری باری شائع کرنے اور کروانے کا ارادہ ہے۔ اس کے علاوہ اس سلسلہ کتب کی تین مزید جلدیں ان دنوں پروف ریڈنگ اور تصحیح وغیرہ کے مراحل سے گذر رہی ہیں۔ اور یہ سارے کا سارا کام ۱۹۱۲ء تک سے متعلق ہے۔ اس کام کی وسعت، جامعیت، وقعت واہمیت کا اندازہ ایک صاحب ذوق وتحقیق اہل علم حضرت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم اعلی مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند کی ذیل کی تحریروں سے ہوتا ہے۔

حضرت مولانا اصغر علی تحریک ختم نبوت جلد ۸ مطبوعہ دہلی میں بعنوان :
وہ کون کن کی بات ،

لکھتے ہیں :

تحفظ ختم نبوت کی کوششوں کو تحریک تحفظ ختم نبوت میں تبدیل کر دیا۔ اس سلسلہ میں اولین کوششوں سے لے کر مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کے حشر و قبر تک پہنچانے کا کام درحقیقت علمائے اہل حدیث نے کیا اور اسے ہر سطح پر مات دیا۔ تحفظ تحرک ختم نبوت کی عظیم الشان تاریخ ہے اور لاکھوں صفحات پر بکھری ہوئی ہے۔ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ اسکے سرخیل تھے اور اس ہراول دستہ کے ہدی خوانوں میں صاحب مجلّہ اشاعۃ السنہ علامہ محمد حسین بٹالویؒ تھے۔ بٹالوی رحمہ اللہ نے جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے اور علمی و تحقیقی طور پر جس طریقے سے مرزا کے خرافات فلسفیانہ ایچ پیچ اور پرفریب دعووں کی قلعی کھولی ، وہ تاریخ کا ایک سنہری باب ہے اور بسا اوقات ایسا لگتا ہے کہ بعد کی کاوشیں ان کی شرح و تفصیل ہیں۔

لیکن نیرنگی زمانہ دیکھئے کہ تاریخ کے اس اہم موڑ پر اس عظیم طوفان کو سرد کرنے ، بلکہ اس کے ظالم پنجے کو مروڑ نے کا تاریخی کام مورخ کی سستی و کاہلی کا شکار ہو گیا۔ ان کے سنہری اوراق ، اوراق پریشان بنتے چلے گئے ، اور یہ سارے حقائق پس منظر میں جانے کے ساتھ پتھریلی زمینوں کی تہوں میں نہیں ، بلکہ پہاڑوں کی چٹانوں کے نہاں خانوں میں دب گئے۔ ایسا لگنے لگا کہ اب مزید تاخیر ہوئی تو کوہ کنی بھی کسی طرح مفید نہیں ہو سکے گی۔ چنانچہ موضوع کی اہمیت وضرورت ، حالات کی سنگینی اور احساس زیاں کی شدت نے ایک مورخ جماعت اہل حدیث ، اور مرد آہن کو کوہ کنی پر مجبور کر دیا اور ہم سب کو کہنا پڑا

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ذکر ہے اسی عظیم مرد خدا اور پیر جواں مرد کا ، جس پر کتنی ہی جوانیاں اور رعنائیاں قربان کر دی جائیں کم ہیں۔ میری مراد اس سے ڈاکٹر محمد سلیمان یعنی محترم محمد بہاء الدین بورے والے سے ہے ، جو انگلستان میں بیٹھ کر تاریخ مردان حجازی ، سیر وسوانح رجال علم وحکمت ، دعوت وعزیمت کے غازیوں ، کتاب وسنت اور ناموس رسول عربی کے

محافظین اور اسکے مدافعین کی داستان ایمان وایقان اوران کی تاریخ تحریرفر مارہے ہیں

ہمارے اسلاف جو نا مساعد حالات میں ہمہ جہت یلغاروں کا پوری جوانمردی سے مقابلہ کرتے تھے بلکہ طوفان نوح کے رخ کوموڑ دینے کا فریضہ انجام دیتے تھے جو کتاب وسنت کی حفاظت و مدافعت کا وہ حق ادا کرتے تھے کہ قرون اولی کی یادیں تازہ ہوجاتی تھیں بلکہ ان دونوں سرچشموں اورقرآن وحدیث اورمحمد عربی ﷺ کے ختم نبوت کوچیلنج کرنے والوں کو پوری طرح مات دینے اور میدان میں ڈھیر کر دینے کا کام کرتے تھے خصوصاً انگریزی استعمار کے پیدا کردہ مرزا غلام احمد کے دعوی نبوت کوقلع قمع کرنے میں انہوں نے جن حالات میں جد و جہد کی ان کا نقشہ لفظوں میں کھینچنا کسی طرح لوح وقلم کے بس کا روگ نہیں۔

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارہ

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہمارے اسلاف متنبّی زمانہ مرزا قادیانی کی سرکوبی انگریزوں کے دورحکومت ہند میں کر رہے تھے، اب ان کے کارناموں کی داستان اوران کی تاریخ کے اوراق انگریزوں کے درمیان رہ کر لکھے جارہے ہیں۔پس محترم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے نعم الخلف بعد السلف کا کردارادا کر کے ہم سب کواپنا گرویدہ بنالیا ہےاور ہم سب کے شکر وامتنان اور دعا وتوصیف کا مستحق وسزاوارقرار دے لیا۔اللھم وفقه لما تحبه و ترضاه

حقیقت یہ ہے کہ دنیائے اہل حدیث ہی نہیں،تمام محبان علم اور دین پسند حضرات اس انسائکلو پیڈیائی عمل سے انتہائی متاثر ہیں اور دعا گوبھی۔ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ سے ہم کلامی سے گر چہ محروم رہے ہیں،مگرشائد ہی کوئی علمی وتعارفی مجلس ہو جس میں ہم آپ کے ذکر جمیل اور ثنا خوانی سے محروم رہتے ہوں۔

آپ کے ساتھ وہ حضرات بھی لازوال اورحدیث الناس بنتے جارہے ہیں جن کو ڈاکٹر صاحب نے ادنی مناسبت سے بھی تحفظ تحریک ختم نبوت کی تاریخ کی تدوین کے سلسلہ میں ذکرفرمادیا ہے۔اوران کو بلاصحبت بھی،صحبت صالح کے فیوض و برکات سے مستفیض کر دیا ہے۔ان کا تو ذکر ہی چھوڑیئے جو آپ کے اس عظیم کارنامے

میں ہم نفس اور ہم قدم بننے کی سعادت سے بہرہ ور ہیں، میری مراد خاص طور پر برادر مکرم شیر خان جمیل احمد صاحب نائب ناظم مرکزی جمیعت اہل حدیث برطانیہ سے ہے جن کا روح وجسم اور قلب وجگر دونوں ڈاکٹر صاحب کے ان لازوال کاموں کے ساتھ ہی حرکت وسکون سے دوچار ہوتے ہیں اور اسی کے ساتھ دھڑکتے ہیں ـ..

جماعتوں ،جمیعتوں، اکاڈمیوں، جامعات و مدارس اور ملک وملت کے بڑے کارنامے انہی فکرمندیوں اور جانفشانیوں ،اور حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی کوہ کنی نہیں بلکہ کوہ کنیوں سے انجام پاتے ہیں ـ ڈاکٹر صاحب کی پیرانہ سالی مگر حوصلہ عالی نے تن تنہا یہ ہمالیائی کارنامہ انجام دے لیا جو بڑی بڑی جماعتوں، انجمنوں ،جامعات ،اور اکاڈمیات سے نہیں ہوا ، وہیں آپکے محترم مولانا شیر خان جمیل احمد جیسے رفیقوں اور ہم سفروں نے بھی ثبات قدمی و ہمت افزائی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور اس کوہ قاف کو طے کرنے اور کوہ کنی میں ہمت بندھائی فجزاہ اللہ خیراً

ڈاکٹر صاحب ممدوح وموصوف نے جو سلسلہ تاریخ تحفظ ختم نبوت قائم کیا تھا اور جس کی ساتویں جلد ـ تیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے موقع سے شائع کی گئی تھی اور جسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا،اب اس کی آٹھویں جلد منظر عام پر آرہی ہے اور اسی پر یہ سطور (وہ کوہ کن کی بات) بطور پیش لفظ لکھی جارہی ہیں اس امید کے ساتھ کہ قارئین کرام اور اہم علم کو پسند آئے گی ـ لائبریریوں میں اس سے گراں قدر اضافہ ہوگا اور اسے بسر وچشم قبول کیا جائے گا ـ یہ جلد بھی پچھلی جلدوں کی طرح اپنی قیمتی معلومات بیش قیمت محتویات اور بہترین معلومات کی شکل میں ہدیہ قارئین کرام ہے ـ

اس سلسلہ میں ہمارا فرض ہے کہ ہم الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات ورد زبان وقلم کرنے کے ساتھ ان موتیوں کو صفحہ قرطاس پر بکھیرنے والے اور کوہ کنی کے ذریعہ اس چشمہ شیریں کو تمام محبان رسول اکرم ﷺ اور انصاف پسند دنیا تک پہنچانے والے ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کریں اور کئی حیثیتوں سے کریں اور دعا کریں کہ

ا للهم متعنا بصحته و عافيته و وفقه و سدد خطاء و طول في عمره و بارك في ذريته و امدد ظله العالی لخدمة دينك و

الد فا ع عن نبيك محمد ﷺ

اور حضرت مو لا نا اصغر علی امام مہدی سلفی ، ناظم اعلی مر کزی جمیعت اہل حدیث ہند، تحر یک ختم نبوت کی تیرھویں جلد مطبوعہ دہلی کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں :

د نیا جہان کبھی بھی با کمالوں اور اللہ والوں سے خالی نہیں رہی ۔ ہنر وران علم وفن ہر دور میں مو جود رہے ہیں اور ہر طر ح کے علوم وفنو ن اور معا رف وحکم کے ما ہر ین اور اس کے قدر دان ہر زما نے میں پا ئے جاتے رہے ہیں، جن کو علم و دین اور اس کے تقا ضوں سے بھر پور دلچسپی رہی ہے ۔ اس کی قدر و منزلت اور چا ہت وضرورت کا بشدت احساس بھی کر تے رہے ہیں اور اس کی خدمت کو بصد شوق وخلوص انجا م دینے والوں کی کبھی کمی نہیں رہی ہے ۔

اسی طر ح بہت سے تا ریخی کا ر نا مے انجا م دینے وا لے بھی پیدا ہو تے رہے ہیں ۔لیکن ان تا ریخی کار نا موں کو آ ئندہ نسلوں تک کے لئے محفو ظ کر دینا اور ان اسوہ اور نمونہ اور عمدہ مثا لوں کو آ ئندہ آ نیوا لے اجیال کو منتقل کر دینا ،بھی ایک تا ریخی کا ر نا مہ ہوتا ہے جو صرف اور صرف مورخ کا کا م اور کمال ہوتا ہے ۔

اس کمال کے جو یا اور اس کے حصول کے طالبین کی بھی کسی دور میں کمی نہیں رہی ۔مگر اس کا ر نا مہ کو انجام بھی دے لے جا ئیں ، یہ ضروری نہیں ۔ بلکہ یہ تو صرف اور صرف ان لو گوں کے مقدر کی با ت ہو تی ہے جن کو تو فیق خا ص رب ذو لمنن و الکرم وا لا کرا م و رب العزت والجلا ل کی طرف سے عطا ہو تی ہے ۔

اب اسی ایک بد یہی اور سہل الحصو ل کا م اور نام کو لے لیں جسے ہم تا ریخ تحر یک ختم نبو ت کہتے ہیں ،جس پر کل سو سا ل سے زیادہ کا عر صہ نہیں بیتا کہ یہ کا م معضلا ت ومشکلا ت اور انتہا ئی کٹھن اور متعذرا ت بلکہ نا ممکنا ت میں سے شمار ہو نے لگ گیا تھا ۔اس میدا ن کے تہی دست اور تہی دامن جما عتیں اور گروہ تا ریخ سا زی کے ذریعہ مر د میدا ن بننے پر اتر آ ئیں ۔مگر جس جما عت حقہ اور اس کے اسلا ف نے اس میدان میں بھی جس قدر جانفشا نیاں ،تضحیا ت اور قر با نیاں پیش فر ما ئیں کہ چمن میں ہر

طرف ان کی داستانیں بکھری ہوئی، پھیلی ہوئی، بلکہ چھائی ہوئی تھیں، کو اسکے سپوت بایں ہمہ فضل وکمال اور ہر طرح کے اسباب وسامان مہیا ہونیکے انجام نہ دے سکے۔ بڑے بڑوں کو عذر ہوتا رہا کہ حالات ساز گار نہیں، اعمال واشغال اجازت نہیں دیتے، مال ومنال کی کمی آڑے آتی رہی، ارباب دولت وامارت نے ہماری ہمت افزائی نہیں کی، اعوان وانصار جل دے گئے، گفتار کے غازیوں نے ہمدردانہ غوغائیوں کے ذریعہ مشکلات کا لا متناہی سلسلہ شروع کر دیا۔ کردار کے غازی تو نظر ہی نہیں آتے۔ یہ اور اس طرح کے کتنے اعذار باردہ وصیحہ جو روز روز اور کس کس کو پیش نہیں آئے۔ یا پیش نہیں کر دیئے جاتے، یا اعذار تلاش کر لئے جاتے ہیں۔

اگر یقین نہ ہو تو ذرا اس ایک صدی میں نظر پسار کر دیکھئے کہ علم وفن کی باکمال ہستیوں کی وہ عظیم فہرست نظر آتی ہے جن پر ہم کو بجا طور پر فخر بھی ہے اور وہ یقیناً لائق فخر بھی ہیں اور انکے کارنامے ہمارے لئے سرمایہ عظیم ہیں۔ خصوصاً جن حالات میں انہوں نے جسطرح کا کمال پیدا کیا اور وہ کارہائے نمایاں انجام دے گئے جنکی مثال بھی دوسروں سے بن نہ پڑی۔

ان میں سے ہر ایک اپنے زمانہ کا امام تھا، امام فن تھا، لا ثانی میدان تھا، بے نظیر ومنقطع النظیر تھا، مناظر تھا، مورخ تھا، محدث تھا، مفسر تھا، محقق تھا، فقیہ واصولی تھا، فلسفی تھا۔ بجا طور پر ان میں سے ہر ایک پر یہ شعر صادق آتا ہے جو کسی (نابغہ) نے اپنے ممدوح بادشاہ کے لئے کہا تھا

الم ترى ان الله آتاك سورة
ترى كل ملكٍ دونها يتذبذب

لیکن یہ بھی سچ ہے کہ باایں فضل وکمال اور نمایاں کارناموں کو انجام دینے اور طلب وخواہش اور اخلاص وچاہت کے باوجود ان کو تاریخ اہل حدیث اور تاریخ تحریک ختم نبوت مرتب ومدون کرنے کی توفیق نہ ہوسکی۔ یہ کسی اور ہی مرد میدان کے لئے رکھ چھوڑی گئی تھی اور یہ اسی کے حصہ ومقدر میں تھی۔ اور وہ تاریخ اہل حدیث اور تحریک ختم نبوت کی تدوین وترتیب میں گویا لسان حال سے بار بار گنگناتا رہا کہ

و انّی و ان کنت الأخیر زمانة
لآت بما لم تستطعه الاوائل

(اگر چہ میں بعد میں آیا ہوں، لیکن مجھ سے وہ کام ہوگیا ہے جو پہلے لوگ نہیں کر سکے)

اور یہ اس لئے بھی کہ ایک صدی گذر جانے کے بعد تاریخ سازی کرنیوالوں نے جہاں بے شمار حقائق کو بدلنے کی کوشش کی اور استعمار کی ریشہ دوانی اور عیاری اور اندرونی رخنہ اندازی اور آپسی اختلاف و شقاق کے نتیجے میں ملک کے بٹوارے کے ساتھ ہی بیشمار تاریخی حقائق اور دفاتر نذر آتش ہوگئے، یا ناقدریوں کے شکار ہوئے، یا تلف کر دیئے گئے، یا انہیں طاق نسیان پر رکھ دیا گیا، جس کا انجام سب کو معلوم ہے۔ اور ایسے میں اپنوں کی لا پرواہی اور بے اعتنائی کے ساتھ ساتھ غیروں کے جور و جفا اور ستم رانی کا بھی شکار ہوا ہے۔

اور ایسے موقع پر جب خود اپنے بیگانوں کا رول ادا کرنے لگیں اور تعصب و تنگ نظری کرنے لگیں، تو اس کے صلہ میں بربادی یقینی ہو جاتی ہے۔

اس صورت حال میں کوئی کام بلکہ کارنامہ انجام دینا، اور اپنوں کی سرد مہریوں، اور غیروں کی جفاؤں، حتی کہ جو کچھ ان ستم رانیوں سے بچ گیا ہو، اسے متعصب اور بھوکے دیمکوں کے منہ سے ان اوراق پسماندہ و منتشر کو نکالنا، اور اکٹھا کرنا، کیا کرامت اور جوئے شیر لانے سے کم ہے، جسے محترم ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ نے کر دکھایا ہے، اور جس اکیڈیمک کام کی تیرھویں جلد کی طباعت اشاعت کے موقع پر ان سطور کو لکھنے اور شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

اس مناسبت سعیدہ پر اگر ان تمام مجاہدین قلم و قرطاس اور مدافعین احمد مجتبیٰ ﷺ تحریک ختم نبوت کے قافلہ سالاروں، ہدی خوانوں، اور سپاہیوں کے ساتھ ان نقوش تابندہ کو حیات درخشاں بخشنے والے ڈاکٹر محمد بہاء الدین کے لئے یہ کہا جائے، اور آرزو و التماس کریں کہ ان کی صحبتیں یادیں ہمیں رہیں، بے جا نہ ہوگا:

او لئك آ با ئی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جر یر المجا مع

....

قصیدہ

درشان ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر

المعروف ڈاکٹر محمد بہاء الدین

مصنف

تحریک ختم نبوت

تاریخ اہل حدیث

(نتیجہ فکر: ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی۔ برطانیہ)

عجیب آیت یزداں ہیں ، ڈاکٹر اظہر
عجیب عبقری انساں ہیں ،ڈاکٹر اظہر
عجیب رحمت باراں ہیں ، ڈاکٹر اظہر
عجیب رحمت رحمان ہیں ، ڈاکٹر اظہر
عجب نشانیٔ دوراں ہیں، ڈاکٹر اظہر
عجب نشانیٔ فرقاں ہیں، ڈاکٹر اظہر

خدا کے بندے ہیں اور امتی محمدؐ کے
کہ ایک سچے مسلماں ہیں، ڈاکٹر اظہر
یہ خادمان ختم الرسل میں شامل ہیں
زہے نصیب فروزاں ہیں، ڈاکٹر اظہر
ہوئے ہیں کئی ہزار اس کتاب کے صفحات
مثال جند سلیماں ہیں، ڈاکٹر اظہر
عظیم کام کیا ، ابنِ بورے والا نے
محض دعائے بزرگاں ہیں، ڈاکٹر اظہر
لکھی ہے تاریخ اہل حدیث کئی جلدیں
محیط مدت صدیاں ہیں، ڈاکٹر اظہر
صفحات دونوں کتابوں کے تیس ہزار ہوئے
حقائق ان میں نمایاں ہیں، ڈاکٹر اظہر
جو کام کر نہ سکے علمی سورماؤں کے
وہ کرچکے جو نگہباں ہیں، ڈاکٹر اظہر
نہ کر سکی جسے دنیا کی کوئی بھی تنظیم
کئے وہ فرد پریشان ہیں، ڈاکٹر اظہر
لکھی ہیں خود ہی کتابیں کئے ہیں خود کمپوز
ہیں باکمال جو ذیشاں ہیں، ڈاکٹر اظہر
ہیں شکریہ کے ہمارے یہ مستحق لا ریب
خلوص میں بھی نمایاں ہیں، ڈاکٹر اظہر
جزائے خیر دے دارین میں انہیں اللہ
دعائے اہل حدیثاں ہیں، ڈاکٹر اظہر
جزائے خیر دے اللہ معاونین کو بھی
یہی امانیء سلیمان ہیں، ڈاکٹر اظہر

ہیں سا رے علماء ہی یو ں قدر دان ا ظہر کے
مگر ہراول شفیق الرحمٰن ہیں ، ڈاکٹر اظہر
ہیں ہند و پا ک میں ،یو کے ،میں ساری دنیا میں
ہزاروں لاکھوں محباں ہیں، ڈاکٹر اظہر
دعا ہے ثاقب بے مایہ کی یہ رحماں سے
رہے تا حشر یہ فیضانِ ڈاکٹر اظہر

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آ له و صحبه اجمعین و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بارگاه صمدی ۔ محمد بها ء الدین